واقعۂ کربلا

تالیف

لوط بن یحیٰی بن سعید (ابومخنف)

ناشر: مجمع جہانی اہل البیت (ع)

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

نام کتاب : واقعۂ کربلا

تالیف : لوط بن یحییٰ بن سعید (ابو مخنف)

تحقیق: شیخ محمد ہادی یوسفی غروی

ترجمہ : سید مراد رضا رضوی

تصحیح: مرغوب عالم

نظر ثانی: اختر عباس جون

پیشکش: معاونت فرہنگی، ادارۂ ترجمہ

ناشر: مجمع جہانی اہل البیت

طبع اول: ۱۴۲۹ھ - ۲۰۰۸ئ

تعداد: ۳۰۰۰

حرف آغاز

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے، حتی ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں اور غنچہ و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کرلیتی ہیں ، تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پرنور ہوجاتے ہیں ، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے اپنی استعداد و قابلیت کے اعتبار سے اس کی کرنوں سے فیض حاصل کیا۔

اسلام کے مبلغ و موسّس سرورکائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی دنیا کو چشمۂ حق و حقیقت سے سیراب کردیا۔ آپ کے تمام الٰہی پیغامات نظریات اور اعمال فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھے، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑگئیں ۔وہ تہذیبی اصنام جو ممکن ہے کج فکر افراد کو دیکھنے میں اچھے لگتے ہوں لیکن اگروہ حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا شعور نہ رکھتے تو مذہبِ عقل وآگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کرلیا۔

اگرچہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی یہ گراں بہا میراث کہ جس کی حفاظت و پاسپانی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر کی ہے، خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر وقت کے ہاتھوں اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کردئی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں اسلامی دنیا کو خدمت میں بہت سے ایسے جلیل القدر علماء و دانشور پیش کئے جنھوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظریاتی موجوں کے مقابلے میں اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں کے ذریعے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی اور ہر زمان و مکان میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام، قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں ۔ اسلامی دشمن اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوست اس مذہبی وثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں ۔ یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام (عالمی اہل بیت کونسل) نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیرووں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے، تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہوسکے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر عقل و خرد پر استوار اہل بیت عصمت و طہارت کی تعلیمات و ثقافت کو ماہرانہ انداز میں عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوت ﷺ و رسالت کی جاوداں میراث اپنے صحیح خدو خال میں دنیا تک پہنچادی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے شکار سامراجی خوں خواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں ۔ زیر نظر کتاب، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کتاب "وقعۃ الطف"(جس کو جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زید عزہ نے طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کی تاریخ کربلا کو تحقیق فرما کر یکجا کیا ہے) کو فاضل جلیل جناب مولانا سید مراد رضا رضوی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے ،جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں ۔ اسی مقام پر ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے۔ خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔ والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت، مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

گفتار مترجم

کربلا کی تاریخ وہ انقلاب آفرین تاریخ ہے جو اپنے بعد کے تمام حریت پسند انقلابوں کے لئے میر کارواں کا مقام رکھتی ہے۔ وہ انقلاب قومی وملی ہوں یا ذہنی و فکری، ہر انقلاب کے سنگ میل اور رہنما کا نام کربلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرست طاقتوں نے ہمیشہ اس کے انمٹ نقوش مٹانے کی بھرپور کوشش کی؛ کبھی خود کربلا اور اس کے آثار کو مٹانے کی کوشش کی تو کبھی اس حماسہ آفرین واقعہ پر لکھی جانے والی تاریخوں میں تحریف ایجاد کر کے اس زندگی ساز حسینی انقلاب کے رنگ کو ہلکا کرنا چاہا لیکن

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

بنی امیہ اور بنی عباس نے اپنی پوری طاقت صرف کردی؛ کبھی حسینی زائروں کو تہہ تیغ کیا تو کبھی کربلا کو ویران کیا لیکن اللہ رے آتش عشق حسین جو مزید شعلہ وری ہوتی گئی اور باطل کی آرزوئوں کے خرمن کو خاکستر کرتی گئی۔ حکومتوں کے زر خرید غلاموں اور ان کی چشم و ابرو کی حرکت پر کام کرنے والے کارندوں نے بھی ان حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی لیکن حق کو کبھی کوئی مٹا نہیں سکتا۔

کربلا کی تاریخ پر سب سے پہلے قلم اٹھانے والے مورخ کا نام ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی غامدی کوفی ہے؛ جنہوں نے بلا واسطہ یا بالواسطہ (ایک یا دو واسطے سے) واقعہ کربلا کو زیور تحریر سے آراستہ کیا اور اس کا نام مقتل الحسین رکھا، لیکن یہ کتاب حکومت کی نگاہوں میں کھٹکنے لگی کیوں کہ اس کتاب سے حکومت کی کارستانیاں اور اس کی ظلم و ستم کی پالسیاں کھل کر سامنے آرہی تھیں لہٰذا اس کتاب کا اپنی اصلی حالت پر باقی رہنا ایک مسئلہ ہو گیا تھا۔ آخر کار ہوا بھی یہی کہ آج اصل کتاب ہماری دوسری میراثوں کی طرح ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہے بلکہ ایک تحریف شدہ کتاب لوگوں کے درمیان موجود ہے جس کے بارے میں وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کی تدوین ابو مخنف نے کی تھی۔

اس کتاب کی قدیم ترین سند وہی ہے جسے طبری نے مختلف تاریخی مناسبتوں کے اعتبار سے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ۔

خدا وند عالم، محقق محترم جناب حجۃ الاسلام والمسلمین محمد ہادی یوسفی غروی زید عزہ پر رحمتوں کی بارش کرے، جنہوں نے طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کی تاریخ کربلا کو یکجا کیا اور اس پر تحقیق فرما کر اس کتاب کو ایک تحقیقی درجہ عطا کردیا ۔ محترم محقق نے اس کتاب کا نام " وقعۃ الطف " رکھا، جس کا ترجمہ " واقعۂ کربلا " آپ کے سامنے موجود ہے ۔

واضح رہے کہ طبری شیعہ مورخ نہیں ہے لہٰذا قاتلان اور دشمنان امام حسین علیہ السلام کے لئے جو الفاظ استعمال کرنے چاہیئے وہ کہیں نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ مجالس کے صدقہ میں جو باتیں محبّان اہل بیت کے ذہن میں موجود ہیں اس کتاب میں بہت سارے موارد ایسے ہیں جو ان افکار کے مخالف ہیں ۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ باتیں غلط ہیں اور جو کچھ اس کتاب میں ذکر ہوا وہی صحیح ہے، بلکہ مصائب کا تذکرہ کرنے والے افراد مثاب ہونے کے لئے مختلف مقاتل کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ عزاداروں کے سامنے پیش کرتے ہیں ، لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھیں ، تاکہ واقعۂ کربلا کے تجزیہ میں انھیں آسانی ہو اور آنسو کے مقولہ سے ہٹ کرکہ جو واقعۂ کربلا کا ایک اساسی اور بنیادی رکن ہے، امام حسین علیہ السلام کی امن دوستی اور باطل ستیزی کا بغور مطالعہ کرکے مدعی امن وامان کے سامنے پیش کرسکیں ،تاکہ امن و امان کے نعرہ میں دہشت گردی پھیلانے والوں کا چہرہ کھل کر سامنے آجائے اور کربلا کی آفاقیت کا آفتاب، امن وامان کی روشنی کے ذریعے دنیا کو خوف وہراس اور دہشت گردی کی تاریکی سے نجات دے ۔

یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ قلمی خدمت کرنے والے افراد تو بہت ہیں لیکن ان کی قلمی خدمات کی قدر نہیں ہوتی اور ان کو کوئی چھپوانے والا نہیں ملتا۔

انقلاب اسلامی ایران جو حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی رہبری میں برپا ہوا اور جس نے کربلا کے انقلاب کو پھر ایک نیا رخ دیا اور ساری انسانیت با لخصوص شیعیت کو افق کائنات کا آفتاب بنادیا؛ اسی انقلاب کا صدقہ ہے جو آج رہبر انقلاب حضرت آیۃ العظمی خامنہ ای مدظلہ العالی کی رہبری میں شیعیت کا پیغام ساری دنیا تک پہنچ رہا ہے اور مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام نے دنیا کی تمام زبانوں میں پیغام اسلام با لخصوص پیغام تشیع کو پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ہے جس میں وہ کامیاب ہیں اور قابل تبریک و تحسین ہیں ۔

یہ کتاب بھی اسی ادارہ سے شائع ہو کر آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے ۔

خداوند متعال اس ادارہ کے مسئولین اور دیگر مخلصین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ خامنہ ای، دیگر مراجع عظام اور نظام اسلامی کا سایہ تا ظہور حضرت ولی عصر ارواحنا فداہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔آمین

والسلام

سید مراد رضا رضوی

۱۵ رجب ۱۴۲۶

مقدمۂ مولف

جب انسان نے لکھنا سیکھا تو اپنے اور دوسروں کے کارناموں کو زیور تحریر سے آراستہ کیا اوراس طرح آہستہ آہستہ تاریخ وجود میں آئی ۔

ظہور اسلام کے وقت عرب میں تاریخ چند ایسے لوگوں پر منحصر تھی جو انساب عرب سے آگاہ اور انکے اہم دنوں سے واقف تھے۔ عرب ان کو کو علامہ[۱] کہا کرتے تھے۔ انہیں میں سے ایک نضر بن حارث بن کلدہ تھاجو ایران وروم کا سفر کیا کرتا تھا اور وہاں سے ایسی کتابیں خرید کر لاتا تھا جس میں اہل فارس کی داستانیں ہوا کرتی تھیں ؛ جیسے رستم واسفندیار وغیرہ کی کہانیاں ۔یہ شخص انہیں کہانیوں کے ذریعے لوگوں کو لہو ولعب میں مشغول رکھتا تھا تاکہ لوگ قرآن مجید نہ سن سکیں ۔ خداوندعالم کی طرف سے اسکی مذمت میں آیت نازل ہوئی :" ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشْتَرِىْ لَهْوَالْحَدِ يْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ بِغَيْرِعِلْمٍ ويَتَّخِذَهَا هُزُواًأُوْلَئِکَ لَهُمْ عَذَا ب مُّهِيْن وَاِذَاتُتْلَى عَلَيْهِ آيَا تُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَ ن لَّمْ يَسْمَعْهَاكَاَنَّ فِى اُذْنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾"[۲]

---

۱ ۔کلینی علیہ الرحمہ نے کافی میں اپنی سند سے امام موسی کاظم علیہ اسلام سے روایت بیان فرمائی ہے کہ آپ نے فرمایا :ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک آدمی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے ہیں ۔آپ نے سوال کیا : یہ کون ہے ؟جواب دیا گیا :علامہ، آنحضرت ﷺ نے سوال کیا : علامہ سے مرادکیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا : یہ عرب کا سب سے بڑا نسب شناس ، اہم واقعات اورتاریخوں سے آگاہ اور اشعار عرب کا بڑاواقف کار ہے ؛پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:یہ ایسا علم ہے کہ نہ تو اس سے جاہل رہنا ضرررساں ہے اورنہ ہی اس کا جاننا مفید ہے۔ .پھرنبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: علم تین چیزوں پر مشتمل ہے،آیۃ محکمہ، فریضۃعادلہ اورسنۃ قائمہ،اس کے علاوہ سب بیکار ہے ۔(کافی، ج ۱،ص ۳۲)

۲۔سورۂ لقمان آیہ ٦۔٧۔تفسیر قمی، ج ۲ ،ص ۱٦۱ ، مطبوعہ نجف وتفسیر ابن عباس ،ص ٣٤٤ مطبوعہ مصر

مدینہ میں بھی اسی طرح کا ایک شخص تھا جس کا نام سوید بن صامت تھا وہ انبیائے ما سلف کے قصّے کو جو یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں موجود تھے لوگوں کو جمع کر کے سنایا کرتا تھا اور اس طرح سے لوگوں کو بیہودہ باتوں میں مصروف رکھتا تھا۔ جب اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بعثت کی خبر سنی تو مدینہ سے حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوا۔ مکہ پہنچ کر اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے ملاقات کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اسے اسلام کی دعوت دی ۔ سوید نے آپ سے کہا: ہمارے پاس لقمان کے حکمت آمیز کلمات موجود ہیں ۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا :ذرا مجھے بھی دکھاؤ ! اس نے ایک نوشتہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا :"ان هٰذا لکلا م حسن والذ مع احسن منه ،قرآن انزله الله علیّ هد ی و نوراً"[1]

بیشک یہ کلام اچھا ہے لیکن میرے پاس اس سے بھی بہتر کلام قرآن ہے جسے اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے جو ہدایت اور نور ہے ۔

تاریخی دستاویزیں گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کی داستانیں بھی شمار ہوتی ہیں ، جیسے طبری اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔ یہ وہی تاریخی شواہد ہیں جو اسلام سے قبل بعض اہل کتاب دانشوروں کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں ؛ لہٰذا ظہور اسلام اور قلب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر قرآن نازل ہونے سے پہلے کی تاریخ کے سلسلے میں ہماری معلومات اسی حد تک محدود ہے۔ ایسے بد ترین ماحول میں اسلام، قرآن مجید کے ہمراہ آیا اور صبح و شام اس کی تلاوت ہونے لگی۔ ایسی صورت میں حفاظ کرام کے حفظ کے باوجود ضرورت پیش آئی کہ اس مبارک کتاب کو قلمبند کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر قرآن مجید پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہی کے دور میں صفحۂ دل پر نقش ہونے کے ساتھ ساتھ صفحۂ قرطاس پر بھی محفوظ ہونے لگا ، لیکن قرآن کی تفسیر ،گذشتہ شریعتوں اور ادیان کی خبریں ، مسائل و احکام شرعیہ کی تفصیلات کے سلسلے میں پیغمبر اسلا ﷺ م کی احادیث ،آپ کی سیرت و سنت اور جنگ و غزوات کے حالات کی تفصیلات غیر مدوّن رہ

۱۔ طبری، ج ۲، ص ۳۵۳، مطبوعہ دار المعارف ویعقوبی ،ج ۲، ص ۳۰، مطبوعہ نجف

گئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم فنا سے ملک بقا کی طرف کوچ کر گئے؛ اب آپ کے پیرو مسلمان ان لوگوں سے حدیثیں کسب کرنے لگے جنہوں نے احادیث کو حفظ کر لیا تھا اور خود پیغمبر اسلام ﷺ ﷺ سے ان حدیثوں کو سنا تھا یا رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی میں اس کو دیکھا تھا۔

ادھر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان لوگوں نے سر اٹھانا شروع کیا جو آپ کی حیات میں مسلمان ہونے کا دم بھرتے تھے ایسے لوگوں کے خلاف اصحاب رسول جنگوں میں شرکت کے لئے میدان میں اتر آئے تو فقط یمامہ کی جنگ میں جو مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کے خلاف لڑی گئی تھی تقریباً تین سو (۳۰۰) افراد سے زیادہ شہید ہو ئے [۱] ایسی صورت حال میں اصحاب کو احادیث رسول ﷺ کی تدوین کی فکر لاحق ہوئی، لیکن صحابہ اس پر متفق نہ ہو سکے؛ بعض نے اجازت دی تو بعض نے منع کیا لیکن افسوس اس کا ہے کہ ترجیح تدوین سے روکنے ہی والوں کو دی گئی کیوں کہ ادھر خلیفۂ اول [۲] و دوم [۳] و سوم [۴] تھے۔ منع حدیث کا یہ سلسلہ دوسری صدی ہجری تک ان کے پیروؤں کے درمیان باقی رہا آخر کار مسلمانوں نے مل جل کر خود کو اس مصیبت سے نجات دلائی اور تاریخ نویسی کا سلسلہ شروع کیا ۔

اسلام کا پہلا تاریخ نگار

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے بعد تدوین و تحریر کے کام کو لازم و ضروری سمجھتے ہوئے قلم سنبھالا اور خود یہ عہد کیا کہ نماز کے علاوہ اس وقت تک دوش پر ردا نہیں ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید کو ترتیب نزولی کے مطابق مرتب نہ کر لوں ۔ اس تدوین میں آپ نے عام و خاص، مطلق و مقید، مجمل و مبین ، محکم و متشابہ ، ناسخ و منسوخ، رخصت و عزائم اور آداب و سنن کی طرف اشارہ کیا، اسی طرح آیات میں اسباب نزول کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی اور جہاں بعض پہلوئوں میں مشکل دکھائی دیتی تھی اس کو بھی واضح کیا ۔

---

۱ ۔ طبری، ج ۳، ص ۲۶۹، طبع دار المعارف

۲ ۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳ و ۵

۳ ۔ گذشتہ حوالہ، ج ۱، ص ۷، ٤، ۳؛ بخاری، ج ٦، باب الاستیذان؛ طبقات بن سعد، ج ۲، ص ۲۰٦

٤ ۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۳٦۳ ، کتاب " السنۃ قبل التدوین "ملاحظہ ہو۔

کتاب عزیز کی جمع بندی کے بعد آپ نے دیّات کے موضوع پر بھی ایک کتاب تالیف فرمائی جسے اس زمانے میں "صحیفہ" کہا جاتا تھا۔ ابن سعید نے اپنی کتاب کے آخر میں جو "الجامع" کے نام سے معروف ہے اس کا ذکر کیا ہے اور بخاری نے بھی اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے مثلاً جلد اول کی "کتاب العلم" ہی میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

اسی زمانے میں آپ کے چاہنے والوں کی ایک جماعت نے آپ کی اس روش کی بھرپور پیروی کی جن میں ابو رافع ابراہیم القبطی اور اس کے فرزند علی بن ابی رافع اور عبید اللہ بن ابی رافع قابل ذکر ہیں ۔

عبید اللہ بن ابی رافع نے جمل، صفین اور نہروان میں شرکت کرنے والے اصحاب کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھی [۱] جو تاریخ تشیع میں ، تاریخ کی سب سے پہلی کتاب مانی جاتی ہے۔ تاریخ نویسی میں شیعہ تمام مسلمانوں کے درمیان میر کارواں کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ دیگر مورخین جیسے محمد بن سائب کلبی متوفیٰ ۱٤٦ھ ، ابو مخنف لوط متوفیٰ ۱۵۸ھ اور ہشام کلبی ۲۰٦ھ وغیرہ کی تاریخی کتابیں ، تاریخ اسلام کے اولین مصادر و منابع میں شمار ہوتی ہیں ۔ [۲]

کربلا

دشت کربلا میں وہ غمناک اور جاں سوز واقعہ رونما ہوا جسے تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ایک نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس سر زمین پر سبط رسول اکرم ﷺ سید الشہداء حضرت ابو عبداللہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر وہ وہ مظالم ڈھائے گئے جس سے تاریخ کا سینہ آج بھی لہو لہان ہے۔

یہ دردناک واقعہ جو ٦۱ھ میں پیش آیا، داستانوں کی صورت میں لوگوں کے درمیان سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور ایک زبان سے دوسری زبان تک پہنچتا رہا۔ یہ واقعات لوگوں نے ایسے افراد کی زبانی سنے

۱۔ رجال نجاشی، ج ۱، ص۵، مطبوعہ ہند؛ الفہرست، ص ۱۲۲، مطبوعہ نجف

۲۔ مزید معلومات کے لئے مؤلفوا الشیعہ فی الاسلام، الشیعہ و فنون الاسلام، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، ص ۹۱۔۲۸۷؛ اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۸و۴۸، اور الغدیر، ج ٦، ص ۲۹۰۔۲۹۷ کا مطالعہ کیجئے۔

جو وہاں موجود تھے اورجو آن خونچکاں واقعات کے عینی شاہد تھے، بالکل اسی طرح جس طرح دیگر اسلامی جنگوں کے واقعات سنے جاتے تھے۔

لیکن کسی نے بھی ان واقعات کو صفحۂ قرطاس پر تحریر نہیں کیا تھا۔یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا؛یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم ازدی غامدی کوفی متوفیٰ ۱۵۸ھ[۱] نے اس واقعہ کو معتبر راویوں کی زبان سے یکجا کیا اور اس امانت کو کتابی شکل دیکر اس کا نام "کتاب مقتل الحسین" رکھا جیسا کہ آپ کی کتابوں کی فہرست میں یہی نام مرقوم ہے۔یہی وہ سب سے پہلی کتاب ہے جو اس عظیم اورجانسوز واقعہ کے تاریخی حقائق کو بیان کرتی ہے۔

دوسری تاریخ

ابو مخنف کی روشن بینی کے زیر سایہ تربیت پانے والے ان کے شاگرد نے تاریخ اسلام اور بالخصوص کربلا کے جانسوزواقعات کاعلم اپنے استاد سے حاصل کیا۔آپ کانام ہشام بن محمدبن سائب کلبی تھا۔ نسب شناسی میں آپ کوید طولیٰ حاصل تھا۔ ۲۰۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔[۲] ہشام بن محمدبن سائب کلبی نے اسی سلسلہ کی دوسری کتاب تحریرفرمائی لیکن اس کی تنظیم وتالیف سے قبل وہ اسے اپنے استاد ابی مخنف کوفی کی خدمت میں لے گئے اور ان کے سامنے اس کی قرائت کی؛پھر ان دلسوز واقعات کے تمام نشیب و فرازکواپنے استاد کے ہمراہ تکمیل کی منزلوں تک پہنچایا۔ اس کتاب میں حدثنی ابو مخنف یا عن ابی مخنف (ابو مخنف نے ہم سے بیان کیا ہے)بہت زیادہ موجود ہے۔ اپنے استادکی کتابوں میں سے جس کتاب کو ہشام نے کتابی شکل دی اور ان کے سامنے قرائت کی نیزاس سے روایات کو نقل کیا، ابو مخنف کی وہی کتاب "مقتل الحسین" ہے جو ان کی کتابوں کی فہرست میں موجود ہے لیکن ہشام نے جو اہم کام انجام دیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے مقتل الحسین میں فقط اپنے استادابو مخنف ہی کی حدیثوں پر اکتفا نہیں کیا

۱۔فوات الوفیات، ج ۲، ص ۱۴۰ ؛الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص ۸۲۱؛مروج الذہب، ج ٤، ص ۲٤، مطبوعہ مصر

۲۔مروج الذھب، ج ٤، ص ۲٤، مطبوعہ مصر

بلکہ اس میں تاریخ کے اپنے دوسرے استاد عوانۃبن حکم متوفیٰ۱۵۸ ھ کی حدیثیں بھی بیان کیں ۔
صدر اسلام کی تاریخ پر نظر رکھنے والوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تمام اسلامی مورخین انھیں دو عظیم علماء کی عیال شمار ہوتے ہیں اور وہ سب ابی مخنف کے دستر خوان کے نمک خوار ہیں ؛ اسکا سبب یہ ہے کہ وہ زمان واقعہ کے نزدیک ترین مورخوں میں شمار ہوتے ہیں لہٰذاوہ اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ جزئی مسائل کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور واقعہ کو اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح وہ واقع ہوا ہے ۔
اکثر مورخین نے تاریخ کے سلسلہ میں ابو مخنف کی کتابوں کو بطور خلاصہ اپنی تالیفات میں جگہ دی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس وقت مورخین کے پاس موجود تھیں ۔
جن مورخین نے ابو مخنف کی تحریر سے اپنی کتابوں میں استفادہ کیا ہے ان میں سے مندرجہ ذیل افراد کے نام قابل ذکر ہے ۔
۱۔ محمدبن عمر واقدی متوفی ۲۰۷ھ ۔
۲۔ طبری، متوفیٰ ۳۱۰ھ ۔
۳۔ ابن قتیبہ ، متوفی ۳۲۲ھالامامۃ والسیاسۃمیں ۔
٤۔ ابن عبدربّہ اندلسی ، متوفیٰ۳۲۸ھ نے اپنی کتاب" العقد الفرید"میں سقیفہ کی بحث کرتے ہوئے ۔
٥۔ علی بن حسین مسعودی، متوفیٰ۳٤٥ ھنے عروہ بن زبیر کی عذر خواہی کا قصہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عروہ بن زبیر نے بنی ہاشم سے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے لئے بیعت کا مطالبہ کیا ۔ بنی ہاشم نے مخالفت کی ؛اس پر عروہ نے ان لوگوں کو دھمکی دی کہ تمہارے گھروں کو جلادیں گے۔ اس کی اطلاع جب اس کے بھائی عبد اللہ کو ملی تو اس نے عروہ کی سر زنش کی اور عروہ نے اپنے بھائی سے عذر خواہی کی ۔
٦۔ شیخ مفید، متوفیٰ ٤١٣ ھ نے" الارشاد"میں امام حسین کی شہادت کے ذیل میں اور "النصرہ فی حرب البصرہ" میں ۔
٧۔ شہرستانی، متوفیٰ٥٤٨ ھ نے فرقہ نظامیہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب" ملل و نحل" میں ۔

۸۔ خطیب خوارزمی، متوفیٰ ٥٦٨ھ نے اپنی کتاب " مقتل الحسین" میں ۔

۹۔ ابن اثیر جزری، متوفیٰ ٦٣٠ھ نے اپنی کتاب " الکامل فی التاریخ "میں ۔

۱۰۔ سبط بن جوزی، متوفیٰ ٦٥٤ھ نے اپنی کتاب "تذکرہ خواص الامۃ"میں ۔

۱۱۔ آخری شخص جسے میں نے دیکھا ہے کہ کسی واسطہ کے بغیر ابو مخنف سے روایت نقل کرتا ہے ، ابو الفدا ، متوفیٰ ٧٣٢ھ ہیں جنہوں نے اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اس وقت ابو مخنف کی کتابیں بالخصوص "مقتل الحسین "ہماری معلومات کے مطابق دسترس میں نہیں ہے بلکہ تمام کتابیں ضائع ہو چکی ہیں ،دوسری کتابوں سے جستہ و گریختہ جو معلومات فراہم ہوئی ہیں وہی اس وقت موجود ہیں ۔

قدیم ترین سند

۱۔گذشتہ سطروں میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ابو مخنف کی ساری کتابیں ضائع ہو چکی ہیں لہٰذا وہ قدیم نص اور سند جو اس کتاب سے متعلق ہمارے پاس موجود ہے تاریخ طبری ہے؛ جس میں محمدبن جریر طبری ، متوفیٰ ٣١٠ھ نے ہشام کلبی کی حدیثوں کو جو انہوں نے اپنے استاد ابو مخنف سے حاصل کی تھیں ذکر کیا ہے۔واضح رہے کہ طبری نے اس سلسلہ میں بطور مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی ہے اور نہ ہی اپنی تاریخ میں کوئی الگ سے باب قائم کیا ہے بلکہ ٦٠ھ اور ٦١ ھکے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔(۱)

قابل ذکر ہے کہ طبری بلا واسطہ ہشام کلبی سے ان احادیث کی روایت نہیں کرتے بلکہ ان کی کتابوں اور تحریروں سے حدیثوں کو بیان کرتے ہوئےیوں ناقل ہیں : حدثت عن ہشام بن محمد، ہشام بن محمد سے حدیث نقل کی گئی ہے ؛ لیکن اس کی وضاحت نہیں کرتے کہ ان احادیث کو خود طبری سے کس نے بیان کیا ہے۔ہمارے اس قول کی دلیل کہ طبری نے ہشام کے زمانے کو درک نہیں کیا ہے اور بلا واسطہ حدیثوں کو ان سے نہیں سنا ہے، طبری کی تاریخ ولادت ٢٢٤ھ اور ہشام کی تاریخ وفات ٢٠٦ھ ہے ۔

۱۔طبری ،ج٥،ص٤٦٧،٣٣٨ ، مطبوعہ دار المعارف

طبری نے سینۂ تاریخ کے ناسور، واقعۂ حرہ کا ذکر کرتے ہوئے خود اس بات کی تصریح کی ہے کہ انھوں نے ان مطالب کو ہشام کلبی کی کتابوں سے نقل کیا ہے طبری کا بیان اس طرح ہے:

ھکذا وجدتہ فی کتابی... میں نے اس واقعہ کو اسی طرح ان کی دونوں کتابوں میں دیکھا ہے۔[1]

۲۔ طبری کی نص و سند کے بعد ہمارے پاس ابو مخنف سے منقول کربلا کے واقعات کی قدیم ترین سند شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ کی کتاب "الارشاد" ہے جس میں انہوں نے بلا واسطہ ہشام کلبی کی کتاب سے روایتیں نقل کی ہیں کیونکہ شیخ مفید علیہ الرحمہ، اپنی کتاب میں واقعہ کربلا کو ذکر کرنے سے پہلے اس طرح بیان فرماتے ہیں :"فمن مختصر الاخبار...ماروہ الکلبی..."ان خبروں کا خلاصہ ...جس کی روایت کلبی نے کی ہے..۔[2]

۳۔ اس کے بعد"تذکرۃ الامۃ بخصائص الائمۃ" میں سبط ابن جوزی ، متوفیٰ ۶۵۴ھ بھی بہت سارے مقامات پر امام حسین علیہ السلام کی خبروں کے ذیل میں ہشام کلبی ہی سے تصریح کے ساتھ روایتیں نقل کرتے ہیں ۔

جب ہم طبری کی نقل کا شیخ مفیداور سبط ابن جوزی کی نقل سے موازنہ کرتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان نصوص کے درمیان کافی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے ، البتہ شاذو نادر اختلافات بھی دکھائی دیتے ہیں ، مثلاًواو کی جگہ پر فاء ہے یا اس کے بر عکس۔اسی قسم کے دوسرے اختلافات بھی آپ کو کتاب کے مطالعہ میں واضح طور پر دکھائی دیں گے ۔

۱۔طبری ،ج۵،ص۴۸۷،اس مقام پرطبری کا بعض اسماء کو مختلف طریقوں سے لکھنا بھی دلیل ہے کہ اس نے روایت سنی نہیں بلکہ دیکھی ہے، مثلاًمسلم بن مسیب کا نام دو جگہ آیا ہے ، ایک جگہ صحیح لکھا ہے لیکن دوسری جگہ سلم بن مسیب کردیا ہے جبکہ یہ ایک ہی شخص ہے ،جیسا کہ مختار کے واقعہ میں ایسا ہی ہوا ہے۔

۲۔الاشاد، ص۲۰۰،طبع نجف

ابو مخنف

تاریخ نے ہمارے لئے ابو مخنف کی تاریخ ولادت کو ذکر نہیں کیا ہے۔فقط شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے کشّی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے ان کو اپنی کتاب" الرجال "میں راویوں کے اس گروہ میں شامل کیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں ،پھر شیخ طوسی فرماتے ہیں : "وعندی ھذا غلط لان لوط بن یحییٰ لم یلق امیر المومنین علیہ السلام بل کان ابوہ یحییٰ من اصحابہ"[1] میری نظر میں کشی کی یہ بات غلط ہے کیونکہ لوط بن یحیٰی ابو مخنف نے امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ ہاں ان کے والد یحیٰ، امام علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے ۔لیکن شیخ کے علاوہ کسی اورنے امیر المومنین کے اصحاب میں ابو مخنف کے والد یحییٰ کا تذکرہ نہیں کیا ہے، البتہ انکے دادا مخنف بن سلیم ازدی کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ اصحاب امیر المومنین میں شمار ہوتے تھے۔اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ مخنف بن سلیم ازدی عائشہ کے خالہ زاد بھائی، عرب نژاد اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔[2]

قابل ذکر ہے کہ شیخ طوسی نے اس بات کو شیخ کشی کی کتاب سے نقل کیا ہے،خود ان سے بلا واسطہ نقل نہیں کیا ہے، کیونکہ کشی تیسری صدی ہجری میں تھے اور شیخ طوسی ۳۸۵ ھکے متولد ہیں ، جیساکہ ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب "معالم العلما ئ"[3]میں ذکر کیا ہے ۔کشی کی اس کتاب کا نام"معرفہ النا قلین عن الائمہ الصادقین" ہے لیکن آج یہ کتاب نایاب ہے۔ ہماری دسترس میں فقط وہی سند ہے جسے سید ابن طاؤوس نے فرج المھموم[4]میں ذکر کیا ہے کہ شیخ طوسی نے ٤٦٥ہجری میں اس بات کو کشی کی کتاب سے نقل کیا ہے. خود شیخ طوسی کے مختار نظریہ کے مطابق بھی کہیں یہ دیکھنے کو نہیں ملتا کہ انہوں نے ابو مخنف کو اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہو۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب" رجال" میں

١۔رجال، شیخ، ص ٥٧، مطبوعہ نجف

٢۔گذشتہ حوالہ ٥٨

٣۔معالم العلماء ،ص ٢٠٢، ط نجف

٤۔فرج المھموم، ص ١٣٠ ،ط نجف

ابو مخنف کو اصحاب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام میں شمار کیا ہے، (۱) جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں بھی انکا ذکر کیا ہے، (۲) پھر اسکے بعد امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیھما السلام کے اصحاب میں ذکر نہیں کیا ہے۔

شیخ طوسی اپنی کتاب "الفہرست" میں بھی کشی کے اس نظریہ کو پیش کرنے کے بعد اظہار نظر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :"والصحیح ان اباہ کان من اصحاب امیر المومنین علیہ السلام وہولم یلقہ" (۳) صحیح تو یہ ہے کہ ابو مخنف کے والد اصحاب امیر المومنین میں شمار ہوتے تھے لیکن خودابو مخنف نے حضرت کو نہیں دیکھا ہے۔اسکے بعد شیخ ابو مخنف تک سند کے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور نصر بن مزاحم منقری کا ذکر کرتے ہیں ۔

شیخ نجاشی نے بھی اپنی کتاب" رجال" میں انکا ذکر کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں :"لوط بن یحٰین سعید بن مخنف بن سالم (٤) ازدی غامدی ابو مخنف ،کوفہ میں اصحاب اخبار واحادیث کے درمیان بزرگ اور جانی پہچانی شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔آپ اس قدر مورد اطمینان تھے کہ آپ کی بیان کی ہوئی باتوں کو لوگ بغیرچون وچرا قبول کر لیا کرتے تھے۔آپ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایتیں نقل کیا کرتے تھے" لیکن یہ صحیح نہیں ہے(رجال النجاشی، ص ٢٢٤، طبع حجر ہند) اس کے بعد نجاشی نے ابو مخنف کی کتابوں کے تذکرہ میں " کتاب مقتل الحسین "کا بھی ذکر کیا ہے۔پھر ان روایتوں کے نقل کے لئے اپنے طریق میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی کاذکر کیا ہے جو ابو مخنف کے شاگرد تھے ۔

اب تک ہم نے علم رجال کی چار اہم کتابوں میں سے تین کتابوں سے ابو مخنف کے سلسلہ میں علمائے رجال کے نظریات آپ کی خدمت میں پیش کئے لیکن ان تینوں منابع میں کہیں بھی ابو مخنف کی تاریخ ولادت و وفات کا تذکرہ نہیں ملتا ۔

۱۔رجال، شیخ طوسی، ص۷۰

۲۔سابقہ حوالہ، ص ۷۹

۳۔ الفہرست، شیخ طوسی ،ص١٥٥،ط نجف

٤۔کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہاں پر شیخ نجاشی مخنف بن سالم کہہ رہے ہیں لیکن جب کتاب کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں انکی کتاب بنام "اخبار آل مخنف بن سلیم" ہے ! بہتر یہی ہو گا کہ اسے نسخہ نویسوں کی غلطی شمار کیا جائے۔

طبری اور خاندان ابو مخنف

طبری اپنی کتاب "ذیل المذیل" میں ان صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جو ۸۰ھ میں اس دنیا سے گذر گئے، بیان کرتے ہیں: "مخنف بن سلیم بن حارث...بن غامدبن ازد"، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ آپ کوفہ میں خاندان ازد سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے تین بھائی تھے۔

۱۔ "عبد شمس "جنہوں نے جنگ نخیلہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

۲۔ "الصقعب "آپ جنگ جمل میں درجہ شہادت پرفائزہوئے۔

۳۔ "عبداللہ" آپ بھی جنگ جمل ہی میں شہید ہوئے۔

مخنف ہی کی اولاد اور نسل میں ابو مخنف لوط بن یحٰبن سعید بن مخنف ہیں جو تاریخ داں اور تاریخ نگار دونوں تھے۔ لوگوں کے تاریخی واقعات آپ ہی سے نقل کئے جاتے ہیں۔"[۱] پھر طبری بصرہ کے واقعات و احوال کے سلسلہ میں دوسرے مورخین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امیر المومنین نے ان ۷ گروہوں بجیلہ، انمار، خثعم، ازد... مخنف بن سلیم بن ازدی کو سردار لشکر قراردیا۔[۲] ان دونوں عبارتوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ابو مخنف جنگ جمل میں شہید ہوئے ہیں، لیکن طبری جنگ جمل کے سلسلہ میں ابو مخنف سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ ابو مخنف نے اپنے چچا محمد بن مخنف سے اس طرح نقل کیا ہے: "کوفہ کے کچھ بزرگوں نے جو جنگ جمل میں موجود تھے، مجھ سے بیان کیا ہے کہ اہل کوفہ میں خاندان ازد کا پرچم مخنف بن سلیم کے ہاتھوں میں تھا۔ مخنف بن سلیم اسی جنگ میں جاں بحق ہوگئے۔ ان کے بعد ان کے دو بھائیوں صقعب اور عبداللہ کے ہاتھوں یہ پرچم لہرایا گیا اور وہ دونوں بھی اسی جنگ میں شہید ہوگئے"۔

طبری کی یہ عبارت "ذیل المذیل" کی عبارت سے مشترک ہے جس میں مخنف کے دو بھائی

۱۔ المطبوع مع التاریخ، مطبوعہ دارالقاموس، ج ۱۳، ص ۳۶۔ اور مطبوعہ دار سویدان، ج ۱۱، ص ۵۴۷

۲۔ طبری، ج ٤، ص ۵۰۰، مطبوعہ دارالمعارف

صقعب اور عبداللہ کی شہادت کا تذکرہ ہے ممکن ہے کہ"ذیل المذیل "میں طبری نے اسے اپنی ہی تاریخ سے نقل کیا ہو، لیکن مخنف بن سلیم کی شہادت کے سلسلے میں یہ خبر دوسری روایتوں سے منافی اور متعارض ہے، کیونکہ اس عبارت میں طبری نے کہا کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل میں شہید ہوگئے۔ طبری کی یہ بات اس روایت کے منافی ہے جسے انھوں نے کلبی کے حوالے سے ابو مخنف سے جنگ صفین کے سلسلہ میں نقل کیا ہے:"حدثنی ابی ، یحٰیی بن سعید عن عمه محمد بن مخنف قال : کنت مع ابی (مخنف بن سلیم) یومئذ و انا ابن سبع عشره سنة"[1] مجھ سے میرے والد یحٰیی بن سعید نے اپنے چچا محمد بن مخنف کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا:"میں جنگ صفین میں اپنے والد (مخنف بن سلیم) کے ہمراہ تھا اس وقت میری عمر سترہ سال تھی"۔ اسی طرح طبری نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:"مجھ سے حارث بن حصیرہ ازدی نے اپنے اساتید اور بزرگان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "قبیلہ ازد" جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے تو" مخنف بن سلیم "پر یہ بڑی سخت گھڑی تھی جس سے وہ کافی ناراض تھے"۔

اسی طرح طبری نے مدائنی متوفی ۲۲۵ھ اور عوانہ بن حکم متوفی ۱۵۸ھ سے روایت کی ہے کہ ان لوگوں نے سلسلۂ سند کو قبیلہ بنی فزار کے ایک بزرگ تک پہنچاتے ہوئے کہا:"معاویہ نے نعمان بن بشیر کو ۲ہزار سپاہیوں کے ہمراہ امیر المومنین کی طرف روانہ کیا۔وہ لوگ ایک مقام تک پہنچے جس کا نام عین التمر تھا۔ وہاں سے ان لوگوں نے حضرت کے لشکر پر حملہ کیا، اس مقام پر مالک بن کعب ارحبی جو لشکر امیر المومنین کے علمدار تھے، اپنے تین سو افراد کے ساتھ ان حملہ آوروں کے سامنے ڈٹے رہے اور حضرت علی کو خط لکھ کر فوج کی مدد طلب کی۔مالک بن کعب نے ایک دوسرا خط مخنف بن سلیم کو لکھا کیونکہ وہ وہاں سے نزدیک تھے اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ مخنف نے فوراًاپنے فرزند عبد الرحمن کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ ان تک روانہ کیا؛یہ افراد بلا تاخیر وہاں پہنچ کر مالک کے لشکر سے ملحق ہوگئے۔

۱۔ طبری، ج٤، ص٢٤٦

جب اہل شام نے یہ منظر دیکھا اور سمجھ گئے کہ مالک بن کعب کی مدد کے لئے لشکر موجود ہے تو وہیں سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔"(۱) ان تمام تاریخی شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل کے بعد تک با حیات تھے اور نہ فقط بعد از جنگ جمل بلکہ جنگ صفین کے بعد بھی زندہ تھے، کیونکہ جنگ صفین ۳۷ھ میں ختم ہوگئی اور معاویہ کی طرف سے سرحدی علاقوں میں قتل و غارت گری کا سلسلہ ۳۹ھ سے شروع ہوا۔ اس درمیان فقط وہی ایک روایت ہے جس میں جنگ جمل میں شہادت کا تذکرہ موجود ہے جیسا کہ گذشتہ سطروں میں اس کی وضاحت ہوگئی ہے، لیکن طبری اس کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے، نہ ہی اس کے اوپر کوئی تعلیقہ لگایا، جبکہ انھوں نے "ذیل المذیل" میں اس کی صراحت کی ہے کہ وہ ۸۰ھ تک زندہ تھے۔ (۲)

نصر بن مزاحم اور خاندان ابو مخنف

طبری کے علاوہ نصر بن مزاحم منقری، متوفیٰ ۲۱۲ ھنے بھی اپنی کتاب "وقعۃ صفین" میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ مخنف بن سلیم جنگ جمل کے بعد بقید حیات تھے۔ وہ اپنی کتاب میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ یحیٰی بن سعید نے محمد بن مخنف سے نقل کیا ہے کہ محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ سے پلٹنے کے بعد میرے والد (مخنف بن سلیم) کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: "لیکن مخنف بن سلیم اور ان کی قوم نے جنگ میں شرکت سے سرپیچی نہیں کی...۔"(۳)

محمد بن مخنف اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کا یہ کہنا ہے کہ امیر المومنین نے مخنف بن سلیم کو اصفہان اور ہمدان کی ذمہ داری دیکر گورنر کے طور پر وہاں روانہ کیا اور وہاں کے سابق ذمہ دار جریر بن عبد اللہ بجلی کو معزول کر دیا۔(٤) محمد بن مخنف مزید کہتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے شام کا قصد کیا تو اپنے کارکنوں کو اس سے آگاہ کیا؛ منجملہ ایک خط مخنف بن سلیم کو

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۱۳۳ مطبوعہ دار المعارف

۲۔ ذیل المذیل، ص ۵٤۷، مطبوعہ دار سویدان؛ تاریخ طبری کی گیارہویں جلد

۳۔ وقعۃ صفین، ص ۸، طبع مدنی

٤۔ سابقہ حوالہ، ص ۱۱

روانہ کیا جیسے آپ کے حکم کے مطابق آپ کے کاتب عبداللہ ابی رافع نے تحریر کیا تھا خط ملتے ہی مخنف بن سلیم نے اپنے اہلکاروں میں سے دو آدمیوں کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود وہاں سے فوراً حضرت کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے؛ یہاں تک کہ صفین ہی میں حضرت علی علیہ السلام کی ہمرکابی میں شہید ہو گئے۔(۱) آگے بڑھ کر محمد بن مخنف کہتے ہیں کہ مخنف بن سلیم چار بڑے قبیلے ازد، بجیلہ، انصار اور خزاعہ کے سربراہ تھے۔(۲) پھر لکھتے ہیں: مخنف، بابل کے سفر میں علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔(۳)

اسکے علاوہ بزرگان" ازد" سے مروی ہے کہ" قبیلہ ازد" کا ایک گروہ شام کی طرف سے اور دوسرا گروہ عراق کی طرف سے (جس میں مخنف بھی تھے) جب آمنے سامنے ہوا تو مخنف بن سلیم کے لئے یہ بڑی سخت منزل تھی۔ ان کے دل پر اس سے چوٹ لگی اور وہ بے چین ہو گئے؛ لہٰذا انہوں نے ایک تقریر کی اور فرمایا کہ یہ امر میرے لئے بڑا سخت ہے اور میں اس سے خوش نہیں ہوں۔(٤)

اس سلسلے میں ابو مخنف کا بیان بھی قابل استفادہ ہے۔ وہ اس واقعہ کو اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن مخنف کہتے ہیں :"اس دن میں اپنے والد مخنف بن سلیم کے ہمراہ تھا اور اس وقت میری عمر ١٧ سال کا تھی"۔(٥)

اس جملہ سے کہ "میری عمر ١٧ سال تھی" اندازہ ہوتا ہے کہ سعید اپنے بھائی محمد سے چھوٹے تھے اور وہ جنگ صفین میں حاضر نہ تھے لہٰذا اس جنگ کی روداد کو اپنے بھائی سے نقل کررہے ہیں ۔ یہ خبر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محمد بن مخنف کی ولادت ٢٠ ھ میں ہوئی ۔بنابراین سعید، جو لوط (ابو مخنف) کے دادا ہیں وہ بھی اسی سال کے آس پاس متولد ہوئے ہیں ۔

١۔سابقہ حوالہ، ص ١٠٤

٢۔صفین، ص ١١٧

٣۔سابقہ حوالہ، ص ١٣٥

٤۔سابقہ حوالہ، ص ٢٦٢؛ کتاب تقریب التہذیب میں مذکور ہے کہ "مخنف بن سلیم ٦٤ھ میں توابین کے ہمراہ عین الوردۃ میں شہید ہوئے لیکن یہ غلط ہے۔

٥۔طبری، ج، ٤ص ٤٤٦

لوط کے دادا سعید حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جبکہ آپ کے والدیحٰی امیر المومنین کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے ۔ پس ہم اگر کم ترین مدت بھی فرض کریں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ سعید کی شادی کے بعد جب یحٰدنیا میں آئے تو اس وقت سعید ۲۰ سال کے تھے ۔[1] اس بنیاد پر لوط کا اصحاب امیر المومنین میں ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، بلکہ ان کے والد یحٰکو بھی حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اب ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ یحٰنے شادی کی اور اس سے لوط دنیا میں آئے تو اس وقت ان کا سن ۲۰ سال تھا؛ اس کا مطلب یہ ہوگا ۶۰ ھ گذر گیا تھا جبکہ یہ بہت کم ترین مدت فرض کی گئی ہے۔ اسطرح خود لوط کے بارے میں ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی عمر کے بیسویں سال کے آس پاس حدیث کا سننا اور حاصل کرنا شروع کیا؛ اس کی بنیاد پر ۸۰ ھ سامنے آجاتی ہے ،پھر انھوں نے اس کتاب کی تالیف میں تقریبا ۲۰ سال صرف کیے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ لوط پہلی صدی ہجری کے آخری سالوں یا صدی تمام ہونے کے بعد اس کتاب کی تالیف سے فارغ

۱۔ ابو مخنف کے والد یحییٰ کس طرح اصحاب امیر المومنین میں شمار ہو سکتے ہیں ؟ اور کس طرح شیخ نے اسے اپنی دونوں کتابوں میں لکھ دیا؟ یہ ایک سوال ہے اور ہم سے پہلے فاضل حائری نے اپنی کتاب منتھی المقال میں شیخ پر یہی اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے اس بات پر استدلال قائم کیا ہے کہ ابو مخنف نے حضرت علی علیہ السلام کو نہیں دیکھا ہے؛ اسکے بعد انھوں نے شیخ طوسی کے قول جو انھوں نے اپنی دونوں کتابوں میں بیان کیا ہے کہ یحٰی نے حضرت علی علیہ السلام کا دیدار کیا ہے، کو اس دلیل سے ضعیف جانا ہے کہ ان کے پر دادا مخنف بن سلیم حضرت علی کے اصحاب میں تھے، جیسا کہ شیخ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ فاضل حائری کی عبارت اس طرح ہے: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوط نے حضرت کا دیدار نہیں کیا بلکہ ان کے باپ یحٰکا حضرت کو درک کرنا بھی ضعیف ہے۔ بنا برین ابو مخنف کا اصحاب امیر المومنین میں شمار ہونا جیسا کہ کشی نے کہا ہے غیر ممکن ہے اور جو استدلال مقتل ابو مخنف کے مقدمہ پر شیخ غفاری نے تحریر کیا ہے وہ بھی بے جا ہے ۔ شیخ غفاری کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابو مخنف اپنے پر دادا مخنف بن سلیم کے ہمراہ ہوں، اس طرح سے کہ اس وقت لوط ۱۵ سال کے ہوں اور ان کے والد یحٰ ۳۵ کے ہوں اور انکے دادا سعید کی عمر ۵۵ سال ہو اور پر دادا مخنف بن سلیم کا سن ۷۵ سال ہو۔ اس استدلال میں جو اعتراض وارد ہے وہ واضح ہے، کیونکہ ابو مخنف اپنے والد کے چچا محمد بن مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جنگ صفین کے موقع پر ۱۷ سال کے تھے یعنی ان کے بھائی سعید ان سے بڑے نہیں تھے بلکہ چھوٹے تھے اسی لئے جنگ صفین میں شریک نہیں ہوئے اور انہوں نے اس جنگ کی روداد اپنے بھائی سے نقل کی پس اس وقت ان کا سن ۱۵ سال کے آس پاس ہوگا، نہ کہ ۵۵ سال کا ۔

ہوئے، لیکن یہ بہت بعید ہے کہ انہوں نے اس زمانے میں اسے لکھا ہو اور پھر لوگوں کو املا کریا ہو۔ کیونکہ اس زمانے میں تدوین حدیث پربڑی سخت پابندی عائد تھی؛ بلکہ سخت ممنوع تھا۔ اس اموی دور سلطنت میں تاریخ نویسی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے اوروہ بھی شیعی تاریخ کا ؟ !جبکہ یہ زمانہ شیعوں کے لئے خوف، تقیہ اور گھٹن کا زمانہ ہے۔

ابو مخنف نے مسلم بن عقیل کے کوفہ میں وارد ہو کر مختار بن ابو عبید ثقفی کے گھر رہنے کے سلسلے میں جو خبر نقل کی ہے اس میں یہ جملہ موجود ہے :" یہ گھر آج مسلم بن مسیب کے گھر سے معروف ہے"اس جملہ سے ہمیں ایک فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ انھوں نے اس مقتل کی تالیف پہلی صدی ہجری کی تیسری دہائی میں کی ہے ،کیونکہ مسلم بن مسیب ۱۲۹ ھمیں شیراز کے عامل تھے جیساکہ طبری کی ،ج۷، ص۳۷۲ پر مرقوم ہے اور یہ عہد بنی امیہ کے ضعف و شکست اور بنی عباس کے قیام کا دور شمار ہوتا ہے جس میں بنی عباس اہل بیت کی رضایت حاصل کر کے امام حسین اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے لہذا ممکن ہے عباسیوں ہی نے ابو مخنف کو مقتل حسین علیہ السلام کی تالیف کی دعوت دی ہو تاکہ ان کے قیام کی تائیدہو سکے پھر جب یہ لوگ زمام حکومت پر قابض ہوگئے تو ابو مخنف اور ان کے مقتل کو ترک کر دیاجیسا کہ اہل بیت علیہم السلام کو چھوڑ دیا بلکہ ان سے جنگ پر آمادہ ہوگئے۔

ابو مخنف کی کتابیں

(الف) شیخ نجاشی نے ابو مخنف کی مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کیاہے۔

۱۔کتاب المغازی

۲۔کتاب الردّہ

۳۔کتاب فتوح الاسلام

٤۔کتاب فتوح العراق

٥۔کتاب فتوح الخراسان

٦۔کتاب شوریٰ

۷۔کتاب قتل عثمان

۸۔کتاب جمل

۹۔کتاب صفین

۱۰۔کتاب الحکمین

۱۱۔کتاب النہروان

۱۲۔کتاب الغارات

۱۳۔کتاب اخبار محمد بن ابی بکر

۱٤۔کتاب مقتل محمد بن ابی بکر

۱۵۔کتاب مقتل امیر المومنین علیہ السلام

۱٦۔کتاب اخبار زیاد

۱۷۔کتاب مقتل حجر بن عدی

۱۸۔کتاب مقتل الحسن

۱۹۔کتاب مقتل الحسین علیہ السلام

۲۰۔کتاب اخبار المختار

۲۱۔کتاب اخبار ابن الحنفیہ

۲۲۔کتاب اخبار الحجاج بن یوسف ثقفی

۲۳۔کتاب اخبار یوسف بن عمیر

۲٤۔کتاب اخبار شبیب الخارجی

۲۵۔کتاب اخبار مطرف بن مغیرہ بن شعبہ

۲٦۔کتاب اخبار الحریث بن الاسدی الناجی

۲۷۔کتاب اخبار آل مخنف بن سلیم

اس کے بعد نجاشی نے اپنے طریق کو اس طرح ذکر کیا ہے :"عن تلمیذہ ہشام الکلبی"ابو مخنف کے شاگرد کلبی سے مروی ہے [1]

(ب) شیخ طوسی نے بھی فہرست میں ان میں سے بعض کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ابو مخنف کی ایک کتاب بنام "کتاب خطبات الزہرائؑ" بھی ہے۔ شیخ طوسی روایت میں اپنے طریق کو بیان فرماتے ہیں ۔ [2]

(ج)ابن ندیم نے بھی اپنی فہرست میں ان کتابوں میں سے بعض کا ذکر کیا ہے، منجملہ مقتل الحسین کوابو مخنف ہی کی کتابوں میں شمار کیاہے۔

دو اہم نکات

ابو مخنف کی کتابوں کی فہرست کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو اہم نکات سامنے آتے ہیں :

۱۔سب سے پہلی بات یہ کہ ابو مخنف نے اپنی ساری کوششیں اس پر صرف کی ہیں کہ شیعی روایات بالخصوص کوفہ سے متعلق اخبار کو اپنی کتابوں میں درج کریں ۔ ان کتابوں میں کوئی بھی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں بنی امیہ یا بنی مروان کا عنوان شامل ہو، اسی طرح ان کتابوں میں ابو مسلم خراسانی کا قیام اوربنی عباس کی تشکیل حکومت کے سلسلے میں بھی کوئی عنوان نظر نہیں آتا جبکہ بنی عباس کی حکومت کی تشکیل کے ۲۵ سال بعد ۱۵۸ ہجری میں ابو مخنف کی وفات ہوئی ہے۔ اگر فہرست کتب میں اس مو ضوع پر کوئی کتاب نظر آتی ہے تو وہ فقط "کتاب حجاج بن یوسف ثقفی "ہے اور حجاج کی تباہکاریوں کی داستان اس کی موت کے ساتھ ۹۵ ہجری میں ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ طبری نے بنی امیہ کے آخری ایام کی خبروں کو ۱۳۲ ہجری کے حوادث میں ابو مخنف ہی سے نقل کیا ہے۔ [3]

۲۔ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ابو مخنف کی روایات کو ان کی کتابوں میں ، خصوصاًطبری کی روایتوں میں ملا حظہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ابو مخنف نے بہت سارے موارد میں اپنے باپ ،چچا،چچازادبھائیوں یا "قبیلۂ ازد" کے وہ بزرگان جو اس وقت زندہ تھے، ان سے روایتیں نقل کی ہیں اوریہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابو مخنف کے قبیلہ میں بہت ساری خبریں موجود تھیں جس نے ابو مخنف کو ان کی جمع آوری اورتالیف پربر انگیختہ کیا۔ .اسی وجہ سے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی خبروں میں کوفہ اور اہل کوفہ ہی پر اکتفا کر تے ہیں اوراس فن میں انھوں نے اتنا یدطولیٰ حاصل کیا کہ دوسروں کے مقابلہ میں وہ اس فن میں اعلم شمار ہو تے ہیں ۔

۱۔رجال نجاشی، ص۲۲٤، طبع حجرہند

۲۔فہرست، ص۱۵۵وطبری،ج۷،ص٤۱۷،سال ۱۳۲ ہجری فی خروج محمد بن خالد بالکوفہ

۳۔طبری،ج۵،ص٤۱۷

مذہب ووثاقت

ابو مخنف کے آثار کو دیکھنے کے بعد اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام (جنکی شہادت ۹۵ ہجری میں ہوئی ہے) سے کوئی روایت بلا واسطہ نقل نہیں کی ہے؛ اسی طرح امام محمد باقر علیہ السلام (جنکی شہادت ۱۱۵ ہجری میں ہوئی ہے) سے بھی بلا واسطہ ایک روایت موجود نہیں ہے۔[1]

بلکہ وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک واسطہ اور امام زین العابدین علیہ السلام سے دو واسطوں سے روایت نقل کرتے ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے بلا واسطہ چند ہی روایتیں ملتی ہیں ۔[2] یہ مطلب شیخ نجاشی کی ان باتوں کی تائید کرتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں : "بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابو مخنف نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔" اسی طرح ابوا مخنف نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے بھی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے جب کہ ابو مخنف امام علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھے، کیونکہ امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت ۱۴۸ ہجری میں واقع ہوئی ہے ؛یہی وجہ ہے کہ کسی نے بھی ابو مخنف کو امام علیہ السلام کے صحابیوں میں شمار نہیں کیا ہے ۔

۱۔طبری،ج ۵،ص۴۸۸۔خبر شہادت شیر خوار کو ملاحظہ کیجئے ۔

۲۔خبر شب عاشورا ملاحظہ ہو،ج ۵ ،ص۴۸۸

مندرجہ بالا قرینے اس مطلب کی دلیل فراہم کرتے ہیں کہ ابو مخنف شیعہ نہیں تھے اور شیعی اصطلاح کے مطابق ائمہ کے اصحاب میں شمار نہیں ہوتے تھے، جن کو مخالفین اہل بیت رافضی کہا کرتے تھے؛ البتہ اس زمانے میں اہل کوفہ کی طرح ان کا بھی فکری اور نظریاتی میلان تشیع کی طرف تھا لیکن سنی مذہب کوبطور کلی ترک نہیں کیا تھا۔ اس کی تائید میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مخالفین اہل بیت میں سے کسی نے بھی رافضی کے تیر سے ان پر حملہ نہیں کیا ہے جیسا کہ وہ ہر شیعہ کے لئے کرتے تھے حتیٰ کہ یہ ایک اصطلاح بن چکی تھی جو ابھی تک باقی ہے۔ بلکہ ابو مخنف کے سلسلے میں مخالفین اہل بیت کا نظریہ یہ ہے کہ وہ تشیع اور مذہب اہل بیت کی طرف رجحان رکھتے تھے، اسی وجہ سے ان کو شیعہ کہا کرتے ہیں ؛ لیکن مخالفین اہل بیت علیہم السلام کوجن کے بارے میں معلوم ہوجاتا تھا کہ یہ مذہب اہل بیت سے وابستہ ہیں ان پر فوراًرافضی ہونے کا تیر چلاتے تھے اور فقط شیعہ کہنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ دشمنان اہل بیت کے نزدیک اصطلاح شیعہ اور رافضی میں اساسی فرق یہی ہے ۔

ذہبی ، اہل سنت کے معروف رجالی ، کہتے ہیں :"یہ اخباری مذہب کے حامی ہیں اور قابل اعتماد نہیں ہیں "۔ ابوحاتم وغیرہ نے ان سے روایت نقل نہیں کی ہے اور ان کو ترک کردیا ہے ۔

ابن معین کہتے ہیں :"یہ ثقہ نہیں ہیں " مرّہ کہتے ہیں :" وہ بہت قابل توجہ نہیں ہیں "۔ ابن عدی کہتے ہیں :"وہ متعصب شیعہ تھے ا ان کا شمارشیعہ محدثین و مورخین میں ہوتاہے [1]ان میں سے کسی بھی رجالی نے ابو مخنف پر رافضی کے تیر سے حملہ نہیں کیا ہے جبکہ ان تمام رجالیوں کی سیرت یہ ہے کہ اگر ان کے لئے کسی کے سلسلے میں اہل بیت کی پیروی ثابت ہو جائے تو فوراًرافضی کہہ کر اپنی دریدہ ذہنی اور شوریدہ فکری کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے اس بات کی بالکل صراحت کردی۔ وہ کہتے ہیں :"ابو مخنف کا شمار محدثین میں ہوتاہے اوران کا تعلق اس گروہ سے ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ امامت عوام کے اختیار

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳،ص ۴۳، طبع حلبی محترق کے معنی متعصب کے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال میں حارث بن حصیرہ کے سلسلے میں آیا ہے؛ محترق کے وہ معنی نہیں ہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

میں ہے؛عوام جس کو چاہے امام بنادے، لہٰذا وہ نہ توشیعہ تھے اور نہ ہی شیعی رجال میں ان کا شمار ہوتا ہے۔[1]

سیدصدر نے ابن ابی الحدیدکی اس عبارت کو"تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام"میں نقل کیا ہے پھر اس عبارت پر تعلیقہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں :"میرے نزدیک تشیع ہی کی بنیادپر ان کی مذمت کی گئی ؛اس کے باوجود وہ اہل سنت کے علماء کے نزدیک مورد اطمینان وقابل وثوق ہیں اور ائمہ اہلسنت نے ان پر اعتماد کیا ہے جیسے ابی جریر طبری ، ابن اثیر بالخصوص، ابن جریر طبری جس نے اپنی ضخیم اور عظیم تاریخ کو ابی مخنف ہی کی روایتوں سے پر کر دیا ہے ۔[2]

علامہ سید شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب" المراجعات"میں ایک خاص فصل قراردی ہے جس میں ان سو شیعی رجال کا تذکرہ کیا ہے جو اہل سنت کی سندوں میں بلکہ صحاح میں موجودہیں ۔ علامہ مرحوم نے ان سندوں کو حوالے کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ شرف الدین موسوی کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے:اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ (ابو مخنف)شیعہ تھے لیکن شیعہ امامی نہیں تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بھی اس کی صراحت کی ہے جو ایک متین بیان ہے البتہ بعض اہل سنت نے انہیں اس بنیادپر شیعہ لکھ دیا کہ محبت و مودت اورافکار میں ان کا میلان اہل بیت اطہار علیہم السلام کی طرف تھا لیکن یہ کہ وہ آج کل کی اصطلاح کے مطابق بطور کامل شیعہ تھے، تو یہ غلط ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ گذشتہ علمائے شیعہ میں سے کسی نے بھی ان کے شیعہ ہونے کی تصریح نہیں فرمائی ہے۔ شیخ نجاشی جو اس فن کے استاد تھے انھوں نے اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے توصیف فرمائی ہے کہ "ابو مخنف مورخین کوفہ کے بزرگ اور استاد تھے"،یہ نہیں فرمایا کہ ہمارے مورخین کے استاد و بزرگ تھے، چہ جائیکہ یہ کہیں کہ ہمارے علماء و دانشوروں کے بزرگ اور استاد تھے ۔

۱۔تاسیس الشیعہ، ص۲۳۵،طبع بغدادمیں آیا ہے کہ میں نے طبری کی سند میں ابو مخنف کی روایت کو شمار کیا تو۴۰۰ روایتوں کے آس پاس پایا جیسا کہ فہرست اعلام ،ج۷،ص۴۱۷،سال ۱۳۲ میں محمدبن خالدکے خروج کے سلسلے میں یہ موجودہے۔

۲۔تاسیس الشیعہ، ص۲۳۵ ، طبع بغداد، المراجعات،ص۱۶ تا ۱۷ وص،۵۲ تا ۱۱۸،دار الصادق

اس پر تعجب نہ کیجئے کہ ابن ابی الحدید نے اس سلسلے میں کیونکر تصریح کردی، ذرا دیکھئے! جب وہ جنگ جمل کے واقعہ میں ابو مخنف سے اس رجز کا تذکرہ کرتے ہیں جس میں مولائے کائنات نے پیغمبر اسلام ﷺ کی جانب سے اپنی وصایت کا تذکرہ کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ان رجزوں کے نقل کرنے سے اس سے زیادہ کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ابو مخنف فکر و نظر کے اعتبار سے شیعہ تھے نہ کہ عقیدۂ امامت میں، جیسا کہ بہت سارے اہل سنت اس مطلب کی روایت کرتے ہیں ۔ الغرض ابو مخنف شیعہ تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان کے امامی مذہب ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اس بنا پر ابو مخنف کی توصیف و تمدیح کا بہترین طریقہ وہی ہے جسے شیخ نجاشی نے اپنایا ہے: "شیخ اصحاب اخبار الکوفہ و وجھھم وکان یسکن الی ما یرویہ" وہ مورخین کوفہ کے بزرگ اور معروف آدمی تھے لوگ ان کی روایتوں پر اعتماد کرتے تھے ۔

نجاشی کا یہ بیان ایک قابل اعتبار مدح وستائش ہے جس کی بنیاد پر ان سے مروی روایتوں کا حسن ہونا ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی روایتوں کو "الوجیزہ"، "البلغہ" اور "الحاوی" وغیرہ میں حسن شمار کیا گیا ہے ۔

ہشام الکلبی

شیخ نجاشی نے ہشام الکلبی کا ذکر کیا ہے اور ان کا نسب نامہ بھی مرقوم فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں: ہشام تاریخ دان، تاریخ نگار اور علم و فضل میں مشہور تھے۔ وہ پیروان مذہب اہل بیت میں شمار ہوتے ہیں ۔ ان کی ایک حدیث بہت مشہور ہے جس کی داستان بہت ہی دلچسپ ہے ۔ ہشام کہتے ہیں: "میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوگیا تھا جس کی وجہ سے میں اپنے سارے علم کو فراموش کرچکا تھا لہٰذا میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور امام سے ساری داستان کہہ سنائی امام نے مجھے جام علم پلایا اس جام کے پیتے ہی میرا سارا علم دوبارہ واپس آگیا" ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ان کو اپنے قریب رکھتے تھے، ان کا احترام کرتے اور ان کے لئے ترقی و بلندی کے مواقع فراہم کرتے تھے؛ اسی لئے وہ کامیاب رہے اور بہت ساری کتابیں ان کے آثار میں باقی ہیں ۔ [1]

۱۔ رجال نجاشی، ص ۳۰۵، حجر ہند

اس کے بعد نجاشی نے ہشام کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کو اپنے طریق میں مرقوم فرمایا؛ منجملہ ان کتب میں " مقتل الحسین" کو بھی ہشام کی کتابوں میں شمار کیا ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہو کہ ہشام نے کتاب" مقتل الحسین "کے تمام حصوں یا اکثر و بیشتر حصوں کو اپنے استاد(ابو مخنف) سے نقل کیا ہے۔

قابل تعجب بات یہ ہے کہ شیخ طوسی نے اپنی کتاب" مختار "میں رجال نجاشی سے نقل کیا ہے نجاشی فرماتے ہیں :"کلبی کا شمار سنی رجال میں ہوتا ہے ،ہاں ؛ اہل بیت سے انہیں شدت کی محبت تھی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کلبی تقیہ میں تھے، مخالف اہل بیت نہیں تھے ۔ [1]

۱۔ المختار من رجال الکشی، ص ۳۹۰ ،حدیث ۷۳۳ طبع مشہد، یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہیئے کہ ہمارے متعدد بزرگ علمائے رجال تعارض کی صورت میں نجاشی کے قول کو مقدم مانتے ہیں ۱۔ شہیدثانی مسالک میں فرماتے ہیں :"وظاهر حال النجاشی انه اضبط الجماعه واعرفهم بحال الرواة "ظاہر یہ ہے کہ نجاشی کا حافظہ سب سے قوی اور راویوں کے احوال سے سب سے زیادہ باخبرہیں ۔۲۔ان کے نواسے "شرح الاستبصار" میں فرماتے ہیں :"والنجاشی مقدم علی الشیخ فی هٰذه المقامات کما یعلم بالممارسته "۔ نجاشی ان مواردمیں شیخ پر مقدم ہیں جیساکہ تحقیق و جستجو سے یہی معلوم ہوتا ہے۔۳۔ان کے استاد محقق استرآبادی کتاب "الرجال الکبیر" میں سلیمان بن صالح کے احوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :"ولا یخفی تخالف ما بین طریقتی الشیخ والنجاشی ولعل النجاشی اثبت"۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رجال شناسی میں شیخ اور نجاشی کے درمیان اختلاف کی صورت میں نجاشی کا قول مقدم ہے ؛کیونکہ نجاشی کا نظریہ زیادہ محکم ہے ۔٤۔ سید بحر العلوم" الفوائد الرجالیہ" میں فرماتے ہیں :" احمد بن علی نجاشی کا محکم ، استوار اور عادل بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ جرح و تعدیل کے عظیم ترین رکن ہیں اور اس راہ کے سب سے بزرگ عالم ہیں " ہمارے تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وہ معتمدہیں اور سب کے سب احوال رجال میں انہیں کی طرف استناد کرتے ہیں نیزان کے قول کو مقدم جانتے ہیں ۔اصحاب نے ان کی کتاب کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں ہے اس باب میں صراحت کی ہے کہ نجاشی کا قول صحیح ہے ۔اس کے علاوہ نجاشی نے اپنی کتاب میں شیخ کشّی کے احوال کو پیش کرتے ہوئے فرمایا : "کان ثقة عیناً.."آپ مورد وثوق اور معروف انسان تھے ،رجال کے موضوع پرآپ کی ایک کتاب ہے جو بڑی معلوماتی ہے لیکن اس کتاب میں کافی غلطیاں ہیں ۔آپ عیاشی کے ساتھ تھے اور انہیں سے روایتیں نقل کی ہیں البتہ اس کتاب میں ضعیف راویوں سے بھی روایت نقل کردی ہے (ص۳٦۳) پھر نجاشی، عیاشی کے سلسلے میں لکھتے ہیں "ثقة و صدوق"، وہ مورد وثوق اوربڑے سچے تھے "عین من عیون هٰذه الطائفہ" اس گروہ شیعہ کی معروف ترین شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے۔ عیاشی پہلے سنی تھے پھر شیعہ ہوئے۔ آپ نے ضعفا سے بہت روایتیں نقل کی ہیں ۔(ص۲٤۷) شاید کشّی نے یہ قول عیاشی ہی سے حاصل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کلبی سنی تھے کیونکہ وہ شروع میں سنی تھے۔ ہاں کلبی اپنے کو چھپائے رہتے تھے اور تقیہ پر عمل کرتے تھے جیساکہ کشی نے ذکر کیا ہے۔

اسکے بعد شیخ نے ہشام کلبی کا بالکل تذکرہ نہیں کیا ہے؛نہ ہی رجال میں اورنہ ہی فہرست میں ، ہاں اپنے اس طریق میں جس میں ابو مخنف کی کتابوں سے روایت نقل کی ہے ہشام کا تذکرہ کیا ہے۔ [1]

شاید اس کا سبب یہ ہوکہ کلبی کی جتنی کتابیں تاریخ شیعہ سے مختص ہیں ان سب میں انہوں نے اپنے استاد ابی مخنف سے روایتیں نقل کی ہیں ، لیکن دوسری کتابیں کہ جو شیعوں کی تاریخ سے مخصوص نہیں ہیں دوسرے مورخین سے نقل ہیں ۔ اہل سنت کے سیرو تراجم کے تمام دانشوروں نے ہشام کے علم و حافظہ اور انکے شیعہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ابن خلکان کہتے ہیں : "تاریخ اور تاریخ نگاری کے سلسلے میں ان کی معلومات بڑی وسیع تھی۔ وہ علم انساب کے سب سے بڑے عالم تھے اور اخبارو روایات کے حفظ میں مشہور روزگار تھے ۔آپ کی وفات ۲۰۶ ہجری میں ہوئی ۔ [2]

اہلسنت کے دوسرے بزرگ عالم رجالی ابو احمدبن عدی اپنی کتاب "کامل" میں کہتے ہیں : "کلبی کی حدیثیں صالح ودرست ہیں ۔ تفسیر میں بھی انکا علم وسیع تھا اور وہ اس علم کے ذریعہ معروف تھے؛ بلکہ تفسیر میں ان سے طولانی اور سیر حاصل بحث کسی نے بھی نہیں کی ہے ۔کلبی تفسیر میں مقاتل بن سلیمان پر برتری اور فضیلت رکھتے ہیں ؛کیونکہ مقاتل کے یہاں عقیدہ اور مذہب کی سستی وخرابی موجود ہے۔ ابن حبان نے کلبی کو ثقات میں شمار کیا ہے" ۔ [3]

رائج مقتل الحسین

اس زمانے میں متداول، لوگوں کے ہاتھوں اور مطبوعات میں جو مقتل ہے اسے ابو مخنف نے تالیف نہیں کیا ہے، بلکہ اسے کسی دوسرے نے جمع کیا ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ کہاں جمع کیا گیا، کس

۱۔رجال طوسی،ص۱۵۵ ۔

۲۔طبری نے اپنی تاریخ میں کلبی سے ۳۳۰ موارد نقل کئے ہیں ۔ اسکے باوجود اپنی کتاب "ذیل المذیل "میں ان کے احوال مرقوم نہیں کئے ہیں ۔ فقط کلبی کے باپ کا تذکرہ(ص۱۱۰)پر کرتے ہوئے کہا ہے :ان کے دادا بشربن عمرو کلبی ہیں اور انکے فرزند سائب ،عبید اور عبد الرحمن ہیں جو جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔

۳ ۔لسان المیزان ،ج۲،ص۳۵۹۔

نے جمع کیا، کس کے ہاتھوں یہ کتاب ملی اور سب سے پہلے یہ کتاب کہاں چھپی ہے؟ کسی کو ان مسائل کا علم نہیں ہے۔
امام شرف الدین موسوی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ بات مخفی نہیں ہے کہ مقتل امام حسین علیہ السلام میں جو کتاب رائج ہے وہ ابو مخنف کی طرف منسوب ہے جس میں بہت ساری ایسی حدیثیں موجود ہیں جسکا ابو مخنف کو علم بھی نہیں تھا اور یہ سب کی سب حدیثیں جھوٹی ہیں جو ان کے سر مڑھی گئی ہیں۔ جھوٹوں اور فریب کاروں نے بہت ساری چیزوں کا اس میں اضافہ کیا ہے۔ فریب کاروں کا جھوٹی روایتیں گڑھ کر ان کی طرف نسبت دینا خود ان کی عظمت وجلالت کا بین ثبوت ہے"[1] کیونکہ جعل ساز کو معلوم ہے کہ تاریخ کے میر کارواں کا نام ابو مخنف ہے لہذا جھوٹی روایات انہیں کی طرف منسوب کی جائیں تاکہ لوگ صحیح و غلط میں تمیز دیئے بغیر قبول کر لیں۔
محدث قمی فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تاریخ و سیر میں ابو مخنف کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں، ان میں سے ایک کتاب "مقتل الحسین" ہے جسے قدیم بزرگ علماء نے ذکر کیا ہے اور اس پر اعتماد بھی کرتے تھے؛ لیکن بہت افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت اسکا ایک بھی نسخہ موجود نہیں ہے۔ یہ مقتل جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اسے ابو مخنف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے در حقیقت ان کا مقتل نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے معتمد مورخ کا بھی نہیں ہے۔ اگر کسی کو اس کی تصدیق کرنی ہے تو جو کچھ اس مقتل میں ہے اور جسے طبری وغیرہ نے نقل کیا ہے ان کا مقایسہ کرکے دیکھ لے؛ حقیقت سامنے آجائے گی۔ میں نے اس مطلب کو اپنی کتاب نفس المہموم میں طرماح بن عدی کے واقعہ کے ذیل میں بیان کردیا ہے۔[2]
اب جبکہ ہم نے اس کتاب کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا ہے تو ضروری ہے کہ ہم اس کتاب کے جعلی ہونے کی بحث کو غور وخوص کے ساتھ آگے بڑھائیں تاکہ قارئین کرام پر بات واضح سے واضح تر ہوجائے۔
یہ بات یقینی ہے کہ اس کتاب کی جمع آوری ابو مخنف کے علاوہ کسی اور نے کی ہے لیکن کس نے کی اور کب کی ہے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا، اگر چہ اس بات کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کے جمع آوری کرنے

۱۔ مولفوا الشیعۃ فی صدر الاسلام، ص ۴۲، طبع النجاح

۲۔ الکنی والالقاب، ج ۱، ص ۱۴۸؛ نفس المہموم ص ۱۹۵، اور اس کا مقدمہ، ص ۸، طبع بصیرتی

والا شخص متاخرین میں سے ہے اورعرب زبان ہے لیکن نہ تو تاریخ شناس ہے، نہ حدیث شناس اور نہ ہی علم رجال سے آگاہ ہے حتیٰ عربی ادب سے بھی واقف نہیں ہے کیونکہ کتاب میں اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو جدید عربی کے عام اور بازاری الفاظ ہیں ۔

اس کتاب میں ۱۵۰ روایات موجودہیں جن میں سے ٦ روایتیں مرسل ہیں ۔

مرسل روایات میں پہلی روایت چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام سے ہے جو ص ٤٩ پر موجود ہے ۔

دوسری مرسلہ روایت عبداللہ بن عباس سے ہے جو ص ٩٤ پر نقل ہوئی ہے ۔

تیسری روایت عمارہ بن سلیمان سے ہے اور وہ حمید بن مسلم سے نقل کرتے ہیں ، ص ۸۲۔

چوتھی روایت ایک ایسے شخص سے ہے جس کے بارے میں یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ وہ عبداللہ بن قیس ہے، ص ٩٦۔

پانچویں روایت کے بارے میں دعوی کیا جاتا یہ کہ عمار سے نقل ہوئی۔یہ روایت ص ۷۰ پر کلینی، متوفیٰ ۳۲۹ ھسے مرفوعاً منقول ہے اور اصول کافی میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔

جمع آوری کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵ [۱] سے کتاب میں ایک شخص کو داخل کیا ہے جس کا نام سہل شہرزوری ہے اور اس سے بہت ساری حدیثیں نقل کی ہیں ۔ مولف نے اس شخص کو کوفہ سے شام ، حتیٰ شام سے مدینہ تک اہل بیت کے ہمراہ دکھایا ہے اور اس سے ۳۱ مرسل روایتیں نقل کی ہیں ، منجملہ سہل بن سعد ساعدی کی روایت کو اسی شخص یعنی "سہل بن سعید شہرزوری "کے نام سے ذکر کردیا ہے! [۲]

اس کے علاوہ اس کتاب کی بقیہ روایتوں کی نسبت خود ابو مخنف کی طرف دی گئی ہے جو ۱۳۸ حدیثیں ہیں ۔

اس کتاب میں بہت ساری واضح اور فاش غلطیاں ہیں جن کی طرف مندرجہ ذیل سطروں میں اشارہ کیا جارہا ہے ۔

۱۔ مقتل ابو مخنف، ص ۱۰۲، طبع نجف

۲۔مقتل ابو مخنف، ص ۱۲۳، نجف

واضح غلطیاں

اس رائج مقتل میں بہت ساری واضح غلطیاں ہیں :

۱۔ ایک صاحب بصیرت قاری اس مقتل کے پہلے صفحے کی پہلی ہی سطر میں واضح غلطی کی طرف متوجہ ہو جائے گا کہ ابو مخنف کہتے ہیں : "حدثنا ابو المنذرہشام عن محمدبن سائب کلبی" مجھ سے ابو منذر ہشام نے محمدبن سائب کلبی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، ذرا غور کیجئے کہ ابو مخنف ہشام کے استاد ہیں اور وہ اپنے شاگرد ہشام سے روایتیں نقل کررہے ہیں ! مضحکہ خیزبات یہ ہے کہ اس بے اساس مقتل کے مطابق ہشام نے اپنے باپ محمدبن سائب کلبی کے حوالے سے اپنے استاد ابو مخنف کے لئے ان روایات کو نقل کیا ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کو جمع کرنے والا شخص راویوں کے حالات زندگی سے کس قدر نابلد تھا کہ اس کے اوپر یہ واضح امر بھی مخفی تھا۔[۱]

۲۔اس کے بعد جب آپ اس کتاب کے چند اوراق اور پلٹیں گے تو آپ کا اس عبارت سے سامنا ہو گا "و روی الکلینی فی حدیث"[۲]

اے کاش معلوم ہوجاتا کہ کلینی سے روایت کرنے والا شخص کون ہے جبکہ کلینی نے ۳۲۹ ہجری میں اس دار فانی کو وداع کیا ہے اور ابو مخنف کی وفات ۱۵۸ ہجری میں ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ یہ روایت کافی میں بھی موجود نہیں ہے ۔

۳۔کچھ اورورق گردانی کرنے کے بعدآپ کو یہ عبارت ملے گی ؛"فانفذ(یزید)الکتاب الی الولیدوکا ن قد ومه لعشرة ایام خلون من شعبان"[۳]'یزید نے خط لکھ کر ولید کی طرف روانہ کیا اور یہ خط دس شعبان کوحاکم مدینہ کے ہا تھ میں پہنچا'۔جبکہ تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ

۱۔ایسی ہی ایک روایت سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب "تنزیہ الانبیا ئ" ص ۱۷۱ میں نقل کی ہے کہ ابن عباس فرزند ہشام نے اپنے والد ہشام سے انھوں نے ابو مخنف سے اور انھوں نے ابی الکنودعبد الرحمٰن بن عبید سے روایت کی ہے۔شاید اس کتاب کو جمع کرنے والے نے سید کی کتاب یا کسی اور جگہ سے اس بات کو تحریف و تصحیف و زیادتی کے ساتھ نقل کردیا ۔

۲۔ ص ۷

۳۔ص ۱۱

امام حسین علیہ السلام ۳ شعبان کو مکہ وارد ہو گئے تھے۔ خود طبری نے ابو مخنف کے حوالے سے بھی یہی لکھا ہے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ ان دونوں تاریخوں کو کیسے جمع کیا جا سکتا ہے۔

٤۔ سفیر امام حسین جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے سلسلے میں فقط اسی مقتل میں جناب مسلم کے راستے میں گڑھا کھود نے اور انھیں زنجیر میں جکڑ کر عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں لے جانے کی خبر ملتی ہے۔ کتاب کی عبارت اس طرح ہے: "ابن زیاد فوج کے پاس آیا اور ان سے کہا: میں نے ایک چال سونچی ہے کہ ہم مسلم کے راستے میں ایک گڑھا کھود دیں اور اسے خس وخا شاک سے چھپا دیں، پھر حملہ کر کے مسلم کو آگے آنے پر مجبور کریں۔ جب وہ اس میں گِر جائیں تو ہم انھیں پکڑ لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس دام میں آکر زندہ نہیں بچ پائیں گے۔ (١)

٥۔ اسی طرح یہ خبر بھی فقط اسی کتاب میں موجود ہے: "جب امام حسین علیہ السلام کے دو فداکار ساتھی مسلم وہانی کوفہ میں شہید کر دیئے گئے اور امام ان دونوں کی خبر سے مطلع نہ ہو سکے تو آپ بہت مضطرب اور پریشان حال نظر آنے لگے لہٰذا آپ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے سب کو فوراً مدینہ واپس ہونے کا حکم دیا۔ امام کے حکم کے مطابق سب کے سب امام کے ہمراہ مدینہ کی طرف نکل گئے یہاں تک کہ سب لوگ مدینہ پہنچ گئے۔ یہاں پر امام حسین علیہ السلام بنفس نفیس قبر رسو لخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور تعویذ قبر سے لپٹ کر زار وقطار رونے لگے اور روتے روتے آپ کی آنکھ لگ گئی" (٢) جبکہ اس بے بنیاد خبر کا ذکر کسی کتاب یا سفر نامہ میں نہیں ملتا ہے۔

٦۔ تنہا یہی کتاب ہے جس میں یہ خبر ملتی ہے: "جب امام وارد کربلا ہوئے تو آپ نے ۷ گھوڑے بدلے؛ لیکن جب کسی گھوڑے نے بھی حرکت نہ کی تو آپ وہیں اتر گئے، وہیں پڑاو ڈالا اور وہاں سے آگے نہ بڑھے۔" (٣)

٧۔ فقط اسی کتاب میں یہ خبر ملتی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے نقل فرمایا کہ امام حسین علیہ السلام شب عاشور کربلا میں وارد ہوئے۔ (٤)

١۔ ص ٣٠

٢۔ ص ٣٩

٣۔ ص ٤٨

٤۔ ص ٤٩

۸۔اسی کتاب میں لشکر پسر سعد کی تعداد ۸۰ ہزار بتائی گئی ہے۔ (۱)

۹۔تنہا اسی کتاب نے فوج کی آمد پر زہیر بن قین کا خطبہ نقل کیا ہے کہ زہیر بن قین اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا : "اے گروہ مہاجرو انصار !اس ملعون کتے اور اس جیسے افراد کے کلام تم کو دھوکہ میں نہ ڈالنے پائیں کیونکہ انھیں محمد صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کی شفاعت ملنے والی نہیں ہے، اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ کی ذریت کو قتل کر رہے ہیں اور جو ان کی مدد کر رہا ہے اسے بھی قتل کرنے پر آمادہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (۲)

۱۰۔تنہا اسی کتاب میں ہے کہ امام حسین علیہ اا لسلام نے کنواں کھودا لیکن اس میں پانی نہیں ملا ۔ (۳)

۱۱۔تنہا اسی کتاب نے شب عاشور اور روز عاشور کے واقعہ کو تین بار بغیر ترتیب کے درہم برہم نقل کیا ہے :

سب سے پہلے امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کی خبر نقل کی ہے اور اسکے بعد علمدار کربلا کی شہادت کی خبر بیان کی ہے۔ تنہا اسی کتاب نے لکھا ہے کہ جب آخری وقت میں حضرت عباس کے ہاتھ کٹ گئے تو انھوں نے تلوار کو منہ سے پکڑ لیا ، اسکے بعد لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام خون سے غلطاں لاش پر پہنچے اور ان کی لاش کو گھوڑے کی پشت پر رکھ کر خیمے تک لائے، پھر امام حسین علیہ السلام نے شدید گریہ کیا اور آپ کے ساتھ جتنے لوگ تھے وہ بھی رونے لگے۔ (٤)

اس کے بعد آپ ملاحظہ کریں گے کہ یہ کتاب شب عاشور کے واقعہ کو نقل کرتی ہے جس میں امام حسین اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان سے کہا : "اے میرے ساتھیوں ، یہ قوم میرے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا نہیں چاہتی ہے پس جب شب کا سناٹا چھاجائے تو اس کی تاریکی میں تم سب یہاں سے چلے جاؤ ، پھر آگے بڑھ کر اس طرح رقمطراز ہے: اور پھر امام علیہ السلام سو گئے اور جب صبح اٹھے ...۔" (٥)

۱۔ص ۵۲

۲۔ص ٥٦

۳۔ص ۵۷

٤۔ص ۵۹

۵۔ص ۵۹ ۔ ٦۰

پھر وہاں سے پلٹ کر صبح عاشور کی داستان چھیڑتے ہیں اور امام حسین علیہ االسلام کے ایک دوسرے خطبہ کا ذکر کرتے ہیں ۔تنہا یہی کتاب ہے جو بیان کرتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے پسر سعد کے پاس انس بن کاہل کو سفیر بنا کر بھیجا۔ جبکہ اس نامہ بر کا نام انس بن حرث بن کاہل اسدی ہے ۔

تیسری بار پھر شب عاشورہ کا تذکرہ چھیڑا اور اس میں امام علیہ االسلام کے ایک دوسرے معروف خطبہ کا ذکر کیا جس میں امام نے اپنے اصحاب و اہل بیت کو مخاطب کیا ہے۔ اس کے بعد پھر امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کے لشکر کی حکمت عملی کو بیان کیا ہے۔"(۱)

۱۲ ۔ تنہا یہی کتاب ہے جس نے امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں ابراہیم بن حسین کا ذکر کیا ہے۔ (۲)

۱۳ ۔ اس کتاب نے طرماح بن عدی کو شہید کربلا میں شمار کیا ہے جبکہ طبری نے کلبی کے واسطہ سے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ طرماح کربلا میں موجود نہ تھے اور نہ ہی وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ قتل ہوئے ہیں ۔ (۳)

محدث قمی نے بھی اپنی کتاب نفس المہموم ص۱۹۵ پر اس خبر کے نیچے تعلیقہ لگایا ہے ۔

۱٤ ۔ جناب حر ریاحی کے قصے میں یہ شخص چند اشعار ذکر کرتا ہے جو عبید اللہ بن حر جعفی کے ہیں اور وہ قصر بنی مقاتل کا رہنے والا ہے۔(اس کی قسمت کی خرابی یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اسے بلایا تو اس نے مثبت جواب نہیں دیا اور سعادت کی راہ کو خود پر بند کر لیا) لیکن کتاب کی جمع آوری کرنے والے نے ان اشعار کو حر ریاحی سے منسوب کر دیا اور اس پر توجہ بھی نہ کی، کہ یہ اشعار حر ریاحی کے حال سے تناسب نہیں رکھتے، کیونکہ اس میں ایک شعر کا مصرع یہ ہے :"وقفت علی اجسادہم وقبورہم" (٤)

۱۔ص ٦٢٦١

۲۔ص ۷۰

۳۔ص ۷۲

٤۔ص ٧٦ ، طبری نے ج ٥ ص ٤٧٠ طبع دار المعارف پر اس شعر کو ابو مخنف سے نقل کیا ہے اور انہوں نے عبد الرحمن بن جندب سے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ بن حر نے اس شعر کو مدائن میں کہا تھا : یقول امیر غادر وابن غادر۔ ألا کنت قاتلت الشہید ابن فاطمہ ؟ ذرا غور کیجئے کہ اس خیانت کار مؤلف نے کلمات بدل دیے تاکہ یہ شعر حر ریاحی کے حال سے متناسب ہو جائے لیکن پھر بھی متناسب حال نہ ہو سکا۔ ہائے افسوس کہ یہ جمع آوری کرنے والا شخص کتنا نادان تھا ۔

۱۵۔حر ریاحی کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام کی طرف چند رثائی اشعار منسوب کئۓ ہیں جبکہ یہ اشعار امام حسین علیہ السلام کی شان امامت سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں

نعم الحر اذ واسی حسینا

لقد فازالذی نصرواحسینا! (۱)

حر کیا اچھے تھے کہ انھوں نے حسین کی مدد کی حقیقت میں وہی کامیاب ہے جس نے حسین کی مدد کی!

۱۶۔نیز اسی کتاب میں چند اشعار کو امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیاہے کہ آپ نے اصحاب کی شہادت پر یہ اشعار کہے جبکہ ان اشعار سے بالکل واضح ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے نہیں ہیں بلکہ متاخرین ہی میں سے کسی شاعر کے اشعار ہیں کیونکہ شاعر اس میں کہتا ہے کہ "نصروا الحسین فیا لھم من فتیۃ"اسی طرح کے اور دوسرے اشعار بھی ہیں ۔(۲)

۱۷۔ اسی کتاب نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ورود کا دن روزچہار شنبہ لکھا ہے (۳) اور شہادت کا دن روز دوشنبہ تحریر کیا ہے ۔(٤) اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام حسین علیہ السلام پانچ محرم کو کربلا وارد ہوئے ہیں جبکہ تمام مورخین ، منجملہ تاریخ طبری کی روایت کے مطابق ابو مخنف کا نظریہ بھی یہی ہے کہ امام علیہ السلام ۲ محرم کو وارد کربلا ہوئے اور وہ پنجشنبہ کا دن تھا۔ (٥)

۱۸۔ اس کتاب کی تدوین کرنے والے نے روایت نمبر ۱۰۵ (٦) سے مسلسل ایک ہی راوی سے کثرت کے ساتھ روایت نقل کی ہے جس کے بارے میں اس شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا نام سہل شہرزوری ہے۔ اس شخص کو مؤلف نے کوفہ سے شام اور وہاں سے مدینہ تک اہل حرم کے ساتھ دکھایا

۱۔ص ۷۹

۲۔ص ۸۵

۳۔ص ٤۸

٤۔ص ۹۳

٥۔ج ٥، ص ٤۰۹ ، اس مطلب کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے اربلی نے کشف الغمہ، ج ۲، ص ۵۵۲ پرامام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ" وقبض یوم عاشوراء ، الجمعۃ "جس کا نتیجہ یہ ہو گا عاشور جمعہ کو تھا۔

٦۔ص ۱۰۲

ہے۔ کوفہ میں سلیمان بن قتہ ہاشمی [1] کے ان اشعار کو جو اس نے امام حسین علیہ السلام کی قبر پر کہے تھے: "مررت علیٰ ابیات آل محمدٍ"[2] مولف نے اسی شہر زوری کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اسی طرح شام میں سہل بن سعد ساعدی کی خبر کو اسی سہل بن سعید شہر زوری کے نام سے منسوب کر دیا، [3] گویا مؤلف نے گمان کیا ہے کہ یہ شخص وہی سھل ساعدی ہے۔

۱۹۔ اس کتاب میں امام حسین علیہ السلام سے رزمیہ اشعار اور رجز کو منسوب کیا گیا ہے جو تقریباً تیس اشعار پر مشتمل ہیں۔ [4] اسی طرح عبید اللہ بن زیاد کے نزدیک عبداللہ بن عفیف ازدی کے قصیدہ کو بیان کیا ہے جو تقریباً ۳۰ اشعار پر مشتمل ہے۔[5]

۲۰۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسے الفاظ کی بہتات ہے جسے بعد میں آنے والوں نے عربی میں داخل کر دیا ہے جب کہ وہ کوچہ و بازار کے الفاظ ہیں اور ایسے جملے ابو مخنف کی زبان سے ادا ہی نہیں ہو سکتے، مثلاً جناب مسلم کے لئے گڑھا کھودنے کے سلسلے میں یہ جملے ہیں: "واقبل علیھم لعین! وقال لھم... ونطمّھا با لد غل و التراب ...وننھز م قدامه" وہ لعین ان لوگوں کے پاس آیا اور ان سے کہا: "... اور اسے خس و خاشاک اور مٹی سے بھر دو... اور ہم آگے سے ان پر حملہ کریں گے۔" (ص ۳۵) دوسری جگہ یہ جملہ ہے: "راحت انصاره" اس کے ساتھی ان کے پاس گئے۔ (ص ۱۳۵) تیسری جگہ یہ جملہ ہے: "ویقظانہ" ان کو بیدار کیا۔

۱۔ شیخ محمد سماوی نے اس پر تعلیق لگایا ہے کہ وہ شخص خاندان بنی ہاشم کا چاہنے والا تھا۔ اس کی والدہ کا نام قتہ اور باپ کا نام حبیب تھا۔ اس نے ۱۲۶ ہجری میں دمشق میں وفات پائی۔ مسعودی نے انساب قریش جو زبیر بن بکار کی کتاب ہے، سے استفادہ کیا ہے کہ اس کا نام ابن قتہ تھا (ج ٤، ص ۷٤)

۲۔ ص ۱۰۲، ۱۰۳

۳۔ ص ۱۲۳

٤۔ ص ۸٦۔ ۸۷، ان میں سے ۱۷ بیتیں علی بن عیسیٰ اربلی متوفی ٦۹۳ نے اپنی کتاب کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۳۸، طبع تبریز پر احمد بن اعثم کوفی متوفی ۳۱٤ھ کی کتاب الفتوح کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام علیہ السلام کا شیر خوار جب شہید ہو گیا تو آپ نے اپنے ننھے بچے کی قبر کھودتے وقت یہ اشعار پڑھے تھے۔ اسی طرح اسی کتاب نے اس موقع پر امام کے اشعار کو ذکر کیا ہے کہ جب آپ نے دشمن کی فوج پر زبردست حملہ کیا تھا اور وہ فوج بھاگ گئی درحالیکہ ان میں سے ۱۵۰۰ افراد فی النار ہو گئے امام یہ اشعار پڑھتے ہوئے خیمے کی طرف بڑھے۔ اربلی نے ص ۲۵۰ پر اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ ابیات جس کا پہلا جملہ "غدر القوم" ہے جو بہت مشہور ہے اسے ابو مخنف نے ذکر نہیں کیا ہے، واللہ اعلم۔ خوارزمی، متوفی ۵٦۸ ہجری نے ابن اعثم ہی کے حوالے سے ان میں سے ۳ اشعار ذکر کئے ہیں۔ (ج ٦، ص ۳۳)

۵۔ ص ۱۰۸۔ ۱۰۹

(ص ۱۲۹) چوتھی جگہ جملہ یہ ہے: "ویتحرش" وہ دھوکہ دے رہا تھا۔ (ص ۱۳٦)

ان تمام محذورات اور مشکلات کے باوجود میں تصور نہیں کرتا کہ کسی واقف کار انسان کے لئے اس کا احتمال بھی درست ہو کہ یہ کتاب ابو مخنف کی ہے بلکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کتاب جعلی ہے ۔

اسناد ابی مخنف

اب ہم آپ کے لئے تفصیلی طور پر ان راویوں کے اسماء کی فہرست پیش کرتے ہیں جو ابو مخنف اور اس جانسوز واقعہ کے درمیان واسطہ ہیں ۔ ہم ہر راوی کے نام کے سامنے اس روایت کو بھی ذکر کریں گے جو انھوں نے نقل کی ہے۔ اس صورت میں خود کتاب کی احادیث کی فہرست بھی سامنے آجائے گی۔

راویوں کے اختلاف، روایت کے کوائف اور ابی مخنف نے جن لوگوں سے روایتیں نقل کی ہیں ان کے اختلاف کے اعتبار سے ان اسماء کی فہرست چھ ٦ گروہ پر تقسیم ہوتی ہے ۔

راویوں کے اسماء

١۔ پہلا گروہ وہ ہے جو اس جانسوز واقعہ کا عینی شاہد ہے اور اس نے ابی مخنف سے بلا واسطہ بطور مستقیم ان واقعات کو بیان کیا ہے؛ اس طرح ابو مخنف نے فقط ایک واسطہ سے معرکۂ کربلا کو صفحہ قرطاس پر تحریر کیا ہے۔ یہ گروہ تین افراد پر مشتمل ہے ۔

٢۔ دوسرا گروہ بھی وہی ہے جو اس واقعہ کا عینی گواہ ہے لیکن اس نے اس واقعہ کو ابو مخنف سے بلا واسطہ نقل نہیں کیا ہے بلکہ ابو مخنف نے ایک یا دو واسطوں سے ان لوگوں سے واقعات نقل کئے ہیں یعنی معرکۂ کربلا کو دو یا تین واسطوں سے نقل کیا ہے۔ اس گروہ میں ١٥ افراد ہیں ۔ اس طرح کربلا کے روح فرسا واقعات کے عینی شاہدین کی تعداد ١٨ ہوتی ہے ۔

٣۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو واقعہ کربلا سے قبل یا بعد کسی نہ کسی طرح اس واقعہ میں شریک تھا ۔ ان لوگوں نے ابو مخنف سے ان واقعات کی حکایت بلا واسطہ کی ہے اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک واسطہ سے اس معرکہ کا نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ گروہ پانچ افراد پر مشتمل ہے ۔

٤۔ چوتھے گروہ میں بھی وہی لوگ ہیں جو کسی نہ کسی طرح واقعہ کربلا کے پہلے یا بعد اس جانسوز واقعہ میں شریک تھے لیکن ابو مخنف نے ایک یا دو واسطہ سے ان لوگوں سے روایت نقل کی ہے اور وہ ۲۱ افراد ہیں ۔

۵۔ پانچواں گروہ وہ ہے جو نہ تو اس واقعہ کا عینی شاہد ہے اور نہ ہی اس واقعہ میں شریک ہے یہ افراد ابو مخنف کی روایت اور ان راویوں کے درمیان واسطہ ہیں ۔ اس بنا پر ابو مخنف نے معرکہ کربلا اور وہاں گزرنے والے واقعات کو ان لوگوں سے ایک یا چند واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ ۲۹ افراد ہیں ۔

٦۔چھٹا گروہ وہ ہے جو عادل اور نیک کردار ہے، جس میں ائمہ کے اصحاب یا خود ائمہ علیہم السلام موجود ہیں ۔یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو اس معرکہ کے عینی شاہد ہیں نہ ہی العیاذ باللہ اس واقعہ میں شامل تھے۔ اس طرح یہ افراد بھی وسائط ہی میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان لوگوں نے واسطہ سے حدیثیں نہیں بیان فرمائی ہیں یا واسطہ کی صراحت نہیں کی ہے اور یہ ١٤ افراد ہیں ۔

اس جدول سے یہ روشن ہوجاتا ہے کہ جن لوگوں نے بالواسطہ یا بلا واسطہ ابو مخنف سے حدیثیں نقل کی ہیں وہ کل انتالیس (۳۹) افراد ہیں جنھوں نے سند کے ساتھ ٦۵ روایات نقل کی ہیں اور کتاب ابو مخنف کل انھیں روایتوں کا مجموعہ ہے جو فی الوقت ہماری دست رس میں نہیں ہے۔ ہم نے ان افراد کی شرح احوال یا تو کتب رجالی سے حاصل کی ہے یا تاریخ طبری میں ان کی روایت کے سلسلے میں تحقیق کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ اب ہم تفصیلی طور پر مذکورہ فہرست کو بیان کررہے ہیں ۔

پہلی فہرست

وہ لوگ جو واقعہ کربلا کے عینی شاہد ہیں اور انھوں نے ابو مخنف سے بلا واسطہ روایتیں نقل کی ہیں جن کی تعداد تین ۳افراد پر مشتمل ہے۔

۱۔ ثابت بن ہبیرہ:

اس شخص نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری اور اس کے بھائی علی بن قرظہ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔پورے مقتل میں اس راوی سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہے اور مجھے رجال کی کسی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں ملا۔، کتاب کی عبارت اس طرح ہے:" قال ابومخنف عن ثابت بن هبیره : فقتل عمرو بن قرظه بن کعب..."[۱] ابو مخنف، ثابت بن ہبیرہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن قرظۃبن کعب نے جام شہادت نوش فرمایا اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی کربلا میں تھا اور اس نے اس روایت کو بلا واسطہ نقل کیا ہے۔

۲۔ یحیٰی بن ہانی بن عروۃ المرادی المذحجی:

اس نے نافع بن ہلال جملی کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ متن روایت اس طرح ہے:"حدثني يحيى ... ان نافع ..."[۲] مجھ سے یحیٰی نے بیان کیا ہے کہ نافع ... ۔ واضح ہے کہ راوی نے بلا واسطہ نقل کیا ہے۔

یحیٰی کی ماں کا نام روعہ بنت حجاج زبیدی ہے جو عمرو بن حجاج زبیدی کی بہن ہے یعنی مذکورہ شخص یحیٰی کا ماموں ہے۔[۳] یہ ملعون اپنے ماموں عمرو بن حجاج کے ساتھ عمر بن سعد کے لشکر میں تھا اور اس نے نافع بن ہلال جملی کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔اسی ملعون نے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے ماموں عمرو بن حجاج زبیدی کو نافع بن ہلال کی شہادت کے بعد یہ کہتے سنا کہ وہ اپنے لشکر کو جنگ سے روک رہا تھا اور حکم دے رہا تھا کہ حسین اور اصحاب حسین(علیہم السلام) پر پتھر برسائیں ۔ اس کے بعد یحیٰی نے اپنے ماموں سے اس واقعہ کے بارے میں کچھ نقل نہیں کیا ہے۔[٤] اسی یحیٰی نے ابن زبیر کی طرف سے منسوب والئ کوفہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے لئے اپنے ماموں کی اس گفتار کو بھی نقل کیا ہے کہ جو عبداللہ بن مطیع کو مختار بن ابو عبید ثقفی کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکا رہی تھی۔ خود یحیٰی مختار کے خلاف جنگ میں اپنے ماموں کے ہمراہ شریک تھا۔[۵]

ابن حبانّ نے یحیٰی کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ دار قطنی نے کہا کہ اس کی باتوں کے ذریعہ استدلال کیا جاسکتا ہے۔نسائی کہتے ہیں :یہ ثقہ ہے اور ابو حاتم نے اضافہ کیا ہے کہ یہ بزرگان کوفہ میں شمار

۱۔تاریخ طبری، ج۵،ص٤٣٤

۲۔ طبری ،ج۵ ،ص٤٣٥

۳۔ طبری ،ج۵، ص٣٦٣

٤۔ طبری ،ج۵ ،ص٤٣٥

۵۔طبری،ج ٦،ص٢٨

ہوتا ہے۔ شعبہ نے کہا: "کان سید اہل الکوفۃ" یہ اہل کوفہ کا سید و سردار ہے، جیسا کہ تہذیب التہذیب میں بھی یہی مرقوم ہے۔

۳۔ زہیر بن عبد الرحمن بن زہیر خثعمی:

اسی نے سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمی کی شہادت کا ذکر کیا ہے متن روایت اس طرح ہے: "حدثنی ...قال ... کان ..." اس نے مجھ سے بیان کیا ہے ... اسی نے کہا ...[1] اس شخص سے فقط یہی ایک روایت نقل ہوئی ہے اور کتب رجالی میں ہم کو کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں ملا۔

دوسری فہرست

یہ گروہ بھی کربلا کے دلسوز واقعہ کا چشم دید گواہ ہے لیکن ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے واقعات کربلا کو نقل کیا ہے اور یہ ۱۵ افراد ہیں۔

۱۔ عقبیٰ بن سمعان:[2]

اس شخص نے امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے کی روایت کو نقل کیا ہے نیز ابن زیاد کی طرف سے حر کو خط لکھنے کی خبر بھی اسی نے بیان کی ہے۔ (ج۵، ص۴۰۷) اس شخص سے ابو مخنف ایک واسطہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

۲۔ ہانی بن ثبیت حضرمی سکونی:

اسی شخص نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے وارد ہونے کے بعد دونوں لشکر کے درمیان امام حسین علیہ السلام اور پسر سعد کی ملاقات کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح عاشورا سے قبل بھی ایک ملاقات کو نقل کیا ہے۔ روایت کا متن اس طرح ہے: "حدّثنی ابو جناب عن ھا نی ... وکا ن قد شھد قتل الحسین" مجھ سے ابو جناب نے ہانی کے حوالے سے نقل کیا ہے ... درحالیکہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی شاہد ہے۔ (ج۵، ص۴۱۳) یہی شخص عبداللہ بن عمیر کلبی کی شہادت میں شریک ہے جو سپاہ امام حسین علیہ السلام کے دوسرے شہید ہیں۔ (ج۵، ص۴۳۶) اسی

۱۔ طبری، ج۵، ص۴٤٦

۲۔ یہ شخص سکینہ بنت الحسین علیہ السلام کی ماں جناب رباب بنت امرء القیس کلبیہ کا خدمت گذار ہے عاشور کے دن اسے پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: "انا عبد مملوک" میں ایک مملوک (غلام) ہوں، تو پسر سعد نے اسے چھوڑ دیا۔ طبری (ج۵، ص۴۵٤)

ملعون نے امیر المومنین کے دو فرزند عبد اللہ اور جعفر کو شہید کیا۔ اسی طرح خاندان امام حسین علیہ السلام کے ایک نوجوان کو قتل کیا، نیز اسی گمراہ شخص نے امام حسین علیہ السلام کے فرزند عبداللہ کو شہید کر کے جناب رباب کی آغوش کو ویران کر دیا۔ (ج۵، ص ٤٦٨)

۳۔ حمید بن مسلم ازدی:

اس شخص سے مندرجہ ذیل خبریں نقل ہوئی ہیں:

(الف) ابن زیاد نے پسر سعد کو خط لکھا کہ حسین اور اصحاب حسین علیہم السلام پر فوراً پانی بند کر دیا جائے اور شب ۷ محرم کو حضرت ابو الفضل العباس پانی کی غرض سے باہر نکلے۔ (ج۵، ص ٤١٢)

(ب) شمر ملعون کو کربلا بھیجا گیا۔ (ج۵، ص ٤١٤)

(ج) امام حسین علیہ السلام کی سپاہ پر یزیدی فوج نے حملہ کر دیا۔ (ج۵، ص٤٦٩)

(د) امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے قبل جب شمر نے مخدرات عصمت کے خیمہ پر حملہ کیا تو امام حسین علیہ السلام نے اسے للکارا اور فرمایا: "شیعہ آل ابی سفیان" نیز نماز ظہر اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت۔ (ج۵، ص٤٣٩)

(ھ) جناب علی اکبر کی شہادت پر امام حسین علیہ السلام کا بیان، آپ کی شہادت پر حضرت زینب کبری کا خیمہ سے باہر نکل آنا، جناب قاسم بن حسن علیہ السلام کی شہادت اور امام حسین علیہ السلام کی آغوش میں آپ کے نونہال عبداللہ کی شہادت۔ (ج۵، ص ٤٤٦۔ ٤٤٨)

(و) اپنے تمام اصحاب وانصار کی شہادت کے بعد سے لے کر اپنی شہادت تک سرکار سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی حالت۔ (ج۵، ص ٥٥١۔ ٤٥٢)

(ز) امام کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل پر لشکر میں اختلاف عقبیٰ بن سمعان کی گرفتاری اور رہائی کی خبر، امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑانا اور حمید بن مسلم کا خولی بن یزید اصبحی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے سر کو ابن زیاد کے پاس لے جانا۔ (ج۵، ص ٤٥٥)

(ح)ابن زیاد کا خولی کو اپنے گھر کی طرف روانہ کرنا تاکہ وہ ابن زیاد کے اہل وعیال تک اس کی خیریت کی خبر پہنچا دے ، ابن زیاد کا دربار میں چھڑی کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کے لبوں سے بے ادبی کرنا ، اس جانکاہ منظر کو دیکھ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو حدیث نبوی کی طرف متوجہ کرانا، اس پر ابن زیاد کا زید کو جواب دینا ، پلٹ کر زید بن ارقم کا ابن زیاد کو جواب دینا، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا دربار ابن زیاد میں وارد ہونا ،نیز اس ملعون کا ستانے کی غرض سے حضرت سے ہم کلام ہونا ،اس پر حضرت زینب کبریٰ کا ابن زیاد کو مسکت جواب دینا ،پریشان ہو کر ابن زیاد کا دوبارہ چھڑی کے ذریعہ امام حسین کے لبوں سے بے ادبی کرنا ، عمرو بن حریث اور ابن زیاد کا امام زین العابدین علیہ السلام سے ہم کلام ہونا ، اس پر امام علیہ السلام کا اسے جواب دینا ، اس جواب سے غصہ میں آکرابن زیادکا امام علیہ السلام کو قتل کردینے کا ارادہ کرنا، اس پر آپ کی پھوپھی زینب کا امام علیہ السلام سے لپٹ جانا اور آخر میں ابن زیاد کا مسجد میں خطبہ دینا ، اس پر عبداللہ بن عفیف کا اعتراض اور ان کی شہادت کی روداد، یہ سب حمید بن مسلم نے نقل کیا ہے ۔

روایات کی سند

ان تمام روایات میں ابو مخنف کے لئے حمید بن مسلم سے روایت نقل کرنے کا واسطہ سلیمان بن ابی راشد ہیں ۔ جستجو کرنے والے پر یہ بات روشن ہے کہ مختلف مناسبتوں کے اعتبار سے اس سند میں تقطیع (درمیان سے حذف کرنا) کی گئی ہے۔ان اخبار کو ملاحظہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پورا واقعہ شمر کے بھیجے جانے سے شروع ہوتا ہے اور ابن زیاد کے دربار اور عبداللہ بن عفیف کی شہادت پر تمام ہوتا ہے ۔

یہیں سے دقت کرنے پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حمید بن مسلم ، شمر بن ذی الجوشن کلابی کے لشکر کے ہمراہ تھا ، خصوصاًیہ بات وہاں پر اور واضح ہو جاتی ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ حمید نے متعدد مرتبہ شمر سے گفتگو کی ہے اور بہت سارے موارد میں اسی نے شمر کی سرزنش کی ہے۔ اسی طرح حمید بن مسلم کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد خیموں میں موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص شمر کے لشکر میں تھا کیونکہ امام کی شہادت کے بعد اسی ملعون نے اپنے اوباش ساتھیوں کے ساتھ خیمے پر حملہ کیا تھا اور اس کے علاوہ کسی نے بھی یہ قبیح فعل انجام نہیں دیا ہے۔

اسکے بعد یہی حمید بن مسلم توابین کے انقلاب میں بھی ہمیں شریک نظر آتا ہے ، (ج ۵، ص۵۵۵) نیز قید خانے میں حمید نے مختار سے بھی ملاقات کی ہے لیکن سلیمان کو مختار سے برحذر کیا اور انھیں خبری دی کہ مختار لوگوں کو تمہاری مدد کرنے سے روک رہے ہیں ۔ یہ سنتے ہی حمید ، مختار سے منہ موڑ لیتا ہے (ج۵، ص ۵۸۱۔ ۸۵٤) اور توابین کے ساتھ شکست کھا کر لوٹ جاتا ہے۔ (ج۵، ص٦۰٦) حمید بن مسلم ، ابراہیم بن مالک اشتر نخعی کا دوست تھا اور اس کا ابراہیم کے یہاں آنا جانا تھا لہٰذا توابین کے انقلاب کے بعد وہ ہر شب ابراہیم کے ہمراہ مختار کے پاس جایا کرتا تھا ، صبح تک تدبیر امور میں مشغول رہتا اور صبح ہوتے ہی لوٹ آتا تھا۔ (ج٦،ص ١٨) حمید بن مسلم شب سہ شنبہ شب قیام مختار ابراہیم کے ہمراہ ان کے گھر سے نکلا اور سو(١٠٠) برہنہ شمشیر سپاہیوں کے ہمراہ جو اپنی قباؤں کے اندر زرہ پوش تھے (ج٦،ص ١٩) مختار کے گھر پہنچا (ج٦،ص٣٦) لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ مختار کا مصمم ارادہ یہ ہے کہ قاتلین امام حسین علیہ السلام سے انتقام لیں گے تو اس نے عبد الرحمن بن مخنف ازدی (ابو مخنف کے چچا) کے ہمراہ مختار کے خلاف خروج کر دیا۔ اس مڈبھیڑ میں جب عبد الرحمن زخمی ہوا تو حمید نے چند رثائی اشعار کہے (ج٦،ص ٥١) اور جب عبد الرحمن بن مخنف نے کوفہ سے فرار کر کے بصرہ میں مصعب بن زبیر کے یہاں پناہ لی تو حمید بھی اس سے ملحق ہو گیا۔ (ج٦،ص٥٨) تاریخ طبری میں اس کا آخری تذکرہ اس طرح سے ملتا ہے (ج٦،ص٢١٣) کہ اس نے عبد الرحمن بن مخنف پر اس وقت مرثیہ سرائی کی جب "کازرون" کے نزدیک خوارج کے ایک گروہ نے ٧٥ ہجری میں اسے اس وقت قتل کر دیا جب وہ مہلب بن صفرہ کے ہمراہ حجاج بن یوسف ثقفی کی طرف سے گروہ خوارج کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ ذہبی نے میزان الاعتدل (ج١،ص ٦١٦) میں اور ابن قدامہ نے مغنی (ج١،ص١٩٥) میں اس مطلب کا ذکر کیا ہے ۔

٤۔ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی:

شب عاشور اور روز عاشور کا واقعہ اسی شخص کی زبانی نقل ہوا ہے نیز لشکر کا مقابلہ اور روز عاشور امام علیہ السلام کا مفصل خطبہ بھی اسی راوی نے نقل کیا ہے (ج۵،ص۴۱۸۔۴۱۹، اور ۴۴۴،۴۲۵،۴۲۳،۴۲۱)

ابو مخنف نے ان واقعات کو ایک واسطہ سے ضحاک بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے اور اس واسطہ کا نام عبد اللہ بن عاصم فائشی ہمدانی ہے ۔یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ شخص بھی ہمدانی ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے امام حسین علیہ السلام سے اس شرط پر ساتھ رہنے کا عہد کیا تھا کہ اگر آپ کے اصحاب شہید ہوگئے تو میں نکل بھاگوں گا؛ امام علیہ السلام نے بھی اسے قبول کر لیا اور وہی ہوا کہ جب اصحاب وانصار شہید ہوگئے تو یہ شخص اپنی جان بچا کر عین معرکہ سے بھاگ گیا۔ (ج۵،ص ۴۱۸، ۴۴۴) شیخ طوسی نے اپنی کتاب رجال میں اسے امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے! ۔

۵۔ امام زین العابدین:

امام علیہ السلام سے شب عاشور کا واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا گیا ہے ۔

(الف) حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور عامری نے امام سجاد سے روایت نقل کی ہے۔ (ج۵،ص۴۱۸)

(ب) حارث بن کعب والبی ازدی کوفی اور ابو ضحاک بصری دونوں نے امام علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے۔ (ج۵،ص۴۲۰)

٦۔ عمرو حضرمی:

یہ شخص عمر بن سعد کے لشکر کا کاتب تھا۔ (ج۵،ص۴۲۲) عمرو حضرمی دو واسطوں سے حدیث بیان کرتا ہے۔ لیکن اہل رجال کے نزدیک یہ شخص غیر معروف ہے ۔

۷۔ غلام عبد الرحمن انصاری:

عبد الرحمن بن عبد ربّہ انصاری کے غلام سے شب عاشور بریر بن خضیر ہمدانی کے مزاح کا واقعہ منقول ہے۔ ابو مخنف نے یہ واقعہ دو واسطوں سے نقل کیا ہے اور وہ دونوں واسطے اس طرح ہیں : "عمرو بن مرّہ جملی نے ابی صالح حنفی سے نقل کیا ہے" دوسری خبر میں اس طرح آیا: "جب میں نے ان لوگوں کو تیزی کے ساتھ آتے ہوئے دیکھا تو پیچھے ہو گیا اور ان کو چھوڑ دیا"۔ (ج۵،ص ۴۲۱و۴۲۲)

۸۔ مسروق بن وائل حضرمی:

جنگ شروع ہوتے وقت ابن حوزہ کی روایت اسی شخص سے دو واسطوں (عطاء بن سائب اور عبد الجبار بن وائل حضرمی) کے ذریعہ نقل ہوئی ہے۔ اس نے کہا:" كنت في اوائل الخيل ممن سارالى الحسين ... "میں اس لشکر میں آگے آگے تھا جو امام حسین کی طرف روانہ کیا گیا تھا ... میں اس آرزو میں تھا کہ حسین کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لیجاؤں تا کہ اس کے دربار میں مجھے کوئی مقام حاصل ہو سکے۔"...فرجع مسروق ... وقال لقد رايت من اهل هذالبيت شيئاًلا اقاتلهم ابداً"(ج۵، ص ۴۲۱) پھر مسروق وہاں سے پلٹ آیا ... اور اس نے کہا: میں نے اس خاندان میں ایسی چیز دیکھی ہے کہ میں کبھی بھی ان سے نہیں لڑوں گا۔

۹۔ کیثربن عبداللہ شعبی ہمدانی:

ابو مخنف نے زہیر بن قین کا خطبہ علی بن حنظلہ بن اسعد شبامی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ شبامی نے اس خطبہ کو اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص سے نقل کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا شاہد تھا، اس کا نام کثیر بن عبداللہ شعبی ہے۔ (ج۵،ص ۴۲۶) طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بڑا شجاع اور بے باک تھا کبھی بھی پیٹھ نہیں دکھاتا تھا۔ جب عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے سپہ سالاروں سے چاہا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے سوال کریں کہ وہ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں ؟ تو تمام لوگوں نے انکار کردیا اور امام حسین کے سامنے جانے میں جھجھک کا اظہار کیا، کوئی بھی جانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اسی اثنا میں کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھا اور بولا: میں حسین کی طرف جاؤں گا، خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو غافل گیر کر کے میں ان کا خاتمہ بھی کر سکتا ہوں ... یہ شخص اسلحے سے لیس ہو کر وہاں پہنچا ... تو زہیر قین نے کہا: اپنی تلوار اپنے جسم سے جدا کر کے آئو! اس ملعون نے کہا: ہرگز نہیں! خدا کی قسم یہ میری کرامت کے منافی ہے۔ اس کے بعد دونوں میں نوک جھونک ہونے لگی ...۔(ج ۵، ص ۴۱۰)

یہی وہ شخص ہے جس نے مہاجر بن اوس کے ہمراہ زہیر بن قین بجلی پر حملہ کیا اور ان دونوں ملعونوں نے مل کر اس شجاع اور پاک طینت انسان کو شہید کر دیا(ج۵، ص ۴۴۱)

۱۰۔ زبیدی:

یہ شخص دوسرے حملہ کی خبر نقل کرتا ہے۔(ج۵، س۴۳۵) یہ یمن کے قبیلہ زبید کا ایک فرد ہے جو اپنے قبیلہ کے سردار عمرو بن حجاج زبیدی کی سپہ سالاری کے واقعات کی روایت کرتا ہے۔

۱۱۔ ایوب بن مشرح خیوانی:

اس شخص نے مادروہب کلبی کی جانثاری، فداکاری اور خلوص کا تذکرہ کیا ہے۔اس کے علاوہ جناب حر کے گھوڑے کو اسی نے پئے کیا تھا۔ جب جناب حر کی شہادت کے بعد قبیلہ والوں نے اسے للکارا اور آپ کی شہادت کے سلسلے میں اسے متہم کیا تو اس نے کہا:"لا واللہ ما انا قتلتہ ولکن قتلہ غیری"نہیں خدا کی قسم میں نے انہیں قتل نہیں کیا ہے، انہیں تو میرے علاوہ کسی دوسرے نے قتل کیا ہے"وما احبّانی قتلتہ": نہ فقط یہ کہ میں نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ میں تو اس بات کو پسند بھی نہیں کرتا تھا کہ میں ان کے قتل میں شرکت کروں۔اس پر" ابو ودّاک جبر بن نوف ہمدانی "نے کہا: ولم لا ترضی بقتلہ، تم ان کے قتل سے کیوں راضی نہیں تھے؟ اس نے کہا:"زعموا انہ کان من الصا لحین" لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ نیک سرشت ہیں "فو اللہ لئن کان آثما..."خدا کی قسم اگروہ گناہگار تھے اورخداوندعالم اگرمجھے جہنم میں ان کو زخمی کرنے کے گناہ میں ڈالنا چاہتاتو اس موقف کو پسند کرتا بجائے اس کے کہ مجھے ان میں سے کسی ایک کے قتل کردینے کے عذاب میں بتلاکردے،اس پرابوودّاک نے کہا:"ماارٰاک الا ستلقی اللہ بأثم قتلھم اجمعین...انتم شرکاء کلکم فی دمائھم"میں تو اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں سمجھتا کہ عنقریب خدائے متعال تم کو ان سب کے قتل کے عذاب میں بتلاکرے گا...تم سب کے سب ان کے خون میں شریک ہو۔ (ج۵،ص۴۳۷)

۱۲۔ عفیف بن زہیر بن ابی الاخنس:

یہ شخص بریربن خضیر ہمدانی کی شہادت کو بیان کرتا ہے، وہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے۔وہ اپنی اس روایت میں یہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا سے قبل بریر مسجد کوفہ میں ان ظالموں کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے۔ (ج۵،ص ۴۳۱)

۱۳۔ ربیع بن تمیم ہمدانی:

اس شخص نے عابس بن شبیب شاکری کے مقتل کو بیان کیا ہے اور وہ کربلا کے جانسوز واقعے کا عینی شاہد ہے۔(ج ۵، ص۴۴۴)

۱۴۔ عبداللہ بن عمار بارقی:

اس نے دشمنوں پر حملہ کے وقت امام حسین علیہ السلام کی حالت کو بیان کیا ہے اور یہ شخص بھی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا عینی گواہ ہے۔ لوگوں نے جب اس بات پر اس کی ملامت کی کہ تو امام حسین کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا تو اس ملعون نے اپنی جنایت کاریوں کی توجیہ کرتے ہوئے کہا: "ان لی عند بنی ہاشم لیَداً" میں نے بنی ہاشم کی خدمت کی ہے اس سلسلے میں کسی حد تک ان پر حق رکھتا ہوں۔ لوگوں نے اس سے پوچھا: بنی ہاشم کے پاس تمہارا کونسا حق ہے؟ تو اس ملعون نے کہا: میں نے نیزوں سے حسین پر حملہ کیا یہاں تک کہ بالکل ان کے نزدیک پہنچ گیا... لیکن وہاں پہنچ کر میں اپنے ارادہ سے منصرف ہو گیا اور تھوڑی دور پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ (ج۵، ص ۴۵۱)

۱۵۔ قرۃ بن قیس حنظلی تمیمی:

اس شخص نے شہداء کے سر کو تن سے جدا کئے جانے اور اہل بیت اطہار کی اسیری کی غم انگیز اور جگر سوز داستان کو بیان کیا ہے۔ (ج۵، ص ۴۵۵) یہ شخص اپنے قبیلہ کے سردار حر بن یزید ریاحی تمیمی کے ہمراہ اس لشکر میں تھا جو امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکنے کے لئے آیا تھا۔ (ج۵، ص ۴۲۷) یہ وہی شخص ہے جسے پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ آپ سے سوال کرے کہ آپ کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ جب یہ شخص امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا تو اس نے امام علیہ السلام کو سلام کیا۔ حبیب بن مظاہر اسدی نے اس کو امام حسین علیہ السلام کی نصرت و مدد کی طرف دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ (ج۵، ص ۴۱۱) یہی وہ شخص ہے جس نے روایت نقل کی ہے کہ جب حر نے امام حسین علیہ السلام کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے پوچھا: کیا تم اپنے گھوڑے کو پانی پلانا نہیں چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر حر اس سے دور ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اگر حر نے مجھے اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا ہوتا تو میں بھی ان کے ہمراہ حسین سے ملحق ہو جاتا۔ (ج۵، ص ۴۲۷)

جی ہاں یہی وہ ۱۵ افراد ہیں جو کربلا کے دلسوز اور غمناک واقعہ کے عینی شاہد ہیں اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے۔

تیسری فہرست

تیسری فہرست میں وہ لوگ ہیں جو ان واقعات کے شاہد ہیں اور وہاں حاضر تھے۔ ان لوگوں نے بغیر کسی واسطے کے خود ابو مخنف سے واقعات بیان کئے ہیں اور یہ چار افراد ہیں :

۱۔ ابو جناب یحیٰ بن ابی حیۃ الوداعی کلبی :

اس شخص نے ابن زیاد سے جناب مسلم بن عقیل کے ساتھیوں کے مقابلہ کو نقل کیا ہے (ج ۵ ص ۳۶۹ و ۳۷۰) نیز جناب مسلم اور ہانی بن عروہ کے سر کو یزید کی طرف بھیجے جانے اور خط لکھ کر اس خبر سے آگاہ کرنے کی روایت بھی اسی شخص سے ملتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابو جناب ان خبروں کو اپنے بھائی ہانی بن ابی حیہ وداعی کلبی کے حوالے سے نقل کرتا ہے ، کیونکہ ہانی بن ابی حیہ کے ہاتھوں ابن زیاد نے یزید کو خط روانہ کیا تھا۔

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۳ روایتیں منقول ہیں ، جن میں سے ۹ روایتیں جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان سے متعلق ہیں جو بالواسطہ ہیں اور ۹ روایتیں کربلا سے متعلق ہیں جن میں سے پانچ بالواسطہ ہیں اور چار مرسل ہیں (یعنی درمیان سے راوی حذف ہے) ۔ آخری روایت جو میرے ذہن میں ہے اور مرسل ہے وہ مصعب بن زبیر کا ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھنے کا واقعہ ہے جس میں مصعب نے ابراہیم کو مختار کے بعد ٦٧ ہجری میں اپنی طرف بلایا تھا۔ (ج ٦ ص ۱۱۱) تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ، ص ۲۰۱) پر اس کی پوری بایو گرافی موجود ہے۔ اس میں راوی کے سلسلے میں یہ جملہ ملتا ہے : "کوفی صدق مات ٤٧ھ" یہ شخص کوفی تھا ، سچا تھا اور ۱٤٧ ہجری میں اس کی وفات ہوئی۔

۲۔ جعفر بن حذیفہ طائی:

جناب مسلم نے اپنی شہادت سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو اہل کوفہ کی بیعت کے سلسلے میں جو خط لکھا ہے اس کی روایت اسی شخص سے نقل ہوئی ہے، نیز محمد بن اشعث بن قیس کندی اور ایاس بن عثل طائی کے خط کا راوی بھی یہی شخص ہے جس میں ان لوگوں نے امام حسین کو جناب مسلم کی گرفتاری اور ان کی شہادت کی خبر پہنچائی تھی۔ (ج ۵، ص۳۷۵)

ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شخص علی سے روایت نقل کرتا ہے اور اس سے ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے۔جنگ صفین میں یہ شخص علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ ابن حبان نے اسے ثقات(معتبر وثقہ راویوں) میں شمار کیا ہے، پھر کہا ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ یہ کون ہے؟

طبری نے اس شخص سے ۵روایتیں نقل کی ہیں ،جن میں سے دو روایتیں جنگ صفین سے متعلق ہیں ،دوروایتیں خوارج کے ایک گروہ جس کا تعلق قبیلہ طئی سے تھا، کے سلسلے میں اور ایک واقعہ کربلا کے ذیل میں وہی مسلم بن عقیل کی خبر ہے جو گزشتہ سطروں میں بیان ہوچکی ہے۔

۳۔ دلہم بنت عمرو:

یہ خاتون، زہیر بن قین کی زوجہ ہیں ۔ جناب زہیر بن قین کا امام حسین کے لشکر میں ملحق ہونے کا واقعہ انھیں خاتون سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے کہ ابو مخنف کہتے ہیں دلہم نے مجھ سے اس طرح روایت نقل کی ہے ۔(ج۵، ص۳۹۶)

٤۔ عقبہ بن ابی العیزار:

امام حسین علیہ السلام کی دواہم خطبے جسے آپ نے مقام "بیضہ" اور مقام ذی حسم میں پیش کیا تھا اسی شخص سے مروی ہیں ،نیز امام حسین علیہ السلام کے جواب میں زہیر بن قین کی گفتگو، امام حسین علیہ السلام کے اشعار اور طرماح بن عدی کے اشعار کی بھی اسی شخص سے روایت نقل ہوئی ہے ۔(ج٥ ، ص٤٠٣) ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص حر کے لشکر میں تھا لہٰذا نجات پا گیا۔ اپنی رجالی کتابوں میں ہمیں اس کا تذکرہ کہیں نہیں ملا۔ ہاں لسان المیزان میں اس کا ذکر موجود ہے۔لسان المیزان کے الفاظ اس طرح ہیں :"یعتبر حدیثہ" اس کی حدیث معتبر ہے، نیز وہیں اس بات کی بھی یاد آوری کی گئی ہے کہ ابن حبان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے ۔

یہی وہ چار افراد ہیں جو ظاہراً ان واقعات کے شاہد ہیں اور ابو مخنف نے ان سے بلا واسطہ حدیثیں نقل کی ہیں ۔

چوتھی فہرست

یہ وہ لوگ ہیں جو اس جانسوز واقعہ میں موجود تھے یا اس دلسوز حادثہ کے معاصر تھے لہٰذا انہوں نے ان واقعات کو نقل کیا ہے ۔ ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایت نقل کی ہے۔ یہ ٢١ افراد ہیں ۔

١ ۔ ابو سعید دینار:

اس شخص کو" کیسان"یا " عقیصا مقبری "بھی کہا جاتا ہے۔مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام کے اشعار کو اسی شخص نے ایک واسطہ سے عبدالملک بن نوفل بن مساحق بن مخرمہ سے نقل کئے ہیں ۔(ج٥، ص٣٤٢) ذہبی نے اس کا ذکر میزان الاعتدال میں کیا ہے۔ ذہبی کہتا ہے: وہ ابو ہریرہ کے ہمنشین اور اس کے بیٹے کے دوست تھے۔ وہ ثقہ اور حجت ہیں ۔پیرانہ سالی کے باوجود ذہن مختل نہیں ہوا تھا... ۔آپ کی وفات ١٢٥ ہجری میں ہوئی ۔آپ کا شمار بنی تمیم کے طرفداروں میں ہوتا ہے۔ ابن جبان نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ مورد اعتماد اور بھروسہ مند ہیں ۔ (لسان المیزان، ج٢،ص١٣٩)

تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ واقدی نے کہا : یہ ثقہ ہیں اور ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں ۔پہلی صدی ہجری میں آپ کی وفات ہوئی ۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ ولید بن عبدالملک کی خلافت کے عہد میں وفات پائی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عمر نے انھیں قبر کھودنے کے کام پر مامور کیا تھا لہذا وہ قبروں کو کھودا کرتے تھے اور مردوں کو قبروں میں اتارتے تھے لہٰذا "المقبری" کے نام سے مشہور ہو گئے "۔ (تہذیب التہذیب، ج۸، ص ۴۵۳) شیخ طوسی نے اپنی کتاب "الرجال"میں ان کا تذکرہ حضرت علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں "دینار" کے نام سے کیا ہے ان کی کنیت ابو سعید اور لقب عقیصاذکر کیا ہے۔ اس لقب کا سبب وہ شعر ہے جسے "دینار" نے کہا تھا۔(رجال شیخ طوسی ، ص ۴۰ ،ط نجف) شیخ صدوق ابو سعید عقیصا کے حوالے سے اپنی "امالی "میں امام حسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا :"یاعلی !انت اخی و انا اخوک، اناالمصطفیٰ النبوۃ، وانت المجتبیٰ للامامۃ ، وانا صاحب التنزیل ، وانت صاحب التاویل ،واناوانت ابواھذہ الامۃ،انت وصیّوخلیفتی ووزیری و وارثی وابو ولدوشیعتک شیعتی"اي علی!تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں ، خدا نے مجھ کو نبوت کے لئے منتخب کیا اور تم کو امامت کیلئے چن لیا،میں صاحب تنزیل (قرآن)ہوں تم صاحب تاویل ہو ،میں اور تم دونوں اس امت کے باپ ہیں ، تم میرے وصی، خلیفہ،وزیر، میرے وارث اور میرے فرزندں کے باپ ہو،تمہارے شیعہ اورپیروکارمیرے شیعہ وپیروکارہیں ۔

۲۔عقبہ بن سمعان :

مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلنے کی خبر ، عبداللہ بن مطیع عدوی سے آپ کی ملاقات ، مکہ پہنچنے کی خبر، (ج۵،ص ۳۵۱)مکہ سے نکلتے وقت ابن عباس اور ابن زبیر کی امام علیہ السلام سے گفتگو، (ج ۵ ، ص۳۸۳) والی مکہ عمرو بن سعید بن عاص اشدق کے قاصد کا امام حسین تک پہنچنا اور حاکم مکہ کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کو مکہ واپس لوٹانے کی خبر، منزل تنعیم پر" ورس الیمن "کی خبر ، قصر بنی مقاتل سے گذرنے کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام کی اپنے بابا سے گفتگو ، نینوا میں اس نورانی کارواں کا ورود ،ابن زیاد کے پیغامبر کا حر تک ابن زیاد کا خط لیکر پہنچنا امام علیہ السلام اور پسر سعد کا کربلا میں وارد ہونا (ج۵،ص۴۰۷ ۔ ۴۰۹) اور وہ شرطیں جو امام حسین نے پسر سعد کے سامنے پیش کی تھیں اسی شخص سے مروی ہیں ۔ (ج ۵ ،ص۴۱۳)یہ تمام روایتیں اس نے ایک واسطہ سے حارث بن کعب و البی ہمدانی سے نقل کی ہیں ۔ یہ اس بات کی تائید ہے کہ ابو مخنف نے مناسبتوں کے مطابق روایتوں کی اسناد میں تقطیع (درمیان سے راوی کو حذف کردینا) کی ہے۔ عقبہ بن سمعان کی سوانح زندگی گذشتہ صفحات پر گذرچکی ہے لہٰذا اسے وہاں دیکھا جا سکتا ہے ۔

۳۔ محمد بن بشر ہمدانی:

معاویہ کی موت کے بعد کوفہ کے شیعوں کا سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر اجتماع ، سلیمان بن صرد کا خطبہ اور اجتماعی طور سے سب کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا ، مسلم بن عقیل کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کا ان لوگوں کو جواب، (ج۵،ص۳۔ ۳۵۲)راستے ہی سے جناب مسلم کا امام حسین علیہ السلام کو خط لکھنا ، پھر امام علیہ السلام کا جواب دینا ، مسلم کا کوفہ پہنچنا اور کوفہ کے شیعوں کا جناب مختار کے گھر میں مسلم کے پاس آنا جانا (ج۵ص۳۵٤۔ ۳۵۵) اورہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابن زیاد کا خطبہ،ان تمام روایتوں کو محمد بن بشیر ہمدانی نے ایک واسطہ سے حجاج بن علی بارقی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

یہ شخص سلیمان بن صرد کے گھر میں شیعوں کے اس اجتماع میں حاضر تھا،کیونکہ وہ کہتا ہے: "فذکرنا هلاک معاويه فحمد نا الله عليه فقال لنا سليمان بن صرد ..."تو ہم نے معایہ کی ہلاکت کا تذکرہ کیا اور اس پر خدا کا شکر ادا کیا تو سلیمان بن صرد نے ہم سے کہا ... "ثم سرحنا بالکتاب ..."پھر خط لے کر ہم لوگ نکلے"،"وامر نا هما با لنجاء ..."اور ہم نے ان دونوں کو کاملاًرازداری کا حکم دیا"،"...ثم سرحنا الیہ.."پھر ہم لوگ اس کی طرف گئے"...ثم لبثنا يومين آخرين ثم سرحنا اليه..."پھر ہم لوگ دو دنوں تک ٹھہرتے رہے پھر اس کی طرف گئے "...وکتبنا معهما.."اور ہم نے ان دونوں کے ساتھ لکھا۔ (ج۵، ص۳۵٤۔ ۳۵۵)یہ شخص مختار کے گھر میں مسلم کے سامنے اس شیعی اجتماع میں حاضر تھا لیکن جنگ و جدال سے بچے رہنے کی غرض سے مسلم کی بیعت نہ کی، کیونکہ راوی حجاج بن علی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن بشیر سے کہا: "فهل کان منک ان تقول"؟کیا تم اس مورد میں کوئی عہدپیمان کروگے تو محمد بن بشیر نے جواب دیا:"ان کنت لأ حب ان يعز الله أصحابی با لظفر" اگرچہ میں چاہتاہوں کہ خدا ہمارے ساتھیوں کو فتح وظفر کی عزت سے سرفراز کرے"وما کنت احب ان اقتل !وکر هت ان اکذب"(ج۵، ص۳۵۵) لیکن میں قتل ہونا نہیں چاہتا اور میں جھوٹ بولنا بھی پسند نہیں کرتا ۔

لسان المیزان میں ابو حاتم کے حوالے سے اس کا ذکر ہے کہ ابو حاتم کہتے ہیں :"یہ شخص محمد بن سائب کلبی کوفی ہے۔ اسے اس کے جد محمد بن سائب بن بشر کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔[۱] شیخ طوسی نے اپنی کتاب رجال میں اس شخص کو امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔[۲]

٤۔ ابو الودّاک جبر بن نوف ہمدانی :

کوفہ میں نعمان بن بشیر انصاری (معاویہ اوریزید دونوں کی جانب سے کوفہ کا حاکم) کا خطبہ ، کوفیوں کا خط یزید کے نام ،(ج٥، ص٣٥٥۔٣٥٦) کوفہ میں ابن زیاد کا خطبہ، (ج٥،ص٣٥٨۔ ٣٥٩) مسلم کا ہانی کے گھر منتقل ہو نا ، ابن زیاد کی طرف سے معقل شامی کا جاسوسی کے ذریعہ مسلم کا سراغ پانا ، ابن زیاد کا ہانی کی عیادت کو آنا اور عمارہ بن عبید سلولی کا اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کردیں ، لیکن ہانی کا اس مشورہ کو پسند نہ کرنا ، ہانی کے گھر ابن زیاد کا شریک بن اعور حارثی ہمدانی کی عیادت کو آنا اور شریک کا مسلم کو اشارہ کرنا کہ ابن زیاد کو قتل کردیں لیکن مسلم کا انکار کرنا،جس پرہانی کا کبیدہ خاطر ہونا ، ابن زیاد کا ہانی کو طلب کرنا اور انہیں زدو کوب کرنا اور قید کردینا ، اس پر عمرو بن حجاج زبیدی کا قبیلہ کے جوانوں اور بہادروں کو لے کر دارالامارہ کے ارد گرد ہانی کی رہائی کے لئے ہجوم کرنا، اس پر دھوکہ اور فریب کے ساتھ قاضی شریح کا ہانی کے پاس جانا اور واپس لوٹ کر جھوٹی خبر دینا کہ ہانی صحیح سالم ہیں ، اس پر قبیلہ والوں کا واپس پلٹ جا نا ،مندرجہ بالا تمام خبریں اسی ابو ودّاک سے مروی ہیں ۔اس نے ان تمام اخبار کو نمیر بن وعلہ ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے، فقط آخری خبر معلی بن کلیب سے نقل کی ہے۔

۱۔لسان المیزان،ج٥، ص٩٤

۲۔ رجال الشیخ،ص ١٣٦۔٢٨٩ ط نجف ،طبری نے "ذیل المذیل"،ص ٦٥١مطبوعہ دارسویدان پر طبقات بن سعدج ،٦،ص٣٥٨، کے حوالے سے ذکر کیا ہے منصورکی خلافت کے زمانے میں ،١٤٦، ہجری میں شہر کوفہ اس کی وفات ہوئی۔

ابو ودّاک کا پورا نام امیر المومنین کے اس خطبہ میں ملتا ہے جس کی روایت خود اس نے کی ہے کہ" نخیلہ" میں خوارج کی ہدایت سے مایوس ہونے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبہ دیا۔ (ج۵،ص۷۸) ظاہراً امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ شخص کوفہ ہی میں تھا۔ ایک دن اس نے ایوب بن مشرح خیوانی کی اس بات پر بڑی مذمت کی کہ اس نے حر کے گھوڑے کو کیوں پئے کیا؛اس نے ایوب سے کہا: "میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ خدا تم کو ان سب کے قتل کے عذاب میں واصل جہنم کرے گا، کیا تو نہیں جانتا ہے کہ اگر تو نے ان میں سے کسی پر تیر نہ چلایا ہوتا، کسی کے گھوڑے کو پئے نہ کیا ہوتا، کسی پر تیر بارانی نہ کی ہوتی، کسی کے روبرو نہ آیا ہوتا، کسی پر ہجوم نہ کیا ہوتا، کسی پر اپنے ساتھیوں کو بر انگیختہ نہ کیا ہوتا، کسی پر اپنے ساتھیوں کی کثرت کے ساتھ حملہ آور نہ ہوا ہوتا، جب تجھ پر حملہ ہوا ہوتا تو مقابلہ کرنے کے بجائے اگر تو عقب نشینی کرلیتا اور تیرے دوسرے ساتھی بھی ایسا ہی کرتے تو کیا حسین اور ان کے اصحاب شہید ہوجاتے ؟ تم سب کے سب ان پاک سرشت اور نیک طینت افراد کے خون میں شریک ہو۔ (ج۵،ص۳۵۷، ۳۵۸) ذہبی نے ان کا تذکرہ میزان الاعتدال میں کیا ہے۔،ذہبی کا بیان ہے: "صاحب ابی سعید الغدری صدوق مشہور" یہ ابو سعید غدری کے ساتھی اور صداقت میں مشہور تھے۔[۱] تہذیب میں اس طرح ہے: "ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور ابن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں ۔نسائی نے کہا ہے کہ صالح ہیں اور اپنی کتاب سنن میں ان سے روایت نقل کی ہے۔"[۲]

۵۔ ابو عثمان نہدی:

اہل بصرہ کے نام امام حسین علیہ السلام کا خط اور ابن زیاد کا اپنے بھائی عثمان کو بصرہ کا والی بنا کر کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی خبر اسی شخص نے ایک واسطہ صقعب بن زہیر کے حوالے سے نقل کی ہے۔ یہ شخص مختار کے ساتھیوں میں تھا؛ جب یہ ابن مطیع کی حکومت میں کوفہ وارد ہوا تو اسے ناداروں کی دادرسی کے امور پر مقرر کیا گیا۔ (ج۵، ص۲۲و۲۹)

۱۔میزان الاعتدال، ج۴، ص۵۸۴، ط حلبی ۔

۲۔تہذیب التہذیب، ج۲، ص۶۰و تنقیح المقال، ج۳، ص۲۷

تہذیب التہذیب میں اس کا ذکرملتا ہے۔روایت میں ہے کہ وہ قبیلہ قضاعہ سے تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کا زمانہ درک کیا ہے لیکن آپ کے دیدار کا شرف اسے حاصل نہ ہوا ۔یہ شخص کوفہ کا باشندہ تھا ۔جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے تو اس نے بصرہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ یہ شخص اپنی قوم میں معروف آدمی تھا، ٦٠حج انجام دئے، اس کا شمار صائم النہار اورقائم اللیل میں ہوتا تھا(یعنی دن روزں میں گذرتا تھا اور شب عبادت میں) اس پر لوگ بھروسہ کیا کرتے تھے، ایک سو تیس(١٣٠)سال کے سن میں ٩٥ھ میں وفات پائی ۔ (١)

٦۔ عبداللہ بن خازم کثیری ازدی :

یہ شخص یوسف بن یزید کے حوالے سے حضرت مسلم بن عقیل کی جنگ کا تذکرہ کرتا ہے اور سلیمان بن ابی راشد کے واسطہ سے لوگوں کے مسلم کو دھوکہ دینے کے واقعہ کو نقل کرتا ہے۔ اس شخص نے پہلے مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بیعت کی۔ جناب مسلم نے اسے ابن زیاد کے قصر کی طرف بھیجا تاکہ ہانی کا حال معلوم کرکے آئے ، پھر اس شخص نے جناب مسلم اورامام حسین علیہما السلام دونوں کو دھوکہ دیا ۔ (ج٥، ص٣٦٨۔٣٦٩)آخر کار اپنے کئے پر نادم ہوا اورتوابین کے ساتھ ہوگیا اور انھیں کے ہمراہ خروج کیا۔ (ج٥،ص٥٨٣)یہاں تک کہ قتل ہوگیا ۔(ج٥، ص٦٠١)

٧۔ عباس بن جعدہ جُدلی :

اس شخص کو عیاش بن جعدہ جُدلی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے ۔ جناب مسلم کا اموی حاکم کے خلاف قیام ، کوفیوں کی مسلم کے ساتھ دغا اور ابن زیادکا موقف اسی شخص نے یونس بن ابی اسحاق سبیعہمدانی کے واسطہ سے نقل کیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی اور ان کے ہمراہ نبرد میں شریک رہا، پھر درمیان جنگ سے غائب ہوگیا اوردکھائی نہ دیا ، روایت کا جملہ اس طرح ہے۔" خرجنا مع مسلم..".ہم لوگ مسلم کے ہمراہ سپاہ سے نبرد آزمائی کے لئے نکل پڑے ۔

٨۔ عبدالرحمن بن ابی عمیر ثقفی :

مختار کو ابن زیاد کے پرچم امان کے تلے آنے کی دعوت دینا اسی شخص سے منقول ہے ۔

٩۔ زائدہ بن قدامہ ثقفی :

جناب مسلم بن عقیل سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کا میدان نبرد

١۔تہذیب التہذیب، ج٦،ص٢٧٧

میں آنا، آپ کا اسیر ہونا، قصر کے دروازہ پر پہنچ کر پانی طلب کرنا اور آپ کو پانی پلائے جانے کا واقعہ اسی شخص کے حوالے سے مرقوم ہے ۔(ج۵،ص۳۷۵)

"طبری "نے اس شخص کو"قدامہ بن سعیدبن زائدہ بن قدامہ ثقفی" کے نام سے یاد کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زائدہ بن قدامہ، قدامہ بن سعید کے دادا ہیں اور وہ کوفہ کی پر ماجرا داستان میں موجود تھا اور اس کا پوتا"قدامہ بن سعید"وہ ہے جسے جناب شیخ طوسی نے امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ (طبری ،ص۲۷۵،ط نجف) لہٰذا ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے کہ"قدامہ بن سعید، زائدہ بن قدامہ ثقفی" سے روایت نقل کرتے ہیں ۔

۵۸ ہجری میں عام الجماعۃ[1] کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے عبدالرحمن بن ام حکم ثقفی کے دور حکومت میں قدامہ بن سعیدکا دادا زائدہ بن قدامہ کوفہ کی پولیس کا سربراہ تھا۔ (ج ۵ ،ص۳۱۰)جب ابن زیاد نے جناب مسلم علیہ السلام کے ارد گرد سے لوگوں کو جدا کرنے کے لئے پرچم امان بلند کیا تو" عمرو بن حریث "کے ہمراہ یہ شخص اس پرچم امن کا پرچمدار تھا۔ اسی شخص نے اپنے چچا زاد بھائی مختار کی سفارش کی تھی، یہی وہ شخص ہے جو کوفہ میں ابن زیاد کے قید خانے سے مختار کا خط لیکر مختار کے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے پاس لے گیا تھا۔ تاکہ وہ یزید کے پاس جا کر مختار کی رہائی کی سفارش کرے۔ صفیہ بنت ابی عبید ثقفی کے شوہر عبداللہ بن عمر، مختار کے بہنوئی نے جا کر وہاں سفارش کی تو مختار کو ابن زیاد نے آزاد کردیا ، لیکن ابن زیاد نے اس فعل پر"زائد بن قدامہ" کا پیچھا کیا تو وہ بھاگ نکلا یہاں تک کہ ان کے لئے امن کی ضمانت حاصل کی گئی۔ (ج۵،ص ۵۷۱)جب عبداللہ بن زبیر کی طرف سے مقرر والی کوفہ عبداللہ بن مطیع کی بیعت ہونے لگی تو بیعت کرنے والوں کے ہمراہ" زائد بن قدامہ "نے بھی ابن مطیع کی بیعت کی ابن مطیع نے بیعت کے فوراً بعد ابن "قدامہ" کو مختار کی طرف روانہ کیا تاکہ مختار کو بیعت کی دعوت دیں ، لیکن ابن قدامہ نے جب مختار کو اس کی خبر دی تو مختار نے خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ (ج٦،ص ۱۱)

۱۔ جماعت کا سال وہ سال ہے جس کا نام معاویہ نے جماعت کا سال رکھا تھا جسکے بعد اہلسنت خود کو اہلسنت والجماعت کہنے لگے ۔

کوفہ سے مختار کے قیام کا آغاز اسی شخص کے باغ سے ہوا تھا جو محلہ "سبخہ" میں تھا۔ (ج٦،ص٢٢) ابن زبیر کے مقرر کردہ والیٔ کوفہ عمر بن عبدالرحمن مخزومی کو ہٹانے کے لئے مختار نے اسی شخص کو روانہ کیا تھا اور ابن قدامہ نے اسے دھمکی اور مال کی لالچ دیکر ہٹادیا۔(ج٦، ص٧٢) کچھ دنوں کے بعد یہ شخص عبدالملک بن مروان سے ملحق ہوگیا اور اس کے ہمراہ مصعب بن زبیر سے جنگ شروع کی یہاں تک کہ "دیر جاثلیق"میں مختار کے خون کا انتقام لینے کے لئے اس نے مصعب کے خون سے اپنی شمشیر کو سیراب کر دیا۔(ج٦،ص١٥٩)

بالآخر حجاج نے ابن قدامہ کو ایک ہزار فوج کے ہمراہ مقام" رودباد"میں شبیب خارجی سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔وہاں پر اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ وہ مارا گیا؛ جبکہ اس کے ساتھی اس کے ارد گرد تھے۔، یہ واقعہ ٧٦ ہجری کے آس پاس کا ہے۔ (ج٦،ص٢٤٦)اس سے یہ صاف واضح ہے کہ"قدامہ بن سعید بن زائدہ"جن سے ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے عینی شاہد نہیں ہیں ، پس صحیح یہی ہے کہ"قدامہ بن سعید"نے"زائدہ بن قدامہ" سے روایت نقل کی ہے کیونکہ زائدہ (جیسا کہ گذشتہ سطروں میں ملاحظہ کیا) عمرو بن حریث کے ہمراہ تھا لہٰذا حضرت مسلم کی طرف ابن زیاد کی جانب سے محمد بن اشعث کو بھیجے جانے کی خبر اسی شخص نے اپنے پوتے قدامہ بن سعید سے نقل کی ہے۔

١٠۔عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی:

مسلم بن عقیل کا پانی طلب کرنا اور اس پر انھیں پانی پلائے جانے کی خبر اسی شخص کے پوتے سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ نے اس سے نقل کی ہے اور ابو مخنف نے اس سے روایت کی ہے۔ تقریب التہذیب میں لکھا ہے: یہ شخص روایت میں مورد اعتماد ہے جس کی وفات ١١٦ ہجری میں واقع ہوئی ہے۔

١١۔عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی:

صقعب بن زہیر کے حوالے سے اس شخص نے مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے نکلتے وقت کی خبر کو ذکر کیا ہے۔(ج٥، ص٣٨٢)مختار کے زمانے میں عبداللہ بن زبیر نے اس شخص کو کوفہ کا والی بنایا تو مختار نے مال کی لالچ اور ڈرا دھمکا کر اسے اس عہدہ سے ہٹادیا۔ (ج٦، ص٧١)تہذیب التہذیب میں اس کا تذکرہ موجود ہے ، صاحب کتاب کا بیان ہے کہ ابن حبان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے ، دوسرا بیان یہ ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سے یہ شخص روایت نقل کرتا ہے۔

۱۲۔ عبداللہ اور مذری:

عبداللہ بن مسلم اور مذری بن مشمعل یہ دونوں قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے ہیں ۔ حجر اسود اور باب کعبہ کے پاس امام حسین علیہ السلام کا ابن زبیر سے روبرو ہونا ، فرزدق کی امام سے ملاقات اور" ثعلبیہ" کے مقام پر امام علیہ السلام کا جناب مسلم کی شہادت سے باخبر ہونا، انھیں دونوں افراد نے دو واسطوں:(۱) ابی جناب یحیٰ بن ابی حیۃالوداعی کلبی سے اور اس نے عدی بن حرملہ اسدی سے نقل کیا ہے۔یہ دونوں افراد وہ ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی فریاد سنی لیکن آپ کی مدد نہیں کی عبد اللہ بن مسلم اسدی ۷۷ ہجری تک زندہ رہا۔ (۲)

۱۳۔امام علی بن الحسین بن علی علیہما السلام:

عبداللہ بن جعفر کا اپنے فرزند عون و محمد کے ہمراہ خط ، عمرو بن سعید اشدق کا اپنے بھائی یحیٰی کے ہمراہ خط اور امام علیہ السلام کا جواب چوتھے امام علیہ السلام سے ایک واسطہ سے مروی ہے اور وہ واسطہ حارث بن کعب والبی ہے ۔ (۳)

۱٤۔ بکر بن مصعب مزنی:

عبداللہ بن بقطر کی شہادت اور منزل" زبالہ" کا واقعہ ایک واسطہ سے اسی شخص سے مروی ہے اور وہ واسطہ ابو علی انصاری ہے ۔(٤) قابل ذکر بات یہ ہے کہ علماء رجال کی نگاہوں میں ان دونوں کی کوئی شناخت نہیں ہے ۔

۱۵۔ فزّاری:

سدّی کے واسطہ سے زہیر بن قین کے امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہونے کی خبر اسی شخص سے مروی ہے۔ روایت کا جملہ اس طرح ہے :" رجل من بنی فزار "(۵) بنی فزارہ کے ایک شخص نے بیان کیا ہے ۔

۱٦۔ طرماح بن عدی:

طرماح بن عدی کی روایت ایک واسطہ سے "جمیل بن مرثد غنوی " نے نقل کی ہے کہ طرماح نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ۔ امام حسین ے انہیں اپنی مدد کے لئے بلایا تو انھوں نے اپنی تنگ دستی اور عیال کے رزق کی فراہمی کا عذر پیش کیا ۔ امام علیہ السلام

۱۔تہذیب التہذیب، ج۷، ص٤۷۲ وخلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، ص۲۸٤

۲۔طبری، ج٦، ص۲۹۵ --۳۔طبری، ج۵، ص۳۸۸،۳۸۷--٤۔ج۵، ص۳۹۸۔ ۳۹۹ --۵۔ج۵، ص۳۹٦

نے بھی ان کو نہیں روکا؛اس طرح طرماح امام علیہ السلام کی نصرت کے شرف سے محروم رہ گئے۔ شیخ طوسی نے آپ کا تذکرہ امیر امومنین اور امام حسین علیھما السلام کے اصحاب میں کیا ہے۔

لیکن مامقانی نے آپ کی توثیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:"انه ادرک نصرة الامام علیه السلام وجرح و برء ثم مات بعد ذالک"[۱]

"آپ امام علیہ السلام کی نصرت ومدد سے شرفیاب ہوئے اور جنگ کے دوران زخمی ہوئے لیکن بعد میں آپ کا زخم مندمل ہو گیا؛ پھر اس کے بعد آپ نے وفات پائی ہے" لیکن مامقانی نے اس سلسلے میں کوئی ماخذ ذکر نہیں کیا ہے۔

۱۷۔ عامر بن شراحیل بن عبد الشعبی ہمدانی:

مجالد بن سعید کے حوالے سے انھوں نے قصر بنی مقاتل کی خبر کا تذکرہ کیا ہے۔[۲] مذکورہ شخص نے ۲۱ ہجری میں اس سرائے فانی میں آنکھ کھولی[۳] اس کی ماں ۱٦ ہجری کے "جلولائ" کے اسیروں میں شمار ہوتی ہے۔یہی دونوں باپ بیٹے ہیں جنھوں نے جناب مختار کو سب سے پہلے مثبت جواب دیا اور ان کی حقانیت کی گواہی دی۔[٤] ٦۷ ہجری میں یہ دونوں باپ بیٹے جناب مختار کے ہمراہ مدائن کے شہر "ساباط" کی طرف نکل گئے۔[٥] مختار کے بعد عامر بن شراحیل، اموی جلاد "حجاج بن یوسف ثقفی" سے ملحق ہو کر اس کا ہمنشین ہو گیا[٦] لیکن ۸۲ ہجری میں "عبد الرحمن بن اشعث بن قیس کندی" کے ہمراہ حجاج کے خلاف قیام کر دیا[۷] اور جب عبد الرحمن نے شکست کھائی تو "ری" میں حجاج کے والی قتیبہ بن مسلم سے ملحق ہو گئے اور امن کی درخواست کی تو حجاج نے امان دیدیا۔[۸] اسی طرح زندگی گذارتا رہا یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز کے دور حکومت میں ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک یزید بن عبد الملک بن مروان کی طرف سے اسے کوفہ کے قاضیوں کا سربراہ قرار دیا گیا۔

۱۔ تنقیح المقال، ج۲، ص۱۰۹ یہ بات پہلے گذرچکی ہے کہ یہ وہی معروف مقتل ہے جو ابو مخنف کی طرف منسوب ہے اور یہ وہی روایت ہے جس پر نفس المھموم کے صفحہ ۱۹۵ پر محدث قمی نے تعلیقہ لگایا ہے۔ ۲۔ طبری ج۵، ص۷

۳۔ج٤ص١٤٥ ---٤۔ج٦،ص٦۔۷

۵۔ج٦،ص۳۵

٦۔ج٦،ص۳۲۷

۷۔ج٦،ص۳۵۰

۸۔طبری، ج٦، س ۳٤٤

یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم اور امام حسین علیہما السلام کی مدد سے سرپیچی کی اور امام علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا۔ ابو مخنف ان سے بطور مرسل حدیث نقل کرتے ہیں اور "الکنی والا لقاب" کے مطابق ۱۰٤ ھمیں ناگہاں اس کو موت آگئی۔ (۱)

تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۱٤ روایتیں موجود ہیں ۔ تہذیب التہذیب میں مذکورہ شخص کا تذکرہ موجود ہے؛ اس کتاب میں عجلی سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ شعبی نے ٤۸ صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں اور اس نے حضرت علی علیہ السلام کے زمانے کو بھی درک کیا ہے۔ ایک نقل کے مطابق ۱۱۰ ھمیں وفات ہوئی ۔ (۲)

۱۸ ۔ حسان بن فائدبن

بکیر عبسی : نضر بن صالح بن حبیب بن زہیر عبسی کے حوالے سے اس شخص نے پسر سعد کے اس خط کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا تھا اور اس کے بعد ابن زیاد کے جواب کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ روایت کا جملہ یہ ہے :"اشهد ان کتاب عمربن سعد جاء الی عبیدالله بن زیاد وأ نا عنده فاذا فیه..."(۱) میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عمر بن سعد کا خط عبید اللہ بن زیاد کے پاس آیا اور میں اس وقت وہاں موجود تھا؛ اس خط میں یہ لکھا تھا ...۔

اس شخص نے عبد اللہ بن زبیر کی طرف سے مقرر کردہ والیٔ کوفہ عبد اللہ بن مطیع عدوی کے لشکر کے سربراہ راشد بن ایاس کے ہمراہ جناب مختار اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی؛(۲) جب قصر کوفہ کا محاصرہ کیا گیا تو یہ شخص ابن معیط کے ہمراہ اس میں موجود تھا۔ (۳) آخر کار ٦٤ ھمیں ابن معیط کے ساتھیوں کے ہمراہ مقام" مضر" کوفہ کے کوڑے خانہ کے پاس قتل کردیا گیا ۔

تہذیب التہذیب میں مذکورہ شخص کا تذکرہ اس طرح ہے : ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور سورہ نساء کی آیہ ۵۱ میں "جبت" کی تفسیر میں بخاری نے شعبہ سے، اس نے ابو اسحاق سبیعی سے،

۱۔ الکنی والا لقاب ،ج۲،ص۳۲۸

۲۔ تہذیب التہذیب ،ج۵،ص ٦۵

۳۔ طبری، ج۵، ص ٤۱۱

٤۔ طبری، ج٦، ص۲٦،

۵۔ ج٦، ص ۳۱

اس نے حسان سے اور اس نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ "جبت" یعنی سحر اور یہ بھی کہا ہے کہ اس شخص کا شمار کوفیوں میں ہوتا ہے۔[1]

۱۹۔ ابو عمارہ عبسی:

ابو جعفر عبسی کے حوالہ سے اس شخص نے یحییٰ بن حکم کی گفتگو اور دربار یزید کا تذکرہ کیا ہے۔[2]

۲۰۔ قاسم بن بخیت:

شہداء کے سروں کا دمشق لایا جانا، مروان کے بھائی یحیٰی بن حکم بن عاص کی گفتگو، زوجہ یزید ہندکی گفتگو اور یزید کا چھڑی سے امام حسین علیہ السلام کے لبوں کے ساتھ بے ادبی کرنے کا تذکرہ اسی شخص نے ابو حمزۂ ثمالی سے اور انھوں نے عبداللہ ثمالی اور انھوں نے قاسم کے ذریعہ کیا ہے۔[3]

۲۱۔ '' ابو الکنود عبد الرحمن بن عبید'':

اس نے ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب کے اشعار کو سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔[4] "زیاد بن ابیہ" کی طرف سے یہ شخص کوفہ کا والی تھا۔[5] یہ مختار کے ساتھیوں میں تھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ اسی نے شمر کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس سے ۹ روایتیں مذکور ہیں جیسا کہ " اعلام" میں بھی ملتا ہے ۔

۲۲۔ فاطمہ بنت علی:

طبری کے بیان مطابق یہ خاتون جناب امیر کی دختر ہیں ۔ ابو مخنف نے حارث بن کعب والبی کے حوالہ سے دربار یزید کا منظر انھیں خاتون سے نقل کیا ہے۔ الغرض ان لوگوں میں ۲۱ افراد وہ ہیں جو یا تو ان مظالم میں شریک تھے یا اس دلسوز واقعہ کے معاصر تھے جنہوں نے روایتیں نقل کی ہیں اور ابو مخنف نے ان لوگوں سے ایک یا دو واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں ۔

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۲، ص ۲۵۱

۲۔ طبری، ج۵، ص۴٦۰۔ ٤٦١

۳۔ طبری، ج۵، س٤٦٥

٤۔ ج۵، ص ٤٦٦

۵۔ ج۵، ۲٤٦

پانچویں فہرست

یہ وہ گروہ ہے جس سے ابو مخنف نے دویا چند واسطوں سے روایتیں نقل کی ہیں ۔ یہ گروہ ۲۹ افراد پر مشتمل ہے ۔

۱ ۔ عبد الملک بن نوفل بن عبداللہ بن مخرمہ:

مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام کے اشعار کو انھوں نے ابو سعد سعید بن ابی سعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ [۱]

اسکے علاوہ اپنی موت کے وقت معاویہ کا لوگوں سے یزید کی بیعت لینا، معاویہ کے سپاہیوں کے سربراہ اور اس کے امور دفن کے ذمہ دار ضحاک بن قیس فہری کی گفتگو اور اپنے باپ معاویہ کی خبر مرگ سن کر یزید کے اشعار اسی شخص نے واسطوں کی تصریح کئے بغیر ذکر کئے ہیں ۔

ابو مخنف کے حوالے سے تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۵ روایتیں مذکور ہیں جنھیں خود ابو مخنف نے ایک شخص کے واسطے سے نقل کیا ہے ۔ ان میں اکثر وبیشتر روایتیں مکہ میں ابن زبیر اور مدینہ میں عبد اللہ بن حنظلہ کے خروج سے متعلق ہیں ۔ ان میں سے ایک روایت وہ اپنے باپ نوفل سے نقل کرتا ہے[۲] تو دوسری روایت عبداللہ بن عروہ سے،[۳] اور تیسری روایت معاویہ کے ایک دوست حمید بن حمزہ سے منقول ہے۔[٤]

سات روایتیں بنی امیہ کے ایک چاہنے والے شخص بنام حبیب بن کرّہ سے منقول ہیں یہ مروان بن حکم کا پرچمدار بھی تھا [٥] اور آخری خبر سعید بن عمرو بن سعید بن عاص اشدق کے حوالے سے مروی ہے۔[٦] غالباً عبد الملک نے معاویہ کی وصیت اور اس کے دفن ہونے کی روایت کو بنی امیہ کے کسی موالی سے نقل کیا ہے؛ اگرچہ اس کے نام کی تصریح نہیں کی ہے۔ عبد الملک کا باپ نوفل بن مساحق بن مطیع کی جانب سے دو یا پانچ ہزار کی فوج کا کمانڈر امقرر تھا ۔ خود ابن مطیع کو ابن زبیر نے مقرر کیا تھا۔ ایک

---

۱ ۔ طبری، ج۵، ص ۳٤۲

۲ ۔ ج۵، ص ٤۷٤

۳ ۔ ج۵، ص٤۷۸

٤ ۔ ج۵، ص٤۷۸

۵ ۔ ج۵ ، ص ٤۸۲ اور ۵۳۹

٦ ۔ ج۵، ص ۵۷۷

بار میدان جنگ میں ابراہیم بن مالک اشتر نخعی نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور گردن پر تلوار رکھ دی لیکن پھر چھوڑدیا ۔
عسقلانی نے تہذیب التہذیب [۱] اور الکاشف [۲] میں مذکورہ شخص کی روایتوں کو قابل اعتماد بتایا ہے ۔

۲۔ ابو سعید عقیصا:

مسجد الحرام میں احرام کی حالت میں امام حسین علیہ السلام کا عبداللہ بن زبیر سے روبرو ہونا اسی شخص نے اپنے بعض ساتھیوں کے حوالے سے نقل کیا ہے ۔ [۳] علامہ حلی اپنی کتاب "خلاصہ" کے باب اول میں ابو سعید کو امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کرتے ہیں ۔ [٤]، ذہبی نے بھی" میزان الاعتدال" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے: "یہ شخص علی علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ ابن سعید نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں اور ان کا نام دینار ہے ۔ یہ شیعہ ہیں اور انھوں نے ۱۲۵ ھمیں وفات پائی ہے۔ [٥]
تہذیب التہذیب میں عسقلانی کہتے ہیں : "واقدی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں ۔پہلی صدی ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ ابن سعد نے کہا کہ انھوں نے ولیدبن عبدالملک کے زمانے میں وفات پائی۔بعضوں نے کہا ہے کہ عمر نے ابوسعید کو قبریں کھودنے پر مامور کیا تھا اور بعضوں کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ یہ پائیتی سے قبر میں اترتے تھے لہٰذا ان کو مقبری کہا جانے لگا ۔ [٦]

---

۱ ۔ تہذیب التہذیب، ج٦، ص٤٢٨

۲ ۔ الکاشف، ج۲ ، ص۲۱٦

۳ ۔ طبری، ج٥، ص۳۸٥

٤ ۔ الخلاصہ، ص۱۹۳

٥ ۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۳۹ وج۳ ، ص۸۸؛ کامل الزیارات کے ص ۲۳ پر ابن قولویہ نے اپنی سند سے ابو سعید عقیصا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں : "میں نے کافی دیر تک امام حسین علیہ السلام کو عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ راوی کہتا ہے : پھر امام علیہ السلام عبد اللہ بن زبیر سے اپنا رخ موڑ کر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا : یہ مجھ سے کہتا ہے کہ حرم کے کبوتروں کی طرح ہو جایئے جبکہ اگر مجھے حرم میں شرف کے ساتھ قتل کیا جائے تو مجھ کو اس سے زیادہ یہ پسند ہے کہ مجھ کو کسی ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں فقط ایک بالشت زمین ہو۔ اگر مجھ کو طف (کربلا) میں قتل کیا جائے تو حرم میں قتل ہونے سے زیادہ مجھ کو یہی پسند ہے کہ میں کربلا میں قتل کیا جاؤں "اس روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ راوی نے خود امام علیہ السلام سے حدیث سنی ہے، نہ اس طرح جس طرح ابو مخنف نے سند ذکر کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ "کامل" اکمل ہے ۔

٦ ۔ تہذیب التہذیب، ج٨، ص٤٥۳ ولسان المیزان، ج۲، ص ٤۲۲

۳۔ عبد الرحمن بن جندب ازدی:

مذکورہ شخص کی کچھ روایتیں عقبہ بن سمعان کے حوالے سے نقل ہوئی ہیں ۔تاریخ طبری میں اس شخص سے تقریباً ۳۰ روایتیں کے مروی ہیں جن میں جنگ جمل ، صفین، نہروان اور کربلا کا واقعہ ایک واسطہ عقبہ بن سمعان سے منقول ہے۔وہ حجاج کے زمانے کا واقعہ کسی واسطے کے بغیر نقل کرتا ہے کیونکہ ابن جندب نے ۷۶ھ میں زائدہ بن قدامہ کی سربراہی میں حجاج کی فوج کے ہمراہ رودبار میں شبیب خارجی کے خلاف جنگ میں شرکت کی [۱] اوراس میں اسیر کر لیا گیا۔ خوف کے عالم میں اس نے شبیب کے ہاتھوں پر بیعت کرلی [۲] پھر کسی طرح کوفہ پہنچ گیا۔یہ وہ موقع تھا جب حجاج دوسری مرتبہ شبیب پر حملہ کرنے کے لئے تقریر کررہا تھا اوریہ ۷۷ھ کا زمانہ تھا۔ [۳] استرآبادی کی "رجال الوسیط" کے حوالے سے مقدس اردبیلی نے ابن جندب کو اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں شمار کیا ہے [۴] اور" لسان المیزان" میں عسقلانی نے بھی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں کہا ہے :"یہ کمیل بن زیاد اور ابو حمزہ ثمالی سے روایتیں نقل کرتے ہیں ۔" [۵]

٤۔ حجاج بن علی بارقی ہمدانی:

مذکورہ شخص کی تمام روایتیں محمد بن بشر ہمدانی کے واسطے سے نقل ہوئی ہیں لہٰذا محمد بن بشر کی طرف مراجعہ کیا جائے۔ تاریخ طبری میں بارقی سے ابن بشر کے علاوہ کسی دوسرے سے کوئی روایت نقل نہیں ہوئی ہے" لسان المیزان" میں ان کا تذکرہ یوں ملتا ہے: " شیخ روی عنہ ابو مخنف"یہ ایسے بزرگ ہیں کہ ابو مخنف ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں ۔ [٦]

۵۔ نمیر بن وعلۃ الہمدانی یناعی:

مذکورہ شخص اپنی روایتیں ابو وداّک جبر بن نوفل ہمدانی ، ایوب بن مشرح خیوانی اور ربیع بن تمیم کے حوالے سے نقل کرتا ہے ۔تاریخ طبری میں اس شخص سے ۱۰ روایتیں موجودہیں ۔ آخری روایت شعبی سے ۸۰ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کے دربار کے بارے میں ہے۔ [۷] لسان المیزان میں یناعی کا تذکرہ یوں ملتا ہے

۱۔طبری ،ج٦،ص٢٤٤ ---٢۔طبری، ج٦،ص ٢٤٢ ---٣۔طبری ،ج٦،ص ٢٦٢

٤۔جامع الرواۃ،ج١، ص٤٤٧ ---٥۔لسان المیزان، ج٣،ص٤٠٨،ط حیدر آباد

٦۔لسان المیزان، ج٢، ص ١٧٨ ---٧۔طبری، ج٦، ص ٣٢٨

اور یہ شعبی سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو مخنف روایت کرتے ہیں ۔"[۱] مغنی میں بھی یہی مطلب موجود ہے۔[۲]

٦۔ صقعب بن زہیر ازدی :

مذکورہ شخص اپنی روایتیں ابو عثمان نہدی ، عون بن ابی جحیفہ سوائی اور عبدالرحمن بن شریح معافری اسکندری کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ تہذیب التہذیب کی جلد٦ ، ص ١٩٣ پر مرقوم ہے کہ ١٦٧ ہجری میں اسکندرہی میں "صقعب "نے وفات پائی وہ عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی اور حمید بن مسلم کی روایتوں کو بھی نقل کرتا ہے ۔

تاریخ طبری میں ابن زہیر سے ٢٠ خبریں منقول ہیں اور تمام خبریں اس طرح ہیں "عن ابی مخنف عنہ" ابو مخنف ان (صقعب) سے روایت نقل کرتے ہیں ۔ ان روایتوں میں ٣روایتیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے متعلق ہیں ۔ چونکہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں تھے لہذا جناب عمار بن یاسر کی شہادت کا بھی تذکرہ کیا ہے [۳] اسی طرح حجر بن عدی کی شہادت کے واقعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔[٤] کربلا کے سلسلے میں نو روایتیں نقل کی ہیں اور تین روایتیں مختار کے قیام کے سلسلے میں ہیں ۔ تہذیب التہذیب میں عسقلانی کا بیان اس طرح ہے: ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ روایت کے سلسلے میں یہ مورد اعتماد ہیں ؛ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ مشہور نہیں ہیں ۔[۵]"خلاصۃ تہذیب ا لتہذیب الکمال" کے حاشیہ پر ہے کہ ابو زرعہ نے ان کی توثیق کی ہے۔[٦]

٧۔ معلی بن کلیب ہمدانی :

کربلا کا دلسوز واقعہ انھوں نے ابو وداک جبر بن نوفل کے واسطہ سے نقل کیا ہے لہذا ابو وداک کی روایتوں کو دیکھا جائے ۔

٨۔یوسف بن یزید بن بکر ازدی :

مذکورہ شخص عبداللہ بن حازم ازدی اور عفیف بن زہیر بن ابی اخنس سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں ان کا پورا نام مذکور ہے[٧] اور ان سے ١٥ روایتیں نقل

---

١ ۔ لسان المیزان، ج٦، ص ١٧١، ط حیدرآباد---٢۔ج٢، ص ٧٠١، طبع دارالدعوہ

٣۔ج٥، ص ٣٨ ---٤۔ ج ٥ ، ص ٢٥٣ ---٥۔تہذیب التہذیب ج ٤، ص ٤٣٢، ---٦۔ الخلاصہ ،ص ١٧٦، ط دارالدعوہ

٧۔طبری، ج٦، ص ٢٨٤

ہوئی ہیں ۔ ۷۷ھ کے بعد تک انھوں نے زندگی گزاری ہے۔ ذہبی نے" میزان الاعتدال" میں ان کا اس طرح ذکر کیا ہے: آپ بڑے سچے شریف اور بصرہ کے رہنے والے تھے، آپ سے ایک جماعت نے روایتیں نقل کی ہیں اور بہت سارے لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے۔ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کرتے تھے۔[۱] تہذیب التہذیب میں عسقلانی نے ان کا اس طرح تذکرہ کیا ہے: ابن حبان نے انھیں ثقات میں شمار کیا ہے۔ مقدسی نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ وہ اپنی حدیثیں خود لکھا کرتے تھے۔[۲] یہی تذکرہ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال میں بھی ملتا ہے۔[۳]

۹۔ یونس بن ابی اسحاق:

ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی ہمدانی کوفی کے فرزند یونس، عباس بن جعدہ جدلی کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور حضرت مسلم بن عقیل کے قیام کے سلسلے میں انھوں نے روایت کی ہے کہ آپ کے مقابلہ میں چار ہزار کا لشکر تھا۔

علامہ سید شرف الدین موسوی اپنی گرانقدر کتاب "المراجعات" میں فرماتے ہیں: "یونس کے والد ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ بن سبیعی ہمدانی کوفی، کے شیعہ ہونے کی تصریح ابن قتیبہ نے اپنی کتاب "المعارف" اور شہرستانی نے اپنی کتاب "الملل و النحل" میں کی ہے۔ آپ ان محدثین کے سربراہ تھے جن کے مذہب کو دشمنان اہل بیت کسی طرح لائق ستائش نہیں سمجھتے، نہ ہی اصول میں اور نہ ہی فروع میں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور دین کے مسئلہ میں فقط اہل بیت اطہار کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوزجانی (گرگانی) (جیسا کہ میزان الاعتدال میں زبیدی کے شرح حال میں ذکر ہوا ہے)[٤] نے کہا ہے کہ اہل کوفہ میں کچھ لوگوں کا تعلق ایسے گروہ سے تھا۔ جن کے مذہب و مرام کو لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے جبکہ یہ لوگ محدثین کوفہ کے بزرگوں میں سے تھے مثلاً ابو اسحاق، منصور، زبید الیامی، اعمش اور ان جیسے دوسرے افراد، ان لوگوں کی روایتیں فقط ان کے سچے ہونے کی بنیاد پر قبول کی جاتی ہیں؛ لیکن اگر ان کی طرف سے مرسلہ روایتیں نقل ہوں تو

۱۔ میزان الاعتدال، ج ٤، ص ٤٧٥

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ٤۲۹

۳۔ الخلاصہ، ص ٤٤٠

٤۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ٦٦، ط حلبی

چوں و چرا کیا جاتا ہے۔ نمونے کے طور پر ان میں سے ایک روایت جسے دشمنان اہل بیت ابو اسحاق کے مراسل (مرسلہ کی جمع وہ روایت جس میں درمیان سے راوی حذف ہو) میں شمار کرتے ہوئے انکار کرتے ہیں ابو اسحاق کی وہ روایت ہے جسے عمرو بن اسماعیل نے (جیسا کہ میزان الاعتدال میں عمرو بن اسماعیل کے شرح حال میں مذکور ہے)(۱) ابو اسحاق سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مثل عليٍّ کشجرۃانااصلھاوعلی فرعھا و الحسن والحسین ثمرھا والشیعۃورقھا" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کی مثال اس درخت کی سی ہے کہ جس کی جڑ میں ہوں شاخ علی ہیں ، حسن و حسین اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں ۔

پھر علامہ شرف الدین اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ (جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے کہ) مغیرہ کا یہ بیان کہ اہل کوفہ کی حدیثوں کو ابو اسحاق اور اعمش جیسے لوگوں نے تباہ کیا ہے ،(۲) یا یہ کہ اہل کوفہ کو ابو اسحاق اور اعمش جیسے لوگوں نے ہلاک کیا ہے(۳) فقط اس لئے ہے کہ یہ دونوں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالص پیرو تھے اور ان کی سنتوں میں جو چیزیں ان کی خصوصیات و صفات کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں ۔ اس کے محافظ و نگراں تھے ۔

پھر فرماتے ہیں : صحاح ستہ اور غیر صحاح (اہل سنت کی ٦کتابیں جنہیں وہ صحاح کے نام سے یاد کرتے ہیں) کے مصنفین نے ان دونوں سے روایتوں کو نقل کیا ہے۔(٤)

بہر حال "الوفیات" کے بیان کے مطابق عثمان کی خلافت ختم ہونے کے ۳سال قبل یعنی ۳۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور ابن معین و مدائنی کے بیان کے مطابق ۱۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی ۔

آپ کے فرزند یونس آپ ہی سے روایتیں نقل کرتے ہیں جنکی وفات ۱۵۹ ھ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ۹۰ سال کی تھی ۔ یہ وہی شخص ہیں جو ابو مخنف سے عباس بن جعدہ کے حوالے سے کوفہ میں جناب مسلم کے قیام کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں ۔ تاریخ طبری میں اس خبر کے علاوہ یونس سے ایک اور خبر

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۷۰

۲۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص ۲۷۰

۳۔ میزان الاعتدال ، ج ۲، ص ٢٢٤

٤۔ المراجعات، ص ۱۰۰ ،ط دار الصادق

منقول ہے لیکن کسی کا حوالہ موجود نہیں ہے اور وہ خبر ابن زیاد کے سلسلے میں ہے کہ ابن زیاد نے ایک لشکر روانہ کیا تاکہ کوفہ پہنچنے سے پہلے امام حسین علیہ السلام کو گھیر لے ، اس کے علاوہ تاریخ طبری میں گیارہ دوسری روایتیں بھی ہیں جنہیں ابو مخنف نے یونس سے نقل کیا ہے نیز ۱۳ روایتیں اور ہیں لیکن وہ ابو مخنف کے علاوہ کسی اور سے مروی ہیں ۔

تہذیب التہذیب میں عسقلانی کا بیان ہے کہ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن معین کا بیان ہے کہ آپ ثقہ ہیں ۔ ابو حاتم نے کہا کہ آپ بہت سچے تھے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کی روایتیں بہت اچھی ہیں ۔ لوگ ان سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ (۱)

۱۰۔ سلیمان بن راشد ازدی :

مذکورہ شخص عبداللہ بن خازم بکری ازدی ، حمید بن مسلم ازدی اور ابو کنود عبد الرحمن بن عبید کی روایتوں کو نقل کرتا ہے۔ تاریخ طبری میں اس شخص سے ۲۰ روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں اکثر و بیشتر بالواسطہ ہیں وہ ۸۵ ھ تک زندہ رہے۔ (۲)

۱۱۔ مجالد بن سعید ہمدانی :

یہ شخص عامر شعبی ہمدانی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت قصر بنی مقاتل کے سلسلے میں ہے ۔ (۳) مسلم بن عقیل کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائی ، جناب مسلم علیہ السلام کی تنہائی اور غریب الوطنی ، آپ کا طوعہ کے گھر میں داخل ہونا ، ابن زیاد کا خطبہ ، بلال بن طوعہ کی خبر اور ابن زیاد کا اشعث کے بیٹے کو جناب مسلم علیہ السلام سے لڑنے کے لئے بھیجنے کے سلسلے میں بھی "مجالد"کی روایتیں موجود ہیں لیکن وہ مرسل ہیں جن کو طبری نے کسی کی طرف مستند نہیں کیا ہے۔ (۴)

تاریخ طبری میں مجالد سے ۷۰ خبریں نقل ہوئی ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر شعبی کے حوالے سے ہیں ۔ ابو مخنف اسے محدث کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ (۵)

۱۔ تہذیب التہذیب ، ج ۱ ، ص ۴۳۳

۲۔ طبری ، ج ۶ ، ص ۳۶۰

۳۔ طبری ، ج ۵ ص ۴۰۷

۴۔ ج ۵ ، ص ۳۷۱۔۳۷۳

۵۔ طبری ، ج ۵ ، ص ۴۱۳

ذہبی نے میزان الاعتدال میں "مجالد" کا تذکرہ اس طرح کیا ہے: یہ مشہور اور صاحب روایت ہیں اور "اشجع" نے ذکر کیا ہے کہ وہ خاندان رسالت کے پیرو تھے۔ مجالد کی وفات ۱۴۳ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد ذہبی، بخاری سے روایت کرتے ہیں کہ بخاری نے مجالد کے شرح حال میں ان سے روایت نقل کی ہے اور وہ شعبی سے اور وہ ابن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا: جب بنت رسول ﷺ نے اس دنیا میں قدم رکھ کر اس دنیا کو منور کیا تو پیغمبر اسلام ﷺ نے ان کا نام "منصورہ" رکھا۔ اسی وقت جبرائیل نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد! اللہ آپ پر تحفۂ درودسلام بھیجتا ہے اور آپ کے گھر پیدا ہونے والی بچی کے لئے بھی ہدیہ درود و سلام بھیجتا اور فرماتا ہے: "ما احب مولود احب الی منھا" ہمارے نزدیک اس مولود سے زیادہ کوئی دوسرا مولود محبوب نہیں ہے لہٰذا خداوند عالم نے اس نام سے بہتر نام منتخب کیا ہے؛ جسے آپ نے اس بیٹی کے لئے منتخب کیا ہے، خدا نے اس کا نام "فاطمہ" رکھا ہے" لانھا تفطم شیعتھا من النار" کیونکہ یہ اپنے شیعوں کو جہنم سے جدا کرے گی، لیکن یہ حدیث ذہبی کے حلق سے کیسے اتر سکتی ہے لہٰذا انہوں نے فوراً اس حدیث کو جھٹلایا اور دلیل یہ پیش کی کہ بنت رسول کی ولادت تو بعثت سے قبل ہوئی ہے۔ (اگرچہ ذہبی کا یہ نظریہ غلط ہے لیکن دشمنی اہل بیت اطہار میں وہ بے بنیاد حدیث کو بھی صحیح مان لیتے ہیں اور فضائل کی متواتر حدیث کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں) اسی حدیث کی بنیا دپر ذہبی نے کہہ دیا کہ وہ تو شیعہ تھے۔ (۱)

۱۲۔ قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی:

قدامہ اپنے دادا زائدہ بن قدامہ سے روایتیں نقل کرتے ہیں ۔قدامہ کی روایت ہے کہ محمد بن اشعث مسلم بن عقیل علیہ السلام سے جنگ کے لئے نکلا، پھر جناب مسلم قید کئے گئے، آپ نے دار الامارہ کے دروازہ پر پانی طلب کیا اور آپ کو پانی پیش کیا گیا۔ (۲)
طبری نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن ان کے باپ یا دادا سے استناد نہیں کیا اور ظاہراً یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قدامہ کوفہ میں ان واقعات کے رونما ہوتے وقت موجود ہی نہیں تھے وہ تو ان کے دادا "زائدہ" تھے جو اس

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۴۳۸، ایک قول یہ ہے کہ ۱۴۲ یا ۱۴۴ ہجری ذی الحجہ کے مہینہ میں مجالد نے وفات پائی۔ ذہبی نے تہذیب التہذیب میں یہی لکھا ہے۔

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۷۳۔ ۳۷۵

وقت وہاں موجود تھے اور عمرو بن حریث کے ہمراہ کوفہ کی جامع مسجد میں ابن زیاد کا پرچم امن لہرا رہے تھے، کیونکہ ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کے ہمراہ بنی قیس کے ۷۰ جوان بھیجے جائیں (۱) اور اس وقت زائدہ نے اپنے چچازاد بھائی مختار کے لئے سفارش کی تھی، (۲) لیکن قدامہ بن سعید کو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے(۳) جس کی تفصیل پہلے گذرچکی ہے لہٰذا وہاں دیکھا جائے ۔

۱۳۔ سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی:

یہ شخص اپنے دادا عمارہ بن عقبہ سے روایت نقل کرتا ہے کہ اس کے دادا نے اپنے غلام قیس کو اپنے گھر روانہ کیا تا کہ وہ پانی لے کر آئے اور محل کے دروازہ پر کھڑے مسلم ابن عقیل کو ابن زیاد کے پاس لے جانے سے پہلے پانی پلا دے۔(٤) کتاب کی عبارت ہے: "حدثنی سعید... ان عمارہ بن عقبہ..." "سعید نے ہم سے حدیث نقل کی ہے... کہ عمارہ بن عقبہ..." اس عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث بغیر کسی سند کے بلا واسطہ نقل ہو رہی ہے لیکن یہ بہت بعید ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ سعید اپنے دادا عمارہ کے حوالے سے حدیثیں نقل کرتے ہیں ۔ ہمارے نزدیک پانی لانے کے سلسلے میں قدامہ بن سعید ہی کی روایت ترجیح رکھتی ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ پانی عمرو بن حریث لے کر آیا تھا، نہ کہ عمارہ یا اس کا غلام۔ اس حقیقت کا تذکرہ اس کتاب میں صحیح موقع پر کیا گیا ہے۔

١٤۔ ابو جناب یحیٰ بن ابی حیہ وداعی کلبی:

یہ شخص عدی بن حرملہ اسدی سے اور وہ عبد اللہ بن سلیم اسدی ومذری بن مشمعل اسدی سے اور وہ ہانی بن ثبیت حضرمی سے روایتیں نقل کرتا ہے۔ یہ روایتیں کبھی کبھی مرسل بھی نقل ہوئی ہیں جن میں کسی سند کا تذکرہ نہیں ہے۔ انھیں میں سے ایک روایت جناب مسلم کے ساتھیوں کا ابن زیاد سے روبرو ہونا، (٥) ابن زیاد کا جناب مسلم اور جناب ہانی کے سروں کو یزید کے پاس بھیجنا اور اس سلسلے میں یزید کو ایک خط لکھنا بھی ہے۔(٦)

١۔ طبری، ج ٥، ص ٣٧٣ -- ٢۔ طبری، ج ٥، ص ٥٧٠

٣۔ رجال شیخ، ص ٢٧٥، ط نجف -- ٤۔ طبری، ج٥، ص ٣٧٦

٥۔ ج٥، ص ٣٦٩۔ ٣٧٠ -- ٦۔ ج٥ ص٣٨٠

جیسا کہ یہ بات پہلے گذرچکی ہے کہ ظاہراً ان واقعات کو ابو جناب نے اپنے بھائی ہانی بن ابی حیہ وداعی کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کو ابن زیاد نے جناب مسلم کے سر اور اپنے نامے کے ساتھ یزید کے پاس بھیجا تھا۔[1] تاریخ طبری میں ۲۳روایتیں با لو اسطہ جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کے سلسلے میں نقل ہوئی ہیں اور ۹روایتیں واقعۂ کربلا کے سلسلے میں ہیں جن میں سے پانچ بالواسطہ اورتین مرسل ہیں ، لیکن ظاہر یہ ہے کہ در حقیقت یہ تینوں روایتیں بھی مستند ہیں ۔ان روایتوں سے یہ اندازہ ہو تا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھا جو دشمن کے لشکر میں تھے ،البتہ اس کا ان کے ہم عصروں میں شمار ہوتا ہے ۔

آخری مرسل روایت جو میری نظروں سے گذری ہے یہ ہے کہ جناب مختار کے قیام کے بعد ٦٧ ھمیں مصعب بن زبیر نے ابراہیم بن مالک اشتر کو خط لکھوا کر اپنی طرف بلایا ۔[2]عسقلانی تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں : ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔اسی طرح ابن نمیر، ابن خراش، ابو زرعہ اور ساجی نے کہا کہ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے اور بہت سچے تھے۔ ابو نعیم کا بیان ہے کہ ان کی روایتوں میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ ١٥٠ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ،اگرچہ ابن معین کا بیان ہے کہ ١٤٧ھ میں وفات پائی۔ [3]

۱۵۔ حارث بن کعب بن فقیم والبی ازدی کوفی :

حارث بن کعب عقبہ بن سمعان ، امام زین العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علی کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں ۔وہ شروع میں کیسا نیہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے[4] (جو جناب مختار کو امام سمجھتے تھے) لیکن بعد میں امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے قائل ہوگئے اور ان سے روایتیں بھی نقل کرنے لگے۔[5] ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوفہ سے مدینہ منتقل ہو گئے تھے کیونکہ انھوں نے امام زین العابدین اور فاطمہ بنت علی علیہما السلام سے خودحدیثیں سنی ہیں ۔[6]

۱۔ ج ٥،ص ٣٨٠

٢۔طبری، ج٦، ص ١١

٣۔ تہذیب التہذیب، ج ١١، ص ٢٠١

٤۔طبری، ج ٦، ص ٢٣

٥۔ طبری، ج٥، ص ٣٨٧

٦۔ ج٥، ص ٤٦١

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے آپ کو امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے، لیکن نجف سے طبع ہونے والی اس کتاب میں جو رجال شیخ کے نام سے معروف ہے شیخ نے کعب کی جگہ حربن کعب ازدی کوفی کردیا ہے۔ محقق کتاب نے حاشیہ میں ایک دوسرے نسخہ کی مدد سے حارث لکھا ہے اوریہی صحیح ہے ۔

۱۶ ۔ اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمہ سدّی کوفی:

زہیر بن قین کے واقعہ کو یہ فزاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ۔

ذہبی نے" میزان الاعتدال" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ان پر تشیع کی نسبت دی گئی ہے اور وہ ابو بکر وعمر پر لعنت وملامت کرتے تھے ا۔بن عدی نے کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک بڑے سچے ہیں ۔ احمد نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں ۔یحیٰی نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ سدّی کو اچھے نام سے یاد کرتا ہے اور ان کو کسی نے ترک نہیں کیا ۔ ان سے شعبہ اور ثوری روایت کر تے ہیں ۔[1] تاریخ طبری میں ان سے ۸۴ روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں دوسری صدی ہجری کے واقعات بیان ہوئے ہیں ۔

"تہذیب التہذیب اور "الکاشف" میں مذکور ہے کہ انھوں نے ۱۲۷ ھمیں وفات پائی، چونکہ یہ مسجد کوفہ کے دروازہ پر بالکل وسط میں بیٹھا کرتے تھے لہذا ان کو" سدّی" کہا جانے لگا ۔یہ قریش کے موالی میں شمار ہوتے ہیں اور امام حسن علیہ السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں ۔

۱۷۔ ابو علی انصاری:

یہ بکر بن مصعب مزنی سے روایت نقل کرتے ہیں ۔عبد اللہ بن بقطر کی شہادت کا تذکرہ انھیں کی روایت میں موجود ہے۔ تاریخ طبری میں اس روایت کے علاوہ ان کی کوئی دوسری روایت موجود نہیں ہے۔ رجال کی کتابوں میں ان کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے ۔

۱۸۔ لوذان:

یہ شخص اپنے چچا کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام سے راستے میں اپنے چچا کی ملاقات کا تذکرہ کرتا ہے اورخود غیر معروف ہے ۔

۱۹۔ جمیل بن مرثدی غنوی:

یہ شخص طرماح بن عدی طائی سے انھیں کی خبر کو نقل کرتا ہے ۔

۱۔تہذیب التہذیب، ج۱،ص۲۳۶،ط جلی

۲۰ ۔ ابو زہیر نضر بن صالح بن حبیب عبسی:

مذکورہ شخص حسان بن فائدبن بکیر عبسی کے حوالے سے پسر سعد کے ابن زیاد کو خط لکھنے کی روایت اور ابن زیاد کے جواب دینے کا تذکرہ کرتا ہے۔اس کے علاوہ قرہ بن قیس تمیمی کے حوالے سے جناب حر کا واقعہ بیان کرتا ہے ۔

تاریخ طبری میں اس راوی سے ۳۱ روایتیں منقول ہیں ۔ ابو زہیر نے جناب مختار کے زمانے کو بھی درک کیا ہے۔[۱] اس کے بعد ٦٨ ہجری میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ یہ قطری خارجی سے جنگ کے لئے میدان نبرد میں اتر آئے ،پھر ۷۷ ہجری میں مطرف بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی خارجی کے مدائن میں نگہبان اوردربان ہوگئے۔اس وقت ان کی جوانی کے ایام تھے لہٰذا ہر وقت مطرف کی نگہبانی کے لئے تلوار کھینچے کھڑے رہتے تھے ،نیز اسی سال انھوں نے مطرف کی فوج میں رہ کر حجاج کے لشکر سے جنگ کی،[۲] اس کے بعد کوفہ پلٹ گئے۔ [۳]

امام رازی نے اپنی کتاب "الجرح والتعدیل" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوے کہا ہے :"میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابو مخنف ان سے روایت نقل کرتے ہیں اوروہ بالواسطہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں ۔[٤]

۲۱۔ حارث بن حصیرہ ازدی:

یہ شخص بعض روایتوں کو عبداللہ بن شریک عامری نہدی کے حوالے سے نقل کرتا ہے اور بعض روایتوں کو اس کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتا ہے ۔

ذہبی نے" میزان الاعتدال" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے : ابو احمد زبیری کا بیا ن ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتے تھے اوریحٰی بن معین نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں ۔ان کو خشبی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اس خشب (لکڑی) کی طرف منسوب ہیں جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی ۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کا شمار کوفہ کے شدید شیعوں میں ہوتا ہے ۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں کہ ان کا شمار بہت قدیم شیعوں میں ہوتا ہے لیکن اگر ثوری نے ان سے روایت نقل نہ کی ہوتی تو یہ متروک تھے۔ [۵]

۱۔ طبری، ج ٦، ص ۸۱ ---۲۔ ج ٦، ص ۲۹۸

۳۔ ج ٦، ص ۲۹۹ ---٤۔ الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ٤۷۷ --۵۔ میزان الاعتدال، ج، ص ٤۳۲، ط حلبی

ذہبی نے نفیع بن حارث نخعی ہمدانی کوفی اعمی (جو اندھے تھے) کے شرح حال میں حارث بن حصیرہ سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے: "بہت سچے تھے لیکن رافضی تھے۔ اس کے بعد سند روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ حارث بن حصیرہ نے عمران بن حصین سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا: "کنت جالساعندالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وعلیٌ الی جنبہ" میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کے پاس بیٹھا تھا اور علی (علیہ السلام) ان کے پہلو میں بیٹھے تھے، "اذقرأ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ" ﴿ امن یجیب المضطرّاذا دعاہ و یکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض" ﴾[1]

اسی درمیان پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے اس آیہ شریفہ "امن یجیب المضطر..."کی تلاوت فرمائی" فارتعد علیٌ، فضرب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ بیدہ علی کتفہ"آیت کو سن کر علی لرزنے لگے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے اپنے ہاتھوں کو علی کے شانے پر رکھا"فقال: لایحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق الی یوم القیا مۃ"[2]اور فرمایا: قیامت تک تم سے محبت نہیں کریگا مگر مومن اور دشمنی نہیں کرے گا مگر منافق۔

تاریخ طبری میں ابن حصیرہ سے ۱۰ روایتیں موجودہیں اور ان تمام روایتوں کو ابو مخنف نے ان سے نقل کیا ہے۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں ان کو امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے[3]لیکن آپ نے حارث بن حصین ازدی نامی شخص کا تذکرہ امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں کیا ہے جو غلط ہے۔

۲۲۔ عبداللہ بن عاصم فائشی ہمدانی:

یہ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کی روایتوں کو نقل کرتے ہیں۔ مقدس اردبیلی نے "جامع المرواۃ"میں ذکر کیا ہے کہ کافی میں تیمم کے وقت کے سلسلے میں ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی ایک روایت منقول ہے۔

تہذیب میں عسقلانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، نیز بصائر الدرجات میں بھی ان کا تذکرہ موجود ہے۔ ان سے ابان بن عثمان اور جعفر بن بشیر نے روایتیں نقل کی ہیں۔ [4]

۱۔ نمل ۶۲

۲۔ میزان الاعتدال، ج ٤، ص۲۷۲

۳۔ رجال شیخ، ص ۳۹،ط نجف

٤۔ جامع الرواۃ، ج ۱، ص ٤۹٤

۲۳۔ ابو ضحاک:

یہ شب عاشور کا واقعہ امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں ۔

ذھبی نے" میزان الاعتدال "[۱]میں اور عسقلانی نے"تہذیب التہذیب"[۲]میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ شعبہ نے ان سے روایت نقل کی ہے ۔

۲٤۔ عمرو بن مرّہ الجملی:

یہ ابو صالح حنفی سے اوروہ عبد ربہ انصاری کے غلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں ۔ان کی خبر میں جناب بریر بن خضیر کی شوخی کا تذکرہ ہے ۔[۱] ذہبی نے "میزان الاعتدال"[۲] میں اور عسقلانی نے"تہذیب التہذیب"[۳]میں انکا تذکرہ کیا ہے۔وہ کہتے ہیں :ابن جبان نے ان کو ثقہ میں شمار کیا ہے اس کے بعد کہتے ہیں کہ انھوں نے ۱۱٦ ھ میں وفات پائی۔احمد بن حنبل نے ان کی ذکاوت اورپاکیزگی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات ۱۱۸ ہجری میں ہوئی اور بخاری کا بیان ہے کہ علی (علیہ السلام) سے انھوں نے تقریبا۱۰۰ روایتیں نقل کی ہیں ۔ شعبہ کا بیا ن ہے کہ یہ بڑے صاحب علم تھے۔ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ سچے اور مورد اعتماد ہیں ابن معین کا بیا ن ہے کہ وہ ثقہ ہیں ۔

۲۵۔ عطأ بن سائب:

انھوں نے جنگ کے شروع میں ابن حوزہ کی شہادت کا تذکرہ عبدالجبار بن وائل حضرمی کے حوالے سے اور اس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل حضرمی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔[٤]

عسقلانی نے"تہذیب التہذیب" میں انکا اس طرح تذکرہ کیا ہے : عبدالجبار بن وائل اپنے بھائی سے روایت نقل کرتا ہے۔ ابن جبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، اس کے بعد کہتے ہیں کہ ۱۲۲ ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔عطاء مکہ کے رہنے والے ہیں ٦٤ ہجری میں ابن زبیر کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی خرابی اور اس کی تجدید کوانھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ۹٤ ہجری تک حجاج کے ہاتھوں قتل نہ ہو سکے۔[۷]"تہذیب التہذیب" میں ہے کہ ابن جبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے ، اور یہ کہا ہے کہ ان کی وفات ۱۳۷ ہجری میں ہوئی ہے ۔

۱۔میزان الاعتدال، ج٤، ص ۵٤۰،ط حیدر آباد---۲۔تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۱۳٦

۳۔طبری، ج۵، ص ۵۲۳ ---٤۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص ۲۸۸

۵۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۱۰۲ --٦۔طبری، ج۵ ص ٤۳۱ --۷۔ج٦،ص٤۸۸

۲۶۔ علی بن حنظلہ بن اسعد شبامی ہمدانی :

زہیر بن قین کے خطبہ کی روایت کو انھوں نے کثیر بن عبداللہ شعبی ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔حنظلہ بن اسعد شبامی اصحاب امام حسین علیہ السلام میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا ہے۔علی ان کے فرزند ہیں ؛ایسا لگتا ہے کہ یا تو علی اس وقت کربلا میں موجود نہ تھے یا کمسن ہونے کی وجہ سے قتل نہ ہو پائے ۔یہ بلا واسطہ کوئی خبر نقل نہیں کرتے ہیں ۔ مذکورہ روایت انھوں نے کثیر بن عبداللہ شعبی قاتل زہیر بن قین کے حوالے سے نقل کی ہے ۔

۲۷۔ حسین بن عقبہ مرادی :

یہ عمرو بن حجاج کے حملے کا تذکرہ زبیدی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ۔

۲۸۔ ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی :

اہل حرم کی شام میں اسیری کی روایت کو یہ قاسم بن بخیت کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ۔ آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے بلکہ تعریف و تمجید سے بالاتر ہے ۔

۲۹۔ ابو جعفر عبسی :

یحیٰ بن حکم کے اشعار کو یہ ابو عمارہ عبسی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں ۔

یہ وہ ۲۹ افراد ہیں جو ابو مخنف اور عینی گواہوں کے درمیان واسطہ ہیں ۔

چھٹی فہرست

اس فہرست میں ائمہ علیہم السلام، ان کے اصحاب اور مورخین موجودہیں جو ۱۴ افرادپر مشتمل ہیں ۔

۱۔ امام زین العابدین علیہ السلام:

اپنے دونوں فرزند عون اور محمد کے ہمراہ عبداللہ بن جعفر کا امام حسین علیہ السلام کے نام خط اورمکہ سے نکلتے وقت امام علیہ السلام کے پاس سعیدبن عاص اشدق کا اپنے بھائی یحیٰ بن سعیدبن عاص کے ہمراہ خط لانا اور امام علیہ السلام کا اس خط کا جواب دیناحارث بن کعب والبی ازدی کے واسطے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے ۔[۱]

اسی طرح حارث بن کعب والبی عبداللہ بن شریک عامری نہدی کے حوالے سے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ۹ محرم کو ایک شب کی مہلت لی اور اپنے اصحاب کے درمیان خطبہ دیا۔[۲] اسی طرح حارث بن کعب والبی ازدی اور ابو ضحاک

۱۔طبری،ج۵،ص ۳۸۷ ۔ ۳۸۸

۲۔طبری، ۵،ص۴۱۸

کے حوالے سے امام حسین علیہ السلام کے شب عاشور کے اشعار، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی امام علیہ السلام سے گفتگو، اس پر امام حسین علیہ السلام کا جواب آپ سے منقول ہے۔ (۱)

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام:

عقبہ بن بشیر اسدی کے حوالے سے شیر خوار کی شہادت کا واقعہ امام علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔ (۲)

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام:

ایک مرسل روایت میں امام حسین علیہ السلام کے جسم مبارک پر شمشیر و تیر و تبر کے زخموں کی تعداد آپ ہی سے مروی ہے۔

٤۔ زید بن علی بن حسین علیہما السلام:

زید بن علی اور داود بن عبید اللہ بن عباس کے حوالے سے فرزندان عقیل کی حماسہ آفرین تقریر منقول ہے۔ ان دونوں حضرات سے روایت کرنے والے شخص کا نام عمرو بن خالد واسطی ہے جو بنی ہاشم کے چاہنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ وہ پہلے کوفہ میں رہتا تھا پھر "واسط" منتقل ہوگیا وہ زید اور امام جعفر صادق سے روایتیں نقل کرتا ہے۔

نجاشی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے: "ان کی ایک بہت بڑی کتاب ہے جس سے نصر بن مزاحم منقری وغیرہ روایتیں نقل کرتے ہیں۔ (۳)

شیخ طوسی نے ان کو امام باقر علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (٤) اس کے علاوہ مامقانی نے تنقیح المقال میں ان کا ذکر کیا۔ (۵) اسی طرح عسقلانی نے بھی "تہذیب التہذیب" میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ (٦)

۵۔ فاطمہ بنت علی:

آپ کا تذکرہ طبری نے کیا ہے۔ حارث بن کعب والبی ازدی کے واسطے سے دربار یزید کا واقعہ انہی مخدرہ سے منقول ہے۔ (۷) واضح رہے کہ ان بی بی اور امام سجاد علیہ السلام سے روایت کرنے والا راوی ایک ہی ہے۔

۱۔ طبری، ج۵، ص ۴۲۰ ۔ ٤۲۱ --- ۲۔ طبری، ج ۵، ص ٤٤۸

۳۔ رجال نجاشی، ص ۲۰۵، ط ھند --- ٤۔ رجال شیخ، ص ۱۲۸، ط نجف

۵ ۔ تنقیح المقال، ج ۲، ص ۳۳۰ --- ٦۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۳٦

۷۔ طبری، ج ۵، ص ٤٦۱ ۔ ٤٦۲

٦۔ ابو سعید عقیصا:

مسجد الحرام میں امام حسین علیہ السلام سے ابن زبیر کے روبرو ہونے کی روایت اپنے بعض اصحاب کے واسطے سے انھوں نے نقل کی ہے۔ (١) علاّمہ حلی نے اپنی کتاب" الخلاصہ"کی قسم اول میں آپ کو امیر المومنین کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (٢) "میزان الاعتدال"میں ذہبی نے بھی ان کاتذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے : یہ علی علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں : شعبہ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ ہیں ۔ ان کا نام دینار ہے اور اہل بیت کے پیرو ہیں ۔ ان کی وفات ١٢٥ ھ میں ہوئی ۔ (٣) ان کے حالات پہلے گزر چکے ہیں ۔

٧۔ محمد بن قیس :

قیس بن مصھر صیداوی کو خط دے کر امام حسین علیہ السلام کا ان کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کرنا ، جناب مسلم علیہ السلام کی شہادت کی خبر، عبد اللہ بن مطیع کی امام حسین علیہ السلام سے گفتگو، نیزحضرت (ع)کا جواب (٤)اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت کی روایت انھوں نے نقل کی ہے۔ (٥) واضح رہے کہ عبداللہ بن مطیع والی روایت اور جناب حبیب بن مظاہر کی شہادت کی خبر ان سے بطور مرسل نقل ہوئی ہے یعنی درمیان سے راوی حذف ہے۔

کشی نے ذکر کیا ہے :"یہ امام باقر علیہ السلام سے بڑی شدید محبت رکھتے تھے لہذا آپ نے ان کو فلاں اور فلاں کی باتیں سننے سے منع کیا تھا۔ (٦)اس کے بعد کشی نے ذکر کیا ہے کہ آپ امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کے مدافع تھے۔ (٧) نجاشی نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے : یہ ثقہ ، سر شناس اور کوفی ہیں ۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایتیں نقل کرتے ہیں ۔ (٨)

شیخ طوسی نے اپنی فہرست کے رقم ٥٩١ و٦٤٤ (٩)اور رجال میں آپ کو امام جعفر صادق کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔اور آپ کو اس نام سے چار بار یاد کیا ہے۔ (١٠) اسی طرح علامہ حلی نے الخلاصہ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ (١١)

١۔طبری، ج ٥، ص ٣٨٥ ---٢۔ الخلاصہ، ص ١٩٣، ط نجف

٣۔ میزان الاعتدال، ج ٢، ص ١٣٩ ---٤۔طبری، ج٥، ص ٣٩٤ ۔ ٣٩٦

٥۔ طبری، ج٥ ، ص ٤٤٠ ---٦۔ص ٢٤٠ حدیث، رقم ٦٣٠

٧۔ص ٢٣٧ حدیث ٤٣٠ ---٨۔رجال نجاشی، ص ٢٢٦، ط ھند ٩۔ فہرست، ص ١٥٧و١٧٦

١٠۔ رجال شیخ، ص ٢٩٨رقم ٢٩٤ ، طبع نجف --- ١١۔ الخلاصہ، ص ١٥٠ رقم ٦٠اور اس کے بعد، ط نجف

۸۔ عبداللہ بن شریک عامری نہدی:

امام حسین علیہ السلام کا شب عاشور مہلت مانگنا، شب عاشور آپ کے خطبے اور اشعار، حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی گفتگو اور امام حسین علیہ السلام کے جواب کو یہ راوی امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مرسل روایت میں یہ راوی شمر کا حضرت عباس کے لئے شب عاشور امان نامہ لانا اور ۹ محرم کو غروب کے نزدیک پسر سعد ملعون کا امام علیہ السلام کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا واقعہ نقل کرتا ہے۔[۱]

کشی نے ذکر کیا ہے: "یہ امام باقر اور صادق علیہما السلام کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے ہیں"۔[۲]

ایک روایت میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن شریک امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی سپاہ میں بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والوں میں ہوں گے۔[۳] اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں یہ علمدار لشکر ہوں گے۔[٤]

تاریخ طبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جناب مختار کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔[۵] اس کے بعد مصعب بن زبیر کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔[٦] پھر ۷۲ ہجری میں عبدالملک بن مروان کے امان نامہ کی وجہ سے مصعب سے جدا ہوگئے۔ اس کے بعد شاید انھوں نے توبہ کرلی اور پھر ائمہ علیہم السلام کے اصحاب میں شمار ہونے لگے۔

۹۔ ابو خالد کابلی:

انھوں نے ایک مرسل روایت میں صبح عاشور امام حسین علیہ السلام کی دعا کو نقل کیا ہے۔ طبری نے ان کا نام ابو خالد کاہلی لکھا ہے لیکن کتب رجالی میں اس نام کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ مشہور وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

کشی نے ذکر کیا کہ وہ حجاج کے خوف سے مکہ بھاگ نکلے اور وہاں خود کو چھپائے رکھا؛ اس طرح خود کو حجاج کے شر سے نجات دلائی اور جناب محمد بن حنفیہ کے خدمت گذار ہوگئے یہاں تک کہ ان کی

۱۔ طبری، ج۵، ص ٤١٥ ۔ ٤١٦

۲۔ رجال کشی، ص۱۰ ، حدیث ۲۰

۳۔ ص ۲۱۷، حدیث ۳۹۰

٤۔ ص ۲۱۷ ، ۳۹۱

۵۔ طبری، ج ٦ ص ٤٩، ۵۱ و ١٠٤

٦۔ ج ٦، ص ١٦١

امامت کے قائل ہوگئے لیکن بعد میں اس باطل عقیدہ سے منھ موڑ کر امام سجاد علیہ السلام کی امامت کے معتقد ہوگئے۔اس کے بعد ان کا عقیدہ اتنا راسخ ہوا کہ آپ کے خاص اصحاب میں شمار ہونے لگے اور ایک عمر تک امام علیہ السلام کی خدمت گذاری کے شرف سے شرفیاب ہوتے رہے، پھر اپنے شہر کی طرف چلے گئے ۔[۱] شیخ طوسی نے رجال میں ان کو امام سجاد علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے ۔

ظاہراً یہ ان لوگوں سے محبت کرتے تھے جو جناب مختار کے ساتھ تھے، اسی لئے جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہوگئے اور اسی وجہ سے وہ حجاج کے چنگل سے نکل کر مکہ کی طرف بھاگ نکلے، ورنہ مکہ کی طرف بھاگنے کا اس کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نہیں ہوسکتا۔

۱۰ ۔ عقبہ بن بشیر اسدی:

شیر خوار کی شہادت کا واقعہ انھوں نے امام صادق علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔کشّی نے ان کا اس طرح ذکر کیا ہے:"عقبہ نے امام باقر علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ وہ حکومت وقت کی طرف سے اپنی قوم میں اپنے قبیلہ کے کارگزار بن جائیں ۔امام علیہ السلام نے انھیں اجازت نہیں دی۔ انھوں نے شیر خوار کی شہادت کو نقل کیا ہے۔ [۲]

شیخ طوسی نے رجال میں ان کو امام زین العابدین [۳] اور امام محمد باقر علیہ السلام [۴] کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔تاریخ طبری میں جناب مختار کے ساتھیوں کی مصیبت اور غم میں ان کے مرثیے موجود ہیں جسے پڑھا کرتے تھے ۔ [۵]

۱۱ ۔ قدامہ بن سعید:

قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی اپنے دادا سے روایتیں نقل کرتے ہیں جناب مسلم بن عقیل کے مقابلہ کیلئے محمد بن اشعث بن قیس کندی کے میدان نبرد میں آنے کی خبر، جناب مسلم کا قید کیا جانا ،[۶] آپ کا قصر دار الامارہ کے دروازہ پر پانی مانگنا اور آپ کو پانی پلائے جانے کی خبر [۷] قدامہ نے اپنے دادا زائد سے نقل کی ہے ۔ شیخ طوسی نے ان کو امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ [۸]

۱۔رجال کشی، ص ۱۲۱ ، حدیث ۱۹۳ ؛ رجال شیخ، ص۱۰۰ رقم ۲ ---۲۔ رجال کشی، ص ۲۰۳ ، حدیث ۳۵۸

۳۔ رجال شیخ، ص ۳۲ ---٤۔ص۱۲۹ ، رقم ۲۹ ،ط نجف

٥۔طبری، ج٦، ص ۱۱٦ ---٦۔ج٥، ص ۳۷۳

۷۔ج ٥، ص ۳۷٥ ---۸۔رجال شیخ، ص ۲۷٥،ط نجف

۱۲۔ حارث بن کعب والبی ازدی:

حارث بن کعب نے عقبہ بن سمعان، امام زین العابدین علیہ السلام اور فاطمہ بنت علی علیہما السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔

یہ جناب مختار کے ساتھیوں میں تھے، پھر کوفہ سے مدینہ منتقل ہوگئے اور وہاں پر امام علیہ السلام سے حدیثیں سنیں۔ شیخ طوسی نے ان کو اپنے رجال میں امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔[۱]

۱۳۔ حارث بن حصیرہ ازدی:

یہ عبداللہ بن شریک عامری نہدی اور وہ امام علی بن الحسین علیہما السلام کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیلات گذرچکی ہے۔ شیخ طوسی نے ان کو امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔[۲]

۱٤۔ ابو حمزہ ثمالی:

ابوحمزہ ثابت بن دینار ثمالی ازدی عبداللہ ثمالی ازدی اور قاسم بن بخیت کے حوالے سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کی روایت شام میں اہل حرم کی اسیری کے سلسلے میں ہے۔ کشی نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "ابوحمزة الثمالی فی زمانہ، کلقمان فی زمانہ، و ذالک انہ خدم اربعۃمنا علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و برھۃ من عصر موسی بن جعفر"[۳]

ابو حمزہ، لقمان زمانہ تھے اس کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ہم میں سے چار (اماموں) کو درک کیا ہے؛ علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد اور موسی بن جعفر کے تھوڑے سے زمانے کو درک کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

عامر بن عبداللہ بن جذاعہ ازدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نشہ آور چیزوں کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا: "کل مسکر حرام" ہر مست کرنے والی چیز حرام ہے۔ عامر بن عبداللہ نے کہا: لیکن ابو حمزہ تو بعض مسکرات کو استعمال کرتے ہیں! جب یہ خبر ابو حمزہ کو ملی تو انھوں نے تہہ دل سے

۱۔ رجال طوسی، ص ۸۷، ط نجف

۲۔ ص ۳۹۔ ۱۱۸، ط نجف

۳۔ طبری، ج ۵، ص ٤٦٥

توبہ کی اور کہا: "استغفر الله منه الان و اتوب الیه" میں ابھی خدا سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے تو امام علیہ السلام نے ابو حمزہ ثمالی کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا: میں جب ان کو چھوڑ کے آیا تو وہ مریض تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب پلٹنا تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو بتا دینا کہ وہ فلاں مہینے او رفلاں روز وفات پائیں گے۔

علی بن حسن بن فضال کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے تقریباً ایک سال بعد ابو حمزہ، زرارہ اور محمد بن مسلم کی وفات ایک ہی سال میں واقع ہوئی ہے۔

نجاشی نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے: یہ کوفہ کے رہنے والے اور ثقہ تھے۔ محمد بن عمر جعابی تمیمی کا بیان ہے کہ آپ مہلب بن ابو صفرہ کے آزاد کردہ تھے۔ آپ کے بیٹے منصور اور نوح سب کے سب زید بن علی بن حسین علیہما السلام کے ہمراہ شہید کئے گئے۔

آپ نے امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور امام موسی کاظم علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہے اور ان تمام ائمہ علیہم السلام سے روایتیں نقل کیں ہیں آپ کا شمار ہمارے نیکو کار بزرگوں اور روایت و حدیث میں معتمد و ثقہ لوگوں میں ہوتا ہے۔[١]

شیخ طوسی نے فہرست[٢] اور رجال میں آپ کو امام سجاد[٣] امام محمد باقر[٤] امام جعفر صادق[٥] اور امام موسی کاظم علیہم السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ ذہبی نے "میزان الاعتدال"[٦] اور عسقلانی نے "تہذیب"[٧] میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

١۔رجال نجاشی، ص ٨٣، ط ہند---٢۔فہرست شیخ، ص ٦٦، ط نجف

٣۔رجال شیخ، ص ٨٤، ط نجف--٤۔ص ١١٠

٥۔ ١٦٠،ط نجف

٦۔میزان الاعتدال، ج ١، ص ٣٦٣

٧۔تہذیب التہذیب ،ج ٢،ص ٧

یہ ہیں وہ چودہ ١٤ افراد جو ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کے اصحاب پر مشتمل ہیں اور اس کتاب کی سند میں واقع ہوئے ہیں ۔ ان کے علاوہ ابو مخنف نے عون بن ابی جحیفہ سوائی کوفی متوفیٰ ١١٦ ھ سے یعنی اس کتاب میں تاریخ کے حوالے سے روایتیں نقل کی ہیں لیکن ان سے عینی شاہدین کے عنوان سے نہیں بلکہ بعنوان مورخ روایت نقل کی ہے ۔جیسا کہ "تقریب التہذیب" میں یہی مذکور ہے۔ اس مورخ نے صقعب بن زھیر کے حوالے سے مدینہ سے مکہ کی طرف امام علیہ السلام کی روانگی ، مکہ میں آپ کی مدت اقامت اور پھر وہاں سے کوچ ...کا تذکرہ کیا ہے ۔

اب ہم اسی مقام پر اپنے مقدمہ کو اس امید کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ خداوند متعال ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم سید الشہداء امام حسین بن علی علیہما السلام کی صحیح خدمت نیز ان کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں ۔

امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

* معاویہ کی وصیت

* معاویہ کی ہلاکت

*یزید کا خط ولید کے نام

* مروان سے مشورت

* قاصد بیعت

* امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

* ابن زبیر کا موقف

* امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر

امام حسین علیہ السلام مدینہ میں

معاویہ کی وصیت[1]

طبری نے اپنی تاریخ میں جلد ٥، ص ٣٢٢پراس طرح ذکر کیا ہے : پھر ٦٠ ھ کا زمانہ آگیا ...اور اس سال معاویہ نے ان تمام لوگوں کو بلایا جو عبید اللہ کی ہمراہی میں وفد کی شکل میں یزید کی بیعت کے لئے لوگوں کودعوت دے رہے تھے...ان تمام لوگوں کو بلا کر اس نے عہدو پیمان باندھے جسے ہشام بن محمد نے ابو مخنف کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ابو مخنف کہتے ہیں کہ ہم سے عبد الملک بن نوفل بن مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ نے بیا ن کیا ہے کہ معاویہ جس مرض الموت میں ہلاک ہوا اسی مرض کی حالت میں اس نے اپنے

١۔معاویہ بن صخربن حرب بن امیہ بن عبد الشمس،ہجرت سے ٢٥ سال پہلے متولد ہوا۔(طبری، ج٥، ص ٣٢٥)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف جنگوں میں اس کے باپ ابو سفیان سے جنگ کی ہے۔ آخر کار٨ھ میں فتح مکہ کے موقع پراپنے باپ ابو سفیان کے ساتھ دامن اسلام میں پناہ لی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ اور اس کے باپ کو مولفۃ القلوب میں شمار کیا۔ (طبری ،ج٣، ص ٩٠) عمرنے اپنے دور حکومت میں اس کو شام کا گورنر بنادیا ۔(طبری ،ج٣، ص ٦٠٤)عثمان کے قتل تک اسی طرح یہ گورنری پر باقی رہا ۔ عثمان کے قتل کے بعد امیر المومنین علی علیہ السلام سے عثمان کے خون کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوا اورجنگ صفین میں حضرت کے خلاف میدان جنگ میں آگیا۔ اس جنگ و جدال اور مخالفت کا سلسلہ جاری رہایہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شھید ہوگئے تو اس نے امام حسن علیہ السلام سے جنگ شروع کردی ؛بالآخر جمادی الاولیٰ ٤١ ھ میں صلح ہوگئی اور اس سال کانام"عام الجماعۃ"رکھا گیا۔اس کے بعد ١٩ سال ٣ مہینہ یا٣مہینہ سے کچھ کم امیر شام نے حکو مت کی یہاں تک کہ ٦٠ھ ماہ رجب میں اس کی موت ہوگئی۔ اس وقت معاویہ کا سن ٨٥ سال تھا ۔ اس واقعہ کوطبری نے کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کلبی نے اپنے والد سے نقل کیا ہے (تاریخ طبری،ج٥، ص ٣٢٥)

بیٹے یزید[۱] کو بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! میں نے رنج سفر سے تجھے آسودہ، تمام چیزوں کو تیرے لئے مہیا، تیرے لئے دشمنوں کو سرنگوں، ذلیل و رسوا، سارے عرب کی گردن کو تیرے آگے جھکادیا اور تمام چیزوں کو تیرے لئے جمع کردیا ہے۔[۲]

اس کے بعد معاویہ نے ایک خط زیاد بن سمیہ کو اس عنوان سے لکھا (اس زمانے میں زیاد معاویہ کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا جس کی ابتداء ۴۵ھ سے ہوئی) کہ وہ اس امر میں مشورہ چاہتا ہے۔ زیاد نے عبید بن کعب نمیری ازدی کو معاویہ کے پاس روانہ کیا اور اس تک یہ پیغام پہنچایا کہ زیاد یہ سمجھتا ہے کہ یزید کچھ دنوں کے لئے اپنی ایسی رنگینیوں سے دست بردار ہوجائے جو لوگوں کو انتقام لینے پر مجبور کردیتی ہیں تاکہ گورنروں کو یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے میں آسانی ہو...پھر ۵۳ھ ماہ مبارک رمضان میں زیاد بن سمیہ فی النار ہوا۔

۱۔ ۲۸ھ میں یزید نے دنیا میں جنم لیا۔ اس کی ماں کا نام میسون بنت بجدل کلبی ہے۔ معاویہ نے لوگوں کو اپنے بعد یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے سلسلہ میں بلایا۔ بیعت یزید کی دعوت کا سلسلہ ۵۶ھ میں شروع ہوا۔ اور ۵۹ھ میں معاویہ نے وفد بھیج کر بیعت لینا شروع کیا۔ یزید کی ولی عہدی کا سلسلہ ماہ رجب ۶۰ھ سے شروع ہوا۔ اس وقت وہ ۳۲ سال کچھ مہینہ کا تھا اور ربیع الاول کی ۱۴ تاریخ کو ۶۴ھ میں مقام حوارین میں فی النار ہوا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۹۹) اس طرح اس کی مدت حکومت ۳ سال ۸ مہینہ ۱۴ دن ہوئی اور کل حیات ۳۶ سال ہوئی۔

آئندہ گفتگو میں یہ بات آئے گی کہ باپ کی موت کے وقت یزید وہاں موجود تھا۔ اس کے وجود کی موافقت سبط بن جوزی نے "تذکرۃ خواص الامۃ"، ص۲۳۵ پر کی ہے لیکن شیخ صدوق نے اپنی" امالی" میں امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اسی کو خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص۱۷۷ پر "اعثم کوفی" متوفی ۳۱۴ھ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ موجود تھا لیکن پھر شکار کے لئے چلا گیا اور تین دنوں کے بعد واپس آیا تو محل میں داخل ہوگیا اور پھر ۳ دن کے بعد باہر نکلا۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ معاویہ نے دو وصیتیں کی ہوں، پہلی یزید کی موجودگی میں اور دوسری یزید کی غیر موجودگی میں اور یہ وصیتیں دو لوگوں کے واسطے سے ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا ،یہی وجہ ہے کہ دونوں وصیتوں میں اختلاف ہے۔

۲۔ یہ کام معاویہ نے ۱۰ سال میں کیا ہے، جس کی ابتدائ ۵۰ھ سے ہوئی اور اس کے مرگ پر تمام ہوئی ہے۔ طبری نے اس کے سبب کو ج۵، ص ۳۰۱ پر ذکر کیا ہے: مغیرہ بن شعبہ ۴۹ھ میں طاعون کے خوف سے بھاگ کر کوفہ سے معاویہ کے پاس پہنچا (۴۱ ہجری یعنی عام الجماعۃ ہی کے زمانے سے مغیرہ کوفہ کا گورنر تھا) اور معاویہ سے اپنی ناتوانی کا تذکرہ کرتے ہوئے چاہا کہ اسے دوبارہ کوفہ جانے سے معاف رکھا جائے معاویہ نے اسکے عذر کو قبول کرلیا اور سعید بن عاص کو اس کی جگہ پر کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ کرلیا۔ اس واقعہ نے مغیرہ کی حسد کی چنگاری کو آتش فشاں میں تبدیل کردیا لہٰذا وہ فوراً یزید کے پاس آیا اور ولی عہدی کے عنوان سے یزید کی بیعت کا سلسلہ چھیڑا۔ اس بات کو یزید نے اپنے باپ تک پہنچایا تو اس پر معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ لوٹا دیا اور حکم دیا کہ لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لے۔ اس طرح مغیرہ کوفہ لوٹا اور یزید کی بیعت کے سلسلہ میں کام کرنے لگا اور وفد کی شکل میں گروہ گروہ بنا کر لوگوں کو معاویہ کے پاس بھیجنے لگا۔

اس وقت وہ کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر تھا۔٥٦ھ ماہ رجب میں معاویہ نے عمرہ کا پروگرام بنایا اوروہاں پہنچ کر اس نے یزید کی ولی عہدی کا اعلان کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دینے لگا ۔ اس پر سعید بن عثمان سامنے آیا اور اس نے اس کی بڑی مخالفت کی تو یزید کی سفارش پر معاویہ نے اسے خراسان کا گورنر بنادیا۔ اس کے بعد ٥٤ھ سے معاویہ کا نمک خوار مروان جو اس وقت سے لیکر آج تک مدینہ کا گورنر تھا معاویہ کے سامنے آیا اور بہت مخالفت کی تو معاویہ نے اسے خوب پھٹکارا اور ٥٧ھ میں اسے گورنری سے معزول کردیا۔ طبری نے اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ج٥، ص٣٠٩ ۔ مسعودی نے اپنی کتاب کی تیسری جلد کے ٣٨ویں صفحہ پر مروان کی مخالفت کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ عبید اللہ بن زیاد جو ٥٥ھ سے بصرہ کا گورنر تھا اس نے ٦٠ھ میں ایک وفد شام کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ معاویہ کے سامنے یزید کی بیعت کرے۔ (طبری ، ج ٥، ص ٣٢٢)

مجھکو اس حکومت کے سلسلے میں جو میں نے تیرے لئے استوار کی ہے قریش کے چار افراد سے خوف ہے :

١ ۔ حسین بن علی [1] ٢ ۔ عبد اللہ بن عمر [2]

---

١ ۔ امام حسین علیہ السلام نے ماہ شعبان ٤ھ میں اس دار فانی میں آنکھیں کھولیں ۔(طبری، ج٣ ، ص٥٥٥) اس طرح آپ نے ٦سال اپنے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اس کے بعد ٣٠ سال اپنے والد امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ زندگی گزاری ۔ ٣٠ سال کے سن میں عثمان کی خلافت کے زمانے میں اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام، حذیفہ بن یمانی ، عبداللہ بن عباس اور اصحاب کے ایک گروہ کے ہمراہ سعید بن عاص کی سربراہی میں خراسان کی جنگ میں شرکت فرمائی۔ (طبری ،جلد٤ ،ص ٢٦٩) امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد ١٠ سال اپنے بھائی امام حسن کے ہمراہ ان کی خوشی و غم میں شریک رہے ۔یہی ١٠ سال امام حسن علیہ السلام کی امامت کی مدت ہے جو معاویہ کا بھی زمانہ ہے،یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا اور آپ ١٠ محرم ٦١ھ بروز جمعہ شہید کردئے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ٥٦ سال ٦ مہینے تھی۔

٢ ۔عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی ہیں ۔ بیعت نہ کرنے پر حضرت علی علیہ السلام نے ابن عمر سے کہا :"انک لَسَیی ء الخلق صغیراً و کبیراً"(طبری ، ج ٤ ،ص ٤٢٨) تمہاری خلقت ہی خراب ہے چھوٹے رہو یا بڑے ہوجاؤ ۔دوسری جگہ ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا :" لولاما اعرف من سوء خلقك صغیراً و کبیراً لأنکرتنی" (طبری ، ج ٤، ص٤٣٦) اگرمجھے تمہاری بری خلقت کی معرفت نہ ہوتی تو بھی تم میری مخالفت کرتے ؛لیکن حفصہ نے اپنے بھائی عبداللہ کو عائشہ کی ہمراہی سے روک دیا ۔(طبری، ج ٤، ص ٤٥١) اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے خلاف طلحہ و زبیر کے قیام کی درخواست کا جواب دینے سے بھی حفصہ نے عبداللہ بن عمر کو روک دیا۔ (طبری، ج ٤ ،ص ٤٦٠) عبد اللہ بن عمر ابو موسی اشعری کا داماد تھا ، جب جنگ صفین میں ابو موسی کو حَکَم کے لئے منتخب کیا گیا تو ابو موسی نے اس کو (عبد اللہ بن عمر) بلایا اور اس کے ساتھ ایک جماعت کو دعوت دی ۔ عمروعاص نے اسے خلافت کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔جب مرحلہ معاویہ تک پہنچ گیاتو یہ معاویہ کے پاس چلا گیا (طبری ،ج٥، ص ٥٨) اس نے اگر چہ یزید کی بیعت نہیں کی تھی لیکن امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس نے اپنے داماد مختار کی آزادی کے لئے یزید کو ایک خط لکھا اور یزید نے بھی اس کی درخواست کو رد نہیں کیا۔ شاید اس کے بعد اس نے یزید کی بیعت کی ہے۔ (طبری، ج٥،ص ٥٧١) مسعودی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس نے ولید کے ہاتھوں پر یزید کے لئے اور حجاج کے ہاتھوں پر مروان کے لئے بیعت کی ہے۔ (مروج الذہب، ج ٢،ص٣١٦)

۳۔ عبداللہ بن زبیر[۱] ٤۔ عبد الرحمن بن ابی بکر[۲]

ان میں سے عبد اللہ بن عمر وہ ہے جسے عبادت نے تھکا دیا ہے؛ اگر وہ تنہا رہ جائے گا تو بیعت کر لے گا، لیکن حسین بن علی وہ ہیں کہ اگر اہل عراق ان کو دعوت دیں گے تو وہ قیام کریں گے؛[۳] اگر وہ

۱۔ عبد اللہ بن زبیر پہلی یا دوسری ہجری میں متولد ہوا۔ جب عثمان کا گھراؤ ہوا تھا تو اسی نے عثمان کی مدد کی یہاں تک کہ خود مجروح ہوگیا۔ (طبری، ج ٤، ص ۳۸۲) یہ کام اس نے اپنے باپ زبیر کے حکم پر انجام دیا تھا۔ (طبری، ج ٤، ص ۳۸۵) اور عثمان نے زبیر سے اس کے سلسلہ میں ایک وصیت کی تھی۔ (طبری، ج ٤، ص ٤۵۱) یہ اپنے باپ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک تھا۔ اور اس کو حق کی طرف پلٹنے اور توبہ کرنے سے روکا تھا۔ (طبری، ج ٤، ص ۵۰۲) عائشہ نے اسے بصرہ کے بیت المال کا امیر بنایا تھا کیونکہ یہ عائشہ کا مادری بھائی تھا جس کا نام "ام رومان" تھا (ج ٤، ص ۳۷۵) پھر یہ زخمی ہوا اور وہاں سے بھاگ نکلا پھر ٹھیک ہوگیا۔ (ج ٤، ص ۵۰۹) حضرت علی علیہ السلام نے اسے "برائیوں کے فرزند" کے نام سے یاد کیا ہے۔ (ج ٤، ص ۵۰۹) یہ معاویہ کے ساتھ تھا تو معاویہ نے عمر وعاص کے ہمراہ اسے محمد بن ابی بکر سے جنگ کے لئے بھیجا۔ جب عمر وعاص نے محمد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے محمد کے سلسلے میں سفارش کی لیکن معاویہ نے اس کی سفارش قبول نہیں کی (طبری، ج ۵، ص ۱۰٤) امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ مکہ نکل گیا (طبری، ج ۵، ص ٤۷٤) اور ۱۲ سال تک وہاں ان لوگوں سے لڑتا رہا یہاں تک کہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں جمادی الاولی ۷۳ ھمیں حجاج نے اس کو قتل کردیا۔ (ج ٦، ص ۱۸۷) اس کے ایک سال قبل اس کا بھائی مصعب "انبار" نامی جگہ پر قتل ہوا جس کی طرف خود عبد الملک نے اقدام کیا تھا۔

۲۔ اسد الغابہ میں ہے کہ عبد الرحمن بن ابی بکر یزید کی بیعت کے مطالبہ سے پہلے ہی مدینہ سے نکل گئے تھے اور حبشی نامی جگہ پر وفات ہو چکی تھی جو مکہ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ واقعہ ۵۵ ھ کا ہے لہٰذا یہ بات معاویہ کی وصیت سے یہ موافقت نہیں رکھتی ہے، واللہ اعلم۔

۳۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے جیسا کہ یعقوبی نے روایت کی ہے کہ اہل عراق نے امام علیہ السلام کو اس وقت خط لکھا جب آپ مدینہ میں تھے اور امام حسن علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ اس خط میں تحریر تھا کہ وہ لوگ امام علیہ السلام کے حق کے لئے قیام کے منتظر ہیں۔ جب معاویہ نے یہ سنا تو اس پر اس نے امام علیہ السلام کی مذمت کرنے کی کوشش کی۔ امام علیہ السلام نے اس کی تکذیب کی اور اس کو خاموش کردیا۔

خروج کریں تو ان سے جنگ کر کے ان پر فتح حاصل کرنا لیکن ان کے قتل سے درگذر کرنا اور گزشتہ سیاست پر عمل کرنا (۱) کیونکہ ان سے رشتہ داری بھی ہے اور ان کا حق بھی بزرگ ہے ۔ اور جہاں تک ابوبکر کے بیٹے کی بات ہے تو اس کی رائے وہی ہو گی جو اس کے حاشیہ نشینوں کا مطمح نظر ہو گا۔ اس کا ہم و غم فقط عورتیں اور لہوو لعب ہے؛ لیکن جو شیر کی طرح تمہاری گھات میں لگا ہے اور لومڑی کی طرح تجھ کو موقع ملتے ہی فریب دینا چاہتا ہے اور اگر فرصت مل جائے تو تجھ پر حملہ کردے وہ ابن زبیر ہے ؛ اگر اس نے تیرے ساتھ ایسا کیا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ۔ (۲)

معاویہ کی ہلاکت

٦٠ ھ میں معاویہ واصل جہنم ہوا (۳) معاویہ کی موت کے بعد ضحاک بن قیس فہری (٤) اپنے ہاتھوں میں معاویہ کا کفن لپیٹے باہر نکلا اور منبر پر گیا۔ خدا کی حمد و ثنا کی اور اس طرح کہنے لگا : بیشک معاویہ قوم عرب کی تکیہ گاہ تھے۔ ان کی شمشیر براں کے ذریعہ خدا نے فتنوں کو ٹالا، بندوں پر حکومت عطا کی اور ملکوں پر فتح و ظفر عنایت فرمائی۔ اب وہ مر چکے ہیں اور یہ ان کا کفن ہے ہم اس میں ان کو لپیٹ کر قبر میں لٹادیں

---

١ ۔ یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہئے کہ امیر شام نے یہ کہا تھا کہ "فان خرج علیك فظفرت "، یعنی اگر وہ خروج کریں تو ان کے ساتھ فتح و ظفر تک لڑتے رہنا لیکن قتل نہ کرنا۔ اس طرح وہ دو خوبیوں کو جمع کرنا چاہتا تھا؛ ایک فتح و ظفر دوسرے انتقام نہ لینا ۔ اس مطلب پر معاویہ کا وہ خط دلالت کرتا ہے جو اس نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے سلسلے میں لکھا تھا اور اپنے غلام سرجون رومی کے پاس امانت کے طور پر رکھوایا تھا؛ جس میں اس نے یہ لکھا تھا کہ اگر عراق میں حالات خراب ہونے لگیں تو فوراً ابن زیاد کو وہاں بھیج دینا؛ جیسا کہ آئندہ اس کی روداد بیان ہوگی ۔

٢ ۔ اس کی روایت خوارزمی نے اپنی کتاب کے ص ١٧٥ پر کچھ اضافے کے ساتھ کی ہے ۔

٣ ۔ طبری، ج ٥، ص ٣٢٤ پر ہشام بن محمد کا بیان ہے اور ص ٣٣٨ ۔ پر ہشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں کہ ماہ رجب ٦٠ ھ میں یزید نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی ۔

٤ ۔ ضحاک بن قیس فہری جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ تھا۔ وہاں معاویہ نے اسے پیادہ یا قلب لشکر کا سربراہ بنایا تھا۔ اس کے بعد اپنی حکومت میں جزیرہ "حران" کا والی بنایا ۔ وہاں پر عثمان کے چاہنے والے کوفہ وبصرہ سے اس کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ اس پر علی علیہ السلام نے اس کی طرف مالك اشتر نخعی کو روانہ کیا اور ٣٦ھ میں جناب مالك اشتر نے اس سے جنگ کی، پھر

معاویہ نے دمشق میں اسے اپنی پولس کی سربراہی پر مقرر کردیایہاں تک کہ ۵۵ ھمیں جب یزید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اسے کوفہ بھیج دیا۔پھر ۵۸ھ میں اسے کوفہ سے واپس بلا کر دوبارہ پولس کا سربراہ بنا دیا۶۰ ھتک وہ اس عہدے پر مقرر رہایہاں تک کہ بصرہ سے عبیداللہ بن زیاد کا ایک گروہ وفد کی شکل میں وہاں پہنچا اور معاویہ نے ان لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی ۔(مسعودی ، ج۲،ص۳۲۸)

ان واقعات کی طبیعی مسیر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ملعون اس وقت تک اپنے منصب پر باقی تھا جب آل محمد کا قافلہ شام پہنچا ہے۔ ٦٤ھ میں معاویہ بن یزید مر گیا توپہلے ضحاک نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا پھر لوگوں کو ابن زبیر کی طرف دعوت دی یہاں تک کہ جب مروان مدینے سے اور عبید اللہ بن زیاد عراق سے شام پہونچے تو ابن زیاد نے مروان کو خلافت کی لالچ دلائی لہٰذا مروان نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور لوگوں نے مروان کی بیعت کر لی ، اس پر ضحاک دمشق میں متحصن ہوگیا پھر وہا ں سے نکل کر مقام "مرج راھط"(دمشق سے چند میل کے فاصلہ) پر مروان سے جنگ پر آمادہ ہوگیا۔ ۲۰ دنوں تک یہ جنگ چلتی رہی۔ آخر کار ضحاک کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوے اوروہ خود مارا گیا۔ اس کا سرماہ محرم ٦٤ھیا٦٥ھمیں مروان کے پاس لایا گیا۔ (طبری ، ج ٥،ص ٥٣٥،٥٤٤)یہ شخص اتنا ملعون تھا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام ہر نماز کے قنوت میں اس پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔(طبری ، ج ٥،ص ٧١ووقعۃ صفین، ص ٦٢)

گے اوران کو ان کے عمل کے ساتھ وہاں چھوڑدیں گے۔ تم میں سے جو ان کی تشییع جنازہ میں شرکت کرناچاہتا ہے وہ ظہر کے وقت آجائے ، اس کے بعداس نے نامہ بر کے ذریعہ یزید کے پاس معاویہ کی بیماری کی خبر بھجوائی۔[1]

۱۔طبری نے وصیت کو اسی طرح نامہ بر کے حوالے سے لکھا ہے کہ نامہ بریزید تک پہنچا لیکن یزید نے کب سفرکیا اور کہاں غائب تھا اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ طبری نے ہشام سے اور اس نے عوانہ بن حکم (متوفی۱۵۷ھ) سے اس طرح روایت نقل کی ہے کہ یزید غائب تھا تو معاویہ نے ضحاک بن قیس جو اس وقت اس کی پولس کا سربراہ تھا اور مسلم بن عقبہ مری جس نے مدینہ میں واقعہ حرہ کے موقع پریزید کے لشکرکی سربراہی کی تھی ، کو بلایا اور ان دونوں سے وصیت کی اور کہا : تم دونوں یزید تک میری یہ وصیت پہنچادینا۔

وصیت کی یہ روایت ابومخنف کی روایت سے کچھ مختلف ہے۔ بطور نمونہ (الف) ابو مخنف کی روایت میں چار افراد کا تذکرہ ہے جن سے معاویہ کو خوف تھا کہ وہ یزید کی مخالفت کریں گے جن میں سے ایک عبدالرحمن بن ابی بکر ہے لیکن اس روایت میں مذکورہ شخص کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ (ب)ابومخنف کی روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا کہ امام حسین علیہ السلام سے عفو وگذشت سے کام لینا لیکن اس روایت میں ہے کہ امید ہے کہ خدا ان کو کوفیوں کے لشکر سے بچائے جنھوں نے ان کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کوتنہا چھوڑدیا۔ (ج) ابومخنف کی روایت میں ہے کہ ابن زبیر کو ٹکڑے ٹکڑے کردینا لیکن اس روایت میں صلح کی وصیت ہے اور قریش کے خون سے آغشتہ نہ ہونے کاتذکرہ ہے۔یزید کا ولید کو خط لکھ کر لوگوں کا نام پیش کرنا اور اس میں ابن ابی بکر کا تذکرہ نہ کرنا اس روایت کی تائید کرتا ہے۔ اسی طرح سرجون رومی کے پاس محفوظ خط میں معاویہ کا ابن زیاد کو عراق کے حاکم بنانے کی وصیت کرنا بھی اس روایت کی تائید کرتی ہے ۔

اب رہا سوال کہ یزید کہاں غائب تھا تو طبری نے علی بن محمد سے (ج۵،ص۱۰) پر روایت کی ہے کہ یزید مقام "حوارین" پر تھا۔ خوارزمی نے(ص۱۷۷) پر ابن اعثم کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید اس دن وصیت کے بعد شکار کے لئے نکل گیا تھا۔ اس طرح وصیت کے وقت حاضر ہونے اور موت کے وقت غائب رہنے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے۔

خط کو پڑھ کر یزید نے یہ کہا:

جاء البريد بقرطاس يخب به

فاوجس القلب من قرطاسه فزعا

قلنا لک الويل ما ذافی کتابکم؟

كأنّ اغبرمن ا ر کانها ا نقطعا

من لا تزل نفسه توفی علی شرف

توشک مقاليد تلک النفس ان تقعا

لماانتهيناوباب الدارمنصفق

وصوت رمله ريع القلب فانصدعا [۱]

نامہ بر شتاباں خط لے کر آیا، جس کی وجہ سے دل بیتاب اور ہراساں ہوگیا، میں نے اس سے کہا وائے ہو تجھ پر تیرے اس خط میں کیا پیغام ہے، گویا زمین اپنے ارکان سے جدا ہو گئی ہے، اس نے کہا حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ بستر علالت پر ہیں، یہ سن کر میں نے کہا: جس کی حیات شرافت و درستی سے عجین ہے قریب ہے کہ اس کی زندگی کا خاتمہ ہوجائے، جب پہنچا تو گھر کا دروازہ بند تھا اور دل رملہ کے نالہ و شیوان سے پھٹنے لگا۔

یزید کا خط ولید کے نام

یزید نے ماہ رجب میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس وقت مدینہ کا حاکم ولید بن عتبہ بن ابو سفیان، [۲] مکہ کا حاکم عمر بن سعید بن عاص، [۳] کوفہ [٤] کا حاکم نعمان بن بشیر انصاری، [۵] اور بصرہ کا گورنر عبید اللہ بن زیاد [٦] تھا۔

۱۔ طبری، ج۵، ص۳۲۷۔ یہ روایت ہشام بن محمد سے ابی مخنف کے حوالے سے نقل ہوئی ہے کہ ابو مخنف نے کہا کہ مجھ سے عبد الملك بن نوفل بن مساحق بن عبد اللہ بن مخرمہ نے روایت کی ہے کہ اسی نے کہا: "لما مات معاويہ خرج ..." جب معاویہ کو موت آئی تو وہ نکلا ...

۲۔ ۵۸ھ میں یہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم مقرر ہوا ۔(طبری، ج ۵، ص ۳۰۹) جب اس نے امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں سستی کا مظاہرہ کیا تو یزید نے اس سال اسے معزول کر کے عمرو بن سعید اشدق کو مدینہ کا حاکم بنا دیا۔(طبری، ج ۵، ص ۳۴۳) اس کا باپ عتبہ صفین میں معاویہ کے لشکر کے ساتھ تھا اور اس کے دادا کو حضرت علی علیہ السلام نے فی النار کیا تھا ۔(وقعہ صفین، ص ۱۷) آخری موضوع جو تاریخ طبری میں اس شخص کے سلسلے میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ یزید کی ہلاکت کے بعد ضحاک نے لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے بلایا تو ولید نے اسے گالیاں دیں جس پر ضحاک نے اس کو قید کردیا۔ (طبری ،ج۵،ص۵۳۳) تتمۃ المنتھی کے ص۴۹ پر محدث قمی فرماتے ہیں کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ کے جنازہ پر نماز پڑھتے وقت ولید پر حملہ کیا گیا اور اسی حملہ میں وہ مرگیا ۔

۳۔ماہ رمضان ۶۰ھ میں یزید نے اسے مدینہ کا گورنر بنایا پھر موسم حج کی سربراہی بھی اسی کے سپرد کی۔ اس نے ۶۰ھ میں حج انجام دیا ۔یہ مطلب اس روایت کی تایید کرتا ہے جس میں اس طرح بیان ہوا ہے: " ان یزید اوصاہ بالفتک بالحسین اینما وجد ولو کان متعلقا باستار الکعبہ" یزید نے اپنے اس پلید عنصر کو حکم دیا کہ حسین کو جہاں پاؤ قتل کردو چاہے وہ خانہ کعبہ کے پردہ سے کیوں نہ لپٹے ہوں ۔

خالد بن معاویہ بن یزید (جو مروان بن حکم کے بعد حاکم بنا تھا) کے بعد عمرو بن سعید اموی۔ حکمرانی کے لئے نامزد ہوا ۔.بیعت کے مراسم مقام "جولان" میں ادا کئے گئے جو دمشق اوراردن کے درمیان ہے۔.بیعت کا یہ جشن ۴ یا ۵ ذی قعدہ ۶۴ھ چہار شنبہ یا پنجشنبہ کے دن منایا گیا۔ یہ واقعہ معاویہ بن یزید کی ہلاکت کے بعد ہوا اور اسی دن سے دمشق کی حکومت عمرو بن سعید کے ہاتھوں میں آگئی ۔

پھر جب ضحاک بن قیس فہری دمشق سے ان لوگوں کی طرف نکلا تاکہ لوگوں کو اپنی طرف یا ابن زبیر کی طرف دعوت دے اور مروان نے ارادہ کیا کہ اس سے نبرد آزمائی کرے تو عمرو بن سعید میمنہ پر تھا (طبری، ج۵،ص ۲۲۷) پھر اس نے مروان کے لئے مصر کو فتح کیا اور مصعب بن زبیر سے فلسطین میں جنگ کی یہاں تک کہ اسے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔(طبری ،ج۵،ص۵۴۰) وہاں سے لوٹ کر جب یہ مروان کے پاس آیا تو مروان کو معلوم ہوا کہ حسان بن بجدل کلبی جو یزید بن معاویہ کا ماموں اور قبیلۂ بنی کلاب کا بزرگ تھا(یہ وہی شخص ہے جس نے لوگوں کو مروان کی بیعت کے لئے برانگیختہ کیا تو لوگوں نے اس کی بیعت کی) اس نے خود جا کر لوگوں سے عمرو بن سعید کے لئے بیعت لی ۔یہ خبر سنتے ہی مروان نے حسان کو بلایا اور جو باتیں اس تک پہنچی تھیں اس سے باخبر کرایا تو حسان نے انکار کرتے ہوئے کہا: " انا اکفیک عمرواً "میں عمرو کے لئے تنہا ہی کافی ہوں. پھر جب رات کے وقت لوگ جمع ہوئے تو وہ تقریر کے لئے اٹھا اور لوگوں کو مروان کے بعد عبد الملک کی بیعت کے لئے دعوت دی۔ اس پر لوگوں نے اس کی بیعت کی۔ ۶۹ھ یا ۷۰ھ یا ۷۱ھ میں عبدالملک بن مروان زفر بن حارث کلابی سے جنگ کے ارادہ سے باہر نکلا یا دیر جاثلیق کی طرف گیا تاکہ مصعب بن زبیر سے جنگ کرے اور دمشق میں اپنا جانشین عبد الرحمن ثقفی کو بنایا تو اشدق نے عبدالملک سے کہا: " انک خارج الی العراق فاجعل لی ہذا الامر من بعدک " آپ عراق جارہے ہیں لہٰذا اپنی جگہ پر مجھے جانشین بنادیجئے ۔اس کے بعد اشدق دمشق پہنچا تو ثقفی وہاں سے بھاگ گیا ،پھر جب عبدالملک دمشق پہنچا تو اس نے صلح کرائی اس کے بعد وہ دمشق میں داخل ہوا پھر اسی نے راتوں رات اپنے ہی محل میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کردیا ۔ (طبری ،ج۵،ص ۱۴۰ ۔ ۱۴۸) اس کا باپ سعید بن عاص وہی ہے جو عثمان کے دور حکومت میں کوفہ کا گورنر تھا اور شراب پیتا تا ، اہل کوفہ نے اس کی عثمان سے شکایت کی لیکن اسکے باوجود بھی وہ شراب نوشی کی عادت سے باز نہیں آیا لہٰذا امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس پر حد جاری کی ۔

مجمع الزواید، ج ۵، ص ۶۴۰ پر ابن حجر ہیثمی نے اور تطہیر الجنان میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو کہتے سنا ہے :" لیرفعن علی منبری جبار من جبابرۃ بنی امیہ فیسیل رعافۃ" بنی امیہ کے ظالم وجابر حکمرانوں

میں سے ایک جبار کی نکسیر میرے منبر پر پھوٹے گی اور اس کا خون جاری ہوگا ۔. پیغمبر اسلام کی یہ پیشین گوئی عمرو بن سعید کے سلسلے میں سچی ثابت ہوئی کیونکہ اس کی نکسیر اس وقت پھوٹی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے منبر پر بیٹھا تھا یہاں تک کہ اس کا خون جاری ہونے لگا ۔

٤۔ "جلولائ" میں مسلمانوں کو کامیابی ملنے کے بعد سپہ سالار لشکر سعد بن ابی وقاص نے عمر کو خط لکھا جس کا. عمر نے اس طرح جواب دیا : "ابھی وہیں رہو اور لوگوں کی بات نہ سنو اور اسے مسلمانوں کے لئے دار ہجرت اور منزل جہاد قرار دو! "تو سعد نے مقام "انبار" پر پڑائو ڈالا لیکن وہاں فوج شدید بخار میں گرفتار ہو گئی تو سعد نے خط لکھ کر عمر کو با خبر کیا؛عمر نے سعد کو یہ جواب دیا : عرب کے لئے وہی زمین مناسب ہے جہاں اونٹ اور بکریاں آرام سے رہ سکیں لہٰذا ایسی جگہ دیکھو جو دریا کے کنارے ہو اور وہیں پڑائوڈال دو ۔ سعد وہاں سے چل کر کوفہ پہنچے، (طبری، ج٣،ص ٥٧٩) کوفہ کے معنی ریتیلی اور پتھریلی زمین ہے (طبری، ج٣،ص ٦١٩) جہاں فقط سرخ ریت ہوتی ہے اسے "سہلہ "کہتے ہیں اور جہاں یہ دونوں چیزیں ملی ہوں اسے "کوفہ "کہتے ہیں ۔ (طبری، ج ٤،ص ٤١) کوفہ میں ٣ دیر تھے : دیر حرقہ ، دیر ام عمرو اور دیر سلسلہ۔(طبری ،ج٤،ص ٤١)ان مسلمانوں نے محرم ١٧ ھ میں نرکل اور بانس سے مکان تیار کیا لیکن کچھ دنوں کے بعد شوال کے مہینہ میں ایک بھیانک آگ نے سارے کوفہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جسکی وجہ سے ٨٠ سائبان نذر آتش ہو گئے اور تمام نرکل اور بانس کے بنے ہوئے مکان جل گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر سعد نے ایک آدمی کو عمر کے پاس بھیجا تا کہ وہ اس بات کی اجازت لے کر آئے کہ یہاں اینٹ کے مکانات تعمیر ہو سکیں ۔ عمر نے کہا : اسے انجام دو لیکن خیال رہے کہ ہر گھر میں ٣ کمروں سے زیادہ نہ ہوں اور اس سلسلے میں کوئی زیادہ روی نہ ہو ۔اس وقت گھروں کی تعمیر کا ذمہ دار ابوالھیاج تھا، لہٰذا سعد نے عمر کے بتائے ہوئے نقشہ کو اس کے سامنے پیش کیا اور درخواست کی کہ اس روش کے مکا نات تعمیر کرائے۔ اس طرح اس شہر کی تعمیر نو کا آغاز ہوا جس کا نام کوفہ ہے ۔ عمر نے اپنے نقشہ میں لکھا تھا کہ اصلی شاہراہ ٤٠ ذراع ہو اور اس کے اطراف کی سڑکیں اہمیت کے اعتبار سے ٢٠ اور ٣٠ ذراع ہوں ۔ اسی طرح گلیاں ٧ میٹر ہوں ، لہٰذا انجینیروں کی ایک کمیٹی نے بیٹھ کر مشورہ کرنے کے بعد کام شروع کیا ۔ ابو الھیاج نے سب کے ذمہ کام تقسیم کر دیا سب سے پہلے جو چیز کوفہ میں بنائی گئی وہ مسجد ہے۔مسجد کے اطراف میں بازار بنایا گیا جس میں کھجور اور صابون بیچنے والے رہنے لگے اس کے بعد ایک بہترین تیر انداز درمیان سے اٹھا اور اس نے داہنی طرف ، آگے اور پیچھے تیر پھینکا اور حکم دیا کہ جو چاہے تیر کے گرنے کی جگہ کے آگے سے اپنے اپنے گھر بنالے اور مسجد کے آگے ایک سائبان بنایا گیا جو سنگ مرمر کا تھا اور کسریٰ سے لایا گیا تھا۔ اس کی چھت رومیوں کے کنیسہ جیسی تھی ۔بیچ میں ایک خندق کھودی گئی تا کہ مکان بنانے میں آگے پیچھے نہ کر سکیں ۔ سعد کے لئے ایک ایسا گھر بنایا گیا جس کا ایک راستہ دوسوذراع کا بنایا گیا جو نقیبوں کے لئے تھا جس میں بیت المال بنائے گئے۔یہی قصر کوفہ کہا جاتا ہے جسے "روز بہ "نے مقام "حیرۃ" سے اینٹیں لاکر کسریٰ جیسی عمارت بنائی تھی ۔ (طبری، ج٤،ص ٤٤۔٤٥) سعد نے اس محل میں سکونت اختیار کی؛ جو محراب مسجد سے متصل تھا اور اسی میں بیت المال رکھا اور اس پر ایک نقیب (نگراں) کو معین کیا جو لوگوں سے اموال لیتا تھا۔ ان تمام مطالب کی روداد سعد نے عمر تک پہنچائی ۔اس کے بعد مسجد کو منتقل کیا گیا اور

اس کی عمارت کو قصر کی اینٹوں کو توڑ کر بنایا گیا جو مقام "حیرۃ"میں کسری کی طرح تھا اور قصر کے آخر میں قبلہ کی طرف بیت المال قرار دیا گیا۔ اس طرح مسجد کا قبلہ قصر کے داہنی طرف تھا اور اسکی عمارت مرمری تھی جس کے پتھر کسری سے لائے گئے تھے۔(طبری ،ج٤، ص٦٤) مسجد کے قبلہ کی طرف ٤راستے بنائے گئے اور اس کے پچھم ، پورب ٣٣سڑکیں بنائی گئیں ۔ مسجد اور بازار سے ملی ہوئی جگہ پر ٥سڑکیں بنائی گئیں ۔ قبلہ کی سڑک کی طرف بنی اسد نے مکان بنانے کے لئے انتخاب کیا۔ اسد اور نخع کے درمیا ن ایک راستہ تھا ، نخع اور کندہ کے درمیان ایک راستہ تھا ۔کندہ اور ازد کے درمیان ایک راستہ تھا۔ صحن کے شرقی حصہ میں انصار اور مزینہ رہنے لگے، اس طرح تمیم اور محارب کے درمیان ایک راستہ تھا ۔ اسد اور عامر کے درمیان ایک راستہ تھا ۔ صحن کے غربی حصہ میں بجلہ اور بجیلہ نے منزل کے لئے انتخاب کیا۔ اسی طرح جدیلہ اور اخلا ط کے درمیان ایک راستہ اور سلیمان و ثقیف کے درمیان دو راستے تھے جو مسجد سے ملے ہوئے تھے۔ہمدان ایک راستہ پر اور بجیلہ ایک راستہ پر تھے ، اسی طرح تمیم اور تغلب کا ایک راستہ تھا۔یہ وہ سڑکیں تھیں جو بڑی سڑکیں کہی جاتی تھیں ۔ ان سڑکوں کے برابر کچھ اور سڑکیں بنائی گئیں پھر ان کو ان شاہراہوں سے ملا دیا گیا۔ یہ دوسری سڑکیں ایک ذراع سے کم کے فاصلہ پر تھیں ۔اسی طرح اس کے اطراف میں مسافرین کے ٹھہرنے کے لئے مکانات بنائے گئے تھے ۔وہاں کے بازار مسجدوں کی روش پر تھے جو پہلے آکر بیٹھ جاتا تھا وہ جگہ اسی کی ہوجاتی تھی یہاں تک کہ وہاں سے اٹھ جائے یا چیزوں کے بیچنے سے فارغ ہوجائے(طبری ،ج٤، ص ٤٥ ۔ ٤٦) اور تمام دفاعی نظام بھی بر قرار کئے گئے، منجملہ ٤ ہزار تیز رفتار گھوڑے بھی رکھے گئے۔ اس طرح شہر کوفہ مسلمانوں کے ہاتھوں تعمیر ہوا۔

٥۔ نعمان مدینہ میں قبیلہ ء خزرج کی ایک فرد تھا ۔ شیخ طوسی نے"رجال" میں ص٣٠پر اسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور طبری نے ج ٤،ص ٤٣٠ پر اسے ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنھوں نے عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے سر پیچی کی ہے۔اس کے بعد یہ معاویہ سے ملحق ہو گیا اور جنگ صفین میں اسی کے ہمراہ تھا۔ اس کے بعد معاویہ نے ایک فوج کے ساتھ اسے"عین التمر"شب خون کے لئے بھیجا۔ اس مطلب کو طبری نے ٣٩ ھکے واقعات ج ٥، ص ١٣٣ پر لکھا ہے پھر ٥٨ھ میں معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنادیا ۔ یہ اس عہدہ پر باقی رہا یہاں تک کہ معاویہ کیفر کردار تک پہنچ گیا اور یزید نے مسند سنبھالی ۔ آخر کار اس کی جگہ پر یزید کی جانب سے ٦٠ ھمیں عبید اللہ بن زیاد نے گورنری کی باگ ڈور سنبھالی۔اب نعمان نے یزید کی راہ لی اور امام حسین علیہ السلام کے قتل ہونے تک اسی کے پاس رہا ۔ پھر یزید کے حکم پر اہل حرم کے ہمراہ مدینہ گیا (طبری ،ج٥،ص ٤١٢) وہاں سے شام لوٹ کر یزید کے پاس رہنے لگا یہاں تک کہ یزید نے اسے پھر مدینہ بھیجا تاکہ وہ انصار کو عبداللہ بن حنظلہ سے دور رہنے کا مشورہ دے اور یزید کی مخالفت سے انہیں ڈرائے دھمکائے لیکن انصار نے ایک نہ سنی۔ (طبری ،ج٥،ص ٤٨١)

٦۔ ٢٠ھ میں عبیداللہ بن زیادپیدا ہوا ۔(طبری، ج٥، ص ٢٩٧) ٤١ھ میں بسربن ارطاۃ نے بصرہ میں اسے اس کے دو بھائیوں عباد اور عبدالرحمن کے ہمراہ قید کرلیا اور زیاد کے نام ایک خط لکھاکہ یا تم فوراََتم معاویہ کے پاس جائویا میں تمہارے بیٹوں کو قتل کردوں گا۔(طبری، ج٥، ص ١٦٨)٥٣ھ میں زیاد مرگیا ۔(طبری، ج٥،ص٢٨) اس کے بعد اس کا بیٹا عبید اللہ معاویہ کے پاس گیا ۔ معاویہ نے ٥٤ھ میں اسے خراسان کا گورنر بنادیا۔ (طبری، ج ٥،ص٢٩٧) اس کے بعد ٥٥ھ میں بصرہ کا والی مقرر کردیا ۔ خراسان سے نکل کر بصرہ جاتے وقت اس نے اسلم بن زرعہ کلابی کو اپنا جانشین بنایا۔(طبری، ج٥ ،ص٣٠٦) جس زمانے میں خراسان میں اس نے کوہ نجاری پر حملہ کیا اور اس کے دو شہر رایشتہ اور بیرجند کو فتح کرلیا اسی وقت اپنے سپاہیو ں میں سے دوہزارتیر اندازوں کو اس نے لیا اور ان کی تربیت کے بعد انہیں اپنے ساتھ لیکر بصرہ روانہ ہوگیا۔ (طبری، ج ٥،ص ٢٩٨) اس کا ایک بھائی عبادبن زیاد، سجستان کا گورنر تھا اوردوسرا بھائی عبدالرحمن بن زیاد اپنے بھائی عبیداللہ ہی کے ہمراہ خراسان کی حکمرانی میں تھا ،وہ اس عہدہ پر دو سال تک رہا (طبری، ج٥ ،ص٢٩٨) پھر کرمان کی حکومت کو بھی عبیداللہ بن زیاد نے ہی سنبھال لیا اور وہاں اس نے شریک بن اعورحارثی ہمدانی کو بھیج دیا۔ (طبری، ج٥ ،ص ٣٢١) یزید نے عباد کو سجستان سے اور عبدالرحمن کو خراسان سے معزول کرکے ان کے بھائی سلم بن زیاد کو گورنر بنادیا اور سجستان اس کے بھائی یزید بن زیاد کو بھیج دیا (طبری، ج٥ ،ص ٤٧١)پھر اسے کوفہ کی گورنری بھی ٦٠ھ میں دیدی او بصرہ میں اس کے بھائی عثمان بن زیاد کو حاکم بنادیا۔ (طبری، ج٥،ص٣٥٨) جب امام حسین کی شہادت ہوئی تو یہ ملعون ٤٠سال کا تھا اور اس عظیم واقعہ کے بعد یہ ٦١ ھمیں پھر کوفہ سے بصرہ لوٹ گیا۔ جب یزید اوراس کا بیٹا معاویہ ہلاک ہوگیا تو بصرہ والوں نے اس کی بیعت کرلی اور اسکو خلیفہ کہنے لگے لیکن پھر اس کی مخالفت کرنے لگے تو یہ شام چلاگیا (طبری، ج ٥،ص٥٠٣) اس سفر میں اس کے ساتھ اس کا بھائی عبداللہ بھی تھا۔ یہ ٦٤ھکا واقعہ ہے۔ (طبری، ج ٥،ص ٥١٣) وہاں اس نے مروان کی بیعت کی ور اس کو اہل عراق کے خلاف جنگ کے لئے اکسایا تو مروان نے اسے ایک فوج کے ساتھ عراقیوں کے خلاف جنگ کے لئے بھیجا۔ (طبری، ج٥،ص٥٣) وہاں اس نے توابین سے جنگ کی اور ان کو ہرادیا یہ واقعہ ٦٥ھ کا ہے۔ (طبری، ج٥،ص ٥٩٨)پھر ٦٦ھ میں جناب مختار سے نبرد آزما ہوا (طبری، ج٦، ص ٨١) اور اسی میں اپنے شامی ہمراہیوں کے ساتھ ٦٧ ھمیں قتل کردیا گیا۔ (طبری، ج ٦، ص ٨٧)

لیکن یزید نے جب زمام حکومت سنبھالی تو اس کا سارا ہم و غم یہ تھا کہ ان لوگوں سے بیعت حاصل کرے جنہوں نے اس کے باپ معاویہ کی درخواست کو یزید کی بیعت کے سلسلے میں ٹھکرا دیا تھا اور کسی طرح بھی یزید کی بیعت کے سلسلہ میں اپنا ہاتھ دینا نہیں چاہتے تھے، لہٰذا آسودہ خاطر ہونے کے لئے اس نے مدینہ کے گورنر ولید کو ایک خط اس طرح لکھا: " بسم اللہ الرحمن الرحیم ، من یزید امیر المؤمنین الی الولید بن عتبہ ...اما بعد: فان معاویة کان عبدامن عباداللہ ، اکرمہ اللہ و استخلفہ، و خولہ و مکن لہ فعاش بقدر ومات باجل،فرحمہ اللہ !فقد عاش محموداً! ومات برّاً تقیا! والسلام "

یزید امیر المومنین کی طرف سے ولید بن عتبہ کے نام، امابعد... حقیقت یہ ہے کہ معاویہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جس کو خدا نے مورد احترام و اکرام قرار دیا اور خلافت و اقتدار عطا فرمایا اور بہت سارے امکانات دیئے۔ان کی زندگی کی جتنی مدت تھی انھوں نے اچھی زندگی بسر کی اور جب وقت آگیا تو دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔ خدا ان کو اپنی رحمت سے قریب کرے۔ انھوں نے بڑی اچھی زندگی بسر کی اور نیکی اور شائستگی کے ساتھ دنیا سے گزر گئے۔ والسلام

پھر ایک دوسرے کاغذ پر جو چوہے کے کان کی طرح تھا یہ جملے لکھے:

" اما بعد فخذ حسینا و عبد اللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر با لبیعة اخذا شدیداًلیست فیہ رخصة حتی یبا یعوا، والسلام"(۱)

امابعد، حسین بن علی، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر سے سختی کے ساتھ مہلت دیئے بغیر فوراً بیعت حاصل کرو۔ والسلام

معاویہ کی خبر مرگ پاتے ہی(۲) ولید نے فوراً مروان بن حکم(۳) کو بلوایا تاکہ اس سلسلے میں اس سے مشورہ کر سکے۔(٤)

۱۔ طبری، ج۵،ص ۳۳۸، اس خبر کو طبری نے ہشام کے حوالے سے اور ہشام نے ابو مخنف کی زبانی نقل کیا ہے۔یہ ان متعدد روایتوں میں سے پہلی روایت ہے جنہیں طبری نے آپس میں ملادیا ہے اور ہر روایت کے شروع میں "قال" کہا ہے۔ یہ تمام روایتیں ابو مخنف کی طرف مستند ہیں۔

طبری کی روایت میں ہشام کے حوالے سے ابو مخنف سے یہی جملہ نقل ہوا ہے جس میں فقط شدت اور سختی کا تذکرہ ہے، قتل کا ذکر نہیں ہے۔ہشام کے حوالے سے سبط بن جوزی کی روایت میں بھی یہی الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ (ص ۲۳۵) ارشاد کے ص ۲۰۰ پر شیخ مفید نے بھی اسی جملہ کا تذکرہ کیا ہے جس میں ہشام اور مداینی کا حوالہ موجود ہے لیکن یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ج ۲،ص ۲۲۹ پر خط کا مضمون اس طرح نقل کیا ہے:

"اذ اتاک کتابی ھذا فأ حضر الحسین بن علی ، وعبداللہ بن زبیر فخذھما با لبیعة ، فان امتنعا فا ضرب أعنا قھماوابعث الیّ برؤوسھما،وخذ الناس بالبیعة ، فمن امتنع فأ نفذ فیہ الحکم، وفی الحسین بن علی و عبداللہ بن زبیر، والسلام"

جیسے ہی تم کو میرا خط ملے ویسے ہی حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کو حاضر کرو اور ان دونوں سے بیعت حاصل کر! اگر انکار کریں تو ان کی گردن اڑادو اور ان کے سر ہمارے پاس بھیج دو! لوگوں سے بھی بیعت لو اور انکار کرنے پر ان کے ساتھ بتائے ہوئے حکم پر عمل کرو! وہی جو حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کے بارے میں بتایا ہے۔ والسلام

خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص۱۸۰ پر ابن اعثم کے حوالے سے خط کو نقل کیا ہے۔ یہ خط بعینہ طبری کی ہشام کے حوالے سے منقول روایت کی طرح ہے فقط اس جملہ کا اضافہ کیا ہے: ...ومن ابی علیک منہم فاضرب عنقہ و ابعث الیٰ براسہ، ان میں سے جو انکار کرے اس کا سر کاٹ کر فوراً میرے پاس روانہ کرو! یزید کا یہ خط ولید کو ۲۶ رجب شب جمعہ کو موصول ہوا تھا جیسا کہ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ کو الوادع کہنے کی تاریخ سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔

۲۔ مورخین نے اس بات کی صراحت نہیں فرمائی ہے کہ یزید نے یہ خط کب لکھا اور کب قاصد کو مدینہ کے لئے روانہ کیا تا کہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ شام سے مدینہ کی مسافت میں کتنا وقت لگا۔ ہاں طبری نے (ج۵، ص، ۴۸۲) پر ہشام کے حوالے سے ابو مخنف سے جو روایت نقل کی اس سے ہم کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں، کیونکہ عبد الملک بن مروان نے یزید کو جو خط لکھا تھا کہ ہم لوگ مدینہ میں محصورہیں لہذا فوج بھیجو جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ سامنے آیا اس میں یہ ملتا ہے کہ قاصد کو آمدورفت میں ۲۴ دن لگے؛ بارہ دن جانے میں اور ۱۲ دن واپس لوٹنے میں۔ اس وقت یہ قاصد کہتا ہے کہ اتنے دنوں کے بعد میں فلاں وقت عبد الملک بن مروان کے پاس پہنچا، اس کے علاوہ طبری کے دوسرے بیان سے بھی کچھ اندازہ لگتا ہے کیونکہ طبری نے ج۵،ص۴۹۸ پر واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یزید ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو واصل جہنم ہوا اور مدینہ میں اس کی خبر مرگ ربیع الآخر کے شروع میں موصول ہوئی۔ اس کا مطلب ہوا کہ یزید کی ہلاکت کی خبر ۱۶ دنوں بعد ملی۔

۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس کے باپ حکم بن عاص کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکال دیا تھا، کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتا تھا، لیکن عثمان نے اسے اپنی حکومت میں جگہ دی اور اپنی بیٹی نائلہ کی اس سے شادی کردی اور افریقا سے مصالحت کے بعد جو ایک خطیر رقم آئی تھی جس کا ایک حصہ ۳۰۰ قطار سونا تھا وہ اسے دیدیا (طبری، ج۴،ص ۲۵۶) اور اسنے ان اموال کی مدد سے نہر مروان کی خریداری کی جو تمام عراق میں پھیلی ہوئی تھی (طبری، ج۴،ص۲۸۰) اس کے علاوہ مروان کو ۱۵ ہزار دینار کی ایک رقم اور دی (طبری، ج۴، ص ۳۴۵) سب سے بری بات جو ہوئی وہ یہ کہ عثمان، مروان کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن گئے۔ وہ جو چاہتا تھا یہ وہی کرتے تھے۔ اسی مسئلہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے عثمان کو خیر خواہی میں سمجھایا تھا۔ جب عثمان کا محاصرہ ہوا تو عثمان کی طرف سے اس نے لڑنا شروع کیا جس کے نتیجے میں خود اس پر حملہ ہوا پھر لوگوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن ایک بوڑھی دایہ جس نے اسے دودھ پلایا تھا مانع ہوگئی اور بولی: اگر تم اس آدمی کو مارنا چاہتے ہو تو یہ مر چکا ہے اور اگر تم اس کے گوشت سے کھیلنا چاہتے ہو تو بری بات ہے (طبری، ج۴، ص ۳۶۴) وہاں سے اس کا غلام ابو حفصہ یمانی اسے اٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ (طبری، ج۴،ص ۳۸۰) اسی واقعہ کے بعد مروان کی گردن ٹیڑھی ہوگئی تھی اور آخر وقت تک ایسی ہی رہی۔ (طبری، ج۴،ص۳۹۴)

یہ شخص جنگ جمل میں شریک تھا اور دونوں نمازوں کے وقت اذان دیا کرتا تھا۔ اسی نے طلحہ پر ایسا تیر چلایا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ خود بھی یہ جنگ میں زخمی ہوگیا تھا لہٰذا وہاں سے بھاگ کر مالک بن مسمع غزاری کے یہاں پہنچا اور اس سے پناہ کی درخواست کی اور اس نے درخواست کو قبول کر لیا۔(طبری، ج ٤، ص ٥٣٦) جب وہاں سے پلٹا تو معاویہ سے جاملا۔ (طبری، ج ٤، ص ٥٤١) معاویہ نے بھی عام الجماعۃ کے بعد اسے مدینہ کا گورنر بنادیا۔ ٤٤ھ میں اس نے مسجد میں پیش نماز کی خاص جگہ بنانے کی بدعت رائج کی۔ (طبری، ج٥،ص٢١٥) اس کے بعد معاویہ نے فدک اس کے سپرد کر دیا لیکن پھر واپس لے لیا (ج ٥،ص ٥٣١) ٤٩ھمیں معاویہ نے اسے معزول کر دیا۔(طبری ،ج٥،ص ٢٣٢) ٥٤ھ میں ایک بار پھر مدینہ کی گورنری اس کے سپرد کردی۔ ٥٦ھ میں معاویہ نے حج انجام دیا تو وہاں اس نے چاہا کہ مروان یزید کی بیعت کی توثیق کردے (طبری، ج٥،ص٣٠٤) لیکن پھر معاویہ ٥٨ھ تک اپنے اس ارادے سے منصرف ہوگیا۔ ٥٦ھ میں ولید بن عتبہ بن ابو سفیان کو مدینہ کا گورنر بنادیا۔یہی وجہ ہے کہ مروان اس سے ہمیشہ منہ پھلائے رکھتا تھا۔(طبری، ج ٥، ص ٣٠٩) جب اہل حرم شام وارد ہو رہے تھے تو یہ ملعون دمشق میں موجود تھا۔(طبری، ج٥ ،ص ٤٦٥) ٦٢ھ میں واقعہ حرہ کے موقع پر یہ مدینہ ہی میں تھا۔یہی وہ ملعون ہے جس نے حکومت سے مدد مانگی تھی تو مدد کے طور پر یزید نے مسلم بن عقبہ المری کو روانہ کیا۔ (طبری، ج٥،ص ٤٨٢) جب اہل مدینہ مسلم بن عقبہ کے سامنے پہنچے تو بنی امیہ نے انہیں مروان کے گھر میں قید کر دیا جبکہ وہ ہزار آدمی تھے پھر ان کو مدینہ سے باہر نکال دیا اور اس نے اپنے اہل و عیال کو چوتھے امام حضرت زین العابدین علیہ السلام کے پاس مقام ینبع میں چھوڑ دیا امام علیہ السلام نے ان کی پرورش و حمایت کی ذمہ داری لے لی۔ امام علیہ السلام نے اس زمانے میں مدینہ کو چھوڑدیا تھا تاکہ ان کے کسی جرم کے گواہ نہ بن سکیں (طبری ،ج٥،ص ٤٨٥) پھر جب ٦٤ھمیں عبید اللہ بن زبیر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی حکومت میں مدینہ کا گورنر بن گیا تو بنی امیہ مدینہ سے نکل بھاگے اور شام پہنچ کر مروان کے ہاتھوں پر بیعت کرلی۔ (طبری ،ج٥، ص ٥٣٠) ٦٥ھ میں اس کو موت آگئی۔

٤۔ جب ولید گورنر کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد مدینہ پہنچا تو مروان ناراضگی کے اظہار کے ساتھ اس سے ملنے آیا۔جب ولید نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اس نے اپنے افراد کے درمیان مروان کی بڑی ملامت کی؛ جب یہ خبر مروان تک پہنچی تو ان دونوں کے آپسی رشتے اور رابطے تیرو تار ہو گئے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ معاویہ کی موت کی خبر لے کر نامہ بر آیا۔ چونکہ یہ موت ولید کے لئے بڑی صبر آزما تھی اور دوسری اہم مشکل جو اس کے سر پر تھی وہ یہ کہ اس خط میں حکم دیا گیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام اور دیگر لوگوں سے بیعت لی جائے لہٰذا ایسی صورت میں اس نے مروان جیسے گھاگ آدمی کا سہارا لیا اور اسے بلوا بھیجا۔(. طبری، ج٥،ص ٣٢٥)

مروان سے مشورہ

مروان نے جب یزید کا خط پڑھا تو "انّا للہ وانّا الیہ راجعون" کہا اور اس کے لئے دعائے رحمت کی۔ ولید نے اس سے اس سلسلے میں مشورہ لیتے ہوئے پوچھا: "کیف تری ان نصنع" تم کیا کہتے ہو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس پر مروان نے کہا: میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اسی وقت تم ایک آدمی کو ان لوگوں کے پاس بھیجو اور ان لوگوں سے بیعت طلب کرو اور کہو کہ فوراً مطیع ہو جائیں؛ اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو ان سے اسے قبول کرلو اور ان سے دست بردار ہو جاؤ لیکن اگر وہ انکار کریں تو قبل اس کے کہ انہیں معاویہ کی موت کی خبر ملے ان کے سر قلم کردو؛ کیونکہ اگر ان لوگوں کو معاویہ کی موت کی خبر ہو گئی تو ان میں سے ہر ایک ملک کے گو شہ و کنار میں شورش برپا کر کے قیام کردے گا اور مخالفت کا بازار گرم ہو جاے گا اور یہ لوگ عوام کو اپنی طرف بلا نے لگیں گے ۔ (۱)

قاصد بیعت

یہ سنتے ہی ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو جو ایک نوجوان تھا (۲) امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کی طرف روانہ کیا ۔ اس نے تلاش کرنے کے بعد دونوں لوگوں کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔ وہ ان دونوں کے پاس گیا اور ان کو ایسے وقت میں ولید کے دربار میں بلایا کہ نہ تو وہ وقت ولید کے عام جلسے کا تھا اور نہ ہی ولید کے پاس اس وقت جایا جاتا تھا۔ (۳)

۱۔طبری، ج ۵،ص ۳۹۹ ، اسی روایت کو ہشام نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔ خوارزمی نے بھی ص ۱۸۱ پر اس کی روایت کی ہے۔

۲۔ یہ شخص ۹۱ھ تک زندہ رہا ، کیونکہ ولید بن عبد الملک نے جب مدینہ میں بعض قریشیوں کا استقبال کیا تو یہ موجود تھا (طبری ،ج ٦ ، ص٥٦٥) "القمقام" کے بیان کے مطابق اس کی وفات ٩٦ھ میں ہوئی اور اس کا لقب مطرف تھا ۔(القمقام، ص ٢٧٠)عبداللہ کا باپ عمرو جو خلیفہ سوم عثمان کا بیٹا ہے یعنی یہ قاصد عثمان کا پوتا تھا ۔اس کی ماں کا نام ام عمرو بنت جندب ازدی تھا۔ (طبری ،ج٤،ص٤٢٠) طبری نے جلد ٥، ص ٤٩٤ پر لکھا ہے کہ اس کی ماں قبیلۂ"دوس" سے تھی ۔ مسلم بن عقبہ نے واقعہ حرہ میں اسے بنی امیہ سے بے وفائی میں متہم کیا۔ جب اسے مسلم بن عقبہ کے پاس لایا گیا تو اس نے عبداللہ بن عمرو کی بڑی مذمت کی اور حکم دیا کہ اس کی داڑھی کو نوچ ڈالا جائے ۔

۳۔وقت کے سلسلے میں ابو مخنف کی خبر اس حد تک ہے کہ "لم یکن الولید یجلس فیھا للناس" ایسے وقت میں

بلایا کہ جب کوئی عمومی جلسے کا وقت نہ تھا، لیکن یہ رات کا وقت تھا یا دن کا اس کی کوئی تصریح نہیں ہے؛ لیکن اس روایت میں کچھ ایسے قرائن موجود ہیں جس سے وقت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ ۲۶ رجب جمعہ کے دن صبح کا واقعہ ہے۔

(الف)۔ روایت کا جملہ یہ ہے"فارسل ..الیھما یدعو ھما فآتاھما فوجد ھما فی المسجد فقال : اجیبا ا لأ میر یدعوکما فقالا له : انصرف ، الأن ناتیه"۔ ولید نے اسے ان دونوں کی طرف بلانے کے لئے بھیجا۔ قاصد نے تلاش کرتے ہوئے ان دونوں کو مسجد میں پایا تو کہنے لگا: امیر نے تم دونوں کو بلایا ہے۔ اس پر ان دونوں نے کہاکہ تم چلو ہم ابھی آتے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں کو ایک ہی وقت میں بلایا گیا تھا ۔ ابن زبیر سے ایک دوسری خبر میں یہ ہے کہ اس نے کہا : ہم ابھی آتے ہیں لیکن وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر آیا اور چھپ گیا۔ ولید نے پھر دوبارہ قاصد کو بھیجا تو اسے اپنے ساتھیوں کے درمیان پایا۔ اس نے مسلسل تین یا چار با قاصدوں کو بھیج کر بے حد اصرار کیا تو اس پر ابن زبیر نے کہا : "لاتعجلونی ، امھلونی فانی آتیکم" اتنی جلدی نہ کرو تھوڑی سی مہلت دو، میں بس آہی رہا ہوں ۔ اس پر ولید نے پانچویں مرتبہ اپنے گرگوں کو بھیج کر اسے بلوایا ۔وہ سب آکر ابن زبیر کو برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے :"یا بن الکاھلیه! واللہ لتاتینّ الامیر او لیقتلنّک"اے کاہلہ کے بیٹے تو فورا امیر کے پاس آجا ورنہ وہ تیرا سر کاٹ دے گا۔ اس کے بعد ابن زبیر نے وہ پورا دن اور رات کے پہلے حصے تک وہاں جانے سے گریز کیا اور وہ ہر وقت یہی کہے جاتا تھا کہ ابھی آتا ہو ں ؛ لیکن جب لوگوں نے اسے برانگیختہ کیا تو وہ بولا : خدا کی قسم میں اتنے قاصدوں کی آمد سے پریشان ہوگیا ہوں اور اس طرح پے در پے لوگوں نے میرا جینا حرام کردیا ہے لہٰذا تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو تاکہ میں امیر کے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجوں جو ان کا منشاء اور حکم معلوم کر آئے۔ اس کام کے لئے اس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا۔ جعفر بن زبیر نے وہاں جا کر کہا : رحمکَ اللہ : اللہ آپ پر رحم کرے آپ عبداللہ سے دست بردار ہوجائیے ۔ آپ نے قاصدوں کو بھیج بھیج کر ان کا کھانا پانی حرام کر دیا ہے، ان کا کلیجہ منہ کو آرہاہے، انشاء اللہ وہ کل خود آجائیں گے۔ آپ اپنے قاصد کو لوٹا لیجئے اور اس سے کہیے کہ ہم سے منصرف ہوجائے۔ اس پر حاکم نے شام کے وقت وہاں سے لوگوں کو ہٹالیا اور ابن زبیر راتوں رات مدینے سے نکل گیا۔ گذشتہ سطروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ولید کا قاصد صبح میں آیا تھا ، بلکہ واضح طور پر ذکر ہے کہ یہ سارے امور صبح میں انجام پائے کیونکہ عبارت کا جملہ یہ ہے : "فلبث بذالک نھارہ و اول لیله " اس کے بعد ابن زبیر دن بھر اور رات کے پہلے حصے تک تھما رہا چونکہ امام علیہ السلام اور ابن زبیر کو ایک ہی ساتھ بلایا گیا تھا لہٰذا امام علیہ السلام کو بلائے جانے کا وقت بھی وقت صبح ہی ہوگا ۔

(ب)روایت میں یہ جملہ موجود ہے "فالحوا علیھما عشیتھما تلک و اول لیلھما " ان لوگو ں کو شام کے وقت اور شب کے پہلے حصے میں پھر بلوایا گیا۔ اس جملہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ امام علیہ السلام کو عصر کے وقت بلایا گیا تھا؛ لیکن یہ ایک وہم ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اس جملہ میں جو ایک کلمہ موجود ہے وہ اس کی نفی کرتا ہے کیونکہ ، فألحوا علیھما"میں الحاح اصرار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے صبح کے وقت بلایا گیا پھر اصرار اور تکرار دعوت میں شام سے رات

ہوگئی۔ خود یہ عبارت اس بات کو بیان کرتی ہے کہ یہ دعوت دن میں تھی، رات میں نہیں ۔

(ج) ابو مخنف نے عبدالملک بن نوفل بن مساحق بن مخرمہ سے اور انھوں نے ابو سعید مقبری سے نقل کیا ہے کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد النبی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ ابھی دو دن بھی نہ گذرے تھے کہ معلوم ہوا کہ آپ مکہ روانہ ہوگئے(طبری، ج۵،ص ۳٤۲) اس مطلب کی تائید ایک دوسری روایت بھی کرتی ہے کیونکہ اس روایت سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ ابن زبیر اپنے گھر میں چھپ کر اپنے چاہنے والوں کے درمیان پناہ گزیں ہوگیا تھا۔ اس کے بعد پورے دن اور رات کے پہلے حصہ تک ٹھہرا رہا لیکن پچھلے پہر وہ مدینہ سے باہر نکل گیا ۔ جب صبح ہوئی اور ولید نے پھر آدمی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ نکل چکا ہے۔ اس پر ولید نے ۸۰ گھوڑ سواروں کو ابن زبیر کے پیچھے دوڑایا لیکن کوئی بھی اس کی گرد پا نہ پا سکا۔ سب کے سب لوٹ آئے اور ایک دوسرے کو سست کہنے لگے یہاں تک کہ شام ہو گئی (یہ دوسرا دن تھا) پھر ان لوگوں نے شام کے وقت قاصد کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "اصبحوا ثم ترون و نری" ذرا صبح تو ہو لینے دو پھر تم بھی دیکھ لینا ہم بھی دیکھ لیں گے۔ اس پر ان لوگوں نے اس شب امام علیہ السلام سے کچھ نہ کہا اور اپنی بات پر اصرار نہ کیا پھر امام علیہ السلام اسی شب تڑکے نکل گئے ۔ یہ یکشنبہ کی شب تھی اور رجب کے دو دن باقی تھے۔ (طبری، ج۵،ص ۳٤۱)

نتیجہ ۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ابن زبیر حاکم وقت کی طرف سے بلائے جانے کے بعد دن بھر ہی مدینہ میں رہے اور راتوں رات نکل بھاگے اور امام علیہ السلام دو دن رہے اور تیسرے دن تڑکے نکل گئے ۔ چونکہ امام علیہ السلام نے شب یکشنبہ مدینہ سے کوچ کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ روز جمعہ اور شب شنبہ اور روز شنبہ آپ مدینہ میں رہے اور یہ بلاوا جمعہ کے دن بالکل سویرے سویرے تھا۔ اس بنیاد پر روایت یہ کا جملہ کہ" ساعۃ لم یکن الولید یجلس فیھا للناس" (ایسے وقت میں بلایا تھا جس وقت وہ عوام سے نہیں ملا کرتا تھا) قابل تفہیم ہوگا۔ ابن زبیر اور امام علیہ السلام جمعہ کے دن صبح صبح مسجد میں موجود تھے؛ شاید یہ نماز صبح کے بعد کا وقت تھا ۔ مقبری کے حوالے سے ابو مخنف کی روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام ولید کے دربار سے لوٹنے کے بعد اپنے ان دو بھروسہ مند ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے جن کے ہمراہ آپ ولید کے دربار میں گئے تھے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن صبح ہی میں ولید کا قاصد آیا تھا اور وہ رجب کی ۲٦ویں تاریخ تھی، اسی لئے ولید اس دن عوام کے لئے نہیں بیٹھتا تھا کیونکہ وہ جمعہ کا دن تھا اور جمعہ کے دن دربار نہیں لگتا تھا ۔

پس قاصد نے کہا: "آپ دونوں کو امیر نے بلایا ہے" اس پر ان دونوں نے جواب دیا تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں ۔[1] ولید کے قاصد کے جانے کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ابن زبیر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: اس بے وقت بلائے جانے کے سلسلے میں آپ کیا گمان کرتے ہیں ؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:" قد ظننت ان طاغيتهم قد هلك فبعث الينا ليا خذنا با لبيعة قبل ان يفشوا فى الناس الخبر "میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا سرکش حاکم ہلاک ہوچکا ہے لہٰذا ولید نے قاصد کو بھیجاتاکہ لوگوں کے درمیان خبر پھیلنے سے پہلے ہی ہم سے بیعت لے لی جائے ۔

۱۔طبری ج، ٤ص ۳۳۹ ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔ سبط ابن جوزی نے بھی ص ۲۰۳ پر اور خوارزمی نے ص ۱۸۱ پر اس مطلب کو ذکر کیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں دو ہی افراد کا ذکر ہے جب کہ خط میں تین لوگوں کا تذکرہ تھا۔

روایت کے آخری ٹکڑے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقط امام علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کا ذکر کرنا اور عبد الرحمن بن ابو بکر اور عبداللہ بن عمر کا ذکر نہ آنا شاید اس لئے ہے کہ پہلا یعنی پسر ابو بکر تو واقعہ سے پہلے ہی مرچکا تھا اور دوسرا یعنی عبداللہ بن عمر مدینہ ہی میں نہیں تھا، جیسا کہ طبری نے واقدی سے روایت کی ہے۔(طبری ،ج۵، ص۳۴۳)

مقتل خوارزمی میں اعثم کوفی کے حوالے سے ص ۱۸۱ پر اوراسی طرح سبط بن جوزی نے ص ۲۳۵ پر اس قاصد کا نام جو اُن دونوں کے پاس آیا تھا عمرو بن عثمان ذکر کیا ہے اور تاریخ ابن عساکر، ج ٤، ص ۳۲ پر اس کا نام عبد الرحمن بن عمرو بن عثمان بن عفان ہے۔

اس پر ابن زبیر نے کہا: وما اظن غیرہ فما ترید ان تصنع ؟ میرا گمان بھی یہی ہے تو آپ اب کیا کرنا چاہتے ہیں ؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : " اجمع فتیانی الساعۃ ثم امشی الیہ فاذا ابلغت الباب احتبستھم علیہ ثم دخلت علیہ " ، میں ابھی ابھی اپنے جوانوں کو جمع کرکے ان کے ہمراہ دربار کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر ان کو دروازہ پر روک دوں گا اور تنہا دربار میں چلا جاؤں گا۔ ابن زبیر : "انی اخافہ علیک اذا دخلت" جب آپ تنہا دربار میں جائیں گے تو مجھے ڈر ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کیا جائے ۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : " لا آتیہ الا و انا علی الامتناع قادر" تم فکر مت کرو میں ان کے ہر حربہ سے بے خوف ہو کر ان سے مقاومت کی قدرت رکھتا ہوں ۔ اس گفتگو کے بعد امام علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے چاہنے والوں اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے روانہ ہوگئے۔ دربار ولید کے دروازہ تک پہنچ کر اپنے اصحاب سے اس طرح گویا ہوئے :" انی داخل ، فان دعوتکم او سمعتم صوتہ قد علا فاقتحموا علیّ باجمعکم والا فلاتبرحوا حتی أخرج الیکم "میں اندر جا رہا ہوں اگر میں بلاؤں یا اس کی آواز بلند ہو تو تم سب کے سب ٹوٹ پڑنا ورنہ یہیں پر ٹھہرے رہنا یہاں تک کہ میں خود آجاؤں ۔[1]

۱۔ شیخ مفید نے اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، ص ۲۰۰؛ سبط بن جوزی، ص ۲۳٦، خوارزمی، ص ۱۸۳۔

امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس

اس کے بعد امام علیہ السلام دربار میں داخل ہوئے۔ اس کو سلام کیا اور وہاں پر مروان کو بیٹھا ہوا پایا جبکہ اس سے پہلے دونوں کے رابطہ میں دراڑ پڑ گئی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کی موت سے انجان بنتے ہوئے فرمایا: "الصلة خير من القطيعه" رابطہ برقرار رکھنا توڑنے سے بہتر ہے۔

خدا تم دونوں کے درمیان صلح و آشتی برقرار فرمائے۔ ان دونوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ امام علیہ السلام آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ ولید نے معاویہ کی خبر مرگ دیتے ہی فوراً اس خط کو پڑھ دیا اور آپ سے بیعت طلب کرنے لگا تو آپ نے فرمایا: "انا لله وانّا اليه راجعون ... أمّا ما سألتنى من البيعة فان مثلى لا يعطى بيعته سرا" تم نے جو بیعت کے سلسلے میں سوال کیا ہے تو میرے جیسا آدمی تو خاموشی سے بیعت نہیں کر سکتا " ولا أراک تجتزى بها منى سرّاً دون ان تظهرها على رؤوس الناس علانية"؟ میں نہیں سمجھتا کہ تم لوگوں میں اعلان عام کئے بغیر مجھ سے خاموشی سے بیعت لینا چاہو گے۔ ولید نے کہا: ہاں یہ صحیح ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: " فاذاخرجت الى الناس فدعوتهم الى البيعةدعوتنا مع الناس فكان امراً واحداً"[1] تو ٹھیک ہے جب باہر نکل کر لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے تو ہمیں بھی دعوت دینا تاکہ کام ایک بار ہو جائے۔ امام علیہ السلام کے سلسلے میں ولید عافیت کو پسند کر رہا تھا لہٰذا کہنے لگا: ٹھیک ہے اللہ کا نام لے کر آپ چلے جائیے جب ہم لوگوں کو بلائیں گے تو آپ کو بھی دعوت دیں گے، لیکن مروان ولید سے فوراً بول پڑا: ّوالله لئن فارقک الساعة ولم يبايع ؛لاقدرت منه على مثلها أبداً ، حتى تكثر القتلى بينكم وبينه ! احبس الرجل ولا يخرج من عندک حتى يبايع أو تضرب عنقه!"[2]

۱۔ خوارزمی نے اس مطلب کو دوسرے لفظوں میں ذکر کیا ہے، ص۱۸۳۔

۲۔ خوارزمی نے اس مطلب کو ص۱۸٤ پر ذکر کیا ہے۔

خدا کی قسم اگر یہ ابھی چلے گئے اور بیعت نہ کی تو پھر ایسا موقع کبھی بھی نہیں ملے گا یہاں تک کہ دونوں گروہ کے درمیان زبر دست جنگ ہو تم اسی وقت اس مرد کو قید کرلو اور بیعت کئے بغیر جانے نہ دو یا گردن اڑادو ، یہ سنتے ہی امام حسین علیہ السلام غضبناک ہو کر اٹھے اور فرمایا :"یابن الزرقاء[۱] انت تقتلنی ام ھو؟ کذبت واللہ واثمت"[۲] اے زن نیلگوں چشم کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا یا وہ ؟ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے اور بڑے دھوکے میں ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام باہر نکل کر اپنے اصحاب کے پاس آئے اور ان کو لیکر گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔[۳]

۱۔یہ زرقاء بنت موہب ہے۔ تاریخ کامل ،ج٤،ص ٧٥ کے مطابق یہ عورت برے کاموں کی پرچمدار تھی ۔یہ امام علیہ السلام کی طرف سے قذف اور تہمت نہیں ہے کہ اسے برے لقب سے یاد کرنا کہاجائے بلکہ قرآن مجید کی تاسی ہے قرآن ولیدبن مغیرہ مخزومی کی شان میں کہتا ہے:"عتل بعد ذالک زنیم" زنیم کے معنی لغت میں غیر مشروع اولاد کے ہیں جس کو کوئی اپنے نسب میں شامل کرلے۔

۲۔مقتل خوارزمی، ص١٨٤ میں ان جملوں کا اضافہ ہے :"انا اهل بيت النبوه ومعدن الرسالة و مختلف الملائكةومهبط الرحمة، بنا فتح الله وبنا يختم، ويزيد رجل فاسق ، شارب الخمر ، قاتل النفس، معلن بالفسق، فمثلي لا يبايع مثله ،ولكن نصبح و تصبحون وننظر و تنظرون أيناأحق بالخلافةو البيعة"ہاں اے ولید!تو خوب جانتا ہے کہ ہم اہل بیت نبوت ، معدن رسالت ، ملائکہ کی آمد ورفت کی جگہ اور رحمت خدائی کے نزول و ھبوط کا مرکز ہیں ، اللہ نے ہمارے ہی وسیلہ سے تمام چیزوں کا آغاز کیا اور ہمارے ہی ذریعہ انجام ہوگا ، جبکہ یزیدایک فاسق ، شراب خوار ، لوگوں کا قاتل اور کھلم کھلا فسق انجام دینے والا ہے،پس میرے جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا ؛لیکن صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھنا اور ہم بھی دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون خلافت و بیعت کا زیادہ حقدار ہے۔ جیسے ہی امام علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی تو جوانان بنی ہاشم برہنہ تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑے؛ لیکن امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو روکا اور گھر کی طرف لے کر روانہ ہوگئے۔ مثیر الاحزان میں ابن نما(متوفیٰ٦٤٥ھ) نے اور لہوف میں سید ابن طائووس (متوفیٰ ٦١٣ھ) نے روایت کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۔طبری نے اس روایت کو ہشام بن محمد کے حوالے سے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔ خوارزمی نے ص١٨٤ پر خبر کا تتمہ بھی لکھا ہے کہ ولید سے مروان بولا :"عصيتني لا والله لا يمكنك من مثلها من نفسه ابدا"تم نے میری مخالفت کی ہے تو خدا کی قسم تم اب کبھی بھی ان پر اس طرح قدرت نہیں پاؤگے ۔ولیدنے کہا:" ويح غيرك يا مروان .."اے مروان! یہ سرزنش کسی اور کو کر تو نے تو میرے لئے ایسا راستہ چنا ہے کہ جس سے میرا دین برباد ہوجائے گا ، خدا کی قسم اگر میرے پاس مال دنیا میں سے ہر وہ چیز ہو جس پر خورشید کی روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف حسین کا قتل ہو تو حسین کا قتل مجھے محبوب نہیں ہے۔(سبط بن جوزی، ص٢٢٦)

سبحان اللہ ! کیا میں حسین کو فقط اس بات پر قتل کردوں کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ میں بیعت نہیں کروں گا ؟ خدا کی قسم میں گمان کرتا ہوں کہ جو قتل حسین کا مرتکب ہو گا وہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک خفیف المیزان ہوگا۔ (ارشاد،ص ٢٠١)

مروان نے اس سے کہا : اگر تمہاری رائے یہی ہے تو پھر تم نے جو کیا وہ پا لیا۔

ابن زبیر کا موقف

ابن زبیر نے یہ کہا: میں ابھی آتا ہوں لیکن اپنے گھر آکر چھپ گئے۔ ولید نے قاصد کو دوبارہ اس کی طرف روانہ کیا۔ اس نے ابن زبیر کو اپنے چاہنے والوں کی جھرمٹ میں پایا جہاں وہ پناہ گزیں تھا۔ اس پر ولید نے مسلسل بلانے والوں کے ذریعہ آنے پرتاکید کی...آخر کار ابن زبیر نے کہا:"لا تعجلو نی فانی آتیکم امهلونی" جلدی نہ کرو میں ابھی آرہا ہوں؛ مجھ کو تھوڑی سی مہلت دو۔ اسکے بعد وہ دن اور رات کے پہلے پہر تک مدینہ میں رہا اوریہی کہتا رہا کہ میں ابھی آرہا ہوں؛یہاں تک کہ ولید نے پھر اپنے گرگوں کو ابن زبیر کے پاس روانہ کیا۔ وہ سب وہاں پہنچ کر اسے برا بھلا کہنے لگے اور چیخ کر بولے: ائے کاہلہ کے بیٹے! خدا کی قسم تو فوراً آجا ورنہ امیر تجھ کو قتل کردے گا۔ لوگوں نے زبردستی کی تو ابن زبیر نے کہا: خدا کی قسم ان مسلسل پیغام لانے والوں کی وجہ سے میں بے چین ہوں؛ پس تم لوگ جلدی نہ کرو میں ابھی امیر کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجتا ہوں جو ان کی رائے معلوم کرکے آئے، اس کے بعد فوراًاس نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو روانہ کیا۔ اس نے جا کر کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے، عبداللہ سے دست بردار ہوجایئے، لوگوں کو بھیج بھیج کر آپ نے ان کو خوف زدہ کر رکھا ہے، وہ انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ اب آپ اپنے پیغام رساں سے کہئے کہ وہ ہمارا پیچھا چھوڑدے، اس پر ولید نے آدمی بھیج کر قاصد کو جانے سے روک دیا۔

ادھر ابن زبیر ۲۷ رجب کو شب شنبہ امام حسین علیہ السلام کے نکلنے سے پہلے ہی راتوں رات مدینے سے نکل گئے اور سفر کے لئے نا معلوم راستہ اختیار کیا۔ سفر کا ساتھی فقط انکا بھائی جعفر تھا اور کوئی تیسرا نہیں تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے پکڑے جانے کے خوف سے عام راستے پر چلنے سے گریز کیا اور ناہموار راستے سے ہوتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ (تذکرۃ الخواص، ابن جوزی ،ص ۲۳۶)

جب صبح ہوئی تو ولید نے اپنے آدمیوں کو پھر بھیجا لیکن ابن زبیر نکل چکے تھے۔ اس پر مروان نے کہا: خدا کی قسم وہ مکہ روانہ ہوا ہے اس پر ولید نے فوراً لوگوں کو اس کے پیچھے دوڑایا؛ اس کے بعد بنی امیہ کے ۸۰ گھوڑ سواروں کو ابن زبیر کی تلاش کے لئے بھیجا لیکن وہ سب کے سب خالی ہاتھ لوٹے۔

ادھر عبداللہ بن زبیر اپنے بھائی کے ہمراہ مشغول سفر ہیں۔ چلتے چلتے جعفر بن زبیر نے "صبرۃ الحنظلی" کے شعر سے تمثیل کی:

وکل بنی أم سیمسون لیلة

ولم یبق من أعقابهم غیر واحد

اس پر عبداللہ نے کہا: سبحان اللہ! بھائی اس شعر سے کیا کہنا چاہتے ہو؟ جعفر نے جواب دیا: بھائی! میں نے کوئی ایسا

ارادہ نہیں کیا ہے جو آپ کے لئے رنجش خاطر کا باعث ہو۔ اس پر عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم مجھے یہ ناپسند ہے کہ تمہاری زبان سے کوئی ایسی بات نکلے جس کا تم نے ارادہ نہ کیا ہو۔ اس طرح ابن زبیر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے۔ اس وقت مکہ کا حاکم عمرو بن سعید تھا۔ جب ابن زبیر وارد مکہ ہوئے تو عمرو بن سعید سے کہا: میں نے آپ کے پاس پناہ لی ہے لیکن ابن زبیر نے کبھی ان لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور نہ ہی کوئی افاضہ کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک کنارے رہنے لگے اور نماز بھی تنہا پڑھنے لگے اور افاضہ بھی تنہا ہی رہا۔ (طبری، ج۵، ص۳۴۳) اس واقعہ کو ہشام بن محمد نے ابی مخنف سے نقل کیا ہے۔ شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۰۱، اور سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص، ص۲۳۶ پر بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ وہاں یہ ملتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام آئندہ شب میں اپنے بچوں، جوانوں اور گھر والوں کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل گئے اور ابن زبیر سے دور ہی رہے اور سبط ابن جوزی ص ۲۴۵ پر ہشام اور محمد بن اسحاق سے رویت نقل کرتے ہیں کہ دو شنبہ کے دن ۲۸ رجب کو امام علیہ السلام نکلے اور خوارزمی نے ص ۱۸۶ پر لکھا ہے کہ آپ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے۔

امام حسین علیہ السلام مسجد مدینہ میں

دوسرے دن سب کے سب عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں لگ گئے اور امام حسین علیہ السلام کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ شام کے وقت ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسین کے پاس بھیجا۔ یہ ۲۸ رجب سنیچر کا دن تھا۔ امام حسین نے ان سے فرمایا: صبح ہونے دو تم لوگ بھی کچھ سوچ لو اور میں بھی سوچتا ہوں۔ یہ سن کر وہ لوگ اس شب یعنی شب ۲۹ رجب امام حسین علیہ السلام سے دست بردار ہو گئے اور اصرار نہیں کیا۔[1] ابو سعید مقبری کا بیان ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو مسجد میں وارد ہوتے ہوئے دیکھا۔ آپ دو لوگوں پر تکیہ کئے ہوئے چل رہے تھے، کبھی ایک شخص پر تکیہ کرتے تھے اور کبھی دوسرے پر؛ اسی حال میں یزید بن مفرغ حمیری کے شعر کو پڑھ رہے تھے:

لاذعرت السوام فی فلق الصبح

مغیراً، و لا د عیت یزیداً

یوم أعطی من المهابه ضیماً

والمنایا یرصدننی أن أحیدا[2]

۱۔ طبری، ج۵، ص۳۳۸، ۳۴۱، ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے روایت نقل کی ہے اور شیخ مفید نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۰۱)

۲۔ خوارزمی، ص۱۸۶

میں سپیدہ سحری میں حشرات الارض سے نہیں ڈرتا نہ ہی متغیر ہوتا ہوں اور نہ ہی اپنی مدد کے لئے یزید کو پکاروں گا۔ سختیوں کے دنوں میں خوف نہیں کھاتا جبکہ موت میری کمین میں ہے کہ مجھے شکار کرے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے جب یہ اشعار سنے تو اپنے دل میں کہا: خدا کی قسم ان اشعار کے پیچھے کوئی ارادہ چھپا ہوا ہے۔ ابھی دو دن نہ گذرے تھے کہ خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ کا سفر اختیار کر کیا ہے۔[۱]

محمد بن حنفیہ کا موقف[۲]

محمد حنفیہ کو جب اس سفر کی اطلاع ملی تو اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور فرمایا بھائی جان! آپ میرے لئے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ عزیز ہیں میں اپنی نصیحت اور خیر خواہی کا ذخیرہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے تک پہنچانا بہتر نہیں سمجھتا. آپ یزید بن معاویہ کی بیعت نہ کیجئے اور کسی دور دراز علاقہ میں جا کر پناہ گزین ہو جائیے پھر اپنے نمائندوں کو لوگوں کے پاس بھیج کر اپنی طرف دعوت دیجئے. اب اگر ان لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی تو اس پر آپ خدا کی حمد و ثنا کیجئے اور اگر لوگ آپ کے علاوہ کسی اور کی بیعت کر لیتے ہیں تو اس سے نہ آپ کے دین میں کمی آئے گی نہ عقل میں، اس سے نہ آپ کی مروت میں کوئی کمی آئے گی اور نہ فضل و بخشش میں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ ان شہروں میں سے کسی ایک شہر میں چلے جائیں اور کچھ لوگ وہاں آکر آپ سے ملیں پھر آپس میں اختلاف کرنے لگیں۔ کچھ گروہ آپ کے ساتھ ہو جائیں اور کچھ آپ کے مخالف۔ اس طرح جنگ کا شعلہ بھڑک اٹھے اور آپ سب سے پہلے نیزوں کی باڑھ پر آجائیں۔ اس صورت میں وہ ذات جو ذاتی طور پر اور اپنے آباء و اجداد کی طرف سے اس امت کی باوقار ترین فرد ہے اس کا خون ضائع ہوگا اور ان کے اہل بیت ذلیل ہوں گے۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا: بھائی میں جارہا ہوں!

۱۔ طبری، ج ۵، ص ۳۴۲، ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ واقعہ مجھ سے عبدالملک بن نوفل بن مساحق نے ابو سعید مقبری کے حوالے سے نقل کیا ہے، جن کا زندگی نامہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۷

۲۔ محمد حنفیہ کی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس ہیں جو قبیلہ ء بنی بکر بن وائل سے تعلق رکھتی ہیں۔ (طبری، ج، ۵، ص ۱۵٤)

آپ جنگ جمل میں اپنے بابا علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ امام علی السلام نے آپ کے ہاتھوں میں علم دیا تھا (طبری ،ج ٥، ص ٤٤٥)آپ نے وہاں بہت دلیری کے ساتھ جنگ لڑی اور قبیلۂ "ازد" کے ایک شخص کا ایک ہاتھ کاٹ دیا جو لوگوں کو جنگ پر اکسارہا تھا ۔(طبری، ج ٤،ص ٤١٢) آپ جنگ صفین میں بھی موجود تھے اور وہاں عبید اللہ بن عمر نے ان کو مبارزہ کے لئے طلب کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے شفقت میں روکا کہ کہیں قتل نہ ہو جائیں ۔ (طبری ،ج٥، ص١٣) امام حسین علیہ السلام جب مکہ سے عراق جارہے تھے تو آپ مدینہ میں مقیم تھے۔ (طبری ،ج٥،ص٣٩٤) مختار آپ ہی کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہوئے کوفہ میں وارد ہوئے تھے۔ (طبری ،ج ٥،ص ٥٦١) ابن حنفیہ کو اس کی خبر دی گئی اور ان سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا : میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ خدائے متعال اپنے جس بندے کے ذریعہ چاہے ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔جب مختار کو ابن حنفیہ کے اس جملہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے جناب محمد حنفیہ کو امام مہدی کا لقب دیدیا ۔(طبری ،ج٦، ص ١٤) مختار ایک خط لیکر ابراہیم بن مالک اشتر کے پاس گئے جو ابن حنفیہ سے منسوب تھا ۔(طبری ،ج ٦،ص ٤٦) اس کا تذکرہ ابن حنفیہ کے پاس کیا گیا تو انھوں نے کہا : وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ہمارا چاہنے والا ہے اور قاتلین حسین علیہ السلام تخت حکومت پر بیٹھ کر حکم نافذ کر رہے ہیں ۔مختار نے یہ سنا تو عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے ان دونوں کا سر ابن حنفیہ کے پاس روانہ کر دیا۔ (طبری، ج ٦،ص ٦٢) مختار نے ایک فوج بھیج کر ابن حنفیہ کو برانگیختہ کرنا چاہا کہ وہ ابن زبیر سے مقابلہ کریں لیکن محمد حنفیہ نے روک دیا اور خون بہانے سے منع کر دیا۔ (طبری ،ج٦،ص٧٤) جب یہ خبر ابن زبیر کو ملی تو اس نے ابن حنفیہ اور ان کے ١٧ رشتہ داروں کو کچھ کوفیوں کے ہمراہ زمزم کے پاس قید کردیا اور یہ دھمکی دی کہ بیعت کریں ورنہ سب کو جلادیں گے۔ اس حالت کو دیکھ کر محمد حنفیہ نے کوفہ کے تین آدمیوں کو مختار کے پاس روانہ کیا اور نجات کی درخواست کی ۔ خبر ملتے ہی مختار نے چار ہزار کا لشکر جو مال واسباب سے لیث تھا فوراً روانہ کیا ۔وہ لوگ پہنچتے ہی مکہ میں داخل ہوئے اور مسجد الحرام میں پہنچ کر فوراً ان لوگوں کو قید سے آزاد کیا ۔ آزاد کرنے کے بعد ان لوگوں نے محمد حنفیہ سے ابن زبیر کے مقابلہ میں جنگ کی اجازت مانگی تو محمد حنفیہ نے روک دیا اور اموال کو ان کے درمیان تقسیم کردیا ۔(طبری ،ج ٦،ص ٦٧) آپ شیعوں کو زیادہ روی سے روکا کرتے تھے۔ (طبری ،ج ٦،ص ١٠٦) ٦٨ھ میں حج کے موقع پر آپ کے پاس ایک مستقل پرچم تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے: میں ایسا شخص ہوں جو خود کو ابن زبیر سے دور رکھتا ہوں اور جو میرے ساتھ ہے اس کو بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سلسلے میں دو لوگ بھی اختلاف کریں ۔(طبری ،ج٦،ص١٣٨) آپ جحاف کے سال تک زندہ رہے اور ٦٥ سال کی عمر میں طائف میں اس دنیا سے جاں بحق ہو گئے۔ ابن عباس نے آپ کی نماز پڑھائی ۔(طبری ،ج ٥،ص ١٥٤)

محمد حنفیہ نے کہا: اگرآپ جا ہی رہے ہیں تو مکہ میں قیام کیجئے گا۔ اگر وہ جگہ آپ کے لئے جا ئے امن ہو تو کیا بہتر اور اگر امن وسلامتی کو وہاں پر بھی خطرہ لاحق ہو تو ریگستانو ں، پہاڑوں اوردرّہ کوہ میں پناہ لیجئے گا او رایک شہر سے دوسرے شہر جاتے رہیئے گا تاکہ روشن ہو جائے کہ لوگ کس طرف ہیں ۔ ایسی
صورت میں آپ حالات کو اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کر سکیں گے ۔ میرے نزدیک آپ کے لئے بہترین راستہ یہی ہے۔اس صورت میں تمام امور آپ کا استقبال کریں گے اوراگر آپ نے اس سے منھ موڑا تو تمام امور آپ کے لئے مشکل سے مشکل تر ہوجائیں گے ۔
امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بھائی جان! آپ نے خیر خواہی کی ہے اور شفقت فرمائی ہے، امید ہے کہ آپ کی رائے محکم اور استوار ہو۔ (۱)

امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر

امام حسین علیہ السلام نے ولید سے کہا ٹھہر جاؤتاکہ تم بھی غور کر لو اور ہم بھی غور کر لیں ، تم بھی دیکھ لو اور ہم بھی دیکھ لیں ، ادھر وہ لوگ عبداللہ بن زبیر کی تلاش میں امام حسین علیہ السلام کو با لکل بھول گئے یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ اسی شام ولید نے کچھ لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ یہ ۲۷ رجب شنبہ کا دن تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھ لینا اور ہم بھی دیکھ لیں گے، اس پر وہ لوگ اس شب جو شب یکشنبہ یعنی شب ۲۸ رجب تھی رک گئے اور کسی نے اصرار بھی نہیں کیا۔ اسی رات امام حسین مدینہ سے خارج ہوئے جب کہ رجب کے فقط دو دن باقی تھے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند اور بھائی و بھتیجے موجود تھے بلکہ اہل بیت کے اکثر افراد موجود تھے، البتہ محمد حنفیہ اس کاروان کے ہمراہ نہیں تھے۔ (۲)

۱۔ طبری، ج ۵ ، ص ۳۴۱، ہشام بن محمد نے ابو مخنف سے یہ روایت کی ہے اور شیخ مفید نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۰۲، خوارزمی ، ص ۱۸۸، اور خوارزمی نے اعثم کوفی کے حوالے سے امام علیہ السلام کی وصیت "امّا بعد فانّی لم اخرج ..." کا اضافہ کیا ہے۔ اور وصیت میں "سیرۃ خلفاء الراشدین" کا اضافہ کیا ہے ۔

۲۔ طبری ، ج ۵، ص ۲۴۰، ۲۴۱ و ۳۸۱ پر بھی کوچ کرنے کی تاریخ یہی بیان کرتے ہیں جسے ابو مخنف نے صقعب بن زہیر کے حوالے سے اورانھوں نے عون بن ابی جحیفہ کے توسط سے نقل کیا ہے۔" ارشاد"، ص ۲۰۹ پر شیخ مفید اور تذکرۃ الخواص، ص ۲۳۶ پر سبط بن جوزی بیان کرتے ہیں : آئندہ شب امام حسین علیہ السلام اپنے جوانوں اور اہل بیت کے ہمراہ مدینہ سے سفر اختیار کیا درحالیکہ لوگ ابن زبیر کی وجہ سے آپ سے دست بردار ہوگئے تھے، پھر ص ۲۴۵ پر محمدبن اسحاق اور ہشام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے یکشنبہ کو جبکہ رجب کے تمام ہونے میں دو دن بچے تھے مدینے سے سفر اختیار کیا ، البتہ خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۸۹ پر لکھا ہے کہ رجب کے تین دن باقی تھے ۔

مدینہ سے سفر اختیار کرتے وقت امام حسین علیہ السلام اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے: ﴿ "فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفاً يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِی مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ" ﴾[1] اور جب مکہ پہنچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿ "وَلَمَّاتَوَجَّهَ تِلْقَآ ئَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّی أَنْ يَهْدِيَنِی سَوَائَ السَّبِيْلِ" ﴾[2]

۱۔ قصص، آیت ۲۱

۲۔ قصص، آیت ۲۲، طبری ج۵،ص، ۳۴۳ پر ہشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں ۔

عبد اللہ بن عمر کا موقف :[1] پھر ولید نے ایک شخص کو عبد اللہ بن عمر کے پاس بھیجا تو آنے والے نے ابن عمر سے کہا : یزید کی بیعت کرو ! عبد اللہ بن عمر نے کہا : جب سب بیعت کرلیں گے تو میں بھی کرلوں گا۔[2] اس پر ایک شخص نے کہا : بیعت کرنے سے تم کو کونسی چیز روک رہی ہے ؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ اختلاف کریں اور آپس میں لڑبھڑ کر فنا ہوجائیں اور جب کوئی نہ بچے تو لوگ یہ کہیں کہ اب تو عبداللہ بن عمر کے علاوہ کوئی بچا نہیں ہے لہذا اسی کی بیعت کرلو ، عبداللہ بن عمر نے جواب دیا : میں نہیں چاہتا کہ وہ لوگ قتل ہوں ، اختلاف کریں اور فنا ہوجائیں لیکن جب سب بیعت کرلیں گے اور میرے علاوہ کوئی نہیں بچے گا تو میں بھی بیعت کرلوں گا اس پر ان لوگوں نے ابن عمر کو چھوڑدیا کیونکہ کسی کو ان سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

---

(۱) طبری ، ج ۵، ص ۳۴۲ میں یہ لفظ موجود ہے کہ ہشام بن محمد ابو مخنف سے نقل کرتے ہیں .... پھر طبری کہتے ہیں کہ واقدی (متوفی ۲۰۷) کا گمان ہے کہ جب قاصد ، معاویہ کی موت کی خبر لے کر ولید کے پاس آیا تھا اس وقت ابن عمر مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے اور یہی مطلب سبط بن جوزی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۷ پر لکھا ہے۔ ہاں ابن زبیر اور امام حسین علیہ السلام کو بیعت یزید کے لئے بلایا تو یہ دونوں اسی رات مکہ کو روانہ ہوگئے ؛ ان دونوں سے ابن عباس اور ابن عمر کی ملاقات ہوئی، جو مکہ سے آرہے تھے تو ان دونوں نے ان دونوں سے پوچھا : آپ کے پیچھے کیا ہے ؟ تو ان دونوں نے کہا : معاویہ کی موت اور یزید کی بیعت ، اس پر ابن عمر نے کہا : آپ دونوں تقوائے الٰہی اختیار کیجئے اور مسلمین کی جماعت کو متفرق نہ کیجئے ! اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا اور وہیں چند دنوں اقامت کی یہاں تک کہ مختلف شہروں سے بیعت آنے لگی تو وہ اور ابن عباس نے پیش قدمی کی اور دونوں نے یزید کی بیعت کرلی"۔

(۲) جیسا کہ معاویہ نے اپنی وصیت میں اور مروان نے ولید کو مشورہ دیتے ہوئے بتایا تھا کہ ایسا ہوگا اور ویسا ہی ہوا ۔

امام حسین علیہ السلام مکہ میں

* عبد اللہ بن مطیع عدوی
* امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود
* کوفیوں کے خطوط
* امام حسین علیہ السلام کا جواب
* حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر
* راستے سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط
* مسلم کو امام علیہ السلام کا جواب

امام حسین علیہ السلام مکہ میں

امام حسین علیہ السلام مکہ کے راستے میں : عقبہ بن سمعان کا بیا ن ہے کہ ہم مدینہ سے باہم نکلے اور اصلی راستے سے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں کسی نے امام حسین علیہ السلام سے کہا : اگر ہم بھی ابن زبیر کی طرح کسی نامعلوم راستے سے نکل جائیں تو کیا ایسا نہیں ہوگا کہ وہ ہم کو پکڑنہیں پائیں ؟

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : "لاوالله لا أفارقه حتى يقضی الله ما احب اليه"(۱) نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا میں سیدھے راستے کو نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ خدا میرے حق میں وہ فیصلہ کرے جو اس کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

عبد اللہ بن مطیع عدوی (۲)

اسی وقت عبداللہ بن مطیع حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور امام

۱۔طبری ج ۵، ص ۳۵۱، طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث ہشام بن محمد سے اور انھوں نے ابی مخنف سے نقل کی ہے ، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے اور عبد الرحمن بن جندب کا بیان ہے کہ مجھ سے عقبہ بن سمعان نے بیان کیا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی زوجہ جناب رباب بنت امرء القیس کلبیہ کا غلام تھا۔ اس کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں ۔

۲۔ عبد اللہ بن مطیع قرشی کی ولادت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہوئی ۔ جب اہل مدینہ نے یزید کے لشکر پر حملہ کیا تو یہ قریش کے ہمراہ تھا (طبری، ج ۵،ص ۴۸۱) پھر یہ ابن زبیر سے مکہ میں ملحق ہوگیا اور اس کے ہمراہ جنگ میں شرکت کی پھر ابن زبیر ہی کی جانب سے والی کوفہ مقرر ہوا ۔طبری، ج۵، ص ۶۲۲، تاریخ یعقوبی ج ۳،ص ۵۰۳ ،تاریخ مسعودی ج ۳،ص ۸۳ ، مقتل خوارزمی ج ۲،ص ۲۰۲، یہ پورا واقعہ محمدبن اسحاق سے منقول ہے۔کوفہ میں مختار سے اس کا جھگڑا ہو گیا تو مختار نے اسے کوفہ سے نکال دیا۔ طبری ،ج۵، ص ۳۱،عنقرب طبری کی یہ روایت بھی نظر سے گذرے گی کہ ہشام ، ابو مخنف سے اور وہ محمد بن قیس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دوسری مرتبہ بھی ابن مطیع نے امام علیہ السلام سے مقام "حاجر" کے بعد اور مقام "زرود" سے قبل پانی کے کسی چشمہ پر ملاقات کی ہے۔طبری، ج ۵ ، ص ۳۹۵ ۔

سے کہنے لگا: میری جان آپ پر قربان ہو، آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں ؟امام علیہ السلام نے جواب دیا: ابھی تو میں مکہ جا نا چاہتا ہوں بعد میں اللہ جدھر چاہے گا اس ی مرضی کے مطابق اسی طرف چلاجاؤں گا۔

عبداللہ بن مطیع نے کہا:خداوندعالم آپ پر رحمت نازل کرے اور ہمیں آپ پر قربان کرے! آپ اگر مکہ جارہے ہیں تو دیکھئے کوفہ سے کبھی نزدیک نہ ہوئیے گا؛ یہ بڑی بری جگہ ہے، اسی جگہ آپ کے بابا کو قتل کیا گیا ،یہیں آپ کے بھائی کوزخمی کیا گیا اور ظلم و ستم کے مقابلہ میں وہ تنہا پڑگئے اوردھوکہ سے ان کی جان لے لی گئی۔ آپ حرم ہی میں رہیے؛کیونکہ آپ سید و سردار عرب ہیں ۔ خدا کی قسم اہل حجاز میں کوئی بھی آپ کا ہم نظیر نہیں ہے۔اگر آپ یہاں رہ گئے تو لوگ ہر چہار جانب سے آپ کی طرف آئیں گے لہٰذا آپ حرم نہ چھوڑیئے ۔ میرے چچا،ماموں اور میرا سارا خاندان آپ پر قربان ہوجائے اے میرے مولا! اگر آپ شہید کردیئے گئے تو ہم سب کے سب غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کردیئے جائیں گے۔[١]

امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود

اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے امام علیہ السلام ٣شعبان[٢]شب جمعہ کو وارد مکہ ہوئے۔[٣] اس کے بعد آپ نے شعبان المعظم، رمضان المبارک، شوال المکرم، ذی قعدہ اور ٨ذی الحجہ تک مکہ میں قیام فرمایا ۔[٤]مکہ پہنچتے ہی ہر چہار جانب سے لوگوں کی رفت و آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔عالم اسلام سے جتنے عمرہ کرنے والے آتے تھے موقع ملتے ہی آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے تھے ۔

١۔ص ٢٤٣پر سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔ راوی ہشام اور محمد بن اسحاق ہیں ۔ خوارزمی نے ص ١٨٩پر اعثم کوفی سے روایت کی ہے ۔

٢۔طبری ،ج٥،ص٣٨٧،ابومخنف کا بیان ہے کہ اس روایت کو ہم سے صقعب بن زہیر نے اوران سے عون بن ابی جحیفہ نے نقل کیا ہے۔گذشتہ سطروں سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ امام علیہ السلام ٢٨ رجب کو مدینہ سے نکلے ،اس بنا پر٣ شعبان کومکہ پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ فقط پانچ دنوں میں یہ مسافت طے ہوئی ہے اورمکہ سے مدینہ کی مسافت ٥٠٠کیلو میٹر ہے،اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے روزانہ ١٠٠کلیومیٹرکی مسافت کو طے کیا اور یہ عام کارواں کی سفری مسافت سے بہت زیادہ ہے کیونکہ عام طور سے قافلوں کی ایک روزہ مسافت ٨فرسخ ہواکرتی تھی جبکہ امام علیہ السلام کی ایک دن کی مسافت تقریبا ١٨فرسخ ہوتی ہے ، اسکا مطلب یہ ہوا کہ امام علیہ السلام نے اگرچہ راستہ کو تبدیل نہیں فرمایاکیونکہ اس میں خوف فرار تھا اور امام علیہ السلام کی توہین تھی لیکن آپ نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے کہ جس کے ہمراہ مقصد عجین تھا راستہ کو جلدی جلدی طے کیا ۔

٣۔طبری ، ج ٥ ، ص ٣٥١ ،عقبہ بن سمعان کی خبر۔

٤۔طبری ، ج٥، ص ٣٨١،عون بن جحیفہ کی خبر ، سبط بن جوزی نے ہشام سے بھی روایت نقل کی ہے۔تذکرة الخواص ، ص٢٤٥۔

ابن زبیر جو خوف و ہراس کی وجہ سے کعبہ کے اندر محصور تھے اور ان کا کام فقط نماز و طواف رہ گیا تھا۔وہ بھی آنے والوں کے ہمراہ امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے۔ کبھی تو وہ روزانہ آتے بلکہ ایک دن میں دو بار آتے تھے اور کبھی کبھی دو دنوں میں ایک بار حاضر ہوتے تھے... ۔اس ملاقات میں وہ ہمیشہ امام علیہ السلام سے رائے اور مشورہ کیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود مکہ میں امام علیہ السلام کا وجود ابن زبیر کے لئے سب سے زیادہ گراں تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے رہتے ہوئے کوئی بھی ان کی بیعت اور پیروی نہیں کرے گا ، اس لئے کہ امام حسین علیہ السلام لوگوں کی نگاہوں میں صاحب شان و شوکت تھے۔ آپ کی حکمرانی لوگوں کے دلوں پر تھی اور لوگ آپ کے فرمانبردار تھے۔[۱]

۱۔ طبری، ج۵، ص ۳۵۱، یہ عقبہ بن سمعان کی روایت ہے ۔ ارشاد، شیخ مفید، ص ۲۰۲ ۔

کوفیوں کے خطوط [۲]

جب اہل کوفہ کو معاویہ کی ہلاکت کی خبر ملی تو وہ لوگ عراقیوں کو یزید کے خلاف شعلہ ور کرنے لگے اور کہنے لگے: اے لوگو! حسین علیہ السلام اور ابن زبیر نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا ہے اور یہ لوگ مکہ پہنچ چکے ہیں ۔[۳] محمد بن بشیر اسدی ہمدانی [٤] کا بیان ہے کہ ہم لوگ سلیمان بن صرد خزاعی [٥] کے گھر جمع ہوئے ۔ سلیمان تقریر کے لئے اٹھے اور بولے: معاویہ ہلاک ہوچکا ہے اور حسین علیہ السلام نے

۲۔کوفہ میں ۳۰ہزار افراد تھے جو جنگ قادسیہ میں موجود تھے، (طبری، ج ٤، ص ۷۵) ۱۸ھ میں عمر نے شریح بن حارث کندی کو کوفہ کا قاضی بنایا۔(طبری ،ج ٤، ص ۱۰۱) ۲۰ھ میں عمر نے سعد بن ابی وقاص کو لوگوں کی شکایت کی بنیاد پر کوفہ کی گورنری سے معزول کردیا۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ سعد کو اچھی طرح نماز پڑھانا نہیں آتی ، پھر عمر نے نجران کے یہودی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ (ج ٤،ص ۱۱۲) ۲۱ھ میں عمار یاسر کو کوفہ کا گورنر، ابن مسعود کو بیت المال کا حاکم اور عثمان بن حنیف کو زمین کی مساحت اور ٹیکس کا عہدیدار بنایا۔ اہل کوفہ نے عمار کی شکایت کی تو عمار نے استعفیٰ دے دیا ۔(ج ٤،ص ۱٤٤) عمار کے بعد عمر نے ابو موسی اشعری کو کوفہ کا امیر بنا دیا۔ ایک سال تک وہ وہاں قیام پذیر رہا لیکن کوفیوں نے اس کی بھی شکایت کی تو اس کو بھی عزل کرکے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا حاکم بنا دیا گیا۔کوفہ میں ایک لاکھ جنگجو موجود تھے (طبری ،ج ٤، ص ۱٦٥) اور اس وقت وہاں پر چالیس ہزار جنگجو تھے جن میں سے ہر سال ۱۰ ہزار سپاہی سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہوتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر چار سال پر ایک سپاہی کو سرحدی

علاقوں میں جنگ پر جانا ہوتا تھا۔(طبری، ج ٤، ص ٦٤٦) ٣٧ھ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا رئیس اپنے قبیلے کے جنگجو افراد اور ان کے فرزند جو قتال میں شرکت کر چکے ہیں ، نیز اپنے قبیلے کے غلاموں کا نام لکھ کر امام علیہ السلام تک پہونچائے ۔انہوں نے نام لکھ کر دیا تو ان میں چالیس ہزار جنگجو ١٧ ہزار وہ افراد جو جنگجوؤں کے فرزند تھے، نیز ٨ ہزار موالی اور غلام تھے ۔ اس طرح کل ٦٥ ہزار جنگجو ہوئے (طبری، ج ٥، ص ٧٩) ان میں سے آٹھ سو مدینہ کے رہنے والے تھے (طبری ،ج ٤، ص ٨٥) سعد نے ان افراد کو سات سات قبیلوں کے گروہ میں تقسیم کردیا ،اس طرح کنانہ اور ان کے ہم پیمان جو احابیش سے متعلق تھے اور" جدیلہ "کا گروہ سات قبیلوں پر مشتمل ہوگیا۔ "قضاعہ" ، " بجیلہ"، " خثعم" ،"کندہ ،" "حضر موت" اور" ازد"بھی ساتھ ہوگئے۔"مذحج" ، حمیر" ،"ہمدان" اور ان کے ہم پیمان بھی سات کے ایک گروہ میں چلے گئے۔" تمیم" ،" ھوازن "اور" رباب" سات کی ایک ٹکڑی میں منتقل ہوگئے ۔"اسد"،" غطفان" ،" محارب" ،"نمر"،" ضبیعہ" ، اور"تغلب" سات ایک گروہ میں آگئے اسی طرح "اہل حجر" اور"حمراء "اور"دیلم" بھی سات کی ایک ٹکڑی میں پہنچ گئے۔ یہ سلسلہ عمر، عثمان اور علی علیہ السلام کے زمانے تک بر قرار رہا لیکن زیاد نے آکر ان کو چار چار میں تقسیم کردیا (طبری، ج ٤، ص ٤٨) اس طرح عمر بن حریث مدینہ کے چار گروہ کا سربراہ قرار پایا خالد بن عرفطہ ، تمیم اور ہمدان کے چار گروہ کا حاکم بنا، قیس بن ولید بن عبد الشمس ، ربیعہ اور کندہ پر حاکم ہوا اور ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری ،مذحج اور اسد پر حاکم ہوا ۔ یہ سب کے سب حجر اور ان کے ساتھیوں پر ظلم کے گواہ ہیں ۔(طبری ،ج ٥، ص٢٦٨)

٣۔طبری، ج٥، ص ٣٥١ ، یہ بھی عقبہ کی خبر ہے ۔

٤۔طبری ،ج ٥،ص٣٥٢،ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشیر ہمدانی کے حوالے سے نقل کیا ہے ۔

٥۔ کشی نے اپنے رجال کے ص ٦٩، حدیث ١٢٤ پر فضل بن شاذان کے حوالے سے اس عنوان کے تحت نقل کیا ہے کہ آپ کا شمار تابعین کی ایک بزرگ اور زاہد شخصیت میں ہوتا ہے۔ شیخ طوسی نے رجال کے ص ٤٣پرآپ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔آپ کی شخصیت کا منفی رخ یہ ہے کہ جنگ جمل سے منہ موڑ لیا اور بے جا عذر پیش کیا ۔اس تخلف اور عذر کو نصر بن مزاحم نے اپنی کتاب کے ص ٦ پر ذکر کیا ہے۔ سلیمان بن صرد کی یہ حالت دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا: جب کہ میں تم پر سب سے زیادہ اعتماد رکھتا تھا اور یہ امید رکھتا تھا کہ سب سے پہلے تم میری مدد کے لئے آگے بڑھوگے لیکن تم ہی شک و تردید میں بتلا ہو کر جنگ کے خاتمہ کا انتظار کرنے لگے ؟اس پر سلیمان بن صرد نے جواب دیا : میرے مولا آپ لطف و محبت میں اسی طرح پیش گام رہیں اور اسی طرح میری خیر خواہی اور محبت کو خالص سمجھیں !ابھی بہت مراحل باقی ہیں جہاں آپ کے دوست آپ کے دشمنوں کے سامنے پہچان لئے جائیں گے۔ اس پر حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن جنگ صفین میں میمنہ کی سربراہی ان کے سپرد کردی۔(صفین، ص ٢٠٥) سلیمان نے حوشب سید الیمن شامی سے مبارزہ کیا اور اسے قتل کردیا۔اس وقت سلیمان اس شعر کو پڑھ رہے تھے:امسی عل عندنا مجبباً ۔نفدیہ بالام ولا نبغی اباً (صفین، ص ٤٠١) جنگ صفین میں کسی نے ان کے چہرے پر تلوار سے زخم لگایا تھا (صفین، ص ٥١٩)ابو مخنف نے ان کو صحابہ اوربزرگان شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (طبری، ج٥، ص ٥٥٢) ٦٤ھ میں تو ابین کے قائد یہی سلیمان بن صرد تھے۔(طبری، ج ٥، ص٥٥٥) ان کا عذر یہ تھا کہ ہم لوگ خود کو آمادہ کررہے تھے اور انتظار کررہے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے کہ اسی دوران حسین علیہ السلام شہید کردیئے گئے۔ (طبری ، ج٥،ص٥٥٤)

یزید کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ وہ مکہ کی طرف آچکے ہیں ۔ تم ان کے اور ان کے بابا کے پیرو ہو۔ اب اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم لوگ ان کے مددگار اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرنے والے ہو تو ان کو فوراًخط لکھو لیکن اگر تم کو خوف و ہراس یا سستی ہے تو دیکھو اس پیکر حق و عدالت کو نصرت و مدد کا وعدہ دے کردھوکہ نہ دو ! اس پر وہ سب کے سب بول پڑے : "نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اور ان کی راہ میں اپنی جان نچھاور کردیں گے "اس پر سلیمان نے کہا کہ اگر تم لوگ سچے ہوتو بس فوراًخط لکھ کر انہیں بلاؤ ۔ (۱) اس پر ان لوگوں نے فوراً خط لکھا :

" بسم اللہ الرّحمن الرّحیم، للحسین بن علی علیه السلام ، من سلیمان بن صرد ، والمسیب بن نجبة(۲)ورفاعه بن شداد (۳) وحبیب بن مظاهر(٤)وشیعته من المؤمنین والمسلمین من اهل الکوفة سلام علیک ، فانا نحمد الیک اللّٰہ الذی لااله الا هو ، امّا بعد : فالحمد للّٰہ الذی قصم عدوّک الجبّار العنید ، الذی انتزی علی هٰذه الأ مة فابتزّها ،و غصبها فیئها ، وتأ مّر علیها بغیررضیٰ منها ثم قتل خیار ها، و استبقی شرارها ،و جعل مال اللّٰہ دولة بین جبابر تها و اغنیائها، فبعداًله کما بعدت ثمود

انه لیس علینا امام ؛لعل اللّٰہ أن یجمعنا بک علی الحق والنعمان بن بشیر فی (قصرالامارة) لسنا نجتمع معه فی جمعة ولا نخرج معه الی عید ، ولو قد بلغنا انک قد اقبلت الینا أخر جناه حتی نلحقه بالشام ، ان شاء اللّٰہ، والسلام علیک و رحمةاللّٰہ و برکاته "(۵)

۱۔خوارزمی نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو ص ۱۹۷

۲۔کشی نے اپنے رجال کے ص۶۹، حدیث ۱۲٤میں اس عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے : آپ کا شمار تابعین کے بزرگ سربراہ اور زاہدوں میں ہوتا ہے۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں ان کو اصحاب امیر المومنین میں ذکر کیا ہے۔ ص ۵۸، رقم ۸،اور ص۷۰، رقم ٤، میں ان کو اصحاب امام حسن میں ذکر کیا ہے۔ وہاں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ یہ وہ ذات ہے جس نے امیر المومنین کی مدد کے لئے جلداز جلد خود کو کوفہ سے بصرہ پہنچایا، جیسا کہ طبری نے جلد ٤،ص ٤٤۸ پر لکھا ہے۔ آپ کی فداکاری کا دوسرا رخ یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو قتل و غارت سے روکنے اور اس سے مقاومت کے لئے حضرت نے ان کو خود ان کی قوم کے جوانوں

کے ہمراہ روانہ کیا۔(طبری، ج۵، ص۱۳۵)وہ سلیمان بن صرد کی وفات کے بعد توابین کے دوسرے قائد تھے ۶۵ھ میں توابین کے ہمراہ جنگ میں ان کو قتل کردیا گیا۔(طبری، ج۵، ص ۵۹۹)۔

۳۔کشی نے اپنے رجال کے ص۶۵، حدیث ۱۱۸ میں لکھا ہے: ان کا شمار ان صالحین میں ہوتا ہے جنہوں نے ابوذر کو دفن کیا ہے۔ شیخ نے اپنے رجال کے ص ۴۱ پرانہیں اصحاب امیر المومنین اور ص ۶۸ پر اصحاب امام حسن علیہ السلام میں ذکرکیا ہے، البتہ وہاں "البجلی"کا اضافہ ہے۔ جنگ صفین میں قبیلہ بجیلہ یا بجلہ کی سربراہی آپ کے ہاتھوں میں تھی۔(صفین، ص ۲۰۵) حجربن عدی اور عمرو بن حمق کے ساتھیوں کے ہمراہ انہوں نے اموی ظلم و ستم کے خلاف اپنے مبارزہ کوجاری رکھا اور ان دونوں بزرگوار کی شہادت کے بعد زیادبن ابیہ کے ہاتھوں سے نکل بھاگے۔(طبری، ج۵، ص ۲۶۵)آپ وہ دوسری شخصیت ہیں جنہوں نے توابین کے لئے تقریر کی(طبری، ج ۵، ص ۵۵۳)توابین کی فوجی تنظیم کی ذمہ داری آپ ہی کے سر تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۸۷) توابین کے آخری امیر آپ ہی تھے۔(طبری، ج۵،ص ۵۹۶) آپ میمنہ والوں کے درمیان تقریر کرکے جنگ کے لئے ان کے حوصلوں کو بلند کیا کرتے تھے(طبری، ج ۵،ص ۵۹۸) آپ مسلسل اسی طرح مصروف جنگ رہے(طبری، ج ۵،ص ۶۰۱) لیکن رات کے وقت لوٹ کر کوفہ آگئے(طبری، ج ۵،ص ۶۰۵) پھر مختار نے ان کو پیغام بھیج کر بلوایا (طبری، ج ۶، ص ۸) اور اپنے لئے بیعت لی لیکن انہوں نے اہل یمن کے ہمراہ کوفہ میں مختار کے خلاف خروج کیا اور انہی کے ہمراہ نماز پڑھنے لگے۔(طبری، ج۶، ص ۴۷) پھر جب انھوں نے سنا کہ ہمدان کا ایک شخص مختار کے نعرہ "یا لثارات الحسین علیہ السلام "کے جواب میں "یا لثارات عثمان"کا نعرہ لگا رہاہے تو رفاعہ نے کہا: ہم کو عثمان سے کیا مطلب، ہم ان لوگوں کے ہمراہ نہیں لڑیں گے جو عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں ے،ہ کہہ کر ان لوگوں سے جدا ہوگئے اور یہ شعر پڑھنے لگے:"انا ابن شدّاد اعلی دین علی لست لعثمان بن اروی بولی "میں شدّاد کا فرزند علی کے دین پر ہوں عثمان بن اروی میرا سرپرست نہیں ہے۔

آپ مقام "سبخہ"پر" مھبذان" کے حمام کے پاس عبادت کی حالت میں قتل کئے گئے۔(طبری، ج۶، ص ۴۰۰)

۴۔ آپ امام حسین علیہ السلام کے لشکرمیں یسرہ کے سردار تھے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲)اموی لشکر کے ایک حصّے کا سربراہ حصین بن تمیم آپ کو قتل کر کے بہت بالیدہ تھا ۔ قتل کرنے کے بعد اس نے آپ کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا دیا۔ آپ کے بیٹے قاسم بن حبیب نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بدیل بن صریم تمیمی کو قتل کر دیا۔ باجمیرا کی جنگ میں یہ دونوں مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے۔(طبری، ج۵،ص ۴۴۰)

۵۔ مقتل خوارزمی، ص ۱۹۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم : سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے مومنین و مسلمین کی جانب سے حسین بن علی کے نام۔ آپ پر سلام ہو !ہم آپ کی خدمت میں اس خدا کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ۔ اما بعد : حمد اس خدا کی جس نے آپ کے بدترین اور کینہ توز دشمن کو درہم و برہم کردیا، وہ دشمن جس نے خدا کی ذرہ برابر پرواہ کئے بغیر اس امت پر حملہ کردیا ، ظلم و ستم کے ساتھ اس امت کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی اور قوم کی ساری ثروت کو غصب کرلیا ۔ ظلم و ستم کی بنیادوں پر حکمرانی کی ، نیک خو اور شائستہ سرپرست افراد کو نابود کردیا، شرپسند عناصر اور تباہی مچانے والوں کو محفوظ رکھا، قومی سرمایہ اور خدائی اموال کو ظالموں اور دولت کے پجاریوں کے ہاتھوں میں تقسیم کردیا۔ خدا ان لوگوں پر اسی طرح لعنت و نفرین کرے جس طرح قوم ثمود کو اپنی رحمتوں سے دور کیا !

ہم لوگ ان حالات میں خط لکھ رہے ہیں کہ اموی حاکم نعمان بن بشیر قصر دار الامارہ میں موجود ہے لیکن ہم نہ تو نماز جمعہ میں جاتے ہیں اور نہ ہی نماز عید اس کے ہمراہ انجام دیتے ہیں ، ہم اگر آگاہ ہوگئے کہ آپ کا گرانمایہ وجود ہمارے شہر اور دیار کی طرف روانہ ہے تو اسے اپنے شہر سے نکال کر شام کی طرف روانہ کردیں گے۔ آپ پر خدا کا درود و سلام ہو۔

پھر ہم لوگوں نے عبد اللہ سبع ہمدانی [1] اور عبداللہ بن وال تمیمی [2] کے ہاتھوں اس خط کو روانہ کیا۔ یہ دونوں افراد تیزی کے ساتھ نکلے اور ۱۰ رمضان المبارک تک امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے [3] پھر دو دن صبر کرکے ہم لوگوں نے قیس بن مسہر صیداوی [4] عبد الرحمن بن عبداللہ بن الکدن ارحبی [5]

۱۔ شیخ مفید نے اس شخص کا نام عبداللہ مسمع ذکر کیا ہے ۔ (الارشاد، ص ۲۰۳) خوارزمی نے عبداللہ بن سبیع ذکر کیا۔(ص ۱۹٤) آپ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید ہوئے ۔

۲۔ سبط بن جوزی نے عبداللہ بن مسمع البکری لکھا ہے۔(ص١٩٤) شیخ طوسی نے فقط دونوں کے ناموں پر اکتفا کیا ہے۔ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام عبیداللہ لکھ کر کہا کہ یہ دونوں معروف ہیں ۔ (رجال شیخ، ص۷۷) عبد اللہ بن وال تمیمی توابین کے تیسرے سردار تھے اور وہیں قتل کردئے گئے۔(طبری ،ج۵،ص ٦٠٢)

۳۔الارشاد، ص ۲۰۳، تذکرۃ خواص ،ص ٢٤٤

٤۔یہ قبیلہ اسد سے تعلق رکھتے تھے۔یہ مسلم بن عقیل کے ہمراہ عراق کی طرف لوٹے لیکن جب راستہ میں مشکل پیش آئی تو جناب مسلم نے خط لکھ کر ان کے ہاتھوں انھیں امام حسین علیہ السلام کے پاس روانہ کیا۔ (طبری ،ج ۵، ص ۳٥٤) اس کے بعد یہ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ آرہے تھے لیکن جب یہ قافلہ مقام "بطن الحاجر "تک پہنچا تو ایک خط لکھ کر امام حسین علیہ السلام نے ان کو کوفہ روانہ کیا۔ جب یہ خط لیکر مقام قادسیہ تک پہنچے تو حصین بن تمیم تمیمی نے ان کو پکڑ لیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے

حکم دیا کہ ان کو چھت سے نیچے پھینک دیا جائے۔ حکم پر عمل کیا گیا اور قیس بن مسہر صیداوی کو قصر سے نیچے پھینک دیا گیا، جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور یہ شہید ہو گئے۔(طبری ،ج،۵،ص ۳۹۵) جب امام حسین علیہ السلام مقام "عذیب الھجانات "تک پہنچے تو آپ کو جناب قیس کی شہادت کی خبر موصول ہوئی۔ یہ خبر ایسی روح فرسا تھی کہ امام علیہ السلام کی آنکھیں پُر نم ہوگئیں؛ آپ کے آنسو تھم نہ سکے اور بے ساختہ بول اٹھے:"منهم من قضى نحبه ... اللهم اجعل لنا ولهم الجنة نزلا واجمع بيننا وبينهم فى مستقرّرحمتك ورغائب مذ خورثوابك" (ج ۵، ص ٤٠٥)

ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد وفا کیا اور کچھ منتظر ہیں ... خدایا اپنی جنت کو ہمارے اور ان کے لئے منزل گاہ قرار دے اور اپنی رحمت کی قرارگاہ اور اپنے گنجینہ ء ثواب میں ہم کو اور ان لوگوں کو آپس میں جمع کردے!

(۵) شیخ مفید نے ارشاد کے ص۲۰۳پر ان کا نام عبداللہ و عبدالرحمن شدادی ارجی لکھا ہے۔ سبط بن جوزی نے اپنی کتاب کے ص ۱۹٤ پر عبداللہ بن عبدالرحمن لکھا ہے ۔یہ جناب مسلم کے ساتھ عراق آئے تھے۔(طبری ،ج،۵،ص۳۵٤)

اور عمارہ بن عبید سلولی [1] کو پھر روانہ کیا یہ افراد ۱۵۰ خطوط لیکر روانہ ہوئے ۔[2] قابل ذکر ہے کہ ان میں سے ہر ایک خط دو یا تین یا چند افراد کی طرف سے لکھا گیا تھا ۔ محمد بن بشر ہمدانی کہتا ہے کہ دو دن گذرنے کے بعد ہم نے پھر ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھوں اس طرح خط لکھ کر روانہ کیا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم: للحسین بن علی، من شیعتہ من المومنین والمسلمین اما بعد: فحیّ ھلا، فان الناس ینتظرونک ولا رأ لھم فی غیرک فا لعجل العجل والسلام علیک" [3]

حسین بن علی کے نام یہ خط ان کے شیعوں کی جانب سے ہے جو مومن و مسلم ہیں ۔ اما بعد: اے فرزند پیغمبر! جلد از جلد ہماری طرف آجائیے کیونکہ سب لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اور آپ کے علاوہ ان کا دل کسی دوسرے کے لئے نہیں تڑپ رہا ہے لہٰذا جلدی کیجئے جلدی ۔ والسلام

۱۔ خوارزمی نے اپنے مقتل کے ص ۱۹۵ پر ان کا نام عامر بن عبید لکھا ہے ۔ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰۳، اور سبط ابن جوزی نے ص ۲٤٤ پر عمارہ بن عبداللہ سلولی لکھا ہے ۔ یہ بھی حضرت مسلم کے ہمراہ عراق آئے تھے ۔ (طبری، ج۵، ص ۳۵٤) یہ ہانی کے گھر میں بھی تھے (طبری، ج۵، ص ۳٦۳) لیکن اس کے بعد ان کا کوئی پتہ نہیں ملتا ۔

۲۔ طبری نے ۵۳ خطوط کا تذکرہ کیا ہے لیکن شیخ مفید نے ص ۲۰۳ پر ۱۵۰ خطوط مرقوم فرمائے ہیں ۔ یہی تعداد سبط ابن جوزی نے ص ۲٤٤ پر ہشام اور محمد بن اسحاق کے حوالے سے ذکر کی ہے ۔ اسی طرح خوارزمی نے بھی اپنے مقتل ص ۱۹۵، پر "اعثم کوفی" کے حوالے سے اتنی ہی تعداد کا تذکرہ کیا ہے ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طبری کے یہاں "ثلاثۃ" اور "مأئۃ" کے درمیان تصحیف ہو گئی ہے ۔

۳۔ الارشاد، ص ۲۰۳، تذکرۃ الخوص، ص ۲٤٤

اب چوتھا خط شبث بن ربعی [۱] حجار بن ابجر، [۲] یزید بن حارث بن یزید بن رویم [۳] عزرہ بن قیس [٤] عمرو بن حجاج زبیدی [٥] اور محمد بن عمر تمیمی [٦] نے روانہ کیا جس کا مضمون یہ ہے: اما بعد فقد اخضرّ الجنان، و أینعت الثمار، و طمت الجمام فاذا شئت فاقدم علی جندلک مجنّدہ؛ و السلام علیک [۷]

اے پسر پیغمبر! ہمارے سارے باغ و بوستان سرسبز و شاداب ہیں، تمام کے تمام پھل پک چکے ہیں اور ساری نہریں اور کنویں جل تھل ہیں ۔ اگر آپ آنا چاہتے ہیں تو تشریف لے آئیے! سپاہ حق آپ کے ہمراہ آمادہ نبرد ہے ۔ و السلام علیک

۱۔ یہ شخص قبیلۂ "تمیم" کے خاندان یربوع سے تعلق رکھتا ہے لہذیربوعی تمیمی کہا جاتا ہے۔ (طبری، ج ٥، ص ٣٦٩) یہ شخص پہلے جھوٹے مدعی نبوت سجاح کا موذن تھا (طبری، ج ٣، ص ٢٧٣) پھر بعد میں مسلمان ہوگیا اور عثمان کا معین ومددگار ہوگیا۔ بعدہ علی علیہ السلام کی مصاحبت اختیار کرلی۔ یہ جنگ صفین میں حضرت کے لشکر میں تھا اور بنی عمرو بن حنظلہ کا سربراہ تھا ۔(صفین، ص ٢٠٥) جنگ نہروان میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں میسرہ کا سردار تھا (طبری، ج ٥، ص٨٥) ایک جماعت کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان پیغام رسانی بھی کرتا رہا (صفین، ص ٩٧) لیکن بعد میں اس نے جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی (طبر،ی ج ٥، ص ٢٦٩) اور روز عاشورا اموی لشکر میں پیدلوں کا سردار تھا (طبری، ج ٥، ص ٤٦٦) اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے یہ امام حسین علیہ السلام سے لڑنا پسند نہیں کرتا تھا اسی لئے جب اس سے عمر سعد نے کہا: کیا تم آگے بڑھ کر ان تیراندازوں کے ساتھ ہونا پسند نہیں کروگے جو حسین پر تیروں کی بارش کرنے والے ہیں ؟ اس پر شبث نے کہا: سبحان اللہ تو خاندان مضر کے بزرگ اور کوفہ کے تیراندازوں کے گروہ میں مجھے بھیج رہا ہے، کیا تجھے کوئی اور نہ ملا جسے میرے بدلے میں وہاں بھیج دے ؟ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یہ کہا کرتا تھا ؟ خدا اس شہر (کوفہ) کے لوگوں کو کبھی بھی اچھائی عطا نہیں کرے گا اور کبھی بھی عقل و رشد کی راہ کو نہیں کھولے ، کیا تم لوگوں کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ ہم نے علی بن ابی طالب اور ان کے فرزند کے ہمراہ پانچ سال تک آل ابو سفیان کے خلاف لڑائی لڑی ہے لیکن اس کے بعد ہم ان کے فرزند کے دشمن ہوگئے جو زمین پر سب سے بہتر تھے۔ ہم آل معاویہ اور زناکار سمیہ کے بیٹے کے ہمراہ ان سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ ہائے رے گمراہی ؛وائے رے گمراہی ! (طبری، ج ٥، ص ٤٣٢ ۔ ٤٣٧) یہی وہ شخص ہے جس نے جناب مسلم بن عوسجہ کی شہادت پر اہل کوفہ کے خوش ہونے پر ان کی ملامت کی ہے ۔(طبری، ج٥، ص ٤٣٦)

لیکن اس کے بعد ابن زیاد کے سخت موقف سے ہراساں ہوگیا اور امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اپنی خوشی کا اظہار

کرنے کے لئے ایک مسجد بنوادی (طبری، ج٦، ص ٢٢) پھر ابن زبیر کی طرف سے ابن مطیع کے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ اس نے جناب مختار سے پیکار کی ہے۔(طبری، ج ٦، ص٢٣)

٢۔یہ شخص قبیلۂ عجل سے متعلق ہے لہٰذا العجلی کہا جاتا ہے۔(طبری، ج ٥،ص٣٦٩) اس کا باپ نصرانی تھا اور ان کے درمیان ایک خاص مقام و منزلت کا حامل تھا۔(طبری، ج٥،ص ٤٢٥) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جنہوں نے حجر بن عدی کے خلاف ابن زیاد کے سامنے گواہی دی۔ (طبری، ج٥، ص ٢٧٠) جس دن جناب مسلم نے خروج کیا اس دن یہ حجر بن عدی کے بیٹے کے لئے پرچم امان لہراتا ہوا آیا۔(طبری، ج٥، ص٣٦٩) اسی شخص نے کربلا میں روز عاشوراس سے انکار کردیا کہ اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا (طبری، ج ٥، ص ٤٢٥) پھر اس نے مختار سے محاربہ کیا (طبری، ج ٦، ص ٢٢) اس کے بعد مصعب کے لئے عبد اللہ بن حر سے جنگ کی اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا ۔اس پر مصعب نے اس کی سرزنش کی پھر چھوڑ دیا۔(طبری، ج ٦، ص ١٣٦) یہ کوفہ کے ان لوگوں میں سے ہے جن کو عبد الملک بن مروان نے خط لکھا تو ان لوگوں نے اصفہان کی حکومت کی شرط لگائی اور اس نے انہیں وہ سب کچھ دیدیا (طبری، ج ٦،ص ٩٥٦) لیکن یہ شخص مصعب کے ہمراہ دکھاوے کے لئے عبد الملک سے جنگ کے لئے نکلا لیکن جب مصعب نے جنگ کے لئے بلایا تو کہنے لگا میں اس سے معذرت چاہتا ہوں ۔(طبری، ج ٦، ص ١٥٨) یہ ٧١ھ تک زندہ رہا اس کے بعد اس کا کو ئی پتہ نہیں ۔

٣۔ اس کی کنیت ابو حوشب شیبانی ہے۔ اس شخص نے روز عاشورہ اس بات سے انکار کردیا کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ (طبری، ج ٥،ص ٤٢٥) جب یزید قتل ہو گیا اور عبید اللہ بن زیاد کوفہ کا حاکم ہوا تو عمرو بن حریث نے لوگوں کو ابن زیاد کی بیعت کے لئے بلایا ۔ اس وقت یہی یزید بن حارث اٹھا اور بولا : خدا کی حمد وثنا کہ اس نے ہمیں ابن سمیہ سے نجات دی؛ جس میں کوئی کرامت ہی نہیں تھی ، اس پر عمرو بن حریث نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کے قید کر دیا جائے لیکن بنی بکر بن وائل نے بیچ بچاؤ کرا کے اس کو نجات دلائی ۔(طبری، ج ٥، ص ٥٢٤) اس کے بعد یہ عبد اللہ بن یزید خطمی انصاری کے ساتھیوں میں ہو گیا جو ابن زبیر کی جانب سے ابن مطیع سے قبل کوفہ کا والی تھا اور اس کو سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں کے خروج سے پہلے ان سے جنگ کرنے پر اکسایا کرتا تھا۔ (طبری، ج ٥، ص ٥٦١ - ٥٦٣) پھر یہ عبداللہ بن یزید کو مختار کے قید کرنے پر اکسایا کرتا تھا (طبری، ج٥، ص٥٨) پھر ابن مطیع نے اسے مختار سے جنگ کرنے کے لئے "جبانہ مراد" کی طرف بھیجا (طبری، ج ٦، ص ١٨) لیکن مختار نے اس کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا (طبری، ج٦، ص ١٢٤) پھر مختار کی حکومت کے زمانے میں بنی ربیعہ کے ساتھ اس نے مختار کے خلاف پرچم بغاوت بلند کردیا(طبری، ج ٦، ص ٤٥) لیکن مقابلہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا (طبری، ج٦، ص ٥٢) پھر ابن زبیر کی جانب سے مقرر والی کوفہ حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ ٦٨ھ میں اس جنگ میں شرکت کی جو"ازارقہ" کے خوارج سے ہوئی تھی (طبری، ج٦، ص ١٢٤) پھر مصعب نے اسے مدائن کا امیر بنا دیا۔ (طبری، ج ٦، ص١٢٤) بعدہ عبد الملک بن مروان کی جانب سے ٧٠ھ میں شہر

ری کا والی مقرر ہوا ۔(طبری، ج ٦،ص ١٦٤) آخر کار خوارج نے اسے قتل کردیا۔ (ابصار العین، ص ١٥) اس کے دادا یزید بن رویم شیبانی بزرگان کوفہ میں شمار ہوتے تھے جو جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے ۔(صفین، ص ٢٠٥)

٤۔اسے احمسی کہتے ہیں اسکا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔(طبری، ج٥،ص ٢٧٠) اسی لئے اس نے امام علیہ السلام کو خط لکھا تاکہ اپنی جنایتوں کو اس تحریر کے ذریعے چھپا سکے۔یہی وجہ ہے کہ جب پسر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس جاکر یہ پوچھنے کو کہا کہ آپ کو یہاں کون لایا ہے ؟تو شرم سے یہ مولا کے پاس نہ گیا اوریہی وجہ تھی کہ جب نویں محرم کی شب کو یہ شخص جناب زہیر سے روبرو ہوا تو جناب زہیر قین نے اس کی بے حیائی پر کہہ دیا کہ خدا کی قسم کیا تو ہی نہ تھا کہ جس نے خط لکھا تھا ؟ کیا تو نے پیغام رساں کو نہیں بھیجا تھا اور کیا تو نے ہماری مدد و نصرت کا وعدہ نہیں کیا تھا ؟ یہ چونکہ عثمانی مذہب تھا لہٰذا جناب زہیر سے کہنے لگا : تیرا تعلق بھی تو اس گھرانے سے نہ تھا، تو بھی تو عثمانی مذہب تھا ۔(طبری، ج٥،ص ٤١٧) عمر سعد نے اسے سواروں کی نگہداری پر مقرر کیا تھا ۔اوریہ رات میں ان سب کی نگہداشت کرتا تھا (طبری ، ج ٥،ص ٥٢٢) لیکن اصحاب امام حسین علیہ السلام اسے گھوڑوں کو چھپانے نہیں دیتے تھے بلکہ اسے آشکار کردیتے تھے۔ اس پر اس نے پسر سعد سے شکایت کی اور درخواست کی کہ اسے اس امر سے باز رکھا جائے اورپیدلوں کی سربراہی دیدی جائے اور پسر سعد نے ایسا ہی کیا۔ (طبری ، ج ٥ ،ص ٤٣٦) اس ملعون کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے امام علیہ السلام اوران کے اصحاب کے مقدس سروں کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا تھا۔(طبری، ج ٥،ص ٤٥٦) اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہیں ملتی ۔

٥۔اس کا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری ، ج ٥،ص ٢٧٠) اس کی بہن روعہ بنت حجاج، ہانی بن عروہ کی بیوی اوریحیٰ بن ہانی کی ماں تھی۔ (طبری، ج٥،ص ٣٦٤) جب ہانی شہید ہوگئے تو یہ قبیلہ" مذحج "کے جم غفیر کو لیکر ابن زیاد کے محل کے پاس پہنچا۔ جب دربار میں خبر پہنچی تو ابن زیاد نے قاضی شریح کو بھیج کر یہ کہلوادیا کہ وہ زندہ ہیں ؛اس پر سارا مجمع متفرق ہوگیا۔ (طبری، ج ٥ ،ص ٣٦٧) پھریہ شخص کربلا پہنچا تو پسر سعد نے اسے ٥٠٠ سواروں کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ سب کے سب فرات کے کنارے گھاٹ پر کھڑے ہوگئے کہ امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب تک پانی نہ پہنچنے پائے۔ یہ واقعہ شہادت سے تین دن پہلے کا ہے (طبری، ج٥،ص ٤١٢) ٩ محرم کو جب امام علیہ السلام نے ایک شب کی مہلت مانگی اور پسر سعد لوگو ں سے مشورت کرنے لگا تو اس شخص نے پسر سعد سے مہلت نہ دینے کے سلسلہ میں ملامت کی۔ (طبری، ج٥،ص ٤١٧) روز عاشورہ یہ شخص فرات کی طرف پسر سعد کے لشکر میں میمنہ کا سردار تھا ۔(طبری، ج٥،ص ٤٢٢) اسی فرات کی طرف سے امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر یہ حملہ آور ہوتا اور سپاہیوں کو ان کے قتل پر اکساتا تھا۔ (طبری، ج٥،ص ٤٣٥) یہ انھیں لوگوں میں ہے جو شہداء کے سر کو کوفہ لے گئے تھے۔ (طبری، ج ٥ ،ص ٤٥٦) بعدہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوگیا (طبری ، ج٦،ص ٢٨) اور"سکۃ الثورین"سے ٢ ہزار لوگوں کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلا(طبری ، ج ٦ ،ص ١٩٠) پھر

"جبانہ مراد" میں قبیلہ مذحج کے پیروں میں ہوگیا۔(طبری، ج٦، ص ٤٥) جب مختار فتح یاب ہوگئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر یہ "شراف اور واقصہ" کے راستہ پر نکل گیا ۔اس کے بعد یہ شخص کہیں نہیں دیکھاگیا ۔(طبری، ج٦، ص ٥٢)

٦۔اس کو ابن عطارد بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ (طبری، ج٦،ص ٢٧٠) مختار سے جنگ کے وقت یہ مضر کا ہم پیمان تھا۔(طبری، ج٦،ص ٤٧) اس کے بعداس نے مختار کی بیعت کرلی تو مختار نے اسے آذر بایجان کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ (طبری ، ج٦، ص ٣٣٤) خوارج ازارقہ سے جنگ کے موقع پر یہ شخص حارث بن ابی ربیعہ کے ہمراہ تھا جو کوفہ میں ابن زبیرکی طرف سے حاکم مقرر ہوا تھا ۔(طبری، ج٦، ص ١٢٤) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا جس کا بنی مروان کے حاکم عبدالملک بن مروان سے مکاتبہ ہواکرتا تھا۔ (طبری ، ج٦، ص ١٥٦) اس کے بعد عبدالملک نے اس کو ہمدان کا گورنر بنادیا۔ (طبری ،ج٦، ص١٦٤) جب یہ دوبارہ لوٹا تو اس وقت ٧٥ھ میں حجاج بن یوسف کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔(طبری ، ج٦، ص ٢٠٤) اس کے بعد اس کا سراغ نہیں ملتا ۔

اس کا باپ عمیر بن عطارد کوفہ کے قبیلہ تمیم کا ہم پیمان تھا جو صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ (صفین، ص ٢٠٥) یہی وہ شخص ہے جس نے زیاد کے سامنے عمرو بن حمق خزاعی کے خون کے سلسلے میں سفارش کی حتی کہ عمرو بن حریث اور زیاد نے اس کی ملامت کی ۔ (طبری ، ج٥، ص ٢٣٦)

٧۔الارشاد، شیخ مفید، ص ٢٠٣ وتذکرۃ الخواص ، سبط بن جوزی، ص ٢٤٤ ، ذرا غور توکیجئے کہ دنیا کے متوالے یہ سمجھ رہے تھے کہ امام علیہ السلام کو اپنی طرف بلانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو دنیاوی چیزوں سے لبھایا جائے ، ہائے رے عقل کا دیوالیہ پن ۔

امام حسین علیہ السلام کا جواب

تمام پیغام رساں مولا کے حضور میں حاضر ہوئے امام علیہ السلام نے ان سب کے خطوط پڑھ کر وہاں کے لوگوں کی احوال پرسی کی؛پھرہانی بن ہانی السبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی (جو نامہ بروں کے سلسلے کے آخری رکن تھے) کے ہمراہ خط کا جواب اس طرح لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم : من الحسین بن علی، الی الملأ من المومنین والمسلمین ،اما بعد : فان هانئاًو سعیداًقَدِ ما علیّ بِکُتُبِکُم

وکانا آ خر من قَدِم علیّ من رسلکم وقد فهمت کل الذی اقتصصتم و ذکر تم ، ومقالةجلّکم : اِنه لیس علینا اِمام فاقبل ، لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الهدی والحق .

و قد بَعَثْتُ الیکم اخی وابن عمی و ثقتی من اهل بیتی (مسلم بن عقیل) وأمرته ان یکتب الیّ بحالکم وأمرکم و رأیکم .

فان کتب الیّ : انه قد أجمع رأی ملئکم ، وذوی الفضل و الحجی منکم ، علی مثل ما قد مت علی به رسلکم ، وقرأت فی کتبکم ، أقدم علیکم وشیکاً، ان شاء اللہ ، فلعمری ما الامام الاالعامل بالکتاب ، والآخذبالقسط ، والدائن بالحق ، والحابس نفسه علی ذات اللہ ، والسلام [1]

بسم اللہ الرحمن الرحیم : یہ خط حسین بن علی کی طرف سے مومنین و مسلمین کے ایک گروہ کے نام بعد از حمد خدا،ہانی اورسعید تمہارے خطوط لے کر ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں ۔

یہ دونوں ان نامہ رسانوں میں سے آخری نامہ رساں ہیں جو اب تک میرے پاس آچکے ہیں میں نے تمام ان چیزوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے جس کا قصہ تم لوگوں نے بیان کیا اورجن باتوں کا تم لوگوں

۱۔طبری ج ۵، ص ۳۵۳، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حجاج بن علی نے محمد بن بشر ہمدانی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، شیخ مفید نے بھی اس روایت کو ذکر کیا "الارشاد"،ص ۲۰۴،تذکرۃ الخواص، ص ۱۹۶

نے ذکر کیا ہے۔ تم میں اکثر و بیشتر لوگوں کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے لہٰذا آجائیے، شاید خداوند عالم آپ کے وسیلہ سے ہم لوگوں کو ہدایت و حق پر جمع کر دے۔

میں تمہاری طرف اپنے بھائی، اپنے چچا کے بیٹے (مسلم بن عقیل) اور اپنے خاندان کی اس فرد کو بھیج رہا ہوں جس پر مجھے اعتماد ہے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ وہاں جا کر تمہارے آراء و خیالات سے مجھ کو مطلع کریں، اب اگر انھوں نے مجھکو مطلع کر دیا کہ تمہارے خیالات وہی ہیں جو تم نے اپنے خطوط میں تحریر کئے ہیں؛ جسے میں نے دقت سے پڑھا ہے اور صرف عوام نہیں بلکہ تم میں کے ذمہ دار اور صاحبان فضل و شرف افراد بھی اس پر متفق ہیں تو انشاء اللہ بہت جلد میں تم لوگوں کے پاس آجاوں گا۔

قسم ہے میری جان کی! امام تو بس وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرنے والا ہو، عدل و انصاف قائم کرنے والا، حق پر قائم، اس کو اجراء کرنے والا اور اللہ کی راہ میں خود کو وقف کردینے والا ہو۔ والسلام

حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر

امام علیہ السلام نے جناب مسلم کو بلایا اور قیس بن مسہر صیداوی [۱] عمارہ بن عبید السلولی [۲] اور عبد الرحمن عبداللہ بن الکدن ارجی [۳] کے ہمراہ آپ کو روانہ کیا۔ مسافرت کے وقت آپ نے ان کو تقویٰ کی سفارش کی، باتوں کو صیغہ راز میں رکھنے کو کہا اور لوگوں کے ساتھ عطوفت و مہربانی سے پیش آنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تم نے محسوس کیا کہ لوگ اپنے کئے ہوئے وعدہ پر برقرار ہیں تو مجھے فوراً اس سے مطلع کرنا۔

مسلم بن عقیل وداع ہو کر کوفہ کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں مدینہ آئے، مسجد رسول خدا ﷺ میں نماز ادا کی، اس کے بعد اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے رخصت ہو کر راہی کوفہ ہوئے۔ قیس نے راستے کی شناخت کے لئے دو ایسے لوگوں کو ہمراہ رکھا جو راستے سے آگاہ تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے۔ ادھر ادھر بھٹکنے کی وجہ سے ان لوگوں پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس پر دونوں راستہ شناس افراد نے کہا: آپ لوگ اس

۱۔۲۔۳۔ یہی وہ افراد ہیں جو کوفیوں کے ۱۵۰ خطوط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ان سب کے احوال بیان ہو چکے ہیں۔ عمارہ بن عبید کو شیخ مفیدرہ اور سبط بن جوزی نے عمارہ بن عبداللہ لکھا ہے اور اسی طرح عبد الرحمن کو شیخ مفید نے عبد الرحمن بن عبداللہ تحریر کیا ہے اور عبد اللہ اور عبد الرحمن کو راشد ارجی کا فرزند تحریر فرمایا ہے۔ ص ۲۰۴۔

راستے کو پکڑ لیں اس کے انتہا پر پانی موجود ہے لیکن ان لوگوں کو وہاں بھی پانی میسر نہ ہو ا۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ افراد موت کے دھانے پر پہو نچ گئے۔ آخر کار چارو ناچار یہ لوگ مدینہ پلٹ گئے۔

راستہ سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط

درہ خبیت کے ایک تنگ گوشہ سے جناب مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا اور قیس بن مسہر کے ہا تھوں اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا

"اما بعد : فانّی اقبلت من المدینة معی دلیلان لی ، فجارا عن الطریق وضلّا ، واشتدّ علینا العطش، فلم یلبثا أن ماتا ، وأقبلنا حتی انتهیناالی' الماء ، فلم ننج الا بحشا شة أنفسنا ، وذلک الماء بمکان یدعی المضیق من بطن الخُبیت،(۱) قد تطیرّت من وجھی ھٰذا ، فان رأیت اعفیتنی منه وبعثت غیری والسلام"[۲]

اما بعد: میں مدینہ سے دو ایسے افراد کے ساتھ نکلا جو راستہ سے آشنا تھے لیکن وہ دونوں راستہ بھول گئے۔ اسی حالت میں ہم پر پیاس کا غلبہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں جان بحق ہو گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچ گئے ،اس طرح ہم لوگ موت کے منہ سے نکل آئے۔ یہ پانی درہ خبیت کے ایک تنگ گوشہ میں ہے ۔میرے مولا میں نے اس سفر کو فال بد سمجھا ہے لہٰذا اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرمادیں اور کسی دوسرے کو اس کام کی انجام دہی کے لئے بھیج دیں ۔ والسلام

۱۔خبیت مدینہ کے اطراف میں مکہ کے راستہ کی طرف ایک جگہ ہے جہاں یہ دونوں راہنما گم ہو کر مکہ کی طرف نکل پڑے تھے۔ جیساکہ ابصار العین میں موجود ہے۔ ص۱٦

۲۔ارشاد، ص ۲۰٤ و خوارزمی ص ۱۹۷ پر تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔ طبری نے بھی معاویہ بن عمار کے واسطہ سے اسے امام باقرعلیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ ج ٥، ص ۳٤۷

مسلم کو امام علیہ السلام کا جواب

خط ملتے ہی امام علیہ السلام نے جناب مسلم کو جواب دیا:

"اما بعد: فقد خشیت ان لایکون حملکَ علی الکتاب الیَّ فی الا ستعفاء من الوجہ الّذی وجّھتک لہ الا الجبن، فامض لو جھک الذی وجھتک لہ، والسلام علیک"

امابعد: مجھے اس کا خوف ہے کہ تم نے اس عظیم سفر سے جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے معافیت طلبی کا خط فقط خوف و ہر اس کی بنیاد پر لکھا ہے لہذا میری رای یہ ہے کہ فوراً اس کام پر نکل پڑو جسے میں نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ والسلام علیک

جناب مسلم نے خط کے جواب کو پڑھ کر کہا: میں اس سفر میں اور اس کام کی انجام دہی میں اپنی جان سے ہر گز خوف زدہ نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر مسلم وہاں سے نکل پڑے۔ چلتے چلتے ایک منزل گاہ اور چشمہ آب تک پہنچے جو قبیلہ "طئ" کا تھا۔ آپ نے اس چشمہ کے پاس پڑاؤ ڈالا اور کچھ دیر آرام کیا۔ آرام کے بعد پھر وہاں سے سفر پر نیکل پڑے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد راستے میں جناب مسلم نے ایک شکاری کو ہرن کا شکار کرتے ہوئے دیکھا۔ جب اس شخص نے ہرن پر تیر مارا تو وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ حضرت مسلم نے اسے دیکھ کر کہا: اگر خدا چاہے گا تو ہمارا دشمن بھی اسی طرح نابود ہو جائے گا۔

کوفہ میں جناب مسلم کا داخلہ

* اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط

* مسلم کی تنہائی کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

* بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ * مسلم کی تلاش میں ابن زیاد

* کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ * مختار کا نظریہ

* مسلم، ہانی کے گھر * دوسری صبح

* معقل شامی کی جاسوسی * جناب مسلم سے جنگ کے لئے محمد بن اشعث کی روانگی

* ابن زیاد کے قتل کا پلان *آگ اور پتھر کی بارش

* معقل، جناب مسلم کے گھر میں * فریب امان اور گرفتاری

* دربار میں ہانی کا احضار *حضرت مسلم بن عقیل کی محمد بن اشعث سے وصیت

*ہانی، ابن زیاد کے روبرو * مسلم، محل کے دروازہ پر

* موت کی دھمکی * مسلم، ابن زیاد کے روبرو

*ہانی کے قید کے بعد ابن زیاد کا خطبہ *حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت

*جناب مسلم علیہ السلام کا قیام * جناب ہانی کی شہادت

* اشراف کوفہ کی خیانت * تیسرا شہید

* پرچم امان کے ساتھ اشراف کوفہ * چوتھا شہید

* جناب مسلم علیہ السلام کی غربت و تنہائی * مختار قید خانہ میں

* ابن زیاد کا موقف * یزید کے پاس سروں کی روانگی

* یزید کا جواب * امام علیہ السلام کا مکہ سے سفر

کوفہ میں جناب مسلم علیہ السلام کا داخلہ

وہاں سے مسلم علیہ السلام پھر آگے بڑھے یہاں تک کہ اپنے تینوں ساتھیوں قیس بن مسہر صیداوی ، عمارہ بن عبیدا لسلولی اور عبد الرحمن بن عبداللہ بن الکدن ارجی کے ہمراہ کوفہ میں داخل ہو ئے [۱] اور مختار بن ابو عبید ثقفی [۲] کے گھر میں مہمان ہوئے ۔وہاں پہنچتے ہی شیعہ ہرچہار جانب سے آپ کی خدمت میں شرفیاب ہونے لگے اور رفت و آمد کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔جب سب شیعہ جمع ہوگئے تو جناب مسلم نے ان کو امام علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنا یا۔ خط کے مضمون کو سنتے ہی وہ سب کے سب رونے لگے ۔

۱۔طبری ،ج۵، ص ۳۵۵ ، مروج الذہب ،ج ۲ ،ص ۸۶ ، کے بیان کے مطابق کوفہ میں وارد ہونے کی تاریخ ۵ شوال ہے۔

۲۔پہلی ہجری میں مختار نے اس دنیا میں آنکھ کھولی۔ (طبری، ج ۲،ص ۴۰۲) ۳۷ھ میں اپنے چچا سعد بن مسعود ثقفی کی جانب سے ان کی جانشینی میں مدائن کے گورنر ہوئے۔ (طبری ،ج ۵،ص ۷۶) عام الجماعتہ کے بعد ۴۰ھ تک اپنے چچا ہی کے پاس رہے۔ (طبری ،ج ۵ ،ص۱۵۹) طبری نے مختار کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مختار نے اپنے چچا سے بتایا کہ حسن بن علی (علیہما السلام) نے حکومت معاویہ کے سپرد کردی ہے۔ (ج ۵، ص ۵۶۹) زیاد کے زمانے میں مختار سے چاہا گیا کہ وہ حجر بن عدی کے خلاف گواہی دیں لیکن مختار نے اسے قبول نہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۷۰) جناب مسلم کے قیام کے دوران آپ کا شمار پرچمداروں میں ہوتا تھا (ج۵،ص ۳۸۱) لیکن جب جناب ہانی کے قید ہونے کی خبر سے مطلع ہوئے تو اپنے پرچم اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جناب مسلم کے خروج سے پہلے ہی کسی وعدہ کے بغیر قیام کردیا ،پھر جب عمرو بن حریث نے مختار کو دعوت دی کہ ابن زیاد کے پرچم امن تلے آجاؤ اور صلح کر لو تو دھوکہ میں آکر مختار نے صلح قبول کرلی۔ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے تو چھڑی سے آپ کے چہرے پر حملہ کیا گیا۔جس کی وجہ سے آنکھ میں کافی چوٹ آئی اور ٹیڑھی ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کو قید کر دیا گیا؛یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ آپ کی بہن صفیہ، عبد اللہ بن عمر کی زوجہ تھیں لہذا مسلم نے اپنے چچا کے بیٹے زائدہ بن قدامہ ثقفی کو ابن عمر کے پاس بھیجا تاکہ وہ مختار کی آزادی کے لئے یزید کو خط لکھے۔ اس نے خط لکھ کر یزید سے مختار کی آزادی کی درخواست کی تو اس نے خط لکھ کر ابن زیاد کو حکم دیا کہ مختار کو آزاد کر دیا جائے لہذا اس نے ایسا ہی کیا لیکن انھیں کوفہ سے نکال دیا ۔ مختار وہاں سے راہی حجاز ہو گئے اور وہاں

ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور ابن زبیر کے ہمراہ اہل شام سے بڑی شدید جنگ لڑی۔ یزید کی موت کے پانچ مہینہ بعد ابن زبیر کو چھوڑ دیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔(طبری، ج٥،ص٥٧٠ ۔ ٥٧٨) جب کوفہ میں وارد ہوئے تو سلیمان بن صرد خزاعی شیعوں کو توبہ اور امام حسین علیہ السلام کے خون کے قصاص کی دعوت دے رہے تھے۔ مختار نے آکر دعویٰ کیا کہ وہ محمد حنفیہ کے پاس سے آرہے ہیں اور سلیمان فنون جنگ سے نا بلدہیں لہٰذا خود کی جان بھی گنوائیں گے اور اپنے سپاہیوں کا بھی بے جا خون بہائیں گے۔ (طبری، ج٥، ص ٥٦٠ و ٥٨٠)جب توابین نے خروج کیا تو ابن زبیر کے کارگزار ابن مطیع نے مختار کو قید کرلیا (ج٥،ص ٦٠٥) ایسی صورت میں مختار نے اپنے غلام زربی کو ابن عمر کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ ابن زبیر کے کارگزار سے مختار کی رہائی کی درخواست کرے۔ ابن عمر نے خط لکھ کر درخواست کی تو اس نے عہدو پیمان کے ساتھ آزاد کر دیا۔(طبری، ج٦،ص ٨) آزاد ہونے کے بعد مختار نے خروج کیا اور تمام امور پر غلبہ پا کرجنگ شروع کی۔ ابن زیاد سے گھمسان کی جنگ کی اور اسی جنگ میں اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد قاتلین امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا شروع کیا۔ آخر کار ٦٧ھ میں مصعب بن زبیر نے مختار کو قتل کر ڈالا۔ (ج٦،ص ٦٧) قتل کرنے کے بعد مصعب بن زبیر نے حکم دیا کہ مختار کے ہاتھوں میں کیلیں ٹھوک دی جائیں ۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور مسجد کے پاس مختار کو آویزاں کر دیا گیا۔ وہ اسی طرح لٹکے رہے یہاں تک کہ حجاج ثقفی نے اسے ہٹایا۔ (طبری، ج ٦،ص ١١٠) مصعب نے مختار کی پہلی بیوی عمرۃ بنت نعمان بن بشیر کو قتل کردیا اور دوسری بیوی ام ثابت بنت سمرہ بن جندب کو چھوڑ دیا۔(ج٦،ص١١٢) ٧١ھ میں مصعب نے عبد الملک سے جنگ کی ۔ اس جنگ میں زائدہ بن قدامہ ثقفی بھی حاضر تھا؛ پس اس نے مصعب کو قتل کر دیا اور آوازدی "یا لثارات المختار" یہ مختار کے خون کا بدلہ ہے۔(طبری، ج٦، ص ١٥٩) مختار کا گھر مسجد کے پاس تھا تو عیسی بن موسی عباسی نے ١٥٩ ھ میں اسے مختار کے وارثوں کے ہاتھ بیچ دیا۔(طبری، ج٨، ص٢٢) بادی النظر میں یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مختار نے مسلم علیہ السلام کو جو اپنے گھر میں روکا اس کا سبب یہی تھا کہ وہ امیر کوفہ نعمان بن بشیر کے نسبتی رشتہ دار تھے اور اس پر طبری کی روایت کو اگر اضافہ کر دیا جائے کہ شیعہ مختار کی مذمت اس لئے کیا کرتے تھے کہ انھوں نے امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور ساباط میں ان پر حملہ کردیا ۔(طبری، ج ٥،ص ٣٧٥)

مختار کے سلسلے میں روایتوں کی زبان مختلف ہے اور سند کے اعتبار سے کوئی بھی روایت محکم نہیں ہے لہٰذا قابل اعتبار صاحبان رجال کا تحقیقی نظریہ یہی ہے کہ اگر کوئی روایت فقہی مسئلہ میں تنہا مختار سے نقل ہوئی ہو تو اس پر توقف کیا جائے گا۔ مختار کے سلسلے میں طبری کی روایت معتبر نہیں ہے اور مختار کی شخصیت کو اس طرح گرانا اور بے حیثیت کرنا صحیح نہیں ہے۔ (مترجم)

اس کے بعد عابس بن ابی شبیب شاکری (۱) اٹھے اور حمد وثنا ئے الہٰی کے بعد فرمایا: "اما بعد فانی لا أخبر ک عن الناس ولا أعلم ما فی أنفسهم وما أغرّک منهم ، واللہ لاحدّثنک عمّا أنا موطّن نفسی علیه واللہ لأُ جیبنّکم اذادعوتم ولأُ قاتلنّ معکم عدوّکم ،ولأُ ضربنّ بسیفی دونکم حتی ألقی اللہ، لا ارید بذالک الا ماعنداللہ"

۱۔ اس کے بعد عابس جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کا خط لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوئے ۔(طبری، ج۵، ص ۳۷۵)اس کے بعد یہ امام علیہ السلام کے ہی ساتھ رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔(طبری ،ج۵،ص ٤٤٤) یہ قبیلہ ہمدان سے منسوب تھے۔

اما بعد: اے مسلم !میں آپ کو لوگوں کی خبر نہیں دے رہا ہوں نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے اور نہ ہی میں ان کے سلسلہ میں آپ کو دھوکہ دوں گا؛ خدا کی قسم میں وہی بولوں گا جو میرے دل میں پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم جب بھی آپ مجھ کو بلائیں گے میں حتماً لبیک کہوں گا، میں آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے ضرور بالضرور قتال کروں گا، آپ کے سامنے اپنی شمشیر سے لقاء الٰہی تک لڑتا رہوں گا۔ اس سلسلہ میں خدا کے نزدیک میرے لئے جو چیز ہے اس کے علاوہ میرا کوئی بھی منشاء نہیں ہے۔

پھر حبیب بن مظاہر فقعسی اسدی کھڑے ہوئے اور فرمایا:" رحمک الله؛ قد قضیت ما فی نفسک بواجز من قولک" الله تم پر رحم کرے (اے عابس) جو تمہارے دل میں تھا اور جو کچھ کہنا چاہیئے تھا اسے تم نے بڑے مختصر جملوں میں بیان کردیا ۔اس کے بعد پھر فرمایا:

" وانا والله الذی لا اله الا هو علی مثل ما هو هذا علیه"اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ؛ میں نے بھی اس مرد کی راہ کو اپنی راہ قرار دیا پھر حنفی[1] نے بھی اسی طرح اپنا ارادہ ظاہر کیا، پھر ایک کے بعد ایک سب نے اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کیا، اس کے بعد جناب مسلم کے پاس شیعوں کی رفت و آمد کا سلسلہ جاری ہوگیا؛یہاں تک کہ جناب مسلم کی منزل گاہ لوگوں کے لئے جانی پہچانی ہوگئی یہاں تک کہ اس کی خبر نعمان بن بشیر[2] کے کانوں تک پہنچ گئی۔اس خبر کے شائع ہونے کے بعد وہ منبر پر آیا حمد و ثنائے الٰہی کے بعد اس نے کہا:

اما بعد: اے بندگان خدا! تقوائے الٰہی اختیار کرو اور فتنہ و پراکندگی کی طرف جلدی جلدی آگے نہ بڑھو کیونکہ ان دونوں صورتوں میں لوگ ہلاک ہوں گے، خون بہیں گے اور اموال غصب ہوں گے... میں کسی ایسے شخص سے جنگ نہیں کرسکتا جو مجھ سے جنگ کے لئے نہ آئے؛اسی طرح میں کسی ایسے پر حملہ آور نہیں ہوسکتا جو مجھ پر یورش نہ کرے، نہ ہی میں تم کو سب و شتم کروں گا نہ ہی تحریک، نہ ہی بری باتوں کی

۱۔ یہ وہی سعید بن عبداللہ حنفی ہیں جو اہل کوفہ کا خط لے کر امام علیہ السلام کے پاس گئے تھے اور امام علیہ السلام کا جواب لیکر کوفہ پہنچے تھے۔

۲۔ طبری، ج ۵، ص ۳۵۵ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے ابو وداک کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو وداک کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر ہم لوگوں کے پاس آیا اور منبر پر گیا۔

نسبت دوں گا نہ ہی بدگمانی و تہمت لگاؤں گا ، لیکن اگر تم نے اپنے اندر کے کینہ کو صفحہ دل سے باہر آشکار کردیا اور بیعت توڑ کر اپنے حاکم کے خلاف مخالفت کے لئے علم بلند کیا تو یا د رہے کہ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ؛ میں اپنی تلوار سے تمہاری گردنوں کو اس وقت تک تہہ تیغ کرتا رہوں گا جب تک میرے ہاتھ میں قبضہ شمشیر ہے ، خواہ تم میں سے کوئی میرا ناصر و مددگا نہ ہو ، لیکن مجھے اس کی امید ہے کہ تم میں سے جو حق کو پہچانتے ہیں وہ ان لوگوں سے زیادہ ہیں جو باطل کی طرف پلٹتے ہیں ۔

نعمان بن بشیر کی تقریر کے بعد عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی [1] اٹھا (جو بنی امیہ کا ہم پیمان تھا) اور بولا : اس وقت تم جو سمجھ رہے ہو وہ مناسب نہیں ہے اس وقت تو سخت گیری کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہیں ہے اپنے دشمنوں کے ساتھ تمہاری سیاست ناتواں اور ضعیف لوگوں کی سیاست ہے۔ اس پر نعمان نے کہا :" أن أكون من المستضعفين فی طاعة الله احبّ الی من أن أكون من الا عزين فی معصية الله" خدا کی اطاعت میں میرا شمار مستضعفین و ناتوانوں میں ہو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ خدا کی معصیت میں میرا شمار صاحبان عزت میں ہو ، یہ کہہ کر نعمان منبر سے اتر آیا ۔

عبداللہ بن مسلم وہاں سے نکلا اوریزید بن معاویہ کے نام ایک خط لکھا :

امابعد : فان مسلم بن عقيل قد قدم الكوفه ، فبايعته الشيعة للحسين بن علی ، فان كان لک بالكوفة حاجة فابعث اليها رجلاقويّاًينفذ أمرک ، و يعمل مثل عملک فی عدوک ، فان النعمان بن بشير رجل ضعيف ، او هو يتضعّف.

امابعد: مسلم بن عقیل کوفہ پہنچ چکے ہیں اور حسین بن علی کے چاہنے والوں نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ اب اگر تم کوفہ کو اپنی قدرت میں رکھنا چاہتے ہو تو کسی ایسے قوی انسان کو بھیجو جو تمہارے حکم کو نافذ کر سکے اور اپنے دشمن کے سلسلہ میں تمہارے ہی جیسا اقدام پیش کرسکے کیونکہ نعمان بن بشیر ایک ناتوان انسان ہے یا شاید خود کو ضعیف دکھانا چاہ رہا ہے۔

۱۔ اس کا نام ان لوگوں میں آتا ہے جنھوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی ۔ اس کا پورا نام عبداللہ بن مسلم بن شعبۃ الحضرمی ہے۔(طبری ، ج۵ ، ص ۲۶۹)

پھر عمارہ بن عقبہ[1] اور عمر بن سعد بن ابی وقاص[2] نے ایسے ہی خطوط[3] لکھ کر یزید کو حالات سے آشنا کرایا۔

۱۔یہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا بھائی ہے۔یہ اور اس کا بھائی مکہ سے مدینہ کی طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوچھتا ہوا نکلا تاکہ پیغمبر اکرم ﷺ ان دونوں کی بہن ام کلثوم کو جو حدیبیہ کے بعد ہجرت کرکے مدینہ چلی آئی تھیں انہیں لوٹا دیں لیکن پیغمبر اکرم ﷺ نے انکار کردیا ۔(طبری ، ج۲،ص ٦٤٠) اسکا مکان اپنے بھائی کے ہمراہ کوفہ کے میدانی علاقہ میں تھا۔ (طبری ، ج ٤، ص ٢٧٤) اس کی بیٹی ام ایوب، مغیرہ بن شعبہ کی بیوی تھی۔ جب مغیرہ مرگیا تو زیاد بن ابیہ نے اس سے شادی کرلی۔ (طبری ،ج۵، ص ۱۸۰) اسی نے زیاد کے سامنے عمرو بن حمق خزاعی کے خلاف گواہی دی۔(طبری ،ج۵،ص ٢٣٦) یہ اپنے باپ عقبہ بن ابی معیط کے ہمراہ کفر کی حالت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو پیغمبر اسلام نے اس کی گردن کاٹنے کا حکم صادر فرمایا، اس پر اس نے کہا : اے محمد اس بچی کا کیا ہوگا ؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : جہنم کی آگ (طبری ،ج۵،ص ۳٤۹) یہ جناب مسلم کی شہادت کے وقت محل میں تھا (طبری، ج ۵، ص ٣٧٦)اور حاکم کوفہ کے سامنے مختار کے خلاف بھی سازشیں رچتا رہا۔ (طبری، ج۵،ص ۳٤۹) اس کے بعد اس کے سلسلہ میں خبریں مخفی ہیں اور کچھ پتہ نہیں ہے ۔

۲۔اسکی ماں بشریٰ بنت قیس بن ابی کیسم تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد لوگوں میں شمار ہوتی ہے۔(طبری، ج۳، ص ۳٤۱) اس کی ولادت ہجرت کی دوسری دھائی کے اوائل میں ہوئی ہے اور کربلا میں یہ ۵۰ سال کے آس پاس کا تھا۔۱۷ یا ۱۹ ہجری میں اس کے باپ سعد نے اسے عیاض بن غنم کے ہمراہ ارض جزیرہ یعنی شمال عراق اور شام کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس زمانے وہ بالکل نو جوان تھا۔ (طبری، ج ٤، ص ۵۳) ۳۷ھ میں عمر نے اپنے باپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس نے حکمیت کے مسئلہ میں حاضر ہونے کی لالچ نہ دلادی۔اس کے بعد وہ "دومۃ الجندل" میں اپنے باپ کو لیکر حاضر ہوگیا ۔ اس کا باپ بادیہ نشین بنی سلیم کے پانی کے پاس تھا جب اس نے اپنے باپ سے کہا: بابا آپ وہاں گواہی دیجئے گا کہ آپ صحابی رسول اور شوریٰ کی ایک فرد ہیں ؛ اس لئے خلافت کے آپ زیادہ سزاوار ہیں ۔ (ج ۵،ص ۷۔ ٦٦) اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی اور کوفہ کو سنبھالنے کے لئے یزید کو خط لکھا۔(طبری ، ج ۵، ص۳۰٦) مسلم بن عقیل کے سلسلہ میں اس نے مکر سے کام لیا اور جناب مسلم کی وصیتوں کو ابن زیاد کے لئے فاش کردیا۔اس پر ابن زیاد نے کہا امین خیانت نہیں کرتا لیکن کبھی کبھی خائن پر امین کا دھوکہ ہوتا ہے۔ (طبری ، ج ۵، ص۳۷۷) محمد بن اشعث کندی نے چاہا تھا کہ ابن زیاد کے قتل کے بعد یہ کوفہ کا امیر بن جائے لیکن بنی ہمدان کے مرد شمشیروں کے ہمراہ اور عورتیں امام حسین علیہ السلام پر گریہ کناں گھروں سے باہر نکل آئیں (طبری ، ج۵، ص۵۲٤) مختار نے اس کی طرف ابو عمرہ کو روانہ کیا ۔ اس نے عمر سعد کو قتل کردیا اور اس کا سر لے کر آگیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے حفص بن عمر کو بھی قتل کردیا اور کہا: خدا کی قسم اگر قریش کو ٤ حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اس کے ۳ حصہ کو بھی میں قتل کردوں تب بھی حسین علیہ السلام کی انگلیوں کے پور کا بدلہ بھی نہ ہوگا۔یہ کہہ کر ان دونوں کے سروں کو مدینہ محمد حنفیہ کے پاس بھیج دیا۔(طبری ج ٦،ص ۲۔ ٦١)

۳۔ہشام کا بیان ہے کہ عوانہ نے کہا : جب فقط دودنوں کے اندریزید کے پاس خطوط کا انبار لگ گیا تویزید بن معاویہ نے معاویہ کے غلام سرجون (۱) کو بلایا اور اس سے پوچھا : تمہاری رائے کیا ہے ؟ کیونکہ حسین نے کوفہ کی راہ اختیار کرلی ہے اور مسلم بن عقیل کوفہ میں حسین کی طرف سے بیعت لے رہے ہیں ۔دوسری طرف نعمان کے ضعف و ناتوانی اور اس کے برے بیان کے سلسلہ میں مسلسل خبریں آرہی ہیں تو اب تم کیا کہتے ہو ؟ کوفہ کا عامل کس کو بناؤں ؟واضح رہے کہ یزید کو عبیداللہ بن زیاد بے انتہا نا پسند تھا ۔

سرجون نے جواب دیا : تم یہ بتاؤ کہ اگر معاویہ زندہ ہوتا اور تم کو رائے دیتا تو کیا تم اس کی رائے کو قبول کرتے ؟ یزید نے جواب دیا: ہاں ۔ یہ سنتے ہی سرجون نے وہ وصیت نامہ نکالا جو ایسے ماحول کے لئے معاویہ نے لکھ کر مخفیانہ طورپر سرجون کے حوالے کیا تھا جس میں ایسی صورت حال میں کوفہ کو عبیداللہ بن زیاد کے سپرد کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ یہ وصیت نامہ دے کر سرجون نے کہا : یہ معاویہ کی رائے ہے جسے لکھ کر کے وہ مرگیا ۔یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود اس رائے کو فوراً قبول کر لیا پھر مسلم بن عمرو باہلی (۲) کو بلایا اور خط لکھ کر فوراً اسے بصرہ روانہ کیا ۔خط میں اس نے یہ لکھا : امابعد: کوفہ سے میرے پیروؤں نے خط لکھ کر مجھ کو خبر دی ہے کہ ابن عقیل کوفہ میں جمع ہو کر مسلمانوں کے اجتماع کو درہم و برہم کررہاہے تو تم میرا خط پڑھتے ہی رخت سفر باندھ کر کوفہ پہنچ جاؤ اور ابن عقیل کی جستجومیں اس طرح لگ جائو جیسے کوئی اپنے گم شدہ گوہر کو تلاش کرتا ہےیہاں تک کہ اسے اپنی گرفت میں قید کرلویا قتل کردو یا پھانسی پر چڑھادو ۔ والسلام

مسلم بن عمر و وہاں سے فوراًنکلا اور بصرہ جا کر ہی دم لیا ۔وہاں جا کر یہ خط عبیداللہ کے حوالے کیا ۔اس نے فوراًسامان سفر آمادہ کرنے کے لئے کہا اور دوسرے دن راہی کوفہ ہوگیا۔(طبری، ج۵،ص ۳۵۷)

اس واقعہ کی روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے عمار دہنی (ابو معاویہ بن عمار امام صادق اور امام موسی کاظم علیہما السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں ۔ ان کے باپ عمار علماء اہلسنت کے درمیان ثقہ اور صاحب جاہ و منزلت شمار ہوتے ہیں ۔ ان کی کنیت ابو معاویہ ہے۔ کبھی کبھی امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی روایت کرتے دکھائی دیتے ہیں ۔ (رجال علامہ ،ص ١٦٦)ابن ندیم کی کتاب" الفہرست"ص ٢٣٥ ، طبع یورپ کے مطابق عمار کی ایک کتاب بھی ہے۔) نے اس طرح نقل کی ہے :یزید نے اپنے غلام سرجون (جس سے وہ ہمیشہ مشورہ کیا کرتا تھا) کوبلایا اور تمام اخبار سے آگاہ کیا۔ سرجون نے کہا : اگر معاویہ زندہ ہوتا تو کیا تم اس کی باتوں کو قبول کرتے ؟یزیدنے کہا : ہاں ! سرجون نے کہا:تواب میری بات کو قبول کروکیونکہ کوفہ کے لئے عبیداللہ بن زیاد سے بہتر کوئی نہیں ہوسکتا ۔اس کو فوراً وہاں کا والی بناؤ۔ یہ سنتے ہی یزید نے ناپسندیدگی کے باوجود جبکہ اسے بصرہ سے بھی ہٹانا چاہتا تھا فوراً رضاو رغبت کے ساتھ ابن زیاد کو خط لکھا اور اس کو بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کا بھی گورنر بنادیا اور اسے لکھا کہ مسلم بن عقیل کو تلاش کرے اور اگر مل جائیں تو انہیں قتل کردے (ج۵ ،ص ٣٤٨)

---

(١)سرجون بن منصور رومی معاویہ کا کاتب اور اس کے دفتر کا منشی تھا۔(ج ۵،ص ٢٣٠ ج ٦،ص ١٨٠)

(٢) مسلم بن عمروباہلی بصرہ میں زیادبن ابیہ کے ہمراہ تھا اور" باہلہ "میں صاحب عزو شرف تھا ۔ ٤٦ھ تک اس کے ساتھ رہا۔(طبری ۵ ص ٢٢٨) اس کے بعد شام میں سکونت اختیارکی لہٰذا یہ بصری شامی ہوگیا ۔ اس نے دوبارہ شام سے بصرہ کا سفریزید کا خط ابن زیادتک پہنچانے کی غرض سے کیا پھر ابن زیاد ہی کے ساتھ کوفہ آگیا ۔ جب ہانی بن عروہ ابن زیادکے دربار میں لائے گئے تو اس نے ان سے کہاکہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کو حاکم کے سامنے پیش کرو۔(ج ،ص ٣٦٦) جب جناب مسلم دارالامارہ کے دروازہ پر پہنچے اور پانی مانگا تو اس نے آپ کو برابھلا کہا (ج۵، ص ٣٧٦) پھریہ مصعب بن زبیر کا حامی ہوگیا تو مصعب نے اسے ابن حر جعفی سے جنگ کے لئے بھیجا لیکن ٦٨ھ میں یہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ (ج٦، ص١٣٢) یہ مصعب کے وزیر کی طرح تھا ۔(ج ٦، ص١٣٦) یہ مصعب کے ساتھ دیر جاثلیق میں اس جنگ میں مارڈالاگیا جو ٧١ھ میں مروان کے ساتھ ہوئی تھی۔ (ج٦،ص ١٥٨) یہ دولت کا بڑا لالچی تھا (ج۵، ص ٤٣٢) اس کے ٧ بیٹے تھے ١۔ قتیبہ ٢۔ عبدالرحمن ٣۔ عبداللہ ٤۔ عبیداللہ ۵ ۔ صالح ٦۔ بشار ٧۔ محمد(ج٦، ص ٥١٦) باپ کے بعد سب کے سب حجاج بن یوسف کے طرفدار ہوگئے تواس نے ٨٦ھ میں قتیبہ کو خراسان کا حاکم بنا دیا۔ (ج٦،ص ٤٢٤) اس نے جنگ کر کے بیرجند ،نوشکث ، وارین ، بخارا ،شومان ، کش ، نسف ، خام جز، سمرقند ، شوش ، فرگانہ ، کاشمر ، صالح نیزک ، سغد ، اور خوارزم شاہ کو فتح کر لیا اور ٩٦ھ میں اپنے بھائی کے ہمراہ قتل کردیا گیا۔(ج٦،ص ٤٢٩ ۔ ٥٠٦)

اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط

امام حسین علیہ السلام نے اہل بصرہ کے نام ایک خط لکھا جسے سلیمان[1] نامی اپنے ایک غلام کے ہاتھوں بصرہ کے پانچ علاقوں[2] کے رئیس اور اسی طرح اشراف بصرہ مالک بن مسمع بکری[3] اخنف بن قیس[4] منذر بن جارود[5] مسعود بن عمرو[6] قیس بن ہیثم[7] اور رعمرو بن عبید اللہ بن معمر کے پاس روانہ کیا۔

۱۔ امام حسین علیہ السلام نے جس قاصد کو خط بصرہ کی طرف روانہ کیا تھا اس کے نام میں اختلاف ہے۔یہاں اس روایت میں اس کا نام سلیمان ہے۔ اسی طرح مقتل خوارزمی کی(ج ۱،ص۱۹۹)میں اعثم کوفی کے حوالے سے بھی یہی نام مذکور ہے۔ لہوف میں بھی یہی نام ہے لیکن کنیت ابورزین ہے جو اس کے باپ کا نام ہے۔ اس کی ماں کا نام کبشہ ہے جو امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھی یہ خاتون امام حسین علیہ السلام کی ایک زوجہ ام اسحاق تمیمہ کی خدمت گذار تھی۔ ابورزین نے اسی خاتون سے شادی کی تو سلیمان دنیا میں آئے۔ابن نما نے مثیر الاحزان میں لکھا ہے کہ امام نے یہ خط ذریعے بسدوسی کے ہاتھ روانہ کیا۔ ابن امین نے لواعج الاشجان، ص۳٦پر لکھا ہے کہ امام نے ان دونوں کے ہمراہ خط روانہ کیا تھا۔

۲۔بصرہ پانچ قبیلوں پر منقسم تھا اور ہر قبیلہ کا ایک رئیس تھا۔

۳۔ مالک بن مسمع البکری جحدری: یہ بصرہ میں قبیلہ بنی بکربن وائل سے متعلق تھے(طبری، ج ٤،ص٥٠٥)شکست کے دن مروان بن حکم کے یہاں پناہ لی۔ اس کے بعد بنی مروان اس کی حفاظت کرتے رہے اور اپنے درمیان اس کے ذریعہ سے فائدہ حاصل کرتے رہے اور خود کو صاحب شرف سمجھتے رہے (طبری، ج٤،ص٥٣٦) اسکی رائے بنی امیہ کی طرف مائل تھی لہذاابن حضرمی کے خلاف جسے معاویہ نے بصرہ روانہ کیا تھا اس نے ابن زیاد کی اس وقت مدد نہ کی جب وہ اپنی طرف دعوت دے رہا تھا۔(طبری، ج٥،ص١١٠)یہ وہی ہے جس نے یزید کی ہلاکت کے بعدابن مرجانہ کی بیعت کرلی لیکن پھر اس نے اس کی بیعت کو توڑ دیا۔ اس کے بعد ایک جماعت کے ہمراہ بیت المال پر قبضہ کر کے اسے غارت کردیا(طبری، ج ٥،ص٥٠٥) پھر یہ اس بات پر متہم ہوگیا کہ یہ چاہتا ہے کہ ابن زیاد کو دوبارہ بصرہ کے دارالامارہ کی طرف لوٹادے۔ (طبری ،ج٥، ص٥١٢)مالک بن مسمع ، بکربن وائل جو ربیعہ یمن سے متعلق تھے کا مملوک تھا اور یہ سب کے سب ہم پیمان تھے ۔یہ بنو قیس اور انکے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔ اسی طرح غزہ، شیع اللات اور ان کے حلیفوں کے ہم پیمان تھے۔ عجل ، آل؛ ذھل بن ثعلبہ اور ان کے ہم پیمان تھے۔ یشکر، وضیعہ بن ربیعہ بن نزار یہ سب کے سب خانہ بدوش تھے اور حنیفہ شہر نشین تھے (طبری، ج٥ ،ص ٥١٥) پھر جب معاویہ کی خلافت کے آخری ایام اوریزیدبن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں قبیلہ "ازد" کے افراد بصرہ میں آکر ان سے ملحق ہوگئے تو مالک بن مسمع بھی ان کے ہمراہ آیا

اور ان کے ہمراہ تجدید پیمان کیا۔ (طبری ،ج۵، ص ۵۱۶) ٦٤ھ میں ایک بار پھر تجدید پیمان کیا۔ ان کے مقابلہ میں مسعود بن عمرو المعنی تھا ۔ وہ سب کے سب عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبد المطلب قرشی ہاشمی سے مقابلہ کے لئے نکلے تاکہ ابن زیاد کو دارالامارہ کی طرف لوٹا سکیں ۔ اس میں ان کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور مالک بن مسمع کا گھر جلادیا گیا۔ (طبری، ج۵، ص ۵۲۱) اس نے غیرت میں آکر بصرہ میں مختار کے ساتھیوں سے دفاع کیا اور اس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ مخالفین کا ہم پیمان ہے۔ (طبری، ج٦، ص ٦٨) پھر مصعب اور مختار کی جنگ میں قبیلہ بکر بن وائل کا مخالف ہوگیا (طبری ، ج٦، ص ٩٥) پھر خالد بن عبد اللہ بن خالد بن اسید نے اس کی مدد کی۔ یہ خالد وہی ہے جسے عبدالملک بن مروان نے بصرہ بلایا تھا ، بعد میں اس نے خالد کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں پر چوٹ آگئی تو جنگ سے گھبرا گیا پھر اس نے عبیداللہ بن عبیداللہ بن معمر جانشین مصعب سے امن کی درخواست کی تو اس نے امان دے دیا لیکن یہ مصعب سے خوف زدہ ہوگیا اور اپنی قوم کے ساتھ "قبیلۂ ثاج" میں ملحق ہوگیا۔ (طبری، ج٦، ص ١٥٥) اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہیں ملتا ۔

٤۔ اخنف کا نام صخرہ بن قیس ابو بحر سعدی ہے۔ یہ عباس بن عبد المطلب سے روایت نقل کرتا ہے(طبری ج ١، ص٢٦٣) ١٧ ھمیں عتبہ بن غزوان نے اہل بصرہ کے ایک وفد کے ہمراہ اسے عمر کے پاس بھیجا(طبری ، ج٤، ص ٨١) اور اہل بصرہ نے اہل فارس میں سے جن لوگوں سے ١٧ھ میں جنگ کی اس نے بھی انہی کے ہمراہ جنگ کی عمر نے اسے خراسان کی پرچم داری دے کے فتح کے لئے بھیجا جو خود اسی کی رائے تھی (طبری، ج ٤ ، ص ٩٤)، پھر اس نے یزد جرد پر حملہ کرکے اسے قتل کردیا۔ (طبری، ج٤، ص ١٧١) ہرات کو ٣١ھ میں فتح کرلیا (طبری ، ج٤، ص ٣٠١) اور" مرودود" اہل بلخ سے صلح کرلی۔ (طبری ، ج٤، ص ٣١٠ ۔ ٣١٣) یہ بصرہ کے ان لوگوں میں سے ہے جنہیں عایشہ نے خط لکھا تھا (طبری، ج٤، ص ٤٦١) بصرہ کے فتنہ میں اس نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف خروج کیا حضرت نے اسے اس کی قوم کے ہمراہ جنگ سے الگ رہنے کی دعوت دی تو اس نے اپنی قوم کو بلایا اور قوم نے بھی لبیک کہا پھر وہ ان کے ہمراہ کنارہ کش ہوگیا۔ جب جنگ میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو کامیابی حاصل ہوئی تو یہ ١٠ہزار یا ٦ہزار لوگوں کے ساتھ حضرت کے پاس آگیا۔ (طبری ، ج ٤، ص ٤٩٧ ۔ ٤٦٨) بعض روایتوں میں ٤ہزار بھی ہے۔ (طبری، ج ٤، ص ٥٠١) وہاں پہنچ کر رات میں حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کی (طبری، ج ٤، ص ٥٤١) پھر علی علیہ السلام کے پاس کوفہ آیا اور بصرہ میں اپنے قبیلہ والوں کو لکھا کہ فوراً کوفہ آجائیں تاکہ صفین کی جنگ میں پہنچ سکیں پس وہ سب کے سب وہاں سے سامان سفر باندھ کر عازم ہوگئے۔ (واقعہ صفین، ص ٢٤) جنگ صفین میں یہ قبیلہ تمیم ، ضبہ اور رباب کی سربراہی کر رہا تھا (صفین، ص ١١٧) لیکن اسے خوف تھا کہ عرب اس کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ (صفین، ص ٣٨٧)

حَکمیت کے سلسلہ میں اس نے حضرت پر بہت زور ڈالا کہ اسے حَکَم بنایا جائے کیونکہ ابوموسیٰ ایک سست اور نرم خو آدمی ہے لیکن اس پر اشعث بن قیس بھڑک اٹھا اور اس کی حمیت کا انکار کردیا ۔ (صفین، ٥٠١) جنگ صفین میں اس نے مولائے کائنات سے اس بات پر پرخاش کی کہ اس کا نام مومنین کی امارت سے کیوں حذف ہوا ۔ (صفین ،٥٠٨) جب حکمیت کی قرارداد پڑھ کر

سنانے کے لئے اشعث آیا تو اس نے اسے رد کردیا اور بنی تمیم کے ایک شخص نے اس پر حملہ کردیا تو یمن والے قبیلۂ بنی تمیم سے انتقام لینے کے لئے آگئے؛ اس پر احنف نے بات کو ٹالا (صفین، ص۵۱۳) اور اس نے ابو موسیٰ کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو تم دھوکہ کھانے سے بچنا۔ (صفین، ص۵۳٦) یہ بنی ہاشم کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کی مشاورتی کمیٹی میں تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۵۳) بنی تمیم کے ۱۵۰۰ جوانوں کے ساتھ دوبارہ اس نے صفین کی طرف خروج کیا۔ (طبری، ج۵، ص ۷۸) ۵۰ ھمیں یہ معاویہ کے پاس پہنچا اور اس سے ایک لاکھ کی اجازت لی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲٤۲) ۵۹ھ میں ابن زیاد نے اسے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اسے معاویہ کے پاس سب سے آخر میں پہنچایا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۱۷) یزید کے بعد اس نے عبیداللہ بن زیاد کی بیعت کرلی تاکہ وہ بصرہ کا امیر ہوجائے۔ (طبری، ج ۵، ص ۵۰۷) اور اس سے عہد وپیمان لیا کہ وہ ابن زبیر کے بلانے پر آیا ہے لہٰذا جب اس نے دیکھا کہ اس کی ممانعت ہورہی ہے تو خود ہی الگ ہوگیا ۔ (طبری، ج۵، ص۵۰۸)

جب قبیلہ "ازد" نے جنگ کے بعد چاہا کہ ابن زیاد کو دارالامارہ کی طرف لوٹائیں تو بنو تمیم احنف کے پاس جمع ہوئے اور ابن زیاد کے دوبارہ حکومت میں لوٹنے کے سلسلہ میں شکایت کی اور یہ بھی شکوہ کیا کہ بنی تمیم کا ایک شخص قبیلہ ازد کے ہاتھوں قتل ہوا ہے تو احنف نے بنی تمیم کے ہمراہ خون خواہی اور انتقام میں ان پر حملہ کردیایہاں تک کہ ان لوگوں نے مسعود بن عمر، زعیم ازد اور مجیر بن زیاد کو قتل کردیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابن زیاد وہاں سے شام بھاگ نکلا (طبری، ج۵، ص ۵۱۹) پھر اس نے ابن زبیر کے ہاتھوں پر بیعت کرلی۔ (طبری، ج۵، ص ٦١۵) پھر اس نے مصعب بن زبیر کے ہمراہ ٦۷ھ میں مختار سے جنگ کی۔ (طبری، ج ٦، ص ۹۵) اسی نے مصعب کو اشارہ کیا تھا کہ مختار کے ان ساتھیوں کو بھی قتل کردو جنھوں نے ہتھیار ڈال دیا ہے۔ (طبری، ج ٦، ص ١١٦) ۷١ ھمیں احنف کی آنکھیں بند ہوگئیں (طبری، ج ٦، ص ۱۵۷)

۵۔ منذر ابن جارود جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں قبیلہ جذعہ اور قبیلہ عبد قیس کے خاندان بکر کا سربراہ تھا ۔(طبری، ج۵، ص۵۰۵) اس کی بیٹی "بحریہ" ابن زیاد کی بیوی تھی۔ جب یزید بن مفرغ حمیری نے آل زیاد کو پریشان کیا تو انھیں منذر ہی نے پناہ دی تھی اور ابن زیاد نے اسے پناہ نہیں دی ہے (طبری، ج ۵، ص ۳۱۸) بعد میں ابن زیاد نے اسے ہندوستان میں سندھ کے علاقہ کا والی بنادیا ۔ اصابہ، ج۳، ص ٤۸۰ کے بیان کے مطابق ٦۲ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

٦۔ مسعود بن عمرو بن عدی ازدی یہ بصرہ کی جنگ میں قبیلہ ازد کا قائد تھا۔ (طبری، ج ٤، ص ۵۰۵) اسی نے ابن مرجانہ کو اس وقت پناہ دی تھی جب لوگوں نے اسے برا بھلا کہا تھا اور اسکا بائیکاٹ کردیا تھا ۔ یہ یزید کی موت کے بعد وہاں ۹۰ دنوں تک ٹھہرا رہا پھر وہاں سے شام نکل گیا۔ (طبری، ج۵، ص ۵۲۲) مسعود نے ابن زیاد کے ہمراہ قبیلہ "ازد" کے ۱۰۰ افراد بھیجے جن پر قرہ بن عروہ بن قیس کو سربراہ بنایا یہاں تک کہ یہ سب ابن زیاد کے ساتھ شام پہنچے۔ (طبری، ج۵، ص ۵۲۲) جب وہ شام کی طرف جارہا تھا۔ مسعود بن عمرو نے بصرہ کی حکومت کی درخواست کی اور وہ اپنی قوم سے نکلا یہاں تک کہ بصرہ پہنچا۔ (طبری، ج۵، ص ۵۲۵)

داخلہ کے بعد خوارج کا ایک گروہ آیا اور مسجد میں داخل ہوا ۔ اس وقت مسعود منبر پر بیٹھا ہر اس شخص سے بیعت لے رہا تھا جو وہاں آرہا تھا۔ اس پر مسلم جو فارس کا رہنے والا تھا اور ابھی بصرہ میں آیا تھا اعتراض کیا پھر مسلمان ہو کر گروہ خوارج میں داخل ہوگیا۔ (طبری ، ج٥، ص ٥٢٥) یہ سب کے سب ٤٠٠ افراد تھے جن کا تعلق بصرہ کی "اساوڑ"قوم سے تھا جنہیں آشورین بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بصرہ کی قدیم ترین قوم ہے (طبری ، ج٥، ص ٥١٩) یا"ماہ آفریدون" کے ہمراہ ٥٠٠ افراد تھے جو بنی تمیم کی نمایندگی کر رہے تھے اس پر سلمہ نے اس سے کہا : تم لوگ کا کہاں کا ارادہ ہے ؟ تو ان لوگوں نے کہا : تمہاری ہی طرف !تو اس نے کہا : تو آجاؤ!یہ سب کے سب آگئے۔ (طبری، ج٥، ص ٥١٨) پس ان لوگوں نے اس کے قلب کو نشانہ بنایا اور اس کو قتل کر کے نکل گئے ۔ اس پر قبیلہ " ازد " نے ان کی طرف خروج کیا اور ان میں سے بعض کو قتل اور بعض کو مجروح کردیا یہاں تک کہ ان کو بصرہ سے نکال دیا۔ اور بنی تمیم کے کچھ لوگوں نے تصدیق کی کہ یہ وہی لوگ ہیں جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے اور انہیں بصرہ لے کر آئے تھے ، پھر بنی تمیم اور ازد کی مڈ بھیڑ میں دونوں طرف سے اچھے خاصے لوگ مارے گئے ، آخر کار ایک لاکھ درھم دیت پر ان لوگوں کے درمیان صلح ہوئی۔(طبری ، ج٥، ص ٥٢٦)

٧۔ قیس بن ھیثم سلمی: ٣٢ھ میں عبداللہ بن عامر نے مذکورہ شخص کو اس کے چچا عبداللہ بن خازم کے ہمراہ خراسان کا حاکم بنا دیا ۔ جب عبدللہ بن عامر وہاں سے نکلنے لگا تو اس نے ہرات ، قھستان ؛ طبس اور بادغیس سے ٤٠ ہزار تیر اندازوں کو جمع کیا؛ پس ابن عامر سے جو عہد تھا کہ ابن خازم خراسان کا امیر رہے گا اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اسے نکال دیا۔ اس نے ایسا کام جان بوجھ کر کیا تھا پھر اسے اس شہر سے نکال دیا۔(طبری ، ج ٤، ص ٣١٤) وہ وہاں سے بصرہ آیا تو یہ عثمان کے خلاف شورش کا زمانہ تھا۔ عبداللہ بن عامر کے حوالے سے عثمان نے اہل بصرہ سے مدد مانگی تھی۔ عبداللہ بن عامر نے لوگوں سے مدد کی درخواست کی اس پر قیس بن ھیثم کھڑا ہوا اور تقریر کرتے ہوئے اس نے لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے اکسایا، جس پر سب کے سب جلدی جلدی اس کے پاس آگئے اور وہاں آئے جہاں عثمان کا قتل ہوا تھا؛ پھر واپس پلٹ گئے۔ (طبری، ج٥، ص ٣٦٩) ایک قول یہ ہے کہ یہ معاویہ کے عہد میں ٤١ھ میں عبداللہ بن عامر کی گورنری میں بصرہ کی پولس کا سربراہ تھا (طبری ، ج٥، ص ١٧٠) پھر ٢ سال کے بعد ابن عامر نے اسے خراسان کا والی بنا کر بھیجا۔(طبری ، ج٥، ص ١٧٢) وہاں اس نے خراج لینے میں سستی دکھائی تو عبداللہ بن عامر نے اسے معزول کرنا چاہا ۔ عبداللہ خازم نے چاہا کہ اس کو وہاں کی ولایت دے دی جائے۔ جب وہ یہ لکھنا چاہ رہا تھا وہاں قیس پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اس نے خراسان چھوڑدیا اور آگے بڑھ گیا، اس پر ابن عامر نے اسے ١٠٠ کوڑے لگا کر ہتھکڑی بیڑی ڈال کر قید کردیا۔ (طبری، ج٥، ص ٢٠٩) یہ قیس اسی ابن عامر کے ماموؤں میں شمار ہوتا تھا۔ اس واقعہ کو سن کر اس کی ماں نے اسے بلایا اس پر اس نے قیس کو وہاں سے نکال دیا (طبری ، ج٥، ص ٢١٠) اور ٤٤ھ میں قبیلہ بنی لشکر کی ایک فرد جس کا نام طفیل بن عوف یشکری یا عبداللہ بنابی شیخ یشکری تھا خراسان روانہ کردیا (طبری ، ج٥، ص ٢٠٩۔ ٢١٣) پھر قیس بن ھیثم پر اسے ترس آگیا اور اسکی حالت دیکھ کر پریشان ہوگیا لہٰذا اسے بصرہ کا حاکم بنادیا ۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب معاویہ بصرہ آرہا تھا(طبری ، ج ٥، ص ٢١٣) بصرہ پہنچ کر معاویہ نے اپنی بیٹی ہند

سے اس کی شادی کر دی پھر ٤٤ھ میں اسے بصرہ سے معزول کردیا۔ ٤٥ھ میں معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو بصرہ کا والی بنا دیا پس اس نے قیس بن ھیثم کو "مرود المروز"، "فاریاب" اور "طالقان" بھیجا (طبری، ج٥، ص ٢٢٤) پھر ٦١ھ میں امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد یزید بن معاویہ کی طرف سے عبد الرحمن بن زیاد کے بدلے خراسان کا حاکم بنا یا گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عبد الرحمن نے یزید کے پاس آنا چاہا تو یزید نے اسے معزول کر دیا پس قیس بن ھیثم بھی معزول ہو گیا (طبری، ج٥، ص ٣١٦) جب یزید ہلاک ہوا تو قیس بصرہ میں تھا۔ ضحاک بن قیس نے اسے خط لکھ کر اپنی طرف بلایا (طبری، ج ٥، ص ٥٠٤) قیس بن ھیثم اس وقت نعمان بن صھبان راسبی کا ہمراہی تھا جب یہ فیصلہ ہو رہا تھا کہ ابن زیاد کے بعد بنی امیہ میں ولایت کا حق کس کو دیا جائے تو ان دونوں کی اتفاق رائے مضری ہاشمی پر ہوئی۔ (طبری، ج٥، ص ٥١٣) مثنی بن مخربہ عبدی بصری جو ٦٦ھ میں لوگوں کو مختار کی طرف بلا رہا تھا اس کے مقابلہ میں جنگ کے لئے آیا۔ یہ بصرہ میں ابن زبیر کے ہمراہ ہم شرطا ور ہم، قتال تھا۔ (طبری، ج٦، ص ٦٧) ٦٧ھ میں مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ کے لئے آیا تھا اور لشکر ابن زبیر کی ٥ اہم شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ (طبری، ج٦، ص ٩٥) ٧١ھ میں یہ لوگوں کو پیسہ دے کر لا رہا تھا تا کہ وہ ابن زبیر کے حق میں اس کے ساتھ خالد بن عبداللہ کے مقابلہ میں لڑیں جو عبد الملک بن مروان کا بیٹا بنا ہوا تھا (طبری، ج ٦، ص ٧١) اور وہ اہل عراق کو مصعب کے ساتھ لڑانے سے بر حذر کرتا تھا (طبری، ج ٦، ص ١٥٧) اس کے سلسلہ میں آخری تحقیق یہی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ٧١ھ میں مصعب کے سپاہیوں کے ساتھ عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہو۔

اس خط کا مضمون یہ تھا:"اما بعد : فان اللہ اصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم علی خلقہ، أکرمہ بنبوّتہ،واختارہ لرسالتہ ، ثم قبضہ اللہ الیہ و قد نصح لعبادہ وبلغ ما أرسل بہ صلیّ اللہ علیہ (وآلہ) وسلّم و کنّاأھلہ وأولیاء ھ و أوصیائہ و ورثتہ وأحق الناس بمقامہ فی الناس ، فاستأثر علینا قومنا بذالک ، فرضینا و کرھنا الفرقۃ واحببنا العافیۃ ، نحن نعلم انّا أحقّ بذالک الحق المستحق علینا ممن تولاّہ"[1]

و قد أحسنو ا و أصلحوا و تحروا الحق قد بعثت رسول ألیکم بھذاالکتاب وأنا أدعوکم الی کتاب اللہ و سنّۃ نبیّہ صلّی اللہ علیہ(و آلہ) وسلّم فانّ السنّۃ قد أمیتت وأن البدعۃقد أحییت و أن تسمعو ا قول و تطیعوا أمر أھدکم سبیل الر شاد،والسلام علیکم و رحمۃ اللہ"

۱۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کا اپنی حق تلفی کو برداشت کرنا فقط افتراق کے خوف اور شر سے بچنے کے لئے تھا، نہ کہ وہ لوگ رضا اور غبت سے اس زندگی کو گذار رہے تھے ۔یہی اس خاندان کی فضیلت ہے کہ اپنے فائدہ کو امت کے فائدہ پر قربان کرتے ہیں ۔

امابعد: خداوندعالم نے محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو اپنی مخلوقات میں چن لیا اور اپنی نبوت کے ذریعہ انھیں باکرامت بنایا، اور اپنی رسالت کے لئے انھیں منتخب کرلیا، پھر خداوندعالم نے ان کی روح کو قبض کرلیا۔ حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بندگان خدا کی خیر خواہی فرمائی ہے اور وہ سب کچھ پہنچایا جس چیز کے ہمراہ ان کو بھیجا گیا تھا۔ جان لو کہ ہم ان کے اہل ، اولیائ، اوصیاء اور وارث ہیں جو دنیا کے تمام لوگوں میں ان کے مقام و منزلت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں لیکن ہماری ہی قوم نے ظلم و ستم کر کے ہمارا حق چھین لیا۔ ہم اس پر راضی ہو گئے، افتراق کو بُرا سمجھا اور امت کی عافیت کو پسند کیا جبکہ یہ بات ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ اس حق کے سب سے زیادہ مستحق ہم ہی ہیں اور اب تک جن لوگوں نے حکومت کی ہے ان میں نیکی، صلح اور حق کی آزادی میں ہم ہی اولی ہیں ۔ اب میں نے تمہارے پاس اپنا یہ خط روانہ کیا ہے اور میں تم کو کتاب خدا اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی طرف دعوت دے رہا ہوں؛ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ سنت کو مردہ اور بدعت کو زندہ کیا گیا ہے۔ اب اگر تم میری بات سنتے ہو اور میرے کہے پر عمل کرتے ہو تو میں تم کو رشد و ہدایت کے راستے کی ہدایت کروں گا ۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ

بصرہ کے اشراف میں سے جس کسی نے بھی اس خط کو پڑھا اس کو راز میں رکھا لیکن منذر بن جارود نے خوف و ہراس میں آکر یہ سمجھا کہ سلیمان، عبید اللہ بن زیاد کا جاسوس ہے اور یہ خط اسی کا ہے۔ اسی پندار باطل کے نتیجے میں وہ سلیمان کو اسی رات ابن زیاد کے پاس لے کر آیا جس کی صبح کو وہ کوفہ کے لئے عازم تھا اور اس کا خط اس کے سامنے پڑھ کر سنادیا۔ اس جلاد صفت آدمی نے اس نامہ بر کو بلا کر اس کی گردن کاٹ دی اور بصرہ کے منبر پر براجمان ہو کر خطبہ دیا ۔

بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ

حمد و ثنائے الٰہی کے بعد اس نے کہا: "اے بصرہ والو! میں یہاں کا حکمراں اور فرمانروا ہوں ۔ میں کسی کو اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ کوئی میری اجازت کے بغیر اپنی زبان پر کوئی حکم جاری کرے اور میرے لئے مشکل ایجاد کرے۔ مجھے مشکلات سے کوئی ڈر نہیں ہے، نہ ہی میں بید ہوں کہ ہواؤں سے لرزجاؤں؛ جو بھی مجھ سے مبارزہ کرے گا اس کے ساتھ سختی سے پیش آکر اسے درہم و برہم کردوں گا اور جو مجھ سے جنگ کرے گا میں اسے ذلیل کر کے نابود کردوں گا ۔(أنصف القارّة من راماها)(۱)

اے بصرہ والو! امیر المومنین نے مجھے کوفہ کا والی بنایا ہے اور کل صبح میں وہاں جارہاہوں یہاں میں نے تمہارے لئے عثمان بن زیاد بن ابو سفیان کو حاکم بنایا ہے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ ان کی مخالفت اور ان کے خلاف سازش سے پرہیز کرو! اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اگر مجھے کسی طرف سے ذرہ برابر بھی مخالفت کی خبر مل گئی تو اسے اور اس کے سربراہ اور دوستوں کو قتل کردوں گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ تم لوگ میرے فرمانبردار ہوجاؤ اور تم میں کوئی مخالف اور جدائی پیدا کرنے والا نہ رہے ۔

میں ابن زیاد ہوں اور میں اپنے باپ سے بہت زیادہ شباہت رکھتا ہوں ۔ ماموں اور چچا کے بیٹوں کی شباہت مجھے اس سے جدا نہیں کرسکتی۔(۲)

۱۔ طبری میں اسی طرح موجود ہے۔ یہ جملہ در واقع قبیلہ "قارّہ" کے ایک جنگجو کے رجز کا ایک ٹکڑا ہے۔ زمان جاہلیت میں یہ قبیلہ تیر اندازی میں بہت معروف تھا ۔ اس قبیلہ کا ایک جوان جب دوسرے گروہ سے مقابلہ پر آیا تو "قارّی" نے اس سے کہا: اگر تم چاہو تو میں سبقت کروں اور اگر چاہو تو میں سرعت دکھاوں یا میں تیراندازی کروں تو اس نے کہا: میں نے تیر اندازی کو اختیار کیا ہے اس پر مرد قارّی نے کہا

قد انصف القارّ ةمن راماها

إنّا اذاما فئةنلقاها

نردّ أولاها على أُخراها

یہ کہہ کر اس نے تیر اس کی طرف چلایا جو اس کے سینہ کو چھید گیا۔ شاید یہ جملہ کہہ کر ابن زیاد نے اسی شعر کی طرف اشارہ کیا ہو کیونکہ بنی امیہ بھی اس قبیلہ کی طرح اسی فن تیر اندازی میں ماہر تھے۔

۲۔ اپنے باپ کی شباہت کا تذکرہ کرکے یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ میں بھی اپنے باپ کی طرح ظلم و جور و تشدد و انتقام کا پیکر ہوں ۔ اپنے ماموں کا حوالہ نہیں دیتا کیونکہ وہ عجمی ہے اور نہ ہی چچا زاد بھائی یزید کا جو رنگینیوں ، مستیوں ، کھیل ، کود، عیش و نوش ، گانے بجانے کی محفلوں اور شکار میں معروف ہے لہذا اس کی شباہت سے بھی انکار کردیا ۔ سبط بن جوزی نے اس خبر کو تذکرۃ الخواص میں ذکر کیا ہے۔(ص ۱۹۹)

کوفہ میں ابن زیاد کا داخلہ

یہ خطبہ دے کر ابن زیاد دوسرے دن صبح کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا اس کے ہمراہ مسلم بن عمرو باھلی (جس کا تذکرہ گذرچکا ہے) شریک بن اعور حارثی [۱] اور اس کے نوکر چاکر نیز خاندان کے تقریباً ۱۰ افراد تھے[۲]۔ جب وہ کوفہ میں وارد ہوا تو اس کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور ایک خاص انداز سے اپنے چہرے کو چھپا رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ والے جن کو امام حسین علیہ السلام کی آمد کی خبر ملی تھی اور وہ امام علیہ السلام کے انتظار میں تھے، ابن زیاد کو اس طرح دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ امام علیہ السلام ہیں لہذا وہ جس طرف سے گذر رہا تھا لوگ اسے سلام کررہے تھے اور کہہ رہے تھے "مرحباً بک یابن رسول اللہ" فرزند رسول خدا آپ کا آنا مبارک ہو! آپ کا قدم مبارک! خیر مقدم ہے، جب اس نے دیکھا کہ یہ ساری مبارکبادی امام حسین علیہ السلام کی خوشی میں ہے تو اسے برا لگا اور اسے غصہ آگیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: کیا تم لوگ بھی وہی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ یہ لوگ کیا سمجھ رہے ہیں اور کس کا استقبال کررہے ہیں؟ جب فرزند رسول کی آمد کے تصور پر بھیڑ کنٹرول سے باہر ہوگئی تو ابن زیاد کے ہمراہیوں میں سے مسلم بن عمرو باھلی نے کہا: رک جاؤ تم لوگ کس دھوکہ میں ہو، یہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہے، نہ کہ حسین بن علی، جب وہ محل میں داخل ہوگیا اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ عبیداللہ بن زیاد ہے تو اہل کوفہ شدید غمگین و محزون ہوئے۔[۳]

۱۔ فارس کے حوض پر یہ شخص کارگزار ہوا تو ۳۱ھ میں وہاں مسجد بنوادی۔ (طبری، ج ۱، ص ۳۰) جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۶۱) حضرت علی علیہ السلام نے جاریہ بن قدامہ جو بنی تمیم کے رجال میں شمار ہوتا تھا، کے ہمراہ اسے ابن حضرمی اور اس کے ان ساتھیوں سے لڑنے کے لئے ۳۸ھ میں بصرہ روانہ کیا جنہوں نے معاویہ کی دعوت کو لبیک کہا تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۱۲) عبداللہ بن عامر نے قبیلہ ربیعہ کے ۳۰۰ جنگجو جوانوں کے ساتھ اسے مستور بن علّفہ خارجی سے جنگ کے لئے بصرہ روانہ کیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۱۹۳) ۵۹ھ میں عبداللہ بن زیاد کی طرف سے کرمان کا والی بنایا گیا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۲۱) کوفہ پہنچنے کے بعد یہ کچھ دنوں زندہ رہا پھر مرگیا اور ابن زیاد نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبری، ج ۵، ص ۳٦٤)

۲۔ طبری نے عیسیٰ بن یزید کنانی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے: جب یزید کا خط عبیداللہ بن زیاد کو ملا تو اس نے بصرہ سے ۵۰۰ لوگوں کو منتخب کیا جس میں عبداللہ بن حارث بن نوفل اور شریک بن اعور بھی تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۵۹)

۳۔ طبری، ج ۵، ص ۳۵۷، ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس مطلب کو مجھ سے صقعب بن زہیر نے ابو عثمان ہندی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۰٦ پر اور خوارزمی نے اپنے مقتل میں بھی ذکر کیا ہے۔ (ص ۲۰۰)

کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

جب ابن زیاد قصر میں وارد ہوا تو دوسرے دن صبح کی نماز جماعت کا اعلان ہوا ۔ اعلان ہوتے ہی لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی ۔ ابن زیاد محل سے نکلا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد بولا : اما بعد : امیرالمومنین (اللہ ان کو صحیح و سالم رکھے) نے مجھے تمہارے شہر اور اس کی سرحدوں کا امیر بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے درمیان مظلوموں کو انصاف اور محروموں کو ان کا حق دوں، تمہارے درمیان جو میری باتیں سنے اور میرا مطیع ہو اس کے ساتھ نیکی کروں اور شک و تردید کرنے والوں اور معصیت کاروں کے ساتھ شدت سے پیش آؤں ۔ یہ جان لو کہ میں تمہارے سلسلے میں اپنے امیر کے حرف حرف کا پابند ہوں اور میں ان کے عہدوپیمان کو تمہارے سلسلے میں نافذ کرکے رہوں گا ۔ میں تمہارے درمیان نیک کردار اور فرمانبردار لوگوں کے لئے باپ کی طرح ہوں ۔ میرا تازیانہ اور میری تلوار ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے حکم اور میرے امر کی مخالفت کرے گا، پس جس کو اپنی زندگی کا پاس ہوگا وہ میرے لئے نیک کردار اور راست باز ہوگا ۔ وعدوعید کی کوئی اہمیت نہیں ہے ۔ یہ کہکر وہ منبر سے نیچے اترا اور شہر کے سربرآوردہ افراد سے بڑی سختی سے پیش آتے ہوئے کہنے لگا : تم لوگ ناشناس اور بیگانہ افراد کے سلسلے میں لکھ کر مجھے دو اور وہ لوگ جن کی امیرالمومنین کو تلاش ہے اور "حروریہ"[1] والوں کے بارے میں بھی لکھ کر مجھے بتاؤ، اسی طرح وہ افراد جو شک و تردید کے ذریعہ اختلاف اور پھوٹ ڈالتے ہیں ان کے سلسلے میں بھی مجھے تحریر کرو، یہ جان لو کہ جو بھی مجھے ان لوگوں کے سلسلے میں لکھ کر دے گا وہ آزاد ہے اور جو لکھ کر کسی ایک کے بارے میں بھی نہ دے گا وہ اپنی عرافت[2] کے دائرہ میں ضامن ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ہماری مخالفت نہ کرے اور ان

۱۔ حروریہ سے مراد خوارج ہیں ۔ یہ علاقہ، کوفہ کے قرب و نواح میں ہے چونکہ صفین سے پلٹتے وقت کوفہ پہنچنے سے پہلے یہ لوگ اس علاقہ میں جمع ہوئے اسی لئے انہیں حروریہ کہا جاتا ہے ۔

۲۔ اس زمانے میں اشراف قبیلہ اور سربرآوردہ افراد جو مورد اعتماد حکومت ہوا کرتے تھے انہیں "عرافۃ" کہا جاتا تھا ۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ حکومت کو رعیت سے آشنا کرائیں اور بیت المال سے ان کے حقوق کو منظم کرائیں ۔ کوفہ میں ۱۰۰ عریف تھے اہل کوفہ والوں کے حقوق و بخشش وہاں کے چار امراء کو دیئے جاتے تھے اور وہ اسے عرافہ، نقباء اور أمناء کو دیا کرتے تھے اور یہ سربرآوردہ

اشراف، عرافہ اور نقباء اپنے قبیلہ والوں میں اسے تقسیم کرتے تھے ۔ (طبری ج ٤، ص ٤٩) ہر سال محرم میں یہ حقوق دیئے جاتے تھے ۔ یہ حقوق ستارہ شعریٰ (جسکے طلوع ہونے سے گرمی بڑھ جاتی ہے) کے طلوع ہونے کے وقت تقسیم ہوتے تھے جو غلوں کی حصولیابی کا وقت ہے ۔ (طبری، ج ٤، ص ٤٣) یہ عرافۃ حتی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی تھے ۔ (ج ۳، ص ٤٤٨)

میں سے کوئی بھی ہم سے بغاوت نہ کرے ، اور اگر کسی نے ایسا نہیں کیا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں اور اس کا مال اور اس کی خون ریزی میرے لئے حلال ہے۔ اگر کسی عریف کے دائرہ عرافت میں کوئی امیر المومنین کا باغی پیدا ہو اجس کی گرفتاری سے پہلے اس قبیلہ کے امیر نے ہمیں خبر نہ دی تو اس کے دروازے پر اسے تختہ دار پر لٹکادیا جائے گا اور اس قبیلے کے تمام لوگوں کے ماہانہ حقوق قطع کر دئے جائیں گے اور انھیں "عمان زارہ" [۱] کے علاقہ میں شہر بدر کر دیا جائے گا۔ [۲]

مسلم ، ہانی کے گھر [۳]

مسلم بن عقیل، عبیداللہ کی آمد، اس کا خطبہ اور عرافہ کے ساتھ اس کی رفتار کی خبر سننے کے بعد مختار کے گھر سے (یہ کام مختار کے علم میں ڈالکر انجام دیا تھا) نکل کر ہانی بن عروہ مرادی کے گھر پہنچے۔ ہانی کے دروازہ کے پاس آکر کسی کو بھیج کر ہانی کو بلوایا۔ ہانی فوراً نکلے لیکن مسلم کو یہاں دیکھ کر ان کا چہرہ اتر گیا تو

۱۔ عمان زارہ وہی مشہور عمان ہے جو خلیج کے ساحل پر بحر عمان کے نزدیک ہے ۔ یہ بہت گرم علاقہ اسی وجہ سے ابن زیاد نے وہاں شہر بدر کرنے کا خوف دلایا تھا کیونکہ وہاں زندگی بہت سخت ہے۔

۲۔ طبری، ج۵، ص ۳۵۸، ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس مطلب کو مجھ سے معلی بن کلیب نے ابو وداک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (الارشاد، ص ۲۰۲ و تذکرۃ الخواص، ص ۲۰۰)

۳۔ مسعودی کا بیان ہے : یہ قبیلہ مراد کے بزرگ و زعیم تھے۔ اس زمانے میں جب وہ سوار ہوتے تھے تو ٤ہزار زرہ پوش اور ۸ہزار پیدل سپاہی آپ کے ساتھ ہوتے تھے اور اگر وہ اپنے تمام ہم پیمانوں کو پکار لیتے تو کندہ اور غیر کندہ ملاکر ۳۰ہزار زرہ پوش ان کے ساتھ ہوتے ۔ (مروج الذہب، ج ۳، ص ٦۹) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بن عقیل مختار کے گھر سے نکل کر ہانی بن عروہ کی پناہ میں کیوں آئے ؟ لیکن جیساکہ مسعودی نے کہا کہ جب ہانی ان قبیلوں کے زعیم اور بزرگ تنہا رہ گئے تو کوئی بھی دکھائی نہ دیا اور سب کے سب ابن زیاد کے دھوکہ میں آکر سست ہوگئے اور ہانی کو چھوڑ دیا ۔ طبقات ابن سعد کے بیان کے مطابق ہانی اور ان کے باپ عروہ کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے۔ شہادت کے وقت انکا سن شریف ۸۰ یا ۹۰ سال تھا۔ مبرد نے "کامل" میں کہا ہے کہ ہانی کے والد ، حجر بن عدی کے ساتھ خروج کرنے والوں میں سے تھے لیکن زیاد بن ابیہ نے ان کی سفارش کی تھی ، یہی وجہ ہے کہ طبری کے بیان کے مطابق ابن زیاد نے ہانی سے کہا تھا : اے ہانی ! کیاتم کو معلوم نہیں ہے کہ جب میرا باپ یہاں آیا تھا تو اس نے اس شہر کے کسی شیعہ کو نہیں چھوڑا تھا مگر یہ کہ اسے قتل کر دیا تھا، فقط تمہارے باپ اور حجر کو رہنے دیا تھا اور حجر کے ساتھ کیا ہوا یہ تم کو معلوم ہے۔ اس کے بعد تمہاری رفتار ہمیشہ اچھی رہی پھر تمہارے باپ نے امیر کوفہ کو لکھا کہ میری درخواست تم سے ہانی کے سلسلے میں ہے۔ ہانی نے جواب دیا : ہاں مجھ کو معلوم ہے ! اس پر ابن زیاد نے کہا : کیا اس کی جزا یہی تھی کہ تم اپنے گھر میں ایسے مرد کو چھپا کر رکھو جو مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے ۔ (طبری، ج ۵ ، ص ۳٦۱)

مسلم نے کہا : "آتیتک لتجیرنی و تضیفنی" میں اسی لئے آیا ہوں کہ آپ مجھ کو پناہ دے کر اپنا مہمان بنا لیں ۔ اس پر ہانی نے کہا : اللہ آپ پر رحمتوں کی بارش کرے ؛آپ نے تو مجھے سخت تکلیف میں ڈال دیا؛ اگر آپ میرے گھر میں داخل نہ ہو چکے ہوتے اور میرے مورد اعتماد نہ ہوتے تو مجھے یہی پسند تھا اور میں آپ سے یہی درخواست کرتا کہ آپ میرے پاس سے چلے جائیں لیکن کیا کروں کہ میری گردن پر آپ کا بڑا حق ہے اور میں نے آپ سے عہد و پیمان باندھا ہے۔ میرے جیسا انسان آپ جیسے (صاحب عزو شرف) کو نادانی میں یا حکومت کی شرارت کے خوف سے اپنے گھر سے نہیں نکال سکتا لہٰذا آپ قدم رنجہ فرمائیں ۔ یہ کہہ کر ہانی نے مسلم کو پناہ دیدی۔ پناہ دینے کے بعد ہانی بن عروہ کے گھر شیعوں کی رفت و آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔[1] ہانی بن عروہ کے گھر میں آنے کے بعد درحالیکہ ۱۸ ہزار لوگوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھوں پر بیعت کی جناب مسلم بن عقیل نے امام حسین علیہ السلام کے نام ایک خط لکھ کر اسے عابس بن شبیب شاکری کے ہاتھوں روانہ کردیا۔ [2]

۱۔ ابو مخنف نے معلی بن کلیب سے اور اس نے ابو وداک سے نقل کیا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۶۱)

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ جعفر بن حذیفہ طائی نے مجھ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (طبری، ج۵،ص ۳۶۱)

خط کا مضمون یہ تھا:

اما بعد : فان الرَائد لا یکذب أهله وقد بایعن من أهل الکوفة ثما نیة عشر ألفا ، فعجّل الا قبال حین یاتیک کتاب ، فان الناس کلهم معک لیس ؛لهم فی آل معاویة رأی ولا هوی ، والسلام

اما بعد: ایلیچی اپنے گھر والوں سے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ واقعیت یہ ہے کہ کوفہ کے ۱۸ ہزار لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے۔ اب میرا خط ملتے ہی آپ فوراً تشریف لائیے کیونکہ یہاں کے سارے لوگ آپ کے ساتھ ہیں ۔ خاندان معاویہ سے انکا کوئی قلبی تعلق نہیں ہے۔

قابل ذکر ہے کہ جناب مسلم نے یہ خط اپنی شہادت سے ۲۷ دن قبل لکھا تھا۔ [1]

معقل شامی کی جاسوسی

ابن زیاد نے اپنے غلام کو بلایا جس کا نام معقل تھا [2] اور اس سے کہا : یہ ۳ ہزار درہم لو اور مسلم بن عقیل کی تلاش شروع کر دو اور ان کے یا رو مددگا ر اور ساتھیوں کی بھی تلاش شروع کردو پھر یہ ۳ہزار درہم ان لوگو ں کے ہاتھ میں دے کر یہ کہو کہ ان پیسوں سے اپنے دشمنوں سے جنگ کے لئے سامان مہیا کرو اور اس طرح یہ کام کرو کہ گویا تم انھیں کی ایک فرد ہو کیونکہ اتنی خطیر رقم جب تم ان لوگوں کو دوگے تو وہ لوگ تم پر اطمینان حاصل کرلیں گے اور تم پر اعتماد کر نے لگیں گے اور اپنی خبریں تم سے نہیں چھپائیں گے اور صبح وشام رفت وآمد کا سلسلہ جاری رکھو۔

معقل مسجد اعظم میں آیا تو مسلم بن عوسجہ اسدی کو پایا [3] جو وہاں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج۵، ص ۳۹۵)

۲۔طبری نے عیسیٰ بن قیس کنانی سے روایت کی ہے کہ مسلم بن عقیل (علیہ السلام) کوفہ میں ابن زیاد سے ایک شب قبل پہنچے تھے اس کی خبر ابن زیاد کو کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی دیدی گئی تھی تو اس نے بنی تمیم کے ایک غلام کو بلایا اور اسے مال دے کر یہ کہا کہ اس کام کو انجام دو اور مال سے ان کو لبھاؤ واورہانی و مسلم کو تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ۔(طبری، ج ۵، ۳٦۰)

۳۔ شبث بن ربیع کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ بیان ہے کہ جب مسلم بن عوسجہ کی شہادت پر دشمن کی فوج میں خوشیاں منائی جانے لگیں تو اس نے لوگوں سے کہا: تمہاری مائیں تمہارے غموں میں بیٹھیں تم لوگ خودکو قتل کر کے دوسروں کو ذلیل کرنے کی کوشش کررہے ہو۔ تم کو اس کی خوشی ہے کہ مسلم بن عوسجہ جیسے انسان کو قتل کردیاگیا۔ قسم ہے اس کی جس کے لئے میں مسلمان ہوا، وہ مسلمانوں کے درمیان ایک خاص مقام ومنزلت کے حامل تھے۔ خدا کی قسم میں نے آذر بائیجان کی جنگ میں ان کو ٦ آدمیوں کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایسی ذات کے قتل پر تم خوشیاں منا رہے ہو۔ (طبری، ج۵، ص ٤۳٦)

لوگوں سے وہاں کے بارے میں سن چکا تھا کہ مسلم بن عوسجہ امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لے رہے ہیں ۔ یہ وہیں آکر بیٹھ گیا اور نماز تمام ہونے کا انتظار کرنے لگا جب جناب مسلم بن عوسجہ نماز تمام کر چکے تو کہنے لگا : ائے بندہ خدا میں شام کا رہنے والا قبیلہ "ذوالکلاع " سے وابستہ ہوں خداوند عالم نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ میرے دل میں اہل بیت کی محبت اور ان سے محبت کرنے والوں کی محبت جاگزیں کردی ہے۔ یہ ۳ہزار درہم کے ساتھ میں چاہتا ہوں کہ اس شخص سے ملاقات کروں جس کے بارے میں مجھ کو خبر ملی ہے کہ وہ کوفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کی طرف سے بیعت لینے آیا ہے۔ میں اُن سے ملاقات کا مشتاق تھا لیکن کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو میری ان تک رہنمائی کرتا اور نہ ہی کوئی ان کی منزل گاہ سے آگاہ ہے۔ ابھی میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ مسلمانوں میں سے کسی کو یہ کہتے سنا کہ اس مرد کو ان کے جائے قیام کا علم ہے لہذا میں آپ کے پاس حاضر ہو گیا تاکہ آپ یہ مال لے لیں اور مجھے اپنے آقا کے پاس لے چلیں تاکہ میں ان کے ہاتھوں پر بیعت کر سکوں ۔ اگر آپ چاہیں تو ملنے سے پہلے ہی مجھ سے آن کی بیعت لے لیں ۔

اس پر مسلم بن عوسجہ نے اس سے کہا : میں اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں تم کو ان سے ملوادوں گا ۔ مجھے اس کی خوشی ہے کہ تم جو چاہتے ہو وہ تم کو مل جائے گا اور تمہارے وسیلہ سے خدا اپنے نبی کے اہل بیت کی مدد کرے گا؛ لیکن مجھے اس کی سخت فکر ہے کہ اپنے مقصد تک پہنچنے سے قبل تم نے مجھ کو پہچان لیا۔ یہ فکر اس لئے ہے کہ یہ ابن زیاد سرکش ہے۔ یہ کہہ کر مسلم بن عوسجہ نے چلنے سے پہلے ہی اس سے بیعت لے لی اور بڑے ہی سخت اور سنگین عہد وپیمان کرائے کہ ہمیشہ خاندان رسالت کا خیر خواہ اور ان کے رازوں کو چھپانے والا رہے گا۔ معقل نے مسلم بن عوسجہ کی رضایت کے لئے سب کچھ قبول کرلیا۔ اس کے بعد مسلم بن عوسجہ اسے اپنے گھر لے گئے اور کہا چند روز یہیں رہو تاکہ میں وقت لیکر تم کو ان کا دیدار کرا سکوں ، پھر مسلم بن عوسجہ نے اجازت لے کر جناب مسلم علیہ السلام سے اس کی ملاقات کرادی ۔[1]

۱۔ ابو مخنف نے معلی بن کلیب سے اور انہوں نے ابو وداک سے نقل کیا ہے۔(طبری ،ج۵، ص ۳۶۱)

ابن زیاد کے قتل کا منصوبہ

انہی شرائط میں ہانی بن عروہ مریض ہو جاتے ہیں اورعبیداللہ ابن زیاد، ہانی کی عیادت کے لئے آتا ہے۔ ابن زیاد کے آنے سے پہلے عمارۃبن عبید سلولی نے[1] ہانی سے کہا : ہمارے اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح اس خون آشام جلاد کو موت کے گھاٹ اتار دیں ۔ اللہ نے آج ہم کو مہلت دیدی ہے لہذا جیسے ہی وہ آئے اسے قتل کردیا جائے۔ لیکن ہانی نے کہا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ میرے گھر میں قتل کیا جائے لہٰذا ابن زیاد آیا، عیادت کی اور چلا گیا ۔

ابھی اس واقعہ کو ایک ہفتہ نہ گزار تھا کہ شریک بن اعور حارثی مریض ہو گیا۔ چونکہ وہ تمام حکمرانوں سے نزدیک تھا منجملہ ابن زیاد کا بھی مقرب تھا اور دوسری طرف اس کے دل میں تشیع اور محبت اہل بیت کی گرمی شعلہ ور تھی لہذا جب عبید اللہ ابن زیاد نے اس کے پاس آدمی بھیج کر کہا کہ آج شام میں تمہارے دیدار کو آؤں گا تو شریک نے جناب مسلم کو بلا کر کہا : وہ فاجر آج رات میری عیادت کو آے گا جب وہ آکر بیٹھے تو آپ پردے کے پیچھے سے آکر اسے قتل کر دیجئے پھر محل میں جا کر بیٹھ جائیے ، اس کے بعد کوئی نہیں ہے جو آپ اور اس کے درمیان حائل ہو سکے۔ اب اگر میں اپنے اس مرض سے صحت یاب ہو گیا تو میں بصرہ چلا جاؤں گا اور حکومت آپ کی ہو گی ۔

جب رات آئی تو ابن زیاد شریک کی عیادت کے لئے آیا اور مسلم نے اپنے آپ کو آمادہ کیا۔ شریک نے مسلم سے کہا : دیکھو جب وہ بیٹھ جائے تو فرصت کو ہاتھ سے جانے نہ دینا اسی اثنا میں ہانی بن عروہ کھڑے ہوئے اور کہا : مجھے پسند نہیں ہے کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو (گویا ہانی اس کو اپنے لئے ننگ وعار سمجھ رہے تھے) بنا برین عبیداللہ بن زیاد آیا اور داخل خانہ ہو کر شریک کی احوال پرسی کی۔ اس احوال پرسی نے طول اختیار کیا لیکن شریک نے دیکھا کہ مسلم نہیں نکل رہے ہیں لہذا فرصت کے فوت ہونے کے خوف سے ایک شعر پڑھا جس کا معنی اس طرح ہے : کس انتظار میں ہو کہ سلمیٰ کو سلام و تہنیت پیش کرو ؟ مجھے

۱۔ یہ کوفہ والوں کے نامہ بروں میں سے ایک ہیں جو ۵۳ خطوط لے کر گئے تھے اور امام علیہ السلام نے انہیں مسلم بن عقیل، قیس بن مسہر صیداوی اور عبد الرحمن ارجی کے ساتھ کوفہ روانہ کیا تھا۔

سیراب کرو چاہے اس میں میری جان چلی جاے!یہ شعر اس نے دو تین بار پڑھا تو ابن زیاد نے کہا : تم کو کیا ہو گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مرض کی شدت سے تم ہذیان بک رہے ہو!ہانی نے کہا : ہاں ! اللہ آپ کو صحیح وسالم رکھے ؛ صبح سے لے کر اب تک ان کی حالت ایسی ہی ہے۔ اس پر ابن زیاد اٹھ کر چلا گیا ۔ مسلم باہر نکلے تو شریک نے کہا اس کے قتل سے تمہیں کس چیز نے روک دیا ؟ مسلم نے جواب دیا : "خصلتا ن"دو چیزوں نے روک دیا "اما احد هما: فكر اهة هانئ أن يقتل فى داره" پہلی چیز تو یہ کہ ہانی کو ناپسند تھا کہ وہ ان کے گھر میں قتل کیا جائے"اما الأخرىٰ : فحد يث حدثه الناس عن النب صلى الله عليه و آله وسلّم ان الا يمان قيد الفتك ولا يفتك المؤ من "دوسری چیز حدیث نبوی ہے جسے لوگوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نقل کیا ہے کہ خدا پر ایمان، غفلت کی حالت میں قتل کرنے سے روک دیتا ہے اور مومن دھوکے سے کبھی کسی کو قتل نہیں کرتا ۔

اس پر ہانی نے کہا : خدا کی قسم اگر تم قتل کرتے تو میں بھی اس فاسق و فاجر اور دھوکہ باز کو قتل کرنے میں شریک رہتا لیکن مجھے یہ نا پسند تھا کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو۔ [1]

معقل کی جناب مسلم سے ملاقات

معقل چند دن جناب مسلم بن عوسجہ کے گھر میں رہاتا کہ جناب مسلم بن عقیل کے پاس جا سکے۔چند دنوں کے بعد یہ جناب مسلم بن عوسجہ کے توسط سے مسلم بن عقیل علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا ۔ جناب مسلم بن عوسجہ نے سارا واقعہ تفصیل سے سنا دیا تو جناب مسلم بن عقیل نے بیعت لے لی اور جناب ابو ثمامہ صائدی [2] کو حکم دیا کہ اس سے وہ پیسہ لے لیں جو وہ لے کر آیا ہے اس کے بعد معقل نے آنا جانا شروع کر دیا ۔وہ یہاں آکر ان کی خبروں کو سنتا ، رازوں سے آشنا ہوتا پھر وہاں سے نکل کر جا تا اور ابن زیاد کو ساری سرگذشت سنا دیتا تھا ۔

١۔ابو مخنف نے معلی بن کلیب سے اور اس نے ابو وداک سے روایت کی ہے۔(طبری ،ج٥ ، ص ٣٦١)

٢۔ ابو ثمامہ چونکہ مسائل اقتصادی سے آگا ہ تھے لہٰذا جو اموال لوگ دیتے تھے اسے بھی جناب مسلم کی طرف سے آپ ہی لیتے تھے اور اس سے اسلحہ خرید ا کرتے تھے۔آپ عرب کے شہسواروں اور شیعوں کے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ (طبری ،ج٥،ص ٣٦٤)جناب مسلم نے ان کو قبیلۂ ہمدان اور قبیلہ بنی تمیم کے لوگوں کی سربراہی سونپی تھی۔ (طبری ،ج٥ ، ص ٣٦٩) آپ کربلا میں بھی حاضر تھے اور وہاں امام حسین علیہ السلام سے نماز پڑھنے کی درخواست کی تو امام علیہ السلام نے آپ کے حق میں خیر کی دعا کی اور فرمایا :"ذکرت الصلوٰة جعلك اللہ مِن المصلين الذاکرين"تم نے نماز کو یاد کیا ؛ خدا تم کو ان نمازگزاروں میں شامل کرے جو ہمیشہ یاد الٰہی میں رہتے ہیں ۔ (طبری ،ج٥ ، ص ٤٣٩) نماز سے پہلے ہی آپ کے اس چچا زادبھائی نے آپ سے مبارز طلبی کی تھی جو عمربن سعد کے لشکر میں تھااور آپ نے اس ملعون کو قتل کیا تھا۔(طبری ،ج٥، ص ٤٤١)

ہانی کا دربار میں طلب کیا جانا

انہی دنوں ایک دن ابن زیاد نے اپنے درباریوں سے پوچھا: ہانی مجھے یہاں دکھائی نہیں دے رہے ہیں ؟ حاضرین نے جواب دیا: وہ مشکوک ہیں ۔ اس پر عبیداللہ بن زیاد نے محمد بن اشعث،[۱]

۱۔ محمد بن اشعث بن قیس کندی: اسی شخص سے زیاد نے کوفہ کی اور اس کے قبیلہ کی بزرگ شخصیت جناب حجر بن عدی کو طلب کیا ۔ حجر نے اس سے درخواست کی کہ زیاد سے امان کا مطالبہ کرے اور مجھے معاویہ کے پاس بھیج دے پھر معاویہ جو چاہے میرے ساتھ سلوک کرے۔ شروع میں تو اس نے اسے قبول کرلیا لیکن آخر کار حجر کو زیاد کے حوالے کر دیا۔(طبری ج ۵؛ص ٢٦٤،٢٦٣)اس کی اس حرکت پر عبیدہ کندی نے محمد بن اشعث پر طنز کیا کہ تو نے حجر کے ساتھ دغا کی اور مسلم علیہ السلام سے جنگ پر آمادہ ہوا اس سلسلہ میں اس نے شعر کہہ ڈالے:

أسلمت عمک لم تقاتل دونه

فرقاً ولولا انت کان منیعا

وقتلت وافد آل بیت محمد

وسلبت أسیافاله ودروعا

(طبری، ج، ص٢٨٥)تونے اپنے چچا کی طرف سے لڑنے کے بجائے انہیں ظلم کے ہاتھوں سونپ دیا اور ان کی نجات کے لئے کچھ بھی نہ کیا جب کہ اگر تو انھیں دھوکہ نہ دیتا تو کبھی بھی وہ لوگ ان پر ہاتھ نہیں رکھ پاتے؛اسی طرح تو نے سفیر حسین علیہ السلام اور نمائندہ خاندان اہلبیت کو شہید کردیا اور ان کے اسلحوں کو تاراج کردیا۔"کندہ" اور "حضر موت "کے جتنے لوگ اس کی اطاعت میں تھے سبھی نے ابن زیاد کی طرف سے پرچم امان بلند کرکے مسلم بن عقیل کو فریب و دھوکہ دیکر چھوڑدینے کے لئے کہا (طبری، ج ۵،ص ٣٦٩)لیکن جنگ کے لئے ابن زیاد نے اسی کو قبیلہ قیس کے جوانوں کے ساتھ روانہ کیا کیونکہ ہر آیندہ نگر انسان ابن عقیل سے مقاتلہ اور جنگ کو ناپسند کرتا تھا ۔(طبری ،ج۵،ص ٣٧٣) طبری کا کہنا ہے کہ اسی نے جناب مسلم کو امان دیا ۔(طبری ،ج۵ ، ص ٢٧٤) لیکن جب ابن زیاد کو اس امان کی خبر ملی تو اس نے قبول نہیں کیا ۔(طبری ،ج۵، ص ٣٧٥) اسی طرح ہانی بن عروہ کے سلسلہ میں بھی سفارش کی لیکن اس کی سفارش قبول نہیں ہوئی ۔(طبری ، ج ۵ ، ص ٣٧٨) قبیلہ کندہ عمر بن سعد کے حکم پر قیام کرتے

تھے کیونکہ وہ سب پسر سعد کے ماموں ہوتے تھے۔ جب یزید بن معاویہ ہلاک ہوگیا اور ان لوگوں کو ابن زیاد نے اپنی طرف بلایا تو ان لوگوں نے ابن زیاد کو چھوڑدیا اور عمر بن سعد کو اپنا حاکم بنا لیا۔ جب ہمدان کے مردوں نے تلواریں کھینچ لیں اور ان کی عورتیں امام حسین علیہ السلام پر رونے لگیں تو اشعث کا لڑکا اپنے ارادے سے منصرف ہو گیا اور بولا : ایسا مسئلہ پیش آگیا ہے کہ اب ہم اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتے (طبری ، ج۵، ص ۵۲۵) اس کے بعد ان لوگوں نے مکہ میں ابن زبیر کو خط لکھا تو ابن زبیر نے محمدبن اشعث بن قیس کو موصل بھیج دیا۔ جب موصل میں اس نے قدم رکھا تو وہاں مختار کی جانب سے عبدالرحمن بن سعیدبن قیس امیر تھا لہذا یہ موصل سے نکل کر تکریت آگیا اور وہاں قبیلوں کے اشراف وغیرہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کردیا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں لوگ کیا کرتے ہیں پھر خود جناب مختار کے پاس جاکر ان کی بیعت کرلی (طبری ، ج٦، ص ٣٦) لیکن جب ابن زیاد شام کے لشکر کے ہمراہ موصل آیا اور مختار کے ساتھیوں سے جنگ کے لئے خروج کیا تو اشراف کوفہ بھی اس سے مل گئے اور اس کے ساتھ حملہ کردیا۔ انہیں کوفیوں میں محمدبن اشعث بھی تھا اور اس کا بیٹا اسحاق بن محمد بن اشعث۔ انھوں نے قبیلہ "کندہ" کے ایک گروہ کے ساتھ جناب مختار پر خروج کیا۔ (طبری ، ج٦،ص ٣٩، ٤٥) لیکن ان سب کے متفرق ہو جانے او شکست کھانے کے بعد محمد بن اشعث ابن قیس قادسیہ کے پہلو میں اپنے قریہ کی طرف نکل گیا ۔ مختار نے وہاں اپنے ساتھیوں کو بھیجا لیکن محمد بن اشعث وہاں سے نکل کر مصعب بن زبیر سے ملحق ہوگیا۔ مختار کے سپاہیوں نے اس کا گھر منہدم کر دیا (طبری، ج٦، ص٦٦) پھر مصعب نے اس کو حکم دیا کہ وہ مہلب بن صفرہ کے پاس چلاجائے اور مصعب کا یہ خط اسے دیدے ۔ وہ یہ چلاگیا اور پھر مہلب کے ساتھ مختار سے جنگ کے لئے آیا (طبری ،ج٦،ص٩٤) پھر کوفہ کی ایک عظیم فوج کے ساتھ آیا جس کا مقصد مختار کو ہٹانا تھا۔ وہ فوج بصرہ والی فوج سے زیادہ خطرناک تھی۔ وہ شکست کھا کر اسیر ہونے کے لئے تیار نہیں تھے یہاں تک کہ مختار ان کو قتل کردیتے ۔ وہ مصعب کے ہمراہ مختار سے جنگ کرنے میں مارا گیا ۔ مصعب نے اس کے بیٹے عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو کوفہ کے کوڑے خانے کے پاس اس کی لاش کے لئے بھیجا ۔ (طبری ، ج٦، ص ١٠٤)

اسماء بن خارجہ [1] اور عمرو بن حجاج [2] کو بلایا (عمرو بن حجاج کی بہن روعۃ، ہانی بن عروہ کی بیوی تھی) اور ان سے پوچھا: ہانی بن عروہ کو ہم تک آنے سے کس نے روکا ہے ؟ اس پر ان لوگوں نے جواب

۱۔اسے فزاری بھی کہاجاتا ہے۔ یہ شخص وہی ہے جس نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی تحریر کی تھی (طبری ،ج۵، ص ۹۲۰۷) یہ وہی ہے جسے حجاج نے کمیل بن زیاد نخعی اور عمیر بن صنائی کے سلسلے میں یاد کیا تھا۔ یہ دونوں وہ تھے جنہوں نے عثمان کی طرف خروج کیا تھا ۔ حجاج نے ان دونوں کو قتل کر دیا ۔(طبری،ج٤، ص ٤٠٤)اسی نے ابن زیاد پر ہانی بن عروہ کو مارنے کے سلسلے میں اعتراض کیا تھا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے قید کر لو (طبری، ج۵،ص ٣٦٧)پھر یہ ابن مطیع کے اصحاب میں شمار ہونے لگا (طبری ،ج ٦ ، ص ٣١) پھر ٦٨ھمیں مصعب بن زبیر کے ساتھیوں میں ہوگیا ۔(طبری، ج٦ ،ص ١٢٤)

۲۔امام حسین علیہ السلام کو جن لوگوں نے خط لکھا ان میں ایک یہ بھی ہے۔اس سے قبل اس شخص کے احوال بیان ہو چکے ہیں ۔

دیا ہم لوگ نہیں جانتے ہیں !اللہ آپ کو صحیح وسالم رکھے۔اس پر ابن زیاد نے کہا: مجھے تو خبر ملی ہے کہ وہ صحت یاب ہو چکے ہیں اور اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھا کرتے ہیں لہٰذا تم جاؤ، ان سے ملاقات کرو اور انھیں سمجھادو کہ حکومت کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری سے کوتاہی نہ کریں کیونکہ یہ مجھے پسند نہیں ہے کہ ان جیسے اشراف و بزرگانِ عرب میری نظر سے گر جائیں ۔ (۱)

ہانی، ابن زیاد کے دربار میں

یہ تمام افرادہانی کے پاس گئے اور شام تک ان کے پاس بیٹھے رہے۔ اس وقت جناب ہانی بن عروہ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے جناب ہانی سے پوچھا کہ آپ امیر سے ملاقات کرنے کیوں نہیں آتے ؟وہ تو آپ کو بہت یاد کرتے ہیں اور کہا ہے کہ اگر آپ مریض ہیں تو میں عیادت کے لئے آوں ۔ہانی نے جواب دیا : بیماری میرے آنے میں مانع ہے تو اس پر ان لوگوں نے کہا : امیر تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ہر شام کو آپ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھتے ہیں اور انہیں انتظار میں رکھے ہیں ۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ حاکم ایسی چیزوں کے متحمل نہیں ہوتے ہیں ؛ لہٰذا ہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ آپ ابھی ہمارے ساتھ چلیں ۔اس پر ہانی نے لباس منگوائے اور اسے پہناپھر خچر منگواکر اس پر سوار ہوکر قصر کے پاس پہنچے اور گویا وہاں پہنچتے ہی ان بعض چیزوں سے آگاہ ہوگئے تھے جو ہونے والی تھیں لہٰذا حسان بن خارجہ سے کہا : جان برادر! خدا کی قسم میں اس مرد سے خائف ہوں ، تم اس سلسلہ میں کیا کہتے ہو؟اس پر حسان بن خارجہ نے کہا : اے چچا خدا کی قسم! میں آپ کے سلسلے میں ذرہ برابر خوف زدہ نہیں ہوں ؛ آپ اپنے دل میں کسی خوف کو راہ کیوں دیتے ہیں جب کہ آپ بالکل بری ہیں ؟ ابن زیاد کے گرگے جناب ہانی کو لے کر دربار میں داخل ہوئے۔ ابن زیاد کی نگاہ جیسے ہی ہانی پر پڑی زیر لب کہنے لگا ۔ احمق اپنے پیروں سے چل کر

۱۔ابو مخنف نے معلی بن کلیب سے اور اس نے ابووداک سے نقل کیا ہے پھر مجالد بن سعید ، حسن بن عقبہ مرادی اور نمیر بن وعلہ نے ابو وداک سے نقل کیا ہے۔(طبری ،ج۵، ص ۳۶۱، ۳۶٤ و الارشاد، ص ۱۰۸)

اپنی موت کی طرف آیا ہے۔جب ہانی ابن زیاد کے پاس پہنچے تو قاضی شریح(۱) بھی وہاں موجود تھا۔ ابن زیاد نے ہانی کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

ارید حیا ته و یرید قتلی

عذیرک من خلیلک من مراد

میں اس کی حیات کی فکر میں ہوں لیکن یہ تو مجھکو قتل کرنا چاہتا ہے، ذرا اس سے پوچھو کہ اس کے پاس قبیلۂ مراد کے اپنے دوست کے لئے کون ساعذر ہے۔

ہانی، ابن زیاد کے روبرو

ہانی بن عروہ اپنی درایت سے ابن زیاد کے ارادہ کو بھانپ چکے تھے لہذا خود ہی ابن زیاد کو مخاطب کیا: اے امیر! تمہارا منظور نظر کیا ہے؟ ابن زیاد بولا: ہانی! بس کرو! اپنے اردگرد تم امیر المومنین اور مسلمین کے خلاف کیا کھیل کھیل رہے ہو۔ تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے اور اپنے اطراف میں اسلحوں اور جنگجوؤں کو جمع کر رہے ہو اور اس گمان میں ہو کہ یہ بات مجھ سے پوشیدہ ہے۔

۱۔ اس کا نام شریح بن حارث کندی ہے۔ عمر نے ۱۸ھ میں اسے کوفہ کا قاضی بنایا تھا۔ (طبری، ج٤، ص ۱۰۱)اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے کوفیوں کو عثمان کی مدد و نصرت کے لئے شعلہ ور کیا تھا۔ (طبری، ج ٤، ص ۳۵۲) شریح بن حارث قاضی ہی نے گواہوں کی گواہی کے ذیل میں جناب حجربن عدی کے خلاف تحریر لکھی تھی لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابن زیاد نے جب ان کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ وہ بڑے روزہ دار اور نماز گزار ہیں۔ (طبری، ج۵، ص ۲۷۰)زیاد نے اس سے مشورہ کیا کہ اپنے مجزوم ہاتھ کو کاٹ دے تواس نے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرو! اس پر لوگوں نے اس کی ملامت کی تو اس نے کہا کہ رسول خدا نے فرمایا ہے:"المستشار مؤتمن" جس سے مشورہ کیا جاتا ہے وہ امین ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۲۸۹) ابن زبیر نے اسے قاضئ کوفہ بنانا چاہا تو اس نے انکار کردیا۔ (طبری، ج۵، ص ۵۸۲) لیکن مختار کی جانب سے قضاوت کی دعوت کو قبول کرلیا پھر جب اس نے یہ سنا کہ مختار کے افراد کی زبان پر یہ زمزمہ ہے کہ یہ عثمانی ہے اور یہ جناب حجربن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں شمار ہوتا ہے حضرت علی علیہ السلام نے اسے قضاوت کے عہدہ سے معزول کردیا تھا اور ہانی کے سلسلے میں اس نے صحیح خبر نہیں دی تھی تو اس نے مریض ہونے کا بہانہ بنا کر قضاوت چھوڑدی۔ مختار نے اس کی جگہ پر عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو قاضی بنادیا پھر عبداللہ بن مالک طائی کو قضاوت کا عہدہ دیدیا۔ (طبری، ج ٦، ص ۳٤) مختار کے بعد اس نے ابن زبیر کی طرف سے قضاوت کو قبول کرلیا(طبری، ج ٦، ص ۱٤۹) اور حجاج کے زمانے میں اس عہدہ سے ۷۹ھ میں اس عہدہ سے استعفی دیدیا اور مشورہ دیا کہ بردہ بن ابو موسی اشعری کو قاضی بنادے۔ حجاج نے استعفی قبول کرکے ابو بردہ کو والی بنادیا۔ اس نے تقریبا ساٹھ ٦۰ سال تک قضاوت کی۔

ہانی : میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا ہے اور نہ ہی مسلم میرے پاس ہیں ۔

ابن زیاد: کیوں نہیں ! تم نے ایسا ہی کیا ہے ۔

ہانی : میں نے یہ کام انجام نہیں دیا ہے ۔

ابن زیاد: کیوں نہیں ! یہ کام تم نے ہی کیا ہے۔

اس ردّ و قدح اور توتو میں میں کا سلسلہ بڑھتا ہی گیا اور ابن زیاد ان باتوں کا ذمہ داران کو ٹھہراتا رہا اور ہانی انکار کرتے رہے۔ آخر کار ابن زیاد نے معقل کو بلایا جو جاسوسی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ معقل فوراً سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ ابن زیاد نے کہا : اسے پہچانتے ہو ؟ تو ہانی نے کہا : ہاں ، اس وقت ہانی کے سمجھ میں آیا کہ یہ جاسوس تھا جو وہاں کی باتیں یہاں آکر سنایا کرتا تھا۔ اب چار وناچار ہانی بولے :

میری باتیں سنو اور اسے سچ سمجھو! خدا کی قسم میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہاہوں ۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ۔میں نے مسلم کو اپنے گھر آنے کی دعوت نہیں دی تھی اور نہ ہی میں اس کے سلسلہ میں کچھ جانتا تھا لیکن ایک دن میں نے انہیں اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھا ہوا دیکھا ۔انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میرے گھر میں آجائیں تو مجھے اس درخواست کو ٹھکرانے میں شرم آئی اور وہ اس طرح میری حرمت میں داخل ہوگئے۔ میں نے انہیں اپنے گھر میں جگہ دی، انکی مہمان نوازی کی اور پناہ دی ۔یہی وہ بات ہے جو ان کے سلسلہ میں تم تک پہنچائی گئی ہے۔اب اگر تم چاہو تو میں ابھی سنگین عہدو پیمان باندھ لوں کہ میرا حکومت کے خلاف شورش اور برائی کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور اگر چاہو تو میں تمہارے پاس کوئی چیز گرو رکھ دوں تاکہ دوبارہ تمہارے پاس آجاؤں اور ان کے پاس جا کر انہیں حکم دوں کہ میرے گھر سے نکل کر جہاں چاہے چلاجائے اور میرے پیمان و میری ہمسایگی سے نکل جائے ۔

ابن زیاد: ہرگز نہیں ! میں اس وقت تک تم کو نہیں جانے دوں گا جب تک تم انہیں یہاں نہ لے آؤ!

ہانی : نہیں خدا کی قسم میں اسے کبھی نہیں لاؤں گا !میں اپنے مہمان کو یہاں لے آؤں تاکہ تم اسے قتل کردو !

ابن زیاد: خدا کی قسم تم ضرور اسے یہاں لاؤ گے۔

ہانی : خدا کی قسم میں کبھی نہیں لاؤں گا ۔

جب دونوں کے درمیان اسی طرح تکرار بڑھتی گئی تو مسلم بن عمرو باہلی اٹھا اور اس نے کہا : خدا امیر کو سلامت رکھے ! کچھ دیر آپ مجھے اور ان کو تنہا چھوڑ دیں تاکہ میں ان سے کچھ گفتگو کر سکوں اور اس کے بعد ہانی سے کہا : آپ اٹھ کر یہاں میرے پاس آیئے تاکہ میں آپ سے کچھ گفتگو کر سکوں ۔ہانی وہاں سے اٹھ کر اس کے کنارے آگئے جہاں ابن زیاد سے دوری تھی لیکن اتنی دوری پر تھے کہ ابن زیاد ان دونوں کو بخوبی دیکھ سکتا تھا اور جب ان دونوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں تو وہ بخوبی ان کی گفتگو سن رہا تھا لیکن جب وہ لوگ آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے تو یہ بات چیت ابن زیاد کے لئے نا مفہوم تھی۔ مسلم بن عمرو باہلی نے ہانی سے کہا : اے ہانی !تم کو خدا کا واسطہ ہے کہ اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالو اور اپنے خاندان اور قبیلہ کو بلاؤں میں مبتلا مت کرو!خدا کی قسم میں تمہارے قتل سے بہت زیادہ پریشان ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ تم قتل کر دئے جاؤ۔ یہ (مسلم بن عقیل) جو تمہارے مہمان ہیں یہ انہیں لوگوں کے چچا زاد بھائی ہیں ۔ یہ لوگ نہ تو انہیں قتل کریں گے اور نہ ہی نقصان پہنچائیں گے پس تم انہیں حاکم کو سونپ دو۔ اس میں نہ تو تمہاری ذلت وخواری ہے اور نہ ہی تمہارے لئے عیب و منقصت ہے، تم تو انہیں فقط حاکم کے حوالے کر رہے ہو ۔

ہانی : کیوں نہیں ! خدا کی قسم اس میں میری ذلت وخواری ہے۔میں اپنے مہمان اور ہمسایہ کو اسے سونپ دوں ! جب کہ میں ابھی صحیح وسالم ہوں ، دیکھنے اور سننے کی صلاحیت ابھی باقی ہے،میرے بازوؤں کی مچھلیاں ابھی قوت رکھتی ہیں اور میرے ناصرو مددگار بڑی تعداد میں موجود ہیں خدا کی قسم اگر میں تنہا رہ جاؤں اور میرا کوئی ناصر ومددگار نہ رہے تب بھی میں اس کے ہاتھوں اپنے مہمان کو نہیں سونپوں گا یہاں تک کہ اس کے لئے مجھے موت آجائے۔ یہ جملے ہانی اس یقین کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ ان کا قبیلہ ابھی ابھی ان کی مدد کے لئے حرکت میں آجائے گا اور اس ظلم وجور کے خلاف تلوار کھینچ لے گا لہذا وہ بار بار قسم کھارہے تھے کہ میں خدا کی قسم کبھی بھی اپنے مہمان سے دست بردار نہیں ہوں گا ۔

موت کی دھمکی

ابن زیاد نے ہانی کی گفتگو سننے کے بعد کہا : اسے میرے پاس لاؤ! ہانی کو اس کے پاس لے جایا گیا؛ جب ہانی وہاں پہنچے تو ابن زیاد نے کہا : خدا کی قسم تم اسے (جناب مسلم) ضرور یہاں لاؤ گے ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا ۔

ہانی : اگر تم ایسا کروگے تو اپنے محل کے ارد گرد برہنہ شمشیروں کو پاؤ گے۔[1] وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کے قبیلہ والے باہر ان کی باتیں سن رہے ہیں ۔

ابن زیاد : وائے ہو تجھ پر! تو مجھے برہنہ شمشیروں سے ڈراتا ہے! اسے میرے نزدیک لاؤ! جب نزدیک لایا گیا تو چھڑی سے ہانی کے چہرہ پر اتنا مارا کہ ان کی پیشانی اور رخسار زخمی ہوگئے، ناک ٹوٹ گئی اور خون کپڑوں پر بہنے لگا، رخسار اور پیشانی کے گوشت کٹ کر داڑھی پر گر گئے اور آخر کار چھڑی ٹوٹ گئی ۔

ہانی نے اپنے بچاؤ کے لئے وہیں کھڑے ایک شخص کے تلوار کے دستہ پر ہاتھ مارا لیکن لوگوں نے ان کو پکڑ لیا اور یہ کام نہ کرنے دیا ۔

۱۔طبری نے عیسیٰ بن یزید کنانی سے روایت کی ہے کہ ابن زیاد نے ہانی سے کہا : کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ جب میرا باپ اس شہر میں آیا تو تم کو اور حجر بن عدی کو چھوڑ کر اس شہر کے تمام شیعوں کو قتل کر دیا تھا اور حجر کے ساتھ جو ہوا وہ تم کو معلوم ہے۔ اس کے بعد تمہاری معاشرت ہمیشہ اچھی رہی پھر تمہارے باپ نے امیر کوفہ کو لکھا کہ تم سے ہانی کے سلسلے میں میری درخواست اور حاجت ہے۔ ہانی نے جواب دیا : ہاں! تو ابن زیاد بولا : کیا اس کی جزا یہی تھی کہ تم اپنے گھر میں اس شخص کو چھپائے رکھو جو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے! ہانی نے جواب دیا: میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ ابن زیاد نے اپنے تمیمی غلام کو نکال کر سامنے کھڑا کر دیا جو ان لوگوں کی جاسوسی کیا کرتا تھا۔ جب ہانی نے اسے دیکھا فوراً سمجھ گئے کہ یہ ساری خبریں پہنچایا کرتا تھا پھر ہانی بولے : اے امیر! جو باتیں تجھ تک پہنچی ہیں وہ صحیح ہیں لیکن میں نے تمہارے حقوق کو ضائع نہیں کیا ہے، امن میں ہے اور ہلاکت سے محفوظ ، پس تو جس طرح چاہتا ہے خوش رہ۔

ابن زیاد کا غلام مہران وہیں اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی، وہ چلا یا : ہائے یہ کیسی ذلت ہے ! یہ جو لا ہا غلام آپ کو امان دے رہا ہے ۔یہ کہہ کر چھڑی ابن زیاد کی طرف پھینکی اور کہا اس کو پکڑیے اور اس نے جناب ہانی کے بالوں کو پکڑا اور ابن زیاد نے اس چھڑی سے ہانی کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کی ناک اور پیشانی ٹوٹ گئی اور چھڑی کے اوپر کا حصہ ٹوٹ کر دیوار سے ٹکرایا اور اس میں گھس گیا۔ (طبری ،ج۵، ص ۳۶۱)

ابن زیاد نعرہ لگاتے ہوئے:اے ہانی! کیا تو خارجی ہو گیا ہے اور امیر المومنین کے خلاف شورش برپا کر رہا ہے ؟ آگاہ ہو جا کہ تو نے اس کے ذریعہ سے خود کو بڑی سخت سزا میں بتلا کر لیا ہے۔ اب تیرا قتل ہمارے لئے صحیح اور حلال ہے۔پھر حکم دیا کہ اسے پکڑو اور محل کے ایک کمرے میں ڈال دو۔کمرے کا دروازہ بند کر کے اس پر ایک نگھبان معین کردو ۔ جلا دوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی ، لیکن اسی موقع پر اسماء بن خارجہ اٹھ کھڑا ہو ا اور بولا : کیا ہم فریب کا ر اور دھوکہ باز پیغام رساں تھے جو آج تیری طرف سے ان کے پاس گئے تھے تا کہ انہیں تیرے پاس لے آئیں اور جب وہ آجائیں تو ان کے چہرہ کو توچھڑی سے چور چور کر دے اور ان کی داڑھی کو خون سے رنگین کردے! اسکے بعد قتل کا بھی درپئے ہو جائے!

ابن زیاد بولا : تو ابھی تک یہیں ہے، پس حکم دیا کہ اسے مارو ! جلا دوں نے اس کے سر و گردن پر مارنا شروع کیا اور اسے قید کر دیا ۔

محمد بن اشعث بولا : ہم امیر کے منشاء ومرام سے راضی ہیں خواہ ان کی رائے ہمارے حق میں ہو یا ہمارے نقصان۔ میں ، واقعاً ہمارے امیر بڑے مودّب ہیں ۔ [1] اس کے بعد محمد بن اشعث اٹھ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس آیا اور اس سے محو سخن ہوا : اے امیر! شہر میں ہانی بن عروہ کی شان و منزلت اور قبیلہ میں ان کے گھر کی عزت آپ پر ہویدا ہے۔ ان کی قوم کو معلوم ہے کہ ہم دو آدمی ان کو یہاں آپ کے پاس لے کر آئے ہیں لہٰذا آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ ان کو ہمیں دیدیں کیونکہ میں ان کی قوم سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتا۔ ان کی قوم اس شہر اور اہل یمن کے درمیان با عزت قوم میں شمار ہوتی ہے ۔ [2] اس پر ابن زیاد نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ [3]

۱۔ طبری ،ج۵، ص ۳۶۷ ، ابو مخنف نے کہا کہ اس مطلب کو مجھ سے نمیر بن واعلہ نے ابو وداک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۲۔ کیونکہ قبیلہ ء کندہ کا شمار کوفہ میں یمنی قبائل میں ہوتا تھا اور قبیلہ مذحج اور مراد" قبیلہ کندہ "میں سے تھے ۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے عون بن ابی جحیفہ کے حوالے سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۷۸، "الارشاد" ص ۲۱۰ ، خوارزمی ص ۲۰۵)

عمرو بن حجاج تک یہ خبر پہنچی کہ ہانی مارڈالے گئے تو وہ قبیلۂ مذحج کے ہمراہ ایک بڑی بھیڑ کو لیکر چلا جس نے پورے قصر کو گھیر لیا ؛پھر وہاں پہنچ کر چلایا : میں عمرو بن حجاج ہوں اور یہ قبیلۂ مذحج کے جنگجو جو ان اور ان کے اشراف وبزرگان ہیں ۔ ہم نے نہ تو حکومت کی فرمانبرداری سے سرپیچی کی ہے، نہ امت میں تفرقہ ایجاد کیا ہے اور نہ ہی امت سے جدا ہوئے ہیں لیکن انہیں خبر ملی ہے کہ ان کے بزرگ کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ ان کے لئے بڑا سخت مرحلہ ہے۔

ابن زیاد کو فوراً خبر دی گئی کہ قبیلہ مذحج کے افراد دروازہ پہ کھڑے ہیں ۔ ابن زیاد نے فوراً قاضی شریح سے کہا : تم فوراً ان کے سردار کے پاس جاؤ اور اسے دیکھو پھر آکر ان لوگوں کو بتاؤ کہ وہ قتل نہیں ہوا ہے اور تم نے خود اسے دیکھا ہے۔ [1] شریح کہتا ہے : میں ہانی کے پاس گیا جیسے ہی ہانی نے مجھے دیکھا ویسے ہی کہا : اے خدا ! اے مسلمانو! کیا میرے قبیلہ والے مرگئے ہیں ؟! وہ دیندار افراد کہاں ہیں ؟شہر والے سب کہاں ہیں ؟ کیا سچ مچ وہ سب مرگئے ہیں اور مجھے اپنے اور اپنے بچوں کے دشمنوں کے درمیان تنہا چھوڑ دیا ہے؟ ! خون ان کے چہرے سے ٹپک رہا تھا اور وہ اسی عالم میں چیخ رہے تھے کہ اسی اثناء میں انھوں نے دروازہ پر چیخ پکار کی آواز سنی۔ میں یہ آوازیں سن کر باہر آیا ۔ وہ بھی تھوڑا سا مجھ سے نزدیک ہوئے اور کہا : اے شریح ! میں گمان کر رہا ہوں کہ یہ قبیلہ ء مذحج اور میرے چاہنے والے مسلمانوں کی آوازیں ہیں ؛ جو مجھے بچانے آئے ہیں ؛ اگر ان میں سے دس بھی آجائیں تو مجھے نجات دلا دیں گے ۔

شریح کہتا ہے کہ میں ان کے پاس گیا جو محل کے دروازہ پر کھڑے تھے لیکن چونکہ ابن زیاد نے اپنے ایک گرگے" حمید بن بکر احمری" کو ہمارے ساتھ روانہ کردیا تھا جو اپنی برہنہ شمشیر کے ساتھ ہمیشہ ابن زیاد کے سر پر اس کی محافظت کیا کرتا تھا لہٰذا امیر کے حکم کے خلاف میں کچھ نہ کہہ سکا اور ان کے سامنے جا کر یہی کہا: اے لوگو! امیر کو جب تمہاری آمد کی اطلاع ملی اور ہانی کے سلسلے میں تمہاری گفتگو سنی تو مجھے فوراً ان کے پاس بھیجا تا کہ میں نزدیک سے ان کو دیکھ کر آوں میں خود ان کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ زندہ

۱۔طبری ،ج۵ ،ص ۳٦۷، ابو مخنف کا بیان ہیکہ یہ روایت مجھ سے نمیر بن واعلہ نے ابو وداک کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔(ارشاد ،ص ۲۱۰ ،خوارزمی، ص ۲۰۵)

ہیں ،ان کے قتل کے سلسلے میں تم لوگوں کو جو خبر دی گئی ہے وہ سب غلط ہے۔ اس پر عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے کہا: اگر وہ قتل نہیں ہوئے ہیں تو خدا کا شکر ہے یہ کہکر وہ سب پلٹ گئے۔ (۱)

ہانی کو قید کرنے کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

ہانی کو قید کرنے کے بعد ابن زیاد لوگوں کی شورش سے ہراساں اور خوفزدہ ہوگیا لہٰذا قوم کے سربرآوردہ افراد اور اپنے حشم و خدم نیز اپنی پولس کے افسروں کے ہمراہ محل کے باہر آیا اور منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد بولا: امابعد، اے لوگو! خداوند عالم کی فرمانبرداری اور اپنے حاکم کی اطاعت کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو نیز اختلاف اور افتراق سے بچو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے، ذلیل و رسوا ہوجاؤ گے ، قتل ، جفا اور محرومیت تمہارا مقدر ہوجائے گی! آگاہ ہوجاؤ کہ تمہارا بھائی وہ ہے جو سچ بولتا ہے اور جو ہوشیار کردیتا ہے اس کا عذر معقول ہے۔ (۲)

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے عبد الرحمن بن شریح سے یہ روایت نقل کی ہے۔اس نے کہا کہ میں نے اسماعیل بن طلحہ سے حدیث سنی ہے۔(طبری ،ج۵،ص۳۶۷)

۲۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ حجاج بن علی نے مجھ سے محمد بن بشر ہمدانی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵ ، ص۳۶۸)

جناب مسلم علیہ السلام کا قیام

سب سے پہلے جناب مسلم نے عبداللہ بن خازم کو محل کی طرف خبر لانے کے لئے روانہ کیا تاکہ وہ جناب ہانی کی سرگذشت سے آگاہ کرے۔ عبداللہ بن خازم کہتا ہے: جب ہانی کو زد و کوب کے بعد قید کردیا گیا تو میں فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور میں وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے جناب مسلم کو وہاں کے تمام حالات سے آگاہ کیا تھا۔ اس وقت قبیلہ مراد کی عورتیں چلارہی تھیں: ہائے رے مصیبت و غم، ارے یہ کیسا سانحہ ہمارے قبیلہ پر ہوگیا۔ میں جناب مسلم کے پاس آیا اور ساری خبر سناڈالی؛ جناب مسلم نے مجھے فوراً حکم دیا کہ میں ان کے اصحاب کے درمیان صدابلند کروں "یا منصور امت" اے امت کے مددگارو! اس وقت سب کے سب جناب مسلم کے اردو گرد جمع تھے اور ۱۸ ہزار بیعت کرنے والوں میں ٤ ہزار اس وقت موجود تھے۔ میں نے آواز لگائی: یا منصو امت اے امت کے مددگارو! میری آواز ہوا کے دوش پر لہرائی اور سب کے سب جمع ہوگئے پھر جناب مسلم نے لشکر کو منظم کرتے ہوئے عبداللہ بن عمرو بن عزیز کندی کو قبیلہ کندہ اور ربیعہ کا سربراہ بنایا اور فرمایا: ابھی لشکر کے ہمراہ میرے سامنے حرکت کرجاؤ پھر مسلم بن عوسجہ اسدی کو قبیلہ مذحج اور اسد کی سربراہی سونپی اور فرمایا: تم ان پیدلوں کے ساتھ نکل جاؤ کہ ان کے سربراہ تم ہو۔ اس کے بعد ابو ثمامہ صائدی کو تمیم اور ہمدان کی سربراہی اور عباس بن جعدہ جدلی [1] کو مدینہ والوں کا سربراہ بنایا اور خود قبیلۂ مراد کے لوگوں کے ساتھ چل پڑے۔

اشراف کوفہ کا اجتماع

کوفہ کے سربرآوردہ افراد ابن زیاد کے پاس اضطراری دروازہ سے پہنچ گئے جو دارالرومیین [2] سے ملا ہوا تھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے کثیر بن شہاب بن حصین حارثی [3] کو بلایا اور اسے

۱۔ یہ شخص ہمیں مختار کی اس فوج کے میسرہ (بایاں محاذ) پر دکھائی دیتا ہے جو مدینہ میں ابن زبیر سے لڑنے آئی تھی لیکن وہاں اسکانام عیاش بن جعدہ جدلی ملتا ہے۔ جب یہ لوگ ابن زبیر کی فوج کے سامنے شکست خوردہ ہوگئے تو یہ ابن زبیر کے امان کے پرچم تلے نہیں گئے جب کہ اس کے ہمراہ ۳۰۰ افراد تھے لہٰذا جب یہ لوگ ان کے ہتھے چڑھے تو ان لوگوں نے ۱۰۰ لوگوں کو قتل کردیا اور جو (۲۰۰) دوسو کے آس پاس بچے تھے ان میں سے اکثر راستے میں مرگئے۔ (طبری، ج٦، ص٧٤) چونکہ ہم نے عباس اور عیاش کا اس کے علاوہ کوئی ذکر کہیں نہیں دیکھا ہے اور اس قرینہ سے کہ انہوں نے جناب مختار سے وفا کا ثبوت پیش کیا بعید معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دو شخص ہو بلکہ ترجیح اس کو حاصل ہے کہ یہ ایک شخص ہے جس کا نام یا عباس ہے یا عیاش۔ یہ جناب مسلم کے بعد زندہ رہے یہاں تک کہ جناب مختار کے ساتھ خروج کیا اور یا تو وہاں قتل ہوئے یا وفات پا گئے۔

۲۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ "دارالرومیین" دارالامارہ کے پیچھے سے متصل تھا۔ چونکہ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے وہ لوگ یہاں مسلمانوں کی پناہ میں رہتے تھے لہٰذا عبیداللہ اور اس کے افراد ادھر سے ان سے رفت و آمد رکھتے تھے۔ افسوس کہ یاران جناب مسلم اس دروازہ کے بند ہونے سے غافل تھے۔

۳۔ یہ شخص وہی ہے جس نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی تحریر کی تھی (طبری، ج ٥، ص ٢٦٩) اور حجر اوران کے ساتھیوں کو معاویہ کے پاس لے گیا تھا۔ (طبری، ج٥، ص ٢٧٠) اشراف کوفہ میں یہی وہ پہلا شخص ہے جس سے ابن زیاد نے عہد و پیمان کیا کہ لوگوں کو دھوکہ دے کر جناب مسلم علیہ السلام سے دور کرے گا۔ (طبری، ج٥، ص٣٧٠)

حکم دیا کہ اپنے مذحجی پیروئوں کے ہمراہ کوفہ کی گلیوں میں منتشر ہوجائے اور لوگوں کو جھوٹے پروپگنڈہ کے ذریعہ جناب مسلم سے دور کردے۔انھیں جنگ سے ڈرائے اور حاکم کے ظلم و ستم اور قیدو بند سے بر حذر کرائے ۔

اسی طرح محمدبن اشعث کو حکم دیا کہ قبیلہ کندہ اور حضر موت میں سے جو اس کے طرف دارہیں ان کے ہمراہ پرچم امان لے کر نکلے اور کہے جو اس میں پرچم تلے آجائے گا وہ امان میں ہے۔ اسی طرح قعقاع بن شور ذھلی، [1]شبث بن ربعی تمیمی ، حجار بن ابجر عجلی اور شمر بن ذی الجوش عامری [2و3] سے بھی اسی قسم کی باتیں کہیں ۔ شبث بن ربعی کے ہاتھ میں پرچم دے کر کہا : تم ایک بلندی سے نمودار ہوکر اپنے نوکر

۱۔یہ وہی شخص ہے جس نے جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی تحریر کی تھی۔(طبری، ج۵، ص ۲۶۹) اور جناب مسلم علیہ السلام کے مقابلہ پر بھی آیا تھا۔ (طبری ،ج۵، ص ۲۷۰، ۲۸۱)

۲۔ طبری، ج۵، ص ۳۶۸، ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ روایت مجھ سے یوسف بن یزید نے عبداللہ بن خازم کے حوالے سے نقل کی ہے ۔

۳۔یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں تھا (طبری، ج۵، ص ٦۸)(لیکن اپنی بد اعمالیوں کےنتیجے میں اس حدتک پہنچا کہ) اس کا نام بھی جناب حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں آتا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۷۰) اسی نے ابن زیاد کو امام حسین علیہ السلام کے قتل پر شعلہ ور کیا تھا ۔(طبری، ج۵، ص ٤١٤) یہ کربلا میں موجود تھا وہاں اس نے ام البنین کے فرزندوں جناب عباس علیہ السلام کے بھائیوں کو امان کی دعوت دی تھی اور امام حسین علیہ السلام کو چھوڑنے کی طرف راغب کیا تھا۔ (طبری، ج۵، ص ٤١٥) جب شب عاشور امام حسین علیہ السلام کو ایک رات کی مہلت دینے کے سلسلہ میں پسر سعد نے اس سے مشورہ کیا تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔(طبری ،ج۵،ص ٤١٧) یہ پسر سعد کے لشکر میں میسرہ (بائیں محاذ) کا سردار تھا (طبری، ج۵،ص ٤٦٦)اسی نے امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کا جواب دریدہ دھنی اور بد کلامی کے ذریعہ سے دیا تھا تو جناب حبیب بن مظاہر نے اسکی بڑی ملامت کی تھی۔ (طبری ،ج۵، ص ٤٣٦) جناب زہیر بن قین کے خطبہ کا جواب اس نے تیر پھینک کر دیا تھا جس پر جناب زہیر بن قین نے اس کی لعنت وملامت کی تھی ۔(طبری، ج۵، ص ٤٣٦) پسر سعد کے میسرہ سے اس نے امام حسین علیہ السلام کے بائیں محاذ پر حملہ کیا (طبری ،ج۵، ص ٤٣٦) اور امام علیہ السلام کے خیمہ پر تیر پھینکا اور چلایا کہ آگ لاؤاور خیموں کو رہنے والوں کے ہمراہ جلادو یہ آواز سن کر مخدرات عصمت با آواز بلند رونے لگیں اور باہر نکلنا چاہا لیکن امام حسین علیہ السلام نے ڈھارس بندھوائی (طبری ،ج۵، ص ٤٣۸) اسی نے جناب نافع بن ہلال جملی کو قتل کیا۔ (طبری ،ج۵، ص ٤٤٢) جناب امام سجاد علیہ السلام کو بھی قتل کرنا چاہتا تھا لیکن لوگوں نے منع کیا۔ (طبری ،ج۵، ص ٤٥٤) یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو سروں کو لے کر ابن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے (طبری ،ج۵،ص ٤٥٦) اور انہیں مقدس سروں کو اسیروں کے ہمراہ لے کر یزید کے دربار میں حاضر ہوا تھا۔(طبری، ج۵،ص ٤٦٠و٤٦٣) اس کے ہمراہ ۲۰ مقدس سر تھے جو گرد غبار میں اٹے تھے۔ (طبری، ج۵، ص ٤٦۸)ابن مطیع نے مختار سے لڑنے کے لئے اسے سالم کے ایک گروہ کے ہمراہ روانہ کیا، (طبری ،ج٦،ص ۱۸) اس کے ہمراہ دوہزار سپاہی تھے۔ (طبری ،ج٦، ص ۲۹) یہ ان لوگوں میں شامل ہوتا ہے جو اشراف کوفہ کے ساتھ مختار سے لڑنے آئے تھے(طبری ،ج٦، ص ٤٤) اور جب ہزیمت کا سامنا ہواتو کوفہ سے بھاگ کھڑاہوا اور ہزیمت کے عالم میں فرار کے وقت ٦٤ھ میں عبدالرحمن بن ابی الکنود کے ہاتھوں ماراگیا۔ (طبری ،ج٦،ص ۵۲، ۵۳)کلمہ "شمر"عبری زبان کا لفظ ہے جس کی اصل شامر ہے بمعنی سامر،جیسا کہ آج کل اسحاق شامیر کہاجاتا ہے ۔

سرشت اور فرمانبردار افراد کو انعام و اکرام و احترام وپاداش کے وعدہ سے سرشار کردو اور خاندان رسالت کے پیروئوں کو ڈراؤ کہ سنگین کیفر، قطع حقوق اور محرومیت میں مبتلا ہونگے اور ان کے دلوں میں یہ کہہ کر خوف ڈال دو کہ عبیداللہ کی مدد کے لئے شام سے لشکر آنے ہی والا ہے۔ (۱)

پرچم امان کے ساتھ اشراف کوفہ

جناب مسلم سے لوگوں کو دور کرنے کے لئے اشراف کوفہ ابن زیاد کے قصر سے پرچم امان کے ہمراہ باہر نکلے۔ ان میں سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے بولنا شروع کیا ۔ اس نے کہا: اے لوگو! اپنے گھر اور گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ، خشونت ، بدی اور شر میں جلدی نہ کرو ، اپنی جان کو موت کے منہ میں نہ ڈالو! کیونکہ امیرالمومنین یزید کی فوج شام سے پہنچنے ہی والی ہے۔ جان لو کہ امیر نے عہد کیا ہے کہ اگر آج شام تک تم نے اپنی جنگ کا سلسلہ جاری رکھا اور اس سے منصرف نہ ہوئے تو وہ تمہاری نسل کو حقوق سے محروم کردیں گے اور تمہارے جنگجوؤں کو اہل شام کی فوج میں تتر بتر کردیں گے۔ جان لو کہ حاکم کا فیصلہ یہ ہے کہ بیماروں کے بدلے صحت یاب افراد پکڑے جائیں اور غائب کے بجائے حاضر لوگ قید کئے جائیں گے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا یہاں تک کہ شورش کرنے والا اس وبال کا مزہ چکھ لے جسے اس نے اپنے ہاتھوں سے شروع کیا تھا ۔

ابن شہاب کے بعد دوسرے اشراف نے بھی اسی قسم کے الفاظ کی تکرار کی۔ جب لوگوں نے اپنے بزرگوں سے اس طرح کی باتیں سنیں تو انہوں نے جدا ہونا شروع کردیا ...۔ (۲) نوبت یہاں تک پہنچی کہ عورتیں اپنے بچوں، بھائیوں اور شوہروں کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگیں چلو یہاں جتنے لوگ ہیں وہی کافی ہیں ۔ دوسری طرف مرد اپنے بھائیوں اور بیٹوں کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے : کل "شام" سے فوج آرہی ہے ۔ اس جنگ اور شر میں تم کیا کرسکتے ہو۔ یہ کہہ کر لوگ اپنے اپنے عزیزوں کو لے جانے لگے۔ (۳)

---

۱ ۔ ابو مخنف نے کہا : مجھ سے ابو جناب کلبی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۶۹)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے عبد بن خازم کثیر ازدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے ۔ (طبری، ج۵، ص ۳۷۰)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۷۱)

ادھر ابن زیاد کی بتائی ہوئی سازشوں پر عمل کرتے ہوئے محمد بن اشعث محل سے باہر نکلا اور قبیلہ بنی عمارہ کے گھروں کے پاس جاکر کھڑا ہوا۔"عمارہ ازدی"کو جو اسلحہ لے کر جناب مسلم کی مدد کے لئے نکل کر ان کے مددگاروں سے ملحق ہونا چاہ رہے تھے گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ وہاں اس نے اس جواں مرد کو قید کر لیا۔ جناب مسلم کو جیسے ہی اس کی خبر ملی فوراً مسجد سے عبد الرحمن بن شریح شبامی [۱] کو اس ملعون (محمد بن اشعث) کی طرف بھیجا۔ اس خیانت کار نے جیسے ہی حق و حقیقت کے جوانوں کو دیکھا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا.(دوسری طرف قعقاع بن شور ذہلی نے ایک علاقہ سے جسے "عرار"کہتے ہیں جناب مسلم اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کردیا)[۲] اور محمد بن اشعث کو پیغام بھیجا کہ میں نے مقام "عرار" سے حملہ شروع کر دیا ہے،تم پریشان نہ ہو لیکن پھر خود عقب نشینی کرلی۔ [۳]

ادھر تیسری طرف شبث بن ربعی نے جناب مسلم کے سپاہیوں کے ساتھ جنگ شروع کردی اور کچھ دیر لڑنے کے بعد اپنے سپاہیوں سے کہنے لگا : شام تک انتظار کرو یہ سب کے سب پراکندہ ہو جائیں گے۔اس پر قعقاع بن شور نے کہا : تم نے تو خود ان لوگوں کا راستہ بند کررکھا ہے ،انہیں چھوڑدو یہ خود ہی متفرق ہو جائیں گے۔ [٤]

جناب مسلم علیہ السلام کی غربت و تنہائی

عباس جدلی کا بیان ہے کہ جب ہم جناب مسلم بن عقیل کے ہمراہ نکلے تھے تو ہماری تعداد ٤ ہزار تھی لیکن ابھی محل تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ ہم ۳۰۰ کے اندر سمٹ گئے ۔ [٥] اس جدائی کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا گویا ہر شخص فرار کی فکر میں تھا۔ اب رات کا پردہ دن کی سفیدی پر غالب ہو رہا تھا اور

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے : ابو جناب کلبی نے مجھ سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری ،ج۵، ص ۳٦۹)

۲۔ اس مطلب کو ہارون بن مسلم نے علی بن صالح سے عیسیٰ بن یزید کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(طبری ج۵ ص ۳۸۱) چونکہ یہ مطلب ابو مخنف کی خبر میں نہیں ہے لہذا اسے بریکٹ میں لکھا گیا ہے۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ روایت مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے عبد اللہ بن خازم کثیر ازدی کے حوالے سے بیان کی ہے ۔(طبری ،ج۵ ،ص۳۷۰)

٤۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید نے یہ روایت کی ہے ۔

٥۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ روایت مجھ سے یونس بن ابو اسحاق نے کی ہے۔(طبری ،ج ٥ ،ص ۳٦۹)

وہاں مسجد میں فقط ۳۰ افراد موجود تھے ۔ مسلم نے انہی ۳۰ لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ جناب مسلم نے جب یہ حالت دیکھی تو مسجد سے نکل کر کوچہ ٴ کندہ کا رخ کیا ۔ گلی پار کرتے وقت دیکھا تو فقط ۱۰ آدمی آپ کے ساتھ تھے اور جب گلی ختم ہو گئی تو اب مسلم تنہا تھے۔ اب جو مسلم ملتفت ہوئے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ کوئی راستہ بتانے والا بھی نہیں ہے اور کوئی ایسا بھی نہیں ہے کہ اگر دشمن سامنے آجائے تو اپنی جان پر کھیل کے انھیں بچالے۔ چاروناچار بے مقصد کوفہ کی گلیوں میں سرگرداں گھومنے لگے۔ کچھ سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں جائیں ۔ چلتے چلتے آپ قبیلہ کندہ کے بنی"جبلہ" کے گھروں کی طرف نکل گئے اور وہاں آپ کا قدم آکر ایک خاتون کے دروازہ پر رکا جسے "طوعہ "کہتے ہیں جو ام ولد تھی۔ یہ اشعث بن قیس[1] کی کنیز تھی جب اس سے اشعث کو بچہ ہوگیا(جس کی وجہ سے وہ ام ولید کہی جانے لگی)

۱۔ ۱۰ ھ میں اشعث ۶۰ لوگوں کے ہمراہ پیغمبر اسلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور اسلام قبول کیا ۔ یہ اپنی ماں کی طرف سے آکل مرار کی طرف منسوب تھا۔چونکہ وہ ملوک تھے اور اس نے چاہاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اسی سے منتسب کریں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے"نضربن کنانہ "سے منتسب کیا تو اس پر اس نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔(طبری ،ج۳ ، ص ۱۳۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بہن(قتیلہ) سے شادی کی لیکن ہمبستری سے قبل ہی آپ کی روح ملکۡ جاوداں کو کوچ کر گئی اور یہ عورت اپنے بھائی اشعث کے ہمراہ مرتد ہو گئی۔ (طبری، ج ۳، ص ۱۶۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اشعث اسلام کی طرف آکر دوبارہ مرتد ہو گیا اور جنگ شروع کردی لیکن ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تو امان مانگ لیا، اس پر مسلمانوں نے امان دیدی (طبری ،ج۳،ص ۳۳۵۔۳۳۷) پھر اسے دوسرے اسیروں اور قیدیوں کے ہمراہ ابو بکر کے پاس لے جایا گیا تو خلیفہ ٴ اول نے معاف کر کے اس کی بیٹی ام فروہ سے شادی کی درخواست کردی اور اس سے رشتہ ازدواج میں منسکۡ ہو گئے لیکن مباشرت نہیں کی۔ بعدہ اشعث پھر مرتد ہو گیا لیکن ابو بکر نے پھر اس کے اسلام کو قبول کر لیا ۔ لغزشوں کو معاف کر دیا اور اس کے گھر والوں کو اسے لوٹا دیا۔ (طبری، ج۳،ص ۳۳۹)اپنی وفات کے وقت ابو بکر نے کہا : جس دن اشعث بن قیس قیدی بنا کر لایا گیا تھا اے کاش اسی دن میں نے اس کی گردن ماردی ہوتی؛ کیونکہ کوئی شر اور برائی ایسی نہیں ہے جسکی اس نے مدد نہ کی ہو۔(طبری ،ج۳،ص ۴۳) جنگ قادسیہ میں اہل یمن کے ۱۷۰۰ افراد پر مشتمل لشکر کے ساتھ اشعث ملحق ہو گیا۔(طبری ،ج۳،ص ۳۸۷) سعد ابن ابی وقاص نے اسے ان لوگوں میں پایا جو جسم و جسمانیت کے اعتبار سے بھی قابل دید تھے ، صاحب رعب و وہشت اور صاحب نظر بھی تھے لہذا سعد نے ان لوگوں کو اہل فارس کے بادشاہ کو دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ (طبری ،ج۳،ص ۴۹۶) یہ جنگ میں اہل فارس کے خلاف اس نعرہ کے ذریعہ اپنی قوم کا دل بڑھا رہا تھا کہ عرب نمونہ ہیں ، فارس کی زبان میں خدا نازل نہیں ہوا ہے۔ (طبری، ج۳،ص ۳۹و ۵۶۰) قبیلہ کندہ کے ۷۰۰ جوانوں کے ہمراہ اس نے حملہ کیا اور اہل فارس کے سربراہ کو قتل کرڈالا ۔(طبری ،ج۳، ص ۵۶۳) وہاں سے جو غنائم

اور انفال خالد بن ولید کو ملے تھے اس پر اس کو لالچ آگئی اور اس نے اسی میں سے کچھ مانگ لیا تو ۱۰ ہزار کی اجازت اسے دیدی۔ (طبری، ج٤، ص ٦٧) واقعۂ نہا وند میں بھی یہ موجود تھا۔ (طبری، ج٤، ص۱۲۹) ۳۰ھ میں عراق کے "طیرناباد" کے علاقہ میں جو انفال کے اموال تھے اسے اس نے "حضرموت" کے اپنے اموال کے بدلے میں عثمان سے خرید لیا۔ (طبری، ج٤، ص ۲۸۰) ٣٤ھ میں سعید بن عاص نے کوفہ سے اسے آذربایجان کا والی بنا کر بھیجا۔ (طبری، ج٤، ص٥٦٩) پھر آذربایجان کی حکومت کے زمانے میں ہی عثمان اس دنیا سے چل بسے (طبری، ج٤، ص ٤۲۲) اور حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو آپ نے اسے اپنی بیعت کی طرف بلایا اور اپنی نصرت و مدد کے لئے اس جگہ کو چھوڑ دینے کے لئے کہا تو اس نے بیعت کر لی اور وہاں سے چلا آیا۔ (طبری، ج٤، ص ٥٦١) جنگ صفین میں معاویہ کے لشکر سے پانی لے کر آنے کی ذمہ داری بھی اسے سونپی گئی تھی۔ (طبری، ج٤، ص ٥٦١) یہی وہ ہے جس نے حضرت علی علیہ السلام کی زبردست مخالفت کی تو حضرت تحکیم پر راضی ہو گئے لیکن اس نے حکمیت کے لئے ابو موسی اشعری پر زور ڈالا اور جن لوگوں سے حضرت علی علیہ السلام راضی تھے جیسے ابن عباس اور مالک اشتر اس سے اس نے انکار کرتے ہوئے اشعری کی حکمیت پر اصرار کرتا رہا اور جنگ سے انکار کرتا رہا۔ (طبری، ج٤، ص ٥١) یہ وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے حکمیت کے کاغذ پر سب سے پہلے گواہی کے لئے دستخط کئے اور مالک اشتر کو بھی اس کے لئے بلایا تو انھوں نے انکار کیا؛ اس پر اس نے ان کی توہین کی، ان کو گالیاں دیں اور مکتوب پڑھ کر لوگوں کو سنانے لگا۔ (طبری، ج٥، ص٥٥) نہروان کے بعد علی علیہ السلام سے ہٹ کر معاویہ کی طرف پلٹ گیا اور کوفہ کے جبۃ الاستعداد میں پلٹنے پر اصرار کیا۔ (طبری، ج٥، ص ٨٩) عثمان نے اسے لالچ دلائی تھی کہ آذربایجان کا خراج ایک لاکھ ہے۔ (طبری، ج٥، ص ۱۳۰) کوفہ میں اس نے ایک مسجد بھی بنوائی تھی۔

تواشعث نے اسے آزاد کر دیا ۔ اس نے اسید حضرمی [1] سے شادی کرلی ۔ اسی شادی کے نتیجہ میں بلال نامی لڑکا پیدا ہوا تھا جو ان دنوں دوسرے لوگوں کے ہمراہ گھر سے باہر تھا اور ابھی تک لوٹا نہیں تھا۔ اس کی ماں دروازے پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔جناب مسلم نے اس خاتون کو دیکھتے ہی اسے سلام کیا تو اس نے فوراً جواب دیا ۔

اس پر جناب مسلم نے اس سے کہا :"یاأمة الله اسقینی ماءً"اے کنیز خدا !میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلادے۔ وہ خاتون اندر گئی، ظرف لے کر لوٹی اور جناب مسلم کو پانی دیا پانی پی کر جناب مسلم وہیں بیٹھ گئے۔ وہ جب برتن رکھ کر آئی تو دیکھا مسلم وہیں بیٹھے ہیں تو اس نے کہا : یاعبداللہ ألم تشرب ؟اے بندہ خدا کیا تو نے پانی نہیں پیا ؟

۱۔ یہ اسید بن مالک حضرمی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کربلامیں اسی نے جناب مسلم کے فرزند عبداللہ کو شہید کیا اور اس کا بیٹاوہ ہے جس نے حاکم کو یہ اطلاع دی کہ مسلم میرے گھر میں ہیں اوریہی خبر رسانی جناب مسلم کی شہادت پر تمام ہوئی ۔

جناب مسلم نے کہا: کیوں نہیں ،طوعہ نے کہا: تو اب اپنے گھر والوں کے پاس چلے جا اس پر جناب مسلم خاموش ہو گئے اور وہ نیک خاتون اندر چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد جب پھر لوٹ کر آئی تو دیکھا جناب مسلم وہیں بیٹھے ہیں ۔ اس نے اپنے جملے پھر دھرائے ۔اس پر وہ سفیر حسینی پھر خاموش رہا تو اس عورت نے حضرت مسلم سے کہا : سبحان اللہ ! اے بندہ خدا میرے سلسلہ میں اللہ سے خوف کھا ۔جا اپنے گھر والوں کی طرف چلا جا اللہ تجھے عافیت میں رکھے؛تیرے لئے میرے گھر کے دروازے پر بیٹھنا مناسب نہیں ہے اور میں تیرے اس بیٹھنے کو تیرے لئے حلال نہیں کروں گی، اتنا سننا تھا کہ جناب مسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا :

"یا أمۃ اللہ، مالی فی المصر منزل ولا عشیرہ فهل لک اِلی أجر و معروف و لعلی مکافِئُک بہ بعد الیوم ؟"اے کنیز خدا ! کہاں جاؤں ؟ اس شہر میں نہ تو میرا کوئی گھر ہے نہ ہی میرے گھر والے ہیں ، کیا تم ایک اچھا کام انجام دینا چاہتی ہو جس کا اجر اللہ سے پاؤ اور شاید آج کے بعد میں بھی کچھ اس کا بدلہ دے سکوں ؟

طوعہ : اے بندہ خدا ! تو کون ہے ؟ اور وہ نیک کام کیا ہے ؟

مسلم : میں مسلم بن عقیل ہوں ۔اس قوم نے مجھے جھٹلایا اور دھوکہ دیا ۔

طوعہ : تم سچ مچ مسلم ہو!

مسلم : ہاں !میں مسلم ہوں ۔

طوعہ : تو بس اب اندر آجاؤ !یہ کہہ کر وہ نیک سرشت خاتون آپ کو اندرون خانہ ایک ایسے کمرے میں لے گئی جس میں وہ خود نہیں رہا کرتی تھی۔ اس کے بعد اس کمرے میں بستر بچھایا اور جناب مسلم کو اس پر بٹھا کر رات کا کھانا پیش کیا لیکن آپ نے کچھ نہ کھایا ۔

ادھر طوعہ اپنے بیٹے کے انتظار میں لحظہ شماری کررہی تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں اس کا بیٹا آگیا ۔ اس نے غور کیا کہ کمرے میں ماں کا آنا جانا بہت زیادہ ہے لہذا اس نے کہا : ماں کمرے میں تمہارا آنا جانا مجھے شک میں ڈال رہا ہے۔کیا اس میں کوئی بات ہے ؟ طوعہ نے کہا بیٹا اس بات کو رہنے دو اور صرف نظر کرو۔ .بیٹے نے ماں سے کہا : خدا کی قسم تم کو مجھے بتا نا ہی ہوگا ۔

طوعہ : ہاں بات تو ہے لیکن تم اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھو ۔ اس پر بیٹے نے بہت اصرار کیا تو ماں نے کہا : اے بیٹا ! میں بتائے تو دیتی ہوں لیکن دیکھو کسی سے بھی اسے نہ بتانا ۔ اسکے بعد طوعہ نے بیٹے سے قسم کھلوائی تو اس نے قسم کھالی کہ کسی سے نہیں بتائے گا اس کے بعد ماں نے اسے سارے ماجرے سے آگاہ کردیا۔ یہ سن کر وہ لیٹ گیا اور خاموش ہوگیا ۔[1]

ابن زیاد کا موقف

جب رات کا اچھا خاصہ وقت گذر گیا اور کافی دیر انتظار کرنے کے بعد ابن زیاد نے دیکھا کہ مسلم بن عقیل کے مدد کرنے والوں اور نصرت کرنے والوں کی اس طرح کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے جیسے اس سے قبل سنائی دے رہی تھی تو اس نے اپنے گرگوں سے کہا: ذرا دیکھو! ان میں سے کوئی تمہیں دکھائی دے رہا ہے ؟ وہ لوگ گئے لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا تو ابن زیاد نے کہا: ذرا غور سے دیکھو ! شاید وہ لوگ کسی سایہ میں چھپے کمین میں بیٹھے ہوں ، لہٰذا ان لوگوں نے مسجد کے اندر باہر اور اطراف میں دیکھا، اس کے بعد مشعلیں روشن کرکے دیکھنے لگے کہ کہیں کوئی چھپا ہو اتو نہیں ہے۔ کچھ دیر کے لئے مشعلوں کو روشن رکھا پھر بجھادیا، اس کے بعد قندیلوں کو رسےّوں میں محکم باندھ دیا اور اس میں آگ روشن کرکے اوپر سے

١۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجا لدبن سعید نے مجھ سے اس روایت کو بیان کی ہے۔(طبری، ج٥،ص ٣٧١، ارشاد، ص ٢١٢، خوارزمی، ص ٢٠٨) طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا :جب مسلم نے یہ دیکھا کہ وہ سڑک پر تنہا رہ گئے ہیں تو ایک گھر کے دروازہ پر آکر بیٹھ گئے۔ وہاں سے ایک عورت نکلی تو مسلم نے اس سے کہا : "اسقینی" مجھ کو پانی پلاؤ تو اس خاتون نے پانی لاکر پلایا پھر وہ اندر چلی گئی اور مسلم وہیں مشیت الٰہی کے سہارے بیٹھے رہے پھر وہ نکلی تو دیکھا مسلم وہیں بیٹھے ہیں تو اس نے کہا : ائے بندہ خدا ! تیرا یہاں بیٹھنا شک وشبہ سے خالی نہیں ہے، تو اٹھ جا ! اس پر جناب مسلم نے کہا : میں مسلم بن عقیل ہوں کیا تو مجھ کو پناہ دے سکتی ہے ؟ اس خاتون نے جواب دیا: ہاں !اس خاتون کا بیٹا محمد بن اشعث کے موالی میں شمار ہوتا تھا جب بیٹے کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے جاکر محمد کو خبر دے دی اور محمد نے جا کر عبید اللہ کو خبر پہنچادی تو عبید اللہ نے وہاں اپنی پولس کے سربراہ عمرو بن حریث مخزومی کو بھیجا اور اس کے ہمراہ عبد الرحمن بن محمد بن اشعث بھی تھا۔ مسلم کو خبر بھی نہ ہوئی اور سارا گھر گھیر لیا گیا ۔(طبری ،ج٥، ص ٣٥٠) اس کے پیچھے اس کی فوج کا سربراہ حصین بن تمیم بھی آگیا۔

نیچے کی طرف رکھ دیا اور ہر گوشہ وکنار کو قندیلوں سے روشن کردیا یہاں تک کہ منبر کے اطراف کو بھی روشن کردیا ۔جب ہر طرح سے انھیں یقین ہوگیا کہ کوئی نہیں ہے تو ابن زیاد کو خبر دی کہ کوئی خطرہ نہیں ہے ۔ ابن زیاد نے فوراً اپنے کاتب عمرو بن نافع [1] کو حکم دیا کہ فوراً جا کر یہ اعلان کرے کہ حاکم ہر اس شخص کی حرمت سے دست بردار ہے جو نماز عشاء مسجد کے علاوہ کہیں اور پڑھے ،خواہ وہ پولس ہو یا عرفاء ،صاحبان شرف ہوں یا جنگجو۔ اس خطرناک اور تہدید آمیز اعلان کا اثر یہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے مسجد لوگوں سے چھلکنے لگی۔ ایسے موقع پر حصین بن تمیم تمیمی [2] جو اس کے نگہبانوں کا سردار تھا اس نے ابن زیاد سے کہا : اگر آپ چاہیں تو خود نماز پڑھائیں یا کسی دوسرے کو بھیج دیں جو نماز پڑھادے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ آپ کے بعض دشمن آپ پر حملہ نہ کردیں ! اس پر ابن زیاد نے کہا : میرے محافظین ونگہبانوں سے کہو کہ جس طرح وہ میری حفاظت کے لئے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اس طرح نماز کی پہلی صف میں کھڑے ہوں اور تم ان سب پر نگاہ رکھو۔ اس کے بعد حکم دیا کہ باب سدّہ جو مسجد میں کھلتا تھا اور اب تک بند تھا اسے کھولا جائے پھر ابن زیاد اپنے گرگوں کے ہمراہ وہاں سے نکلا اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

۱۔ یہ وہی کاتب ہے جس نے یزید کو جناب مسلم کے قتل کے لئے خط لکھا تھا۔ اس نے خط لکھنے میں دیر لگائی تو ابن زیاد کو ناگوار لگا۔(طبری ،ج۵،ص ۳۸)

۲۔ابن زیاد نے اسے قادسیہ کی طرف اس فوج کو منظم کرنے کے لئے بھیجا تھا جو" خفان"،" قطقطانہ" اور" لعلع" کے درمیان تھی۔ (طبری ،ج۵،ص ۳۹۴) یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایلچی جناب قیس بن مسہر کو ابن زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے انہیں قتل کردیا ۔(طبری ،ج۵، ص ۳۹۵) اسی طرح عبداللہ بن بقطر کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ۔(طبری ،ج۵،ص ۳۹۸) یہی شخص حر کے ساتھ بنی تمیم کے ایک ہزار لوگوں کے ہمراہ قادسیہ سے آگے آگے تھا تاکہ امام حسین علیہ السلام کو گھیرے یہ کربلا میں پولس کا سربراہ تھا اور جناب حر کو قتل کرنے کے لئے اپنی فوج کو شعلہ ور کررہا تھا۔ (طبری، ج ۵ ،ص ۴۳۴)پسر سعد نے اس کے ہمراہ ۵۰۰ پانچ سو تیر انداز بھیجے تھے اوراس نے ان لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے اصحاب پر تیروں کی بارش کرنے کے لئے بھیجا۔ ان تیر اندازوں نے نزدیک سے تیروں کا مینہ برسادیا اور ان کے گھوڑوں کو پئے کردیا۔(طبری ،ج۵ ،ص ۴۳۷)جب امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ہنگام ظہر نماز کے لئے آمادہ ہورہے تھے تو اس نے حملہ کردیا ۔جناب حبیب بن مظاہر اس کے سامنے آئے اور اس کے گھوڑے پر تلوار سے حملہ کیا تو وہ اچھل کر زمین پر گر گیا۔ اس پر بدیل بن صریم عقفانی نے جناب حبیب کے سر پر اپنی تلوار سے ضرب لگائی اور بنی تمیم کے دوسرے سپاہی نے آپ پر نیزہ سے حملہ کیا پھر حصین بن تمیم پلٹ کر آیا اوراس نے تلوار سے آپ کے سر پر حملہ کیا اس کے اثر سے آپ زمین پر گر پڑے، وہاں ایک تمیمی آیا اور اس نے آپ کا سر کاٹ کر حصین کے ہاتھ میں دیا ۔ اس نے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا لیا اور لشکر پر حملہ کیا پھر قاتل کو لوٹادیا (طبری ،ج ۵،ص ۴۴۰) آخر کار جب امام حسین نہر فرات کے قریب آرہے تھے تو اس نے تیر چلایا جو آپ کے منہ پر لگا جس پر آپ نے اس کو بد دعا کی۔(طبری ،ج۵،ص ۴۴۹)

مسلم کی تنہائی کے بعد ابن زیاد کا خطبہ

نماز کے بعد ابن زیاد منبر پر گیا اور حمد و ثنا ے الٰہی بجالانے کے بعد بولا : امابعد جاہل اور بیو قوف ابن عقیل کو تم لوگوں نے دیکھا کہ اختلاف اور جدائی لے کر یہاں آیا۔ میں ہر اس شخص کی حرمت سے بری الذمہ ہوں ۔جس کے گھر میں ہم نے مسلم کو پا لیا اور جو بھی مسلم کو لے کر آئے گا اس کا خون بہا اسے دیدیا جائے گا ! اے بندگان خدا تقویٰ اختیار کرو ، اپنی طاعت و بیعت پر برقرار رہو اور اپنی حرمت شکنی کے راستے نہ کھولو ۔

اس کے بعد سپاہیوں کے سربراہ حصین بن تمیم کی طرف رخ کیا اور کہا : اے حصین بن تمیم ! ہشیار ہو جا اگر شہر کوفہ کا کوئی دروازہ بھی کھلا یا یہ مرد اس شہر سے نکل گیا اور تو اسے نہ پکڑ سکا تو یہ دن تیری ماں کے لئے عزا کا دن ہو گا ! ہم نے تجھے کوفیوں کے سارے گھر کو سونپ دیا ہے، تو آزاد ہے، جس گھر میں چاہے جا کر تلاش کر لہٰذا تو فوراً شہر کوفہ کے دروازوں پر نگہبانوں کو لگا دے اور کل صبح سے وقت کے ساتھ گھروں کی تلاشی لے اور ٹوہ میں لگ جا یہاں تک کہ اس مرد کو میرے سامنے پیش کرے۔

ابن زیاد مسلم کی تلاش میں

اس آتشیں تقریر کے بعد ابن زیاد منبر سے نیچے آگیا اور محل کے اندر چلا گیا اس کے بعد عمرو بن حریث مخزومی [1] کے ہاتھ میں ایک پرچم دے کر اسے اپنے اطرافیوں اور کارکنوں کا سربراہ بنا دیا [2] اور اپنی

۱۔ یہ وہی شخص ہے جس نے نہاوند کی فتح کے بعد مسلمانوں کے غنائم جو لولو و مرجان اور یاقوت و زمّرد سے بڑے بڑے ٹوکروں پر مشتمل تھے غنائم کے منشی سائب بن اقرع ثقفی کو دھوکہ دے کر دو ہزار درہم میں خرید لیا۔ اس کے بعد اسے لیکر سرزمین کفر میں پہنچا اور اسے چالیس لاکھ میں بیچا۔ اس طرح ۲۱ھ میں یہ عرب کے سرمایہ داروں میں شمار ہونے لگا ، یہ کوفہ میں سعید بن عاص کا جانشین تھا اور ۳٤ھ میں یہ لوگوں کو عثمان کے سلسلہ میں تحرک سے روکتا تھا۔(طبری، ج٤ ،ص ۳۳۲) ۵۱ ھمیں یہ کوفہ میں زیاد بن سمیہ کا جانشین تھا ۔ اس نے جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف گواہی دی تو ان کے ساتھیوں نے ان پر پتھراو کردیا۔(طبری، ج۵، ص ۲۵٦ ، ۲٦۸) یہ ایک مدت اہل مدینہ کا سربراہ تھا۔ ٦٤ ھمیں یہ کوفہ میں ابن زیاد کا جانشین تھا ۔جب یزید ہلاک ہوگیا اور ابن زیاد نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا تو اس نے ابن زیاد کی پیروی کی اور لوگوں کو ابن زیاد کی طرف دعوت دینے لگا۔ اس وقت کوفیوں نے اس پر پتھراؤ

کردیا،(طبری، ج۵ ،ص ۵۲٤) اس کو محل سے نکال دیا(طبری ،ج۵،ص ۵٦۰) اور اسے معزول کردیا۔ ٦٦ھ میں یہ مختار کے انقلاب میں شریک ہو گیا۔ (طبری ،ج ۵، ص ۳۰) کوفہ میں اس کا ایک حمام بھی تھا۔(طبری، ج٦، ص ٤۸) عبد الملک نے اسے ۷۱ھ میں اپنے مقربین میں شامل کرلیا۔(طبری ،ج٦، ۳۷٦) اس نے مسلم بن عقیل کے لئے پانی لانے سے انکار کردیا اور ابن زیاد کے سامنے جناب زینب کی سفارش نہیں کی۔ (طبری، ج۵،ص ٤۵۷) مگر یہ قریش کی غیرت تھی جس نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ۔۸۵ ھمیں اسے موت آگئی۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت "ذیل المذیل" ص ۵۲۷، طبع سویڈن کے مطابق اس کی عمر ۱۲ سال تھی۔

نیابت میں اسے حکم دیا کہ مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کے امور کو حل وفصل کرے۔

عبید اللہ کے خلاف جناب مسلم کے قیام کی خبر پورے کوفہ میں پھیل چکی تھی۔ جناب مختار کو بھی جو کوفہ کے نزدیک ایک گاؤں میں زندگی بسر کر رہے تھے جسے "لقفا" کہتے ہیں اور آپ جناب مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے بعد اس گاؤں میں لوگوں سے جناب مسلم کے لئے بیعت لے رہے تھے، انہیں نصیحتیں کر رہے تھے اور لوگوں کو آپ کی فرمانبرداری کی دعوت دے رہے تھے، جیسے جناب مسلم کی غربت وتنہائی کی خبر ملی اپنے دوستوں، غلاموں اور ہم فکروں کے ہمراہ ان کی مدد کے لئے روانہ ہوگئے۔

غروب آفتاب کا وقت تھا کہ مختار مسجد کوفہ کے باب الفیل کے پاس آکر رکے۔ اپنے راستے میں عمرو بن حریث کے پاس وہ پرچم امان دیکھا جسے عبید اللہ نے جناب مسلم کے ساتھیوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس کے ہاتھوں سونپا تھا۔

جب مختار باب الفیل کے پاس تھے کہ وہاں سے ہانی بن ابی حیہ وداعی کا گذر ہوا۔[۱] اس نے مختار سے کہا: تم یہاں کس لئے کھڑے ہو؟! نہ تو لوگوں کے ساتھ ہو نہ ہی اپنے راستہ پر ہو؟ اس پر مختار نے کہا: تم لوگوں کی عظیم غلطی اور خطا پر میرے افکار متزلزل ہیں۔

ہانی بن ابی حیہ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ خود کو قتل کروانا چاہتے ہو۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے آگے بڑھ کر عمرو بن حریث کے پاس گیا اور اسے اس واقعہ سے خبر دار کردیا۔[۲]

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید نے یہ روایت کی ہے۔(طبری، ج ۵، ص ۳۷۱، ۳۷۳)

۱۔اس کا شمار انہیں لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف گواہی دی تھی(طبری، ج۵، ص ۲۷۰) نیز یہ ان لوگوں میں سے ایک ہے جو جناب مسلم اور جناب ہانی کے سر کو لے کر یزید کے پاس گئے تھے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۸) ٦٤ھ میں یہ شخص ابن زبیر کے عہد حکومت میں مکہ میں مختار سے ملا اور اسے مختار سے معلوم ہوا کہ وہ کوفہ پلٹنے والے ہیں اور وہاں سے حملہ کرنے والے ہیں تو اس نے مختار کو گمراہ کن فتنے سے ڈرایا۔(طبری، ج ۵، ص ۵۷۸) ۲۔طبری، ج ۵ ص، ۵٦۹، ابو مخنف نے نضر بن صالح سے نقل کیا ہے۔

مختار کا نظریہ

عبد المرحمن بن ابی عمیر ثقفی[۱] کا بیان ہے کہ میں عمرو بن حریث کے پاس بیٹھا تھا کہ ہانی بن ابی حیہ مختار کی سنانی لیکر پہنچا ۔ابن حریث نے مجھ سے کہا : اٹھو اور اپنے چچا سے کہو کہ مسلم بن عقیل کو نہیں معلوم ہے کہ تم کہاں ہو اور اپنی حرمت شکنی کے لئے راستہ نہ کھو لو۔ میں اٹھا کہ انہیں جا کر لاؤں اس پر زائدہ بن قدامہ بن مسعود[۲] اٹھا اور اس نے کہا کہ وہ مختار کو لائے گا لیکن اس شرط پر کہ وہ امان میں ہوں ۔ عمرو بن حریث نے کہا :

میری جانب سے وہ امن میں ہیں اور اگر بات امیر عبید اللہ بن زیاد تک پہنچی تو میں اس کے سامنے کھڑے ہو کر مختار کے حق میں گواہی دوں گا اور بہترین طریقہ سے سفارش کروں گا ۔

اس پر زائدہ بن قدامہ نے کہا : ایسی صورت میں انشاء اللہ خیر کے علا وہ کچھ بھی نہیں ہے ۔

عبد الر حمن کا بیان ہے کہ میں نکلا اور میرے ہمراہ زائدہ بھی مختار کی طرف نکلا ۔ ہم دونوں نے مختار کو خبر دی اور انہیں قسم دی کہ اپنے لئے مشکل کھڑی نہ کریں اور حرمت شکنی کا راستہ نہ کھو لیں ۔ اس پر وہ ابن حریث کے پاس آئے، سلام کیا اور اس کے پرچم تلے رات بھر بیٹھے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی ۔[۳]

---

۱ ۔٦٧ھ میں یہ مختار کے قیام میں شریک تھے ۔ (طبری، ج٦، ص ۹۸) ظاہر یہ ہے کہ یہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عثمان ثقفی ہے جو معاویہ کی بہن ام حکم کا بیٹا ہے، جسے معاویہ نے ۵۸ھ میں کوفہ کا عامل بنایا تھا ۔ یہ عہدہ معاویہ نے ضحاک بن قیس کے بعد اسے دیا تھا ۔ اس کی پولس کا سربراہ زائدہ بن قدامہ ثقفی تھا (طبری، ج۵، ص ۳۱۰) اور اس سے پہلے ۵۱ھ میں یہ موصل میں معاویہ کا عامل تھا ۔ اسی نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ عثمان کے قتل کا قصاص لے رہا ہے جناب عمرو بن حمق خزاعی کو مرض کے عالم میں قتل کر دیا تھا ۔ (طبری، ج۵، ص ۲٦۵) اس کی بری سیرت کی وجہ سے اہل کوفہ نے اس کو مطرود کر دیا تو یہ اپنے ماموں معاویہ سے ملحق ہو گیا ۔ اس نے اس کو مصر کا والی بنا دیا ۔ وہاں سے بھی اس کو نکال بھگایا گیا تو وہ معاویہ کے پاس لوٹ گیا (ج۵، ص ۳۱۲) اور اگر اس کی یزید سے رشتہ داری نہ ہوتی تو ابن حریث اس کو کوئی فائدہ نہ پہونچاتا ۔

۲ ۔ مقدمہ میں اس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے، رجوع کریں ۔

۳ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے: نضر بن صالح نے عبد الرحمن بن ابی عمیر ثقفی کے حوالے سے مجھے یہ خبر دی ہے ۔ (طبری، ج۵، ص ۵۷۰)

ابو جناب کلبی کا بیان ہے کہ کثیر بن شہاب حارثی کی ملاقات ایک جوان سے ہوئی جو اسلحوں سے لیس تھا؛ جسے عبد الاعلی بن یزید کلبی کہتے ہیں ۔ ابن شہاب نے اسے گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا اور اس جواں مرد کی ساری داستان کہہ سنائی تو کلبی نے ابن زیاد سے کہا : میں نے تمہاری ہی طرف آنے کا ارادہ کیا تھا لیکن ابن زیاد نے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ یہ تم نے اپنا ارادہ بتایا ہے ؛ یہ کہنے کے بعد اس نے اسے قید کرنے کا حکم صادر کردیا اور لوگوں نے اسے قید کردیا۔ (۱)

دوسری صبح

دوسرے دن کا سورج افق پر طلوع ہوا اور اپنے ساتھ داستانوں کا لشکر لے کر آیا ۔ صبح ہوتے ہی ابن زیاد اپنے دربار میں آکر بیٹھا اور لوگوں کو آنے کی اجازت دی تو لوگ دربار میں داخل ہونے لگے۔ انہیں داخل ہونے والوں میں محمد بن اشعث بھی تھا۔ ابن زیاد بولا : آفرین اور مرحبا! اس شخص پر جو اپنے امیر سے نہ تو خیانت کرتا ہے اور نہ ہی مورد تہمت واقع ہوتا ہے ۔ یہ کہہ کر اسے اپنے پہلو میں جگہ دی ۔

ادھر دوسرے دن صبح نیک شرست جناب مسلم کو پناہ دینے والی ضعیفہ کا لڑکا بلال بن اُسید عبد الرحمن بن محمد بن اشعث کے پاس آیا اور ساری روداد سنادی کہ مسلم بن عقیل اس کے گھر میں اس کی ماں کی پناہ میں ہیں ۔ عبد الرحمن وہاں سے فوراً اپنے باپ کے پاس آیا جو ابن زیاد کے پاس موجود تھا اور آہستہ آہستہ سب کچھ سنا دیا۔ اس سرگوشی کو جب ابن زیاد نے دیکھا تو اس نے کہا : یہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟ محمد بن اشعث بولا : اس نے مجھ کو ابھی ابھی خبر دی ہے کہ مسلم ابن عقیل ہمارے ہی قبیلہ کے ایک گھر میں پناہ لئے ہوئے ہیں ۔ ابن زیاد نے اپنی چھڑی کی نوک اس کے پہلو میں چبھائی اور بولا : اٹھو اور ابھی اسے لے کر یہاں آؤ! (۲)

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جناب کلبی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۶۹)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ روایت مجالد بن سعید نے مجھ سے بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۳۷۱، الاشاد، ص ۲۱۳، تذکرۃ الخواص، ص ۲۰۸)

محمد بن اشعث جناب مسلم کے مقابلے میں

ابن زیاد نے عمرو بن حریث کے پاس ایک آدمی کو بھیجا جو اس وقت مسجد میں اس کا جانشین تھا کہ فوراً قبیلہ قیس کے ساٹھ یا ستر آدمیوں کو ابن اشعث کے ساتھ روانہ کرے۔ ابن زیاد کو یہ ناپسند تھا کہ ابن اشعث کے قبیلہ کے لوگ اس کے ہمراہ جائیں[1] کیونکہ اسے معلوم تھا کہ تمام قبیلوں کو یہ ناپسند ہے کہ وہ مسلم ابن عقیل جیسی شخصیت کے مدمقابل آئیں۔ عمرو بن حریث نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً عمرو بن عبیداللہ بن عباس سلمی کی سربراہی میں قبیلہ قیس کے ساٹھ یا ستر آدمیوں کو ابن اشعث کے ہمراہ روانہ کیا۔ ان سب نے اس گھر کو محاصرہ میں لے لیا جس میں جناب مسلم موجود تھے۔

جناب مسلم کا ابن اشعث سے جہاد

جب گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا اور سپاہیوں کی آواز جناب مسلم کے کانوں میں پہنچی تو آپ سمجھ گئے کہ لشکر آگیا ہے لہٰذا نیام سے شمشیر کو باہر نکالا اور فوراً مقابلہ کے لئے باہر آگئے۔ ان لوگوں نے گھر پر حملہ کر دیا لیکن جناب مسلم نے اس گھر کا دفاع کرتے ہوئے ان پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ وہ تاب نہ لا کر پیچھے ہٹ گئے۔ جب وہ پھر آگے بڑھے تو جناب مسلم نے پھر ویسا ہی حملہ کیا۔ اسی اثنا میں بکیر بن حمران احمری شامی نے آپ کے رخسار پر ضرب لگائی جس سے آپ کے اوپر والے ہونٹ کٹ گئے اور تلوار نچلے ہونٹ کو زخمی کر گئی جس سے آپ کے آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ ادھر جناب مسلم نے بھی مرگبار تلوار اس کے سر پر چلائی اور ایک دوسری تلوار اس کے شانے کے نیچے ماری کہ قریب تھا کہ اس کے شکم میں چلی جائے۔

۱۔ لیکن خود ابن اشعث کو بھیجنے کا سبب شاید یہ ہو کہ اس کے جانے کی وجہ سے مسلم خود اسی کے خاندان کی کنیز (طوعہ جس کا بیٹا بلال ہے) کے گھر سے نکلیں گے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد کس طرح عشائر اور بادیہ نشین لوگوں کے امور سے آگاہ تھا اور کسی طرح ان سے اپنے مقاصد کو حل کرتا تھا۔

آگ اور پتھر کی بارش

جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ مسلم کی حالت یہ ہے توگھروں کی چھتوں سے پتھر پھینکنا شروع کردیا اور اس یکّہ و تنہا سفیر حسینی پر آگ کے شعلہ برسانے لگے ۔جناب مسلم نے جب یہ حالت دیکھی تو تلوار کھینچ کر مقابلے میں آگئے اور ان سے نبرد آزما ہوگئے۔ اسی وقت محمد بن اشعث آیا اور کہنے لگا : اے جوان! تیرے لئے امان ہے لہذا تو خود کو قتل کرنے کا سامان فراہم نہ کر!جناب مسلم اپنے جہاد کو جاری رکھتے ہوئے رزمیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اقسمت لاأُقتل الاحرّا

وان رایت الموت شیئاًنکرا

میں نے قسم کھائی ہے کہ میں آزادی کے ساتھ قتل کیا جاؤں گا ۔ اگرچہ موت کو میں بری چیز سمجھتا ہوں ۔

کل امریء یوماً ملاق شرا

و یخلط البارد سخناًمرّاً

ہر انسان ایک دن شر میں گرفتار ہوتا ہے اور زندگی کی سختی و گرمی آرام و آسائش سے آمیختہ ہے ۔

ردّ شعاع النفس فاستقر[1]

أخاف أن أکذب أوأ غرّا

خوف وہراس کو اپنے سے دور کرو تاکہ ہمیشہ زندہ و پائندہ رہو ۔مجھے تو اس کا خوف ہے کہ یہ قوم مجھے جھوٹا وعدہ دے کر دھوکہ دینے کے درپے ہے۔

۱۔ہمارے پاس طبری اور غیر طبری کا جو نسخہ موجود ہے اس میں شعاع النفس کی جگہ شعاع الشمس موجود ہے ۔ شیخ سماوی نے ابصار العین ص ۴۹پر ذکر کیا ہے کہ یہ رد و بدل اس کی جانب سے ہے جو شعاع النفس کے معنی نہیں جانتا ہے اور یہ تصور کرتا ہے کہ شعاع الشمس زیادہ بہتر ہے جب کہ شعاع النفس سے مراد جان کا خوف ہے۔ عرب یہ کہا کرتے ہیں :"مارت نفسہ شعاعا "یعنی اس کی جان سورج کی کرنوں کی طرح جدا ہوگئی۔یہ جملہ اس وقت کہاجاتا ہے جب خوف بہت شدید ہو؛ کیونکہ شعاع کے معنی ہی یہ ہیں کہ کوئی چیز کسی سے دقت کے ساتھ جدا ہوجائے۔یہی معنی شعر میں بھی استعمال ہوا ہے"أقول لھا و قد طارت شعاعا من الأبطال ویحك لا تراعی"اس شعر میں شعاع کا مطلب یہ ہے کہ خوف کے بعد دل ٹھہر گیا ۔

فریب امان اور گرفتاری

محمد بن اشعث نے حضرت مسلم سے کہا: تم سے جھوٹ نہیں بولا جارہا ہے نہ ہی تم کو فریب اور دھوکہ دیا جارہا ہے، یہ لوگ تو تمہارے چچا ہی کی اولاد ہیں نہ کہ تمہارے قاتل اور تم سے لڑائی کرنے والے۔دوسری طرف سنگ باری نے جناب مسلم کو بے حد زخمی کر دیا تھا اور آپ لڑتے لڑتے تھک چکے تھے۔ لہٰذا اسی گھر کی دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔ محمد بن اشعث نے آپ کے پاس آکر کہا: آپ کے لئے امان ہے۔ جناب مسلم نے اس سے پوچھا: آمن انا ؟ کیا واقعاً میں امان میں ہوں ؟ محمد بن اشعث نے جواب دیا: ہاں، اور ابن اشعث کے ہمراہ پوری فوج نے کہا: ہاں ہاں تم امان میں ہو تو جناب مسلم نے کہا: "أما لولم تؤمّنونی ما وضعت یدی فی أیدیکم "اگر تم لوگوں نے مجھے امان نہیں دیا ہوتا تو میں کبھی بھی تمہارے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ نہ دیتا۔ (اس جملہ سے ان لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ مسلم امان پر راضی ہو چکے ہیں) اس کے بعد وہ لوگ ایک خچر لے کر آئے اور جناب مسلم کو اس پر سوار کیا اور سب ان کے اطراف جمع ہوگئے اور ان کی گردن سے تلوار نکالی۔یہ دیکھ کر گویا جناب مسلم خود سے مایوس ہوگئے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ نے فرمایا: "ھذا اول الغدر" یہ سب سے پہلا دھوکہ ہے۔

محمد بن اشعث بولا: امید ہے کہ آپ کو کوئی مشکل نہ ہوگی۔ جناب مسلم نے کہا: امید کے سوا کچھ نہیں ہے، تم لوگوں کا امان نامہ کہاں ہے !"انا للہ و انّا الیہ راجعون!" اور یہ کہہ کر رو پڑے۔ اس موقع پر عمرو بن عبید اللہ سلمی جو ایک دوسرے گروہ کا سربراہ تھا آپ سے مخاطب ہوکر بولا: بے شک اگر ایک شخص وہ چیز طلب کرے جس کے تم طلبگار تھے اور اس راہ میں اسے وہ مشکلات پیش آئیں جو تمہیں پیش آئی ہیں تو اسے رونا نہیں چاہیے۔

جناب مسلم نے فرمایا: "انی واللہ ما لنفسی ابکی "خدا کی قسم میں اپنے لئے نہیں رو رہا ہوں " ولا لھا من القتل أرثی" اور نہ ہی قتل ہونے کے خوف سے میں مرثیہ کناں ہوں؛ اگر چہ میں پلک جھپکتے تلف ہونا پسند نہیں کرتا تھا "ولکن أبکی لأھلی المقبلین الیّ" میں تو ان لوگوں پر آنسو بہا رہا ہوں جو میرے پیچھے آرہے ہیں۔ "ابکی لحسین و آل حسین (علیھم السلام)" میں تو حسین اور اولاد حسین پر آنسو بہا رہا ہوں۔

حضرت مسلم کی محمد بن اشعث سے وصیت

پھر حضرت مسلم علیہ السلام نے محمد بن اشعث کی طرف رخ کر کے فرمایا: "یاعبداللہ انّی أراک واللہ ، ستعجز عن أمانی، فھل عندک خیرتستطیع أن تبعث من عندک رجلاً علی لسانی یُبلغ حسیناً ، فا نی لا أراہ الا قد خرج الیکم مُقبلاً أو ھو خارج غداًھو وأھل بیتہ ، وان ما تری من جزع لذالک فیقول (الرسول) انّ ابن عقیل بعثن الیک وھو فی أید القوم أسیرلا یری أن یمش حتی یقتل وھو یقول : ارجع بأھل بیتک ، ولا یغرّک أھل الکوفة ! فانھم أصحاب ابیک الذی کان یتمنّی فراقھم بالموت أو القتل ! ان أھل الکوفہ کذبوک و کذبون ! ولیس لمِکذَّب رأی !" (۱)

اے بندہ خدا ! میں تو خدا کی قسم یہ دیکھ رہا ہوں کہ تو عنقریب مجھے امان دلانے سے عاجز ہو جائے گا ؛ کیا تجھ سے نیکی کی امید کی جاسکتی ہے ؟ کیا تم کسی ایسے شخص کو اپنی طرف سے بھیجنے کی قدرت رکھتے ہو جو میری زبانی حسین علیہ السلام کو پیغام پہنچادے ، کیونکہ میں یہ سمجھتاہوں کہ وہ تم لوگوں کی طرف آنے کے لئے آج نکل چکے ہو نگے یا کل نکل جائیں گے جبکہ ان کے ہمراہ ان کا پورا خاندان ہوگا۔ تم جو ان آنسوؤں کو دیکھ رہے تھے اس کا سبب یہی ہے ۔ وہ پیغام رساں جاکر امام حسین علیہ السلام یہ کہہ دے کہ ابن عقیل نے مجھے آپ کے پاس اس حال میں بھیجاہے کہ وہ گرفتار ہو چکے ہیں اور قدم بقدم شہادت کی طرف بڑھ رہے ہیں ۔ وہ اس عالم میں یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ پلٹ جایئے ! کہیں اہل کوفہ آپ کو دھوکہ نہ دے دیں کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جوآپ کے باباکے ساتھی تھے لیکن حضرت آرزو کرتے تھے کہ موت یا قتل کے ذریعہ ان سے جداہوجائیں ۔ اہل کوفہ نے آپ کو جھٹلایا اور مجھے بھی جھٹلایا اور جھوٹے شخص کی کوئی رائے اور کوئی نظر نہیں ہوتی ۔

اس پر محمد بن اشعث بولا: میں تمہارا پیغام ضرور پہنچاؤں گا اور ابن زیاد کو ضرور بتاؤں گا کہ میں نے تم کو امان دی ۔

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی نے اسے اپنے جد زائدہ سے ہمارے لئے روایت کی ہے۔ (طبری، ج۵،ص ۳۷۲) شرح حال، مقدمہ میں ملا حظہ ہو۔

مسلم قصر کے دروازے پر

محمدبن اشعث، ابن عقیل کو قصر کے دروازے تک لے کر آیا۔ اس وقت آپ بہت پیاسے تھے۔ ادھر محل کے دروازے پر لوگ بیٹھے اجازت کے منتظر تھے جن میں عمارۃ بن عقبہ ابی معیط ، عمرو بن حریث ، مسلم بن عمر و اور کثیر بن شہاب [۱] قابل ذکر ہیں ۔ وہیں پر ٹھنڈے پانی کا کوزہ رکھا ہوا تھا۔ جناب مسلم نے کہا :"اسقونی من هذا الماءٔ"مجھے تھوڑا سا پانی پلادو! تو مسلم بن عمرو باہلی بولا : تم دیکھ رہے ہو کہ یہ پانی کتنا ٹھنڈا ہے ! خدا کی قسم اس میں سے ایک قطرہ بھی تم کو نہیں پلایا جائے گایہاں تک کہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں کھولتا ہوا پانی تمہارے نصیب ہو۔

جناب مسلم نے کہا :" ویحک من انت ؟" وا ے ہو تجھ پر تو کون ہے؟

اس نے کہا : میں اس کا فرزند ہوں [۲] کہ جب تم نے حق ے انکار کیا تو اس نے اس کو پہچان لیا اور جب تم نے اپنے امام حاکم سے ناسازگاری کا مظاہرہ کیا تو اس نے خیر خواہی کی اور جب تم نے اس کی نافرمانی اور مخالفت کی تو اس نے اس کی فرمانبر داری اور اطاعت کی ! میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں ۔ جناب مسلم :" لأمّک الثکل! ما أجفاک و مأافظّک و أقسیٰ قلبک و أغلظک ! أنت یابن باهله أولیٰ با لحمیم والخلود فی نار جهنم منّی "

تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے! تو کتنا جفاکار، خشن ، سخت دل اور بے رحم ہے ۔ اے فرزند باہلہ! جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ اور اس میں ہمیشگی تجھ پر زیب دیتی ہے نہ کہ ہم پر۔

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ جعفر بن حذیفہ طائی نے اس روایت کو بیان کیا ہے اور سعید بن شیبان نے حدیث کی تعریف کی ہے۔(طبری ،ج ۵، ص ۳۷۵)

۲۔کتابوں میں یہی جملہ موجود ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ میں وہ ہوں ... کیونکہ مسلم بن عمرو باھلی نے اپنے باپ کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ اپنی تعریف و تمجید کی ہے ۔

پھر آپ محل کی دیوار پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ یہ حال دیکھ کر عمرو بن حریث مخزومی نے اپنے غلام سلیمان کو بھیجا اور وہ کوزہ میں پانی لے کر آیا۔ [1]

اس کے اوپر ایک رومال اور ساتھ میں ایک پیالہ بھی تھا۔ اس نے پیالہ میں پانی ڈال کر جناب مسلم کو پینے کے لئے دیا لیکن جب بھی آپ پانی کو منھ سے لگاتے پیالہ خون سے بھر جاتا۔ جب تیسری بار پیالہ خون سے بھر گیا اور پیتے وقت اس میں آگے کے دو دانت گر گئے تو حضرت مسلم نے فرمایا: " الحمد للہ! لو کان لی من المرزق المقسوم شربتہ"[2] اگر یہ پانی میرے رزق میں ہوتا تو میں اسے پی لیتا۔

اس کے بعد ابن اشعث نے اجازت چاہی تو اسے دربار میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ اپنے ہمراہ وہ حضرت مسلم کو بھی ابن زیاد کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا لیکن حضرت مسلم نے اسے امیر کے عنوان سے سلام نہیں کیا۔ نگہبان نے کہا: تم امیر کو سلام کیوں نہیں کرتے۔

۱۔ ابو مخنف نے یہاں سے قدامہ بن سعید کی روایت کو کاٹ دیا ہے تاکہ سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ ابن ابی معیط سے حدیث بیان کریں کہ اس نے اپنے غلام قیس کو پانی لانے کے لئے روانہ کیا تھا اور وہ کوزہ آب لے کر آیا جبکہ روایت ظاہر میں قدامہ کی روایت کی طرف پلٹتی ہے اور ہم نے قدامہ بن سعید کی روایت کو جو اس نے اپنے جد زائدہ بن قدامہ ثقفی سے بیان کی ہے ترجیح دی ہے کیونکہ سعید بن مدرک جعل حدیث کے جرم میں متہم ہے، مثال کے طور پر اس نے اپنے جد عمارہ کی فضیلت میں حدیث گڑھی ہے جبکہ قدامہ کی روایت میں اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اس نے اسی روایت میں پانی لانے کے ذکر کو اپنے جد قدامہ سے منسوب نہیں کیا ہے جبکہ وہ وہاں موجود تھا بلکہ اس کی نسبت عمرو بن حریث کی طرف دی ہے اور عمرو بن حریث کی دو خصوصیت ہے؛ ایک تو اس نے مختار کے سلسلہ میں نرمی سے کام لیا کیونکہ ابن زیاد کے سامنے ایسی گواہی دی کہ مختار کو قتل سے نجات مل گئی۔ دوسرے موقع پر اس نے اس وقت ابن زیاد کے سامنے حضرت زینب کی سفارش کی جب وہ آپ کو مارنے کے لئے کمر ہمت باندھ چکا تھا۔ اگرچہ اس کا یہ عمل قریشی غیرت و حمیت کی بنیاد پر تھا لیکن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی تو اہل بیت علیہم السلام کا سخت دشمن ہے۔ مقدمہ میں اس کے حالات گذر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ کیجئے۔ شیخ مفید ارشاد، ص ۲۱۵، اور خوارزمی نے ص ۲۱۰ پر اسی نظر کو اختیار کیا ہے لیکن سماوی نے ص ۴۵ پر دونوں خبروں کو جمع کر کے یہ کہا ہے کہ دونوں نے پانی لانے کو بھیجا تھا جب کہ یہ غلط ہے۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے قدامہ بن سعید نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۷۵)

جناب مسلم نے کہا: "ان کان یرید قتلی فما سلامی علیه وان کان لا یرید قتلی فلعمری لیکثرن سلامی علیه" اگر یہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو پھر سلام کس لئے! اور اگر قتل نہیں کرنا چاہتا تو میری جان کی قسم میرا اس پر بہت بہت سلام ہو۔

ابن زیاد نے کہا: مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تم ضرور بالضرور قتل کئے جاؤ گے۔

مسلم: ایسا ہی ہوگا؟

ابن زیاد: ہاں ایسا ہی ہوگا

مسلم: تو پھر مجھے اتنی مہلت دے کہ میں کسی آشنا سے وصیت کر سکوں۔

عمر بن سعد سے مسلم کی وصیت

یہ کہہ کر جناب مسلم علیہ السلام عبیداللہ کے درباریوں کی طرف نگاہ دوڑانے لگے تو سعد کے بیٹے عمر پر نظر پڑی۔ اس سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا: "یا عمر! انّ بینی و بینک قرابۃ[1] ولی الیک حاجۃ وقد یجب لی علیک نجح حاجتی وھو سرّ" اے عمر! میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے اور تم سے مجھے ایک کام ہے جو راز ہے لہذا تم پر لازم ہے کہ میرے اس کام کو انجام دو۔

عمر سعد نے اس درخواست سے انکار کرنا چاہا تو عبیداللہ نے کہا: اپنے چچا زاد بھائی کی درخواست مت ٹھکراؤ۔ یہ سن کر عمر سعد اٹھا اور وہاں جاکر مسلم کے ہمراہ بیٹھا جہاں ابن زیاد بخوبی دیکھ رہا تھا۔ حضرت مسلم نے اس سے کہا: جب سے میں کوفہ میں آیا ہوں اس وقت سے لے کر اب تک سات سو (۷۰۰) درہم کا مقروض ہو چکا ہوں اس کو تم میری طرف سے ادا کر دینا۔

دوسری وصیت یہ کہ ہمارے جسد خاکی کو ان سے لے کر دفن کر دینا اور تیسری وصیت یہ ہے کہ حسین علیہ السلام کی طرف کسی کو روانہ کرکے انہیں کوفہ آنے سے روک دینا کیونکہ لوگوں کی مسلسل

۱۔ جناب مسلم اور عمر سعد کے درمیان ایک قرابت تو قریش ہونے کی بنیاد پر تھی اور ماں کی طرف سے آپ بنی زہرہ جو بنی سعد کا قبیلہ ہے، سے متعلق تھے ۔

درخواست اور مسلسل بیعت کے بعد میں نے ان کو لکھ دیا تھا کہ لوگ آپ کے ساتھ ہیں لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ وہ راستہ میں ہوں گے ۔ (۱)

۱۔ اشعث کے لڑکے سے وصیت کرنے کے بعد دوبارہ پسر سعد سے وصیت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ شاید ان میں سے کوئی یک خبر پہنچادے۔

مسلم علیہ السلام ابن زیاد کے رو برو

وصیت کے بعد ابن زیاد جناب مسلم سے مخاطب ہوا اوربولا : اے عقیل کے فرزند ! لوگوں کے کام اچھے سے چل رہے تھے اور سب ہمدل اور متحد تھے، تم نے ان کے شہر میں داخل ہوکر انھیں پراکندہ کردیا ، اختلاف اور کشمکش کا بیج ان کے درمیان ڈال دیا اور انھیں ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا ؛ سچ بتاؤ ! یہ عمل تم سے کیوں سرزد ہوا ؟

حضرت مسلم نے جواب دیا :"کلا لست آتیت و لکن أہل المصر زعموا أن أباک قتل خیارھم و سفک دماء ھم و عمل فیھم أعمال کسری و قیصر فأتینا ھم لنأمر با لعدل و ندعوا الی حکم الکتاب"ہرگز ایسا نہیں ہے، میں خود سے نہیں آیا ہوں بلکہ اس شہر کے لوگوں کو اس بات کا یقین ہے کہ تیرے باپ نے ان کے نیک بزرگوں کو قتل کیا ، ان کا خون بہایا ہے اوران کے درمیان قیصر و کسریٰ کے بادشاہوں جیسا سلوک کیا ہے لہذا ان لوگوں نے ہم کو دعوت دی تاکہ ہم یہاں آکر عدل و انصاف قائم کریں اور حکم خدا کی طرف دعوت دیں ۔

عبیداللہ : اے خدا کے نا فرمان بندے !تجھے ان سب چیزوں سے کیا مطلب جب تو مدینہ میں بیٹھا شراب پی رہا تھا تو ہم ان کے درمیان عدالت اور کتاب خدا کے حکم کی بنیاد پر حکومت کر رہے تھے۔

مسلم :" أنا أشرب الخمر ! واللہ ان اللہ لیعلم أنک غیر صادق وأنک قلت بغیر علم وأنلست کما ذکرت وانّ أحق بشرب الخمر منّی و أولیٰ بھا من یلغ فی دماء المسلمین و لغاً فیقتل النفس الت حرّم اللہ قتلھاو یقتل النفس بغیر النفس و یسفک الدم الحرام و یقتل علی الغضب والعداوۃ و سوء الظن ویلھو و یلعب کأنّ لم یصنع شیئاً"

میں شراب پی رہا تھا ! خدا کی قسم خدا جانتا ہے کہ تو سچا نہیں ہے اور تو نے علم ودانش کے بغیر یہ جملہ کہا ہے؛ میں ویسا نہیں ہوں جیساتونے ذکر کیا ہے ، شراب خوار اور مست تووہ ہے جو مسلمین کے خون سے آغشتہ ہے، جو ایسے نفوس کو قتل کرتا ہے جنہیں قتل کرنے سے اللہ نے روکا ہے اور جو بے گناہ لوگوں کو قتل کیا کرتا ہے ، حرام خون کے سیلاب بہاتا ہے اور غصہ ، دشمنی اور بد گمانی کی بنیاد پر لوگوں کو قتل کیا کرتا ہے، لھو ولعب وعیش ونوش میں مشغول رہتا ہے اور اس طرح زندگی گذارتا ہے جیسے کوئی خیانت اور بیہودگی انجام ہی نہ دی ہو ؛ایسے شخص پر شراب خواری زیب دیتی ہے نہ کہ ہم پر ۔

ابن زیاد : اے فاسق !یہ تیری ہوی و ہوس ہے جسے خدانے تیرے لئے قرار نہیں دیا؛بلکہ تیری اس آرزو کے درمیان حائل ہوگیا اور تجھے اس کا اہل نہیں سمجھا ۔

مسلم : "فمن أهله ؟ یابن زیاد ! "اے ابن زیاد ! تو پھر اس کا اہل کون ہے ؟

ابن زیاد : امیر المومنین یزید اس کے اہل ہیں ۔

مسلم : "الحمد لله علی كل حال ، رضینا با لله حكماً بیننا و بینكم" خدا کا ہر حال میں شکرگذار ہوں اور اس پر راضی ہوں کہ وہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے ۔

ابن زیاد : ایسی باتیں کررہے ہو کہ گویا قوم وملت کی پیشوائی اور ان پر حکومت تمہارا حق ہے ۔

مسلم :" والله ما هو با لظن ولكنه الیقین" خدا کی قسم اس میں ذرہ برابر گمان نہیں بلکہ یقیناً یہ ہمارا ہی حق ہے۔

ابن زیاد : اللہ مجھکو قتل کردے اگر میں تم کو اس طرح قتل نہ کروں جس طرح پورے اسلام کی تاریخ میں اب تک کسی کو قتل نہیں کیا گیا ہے۔

مسلم :"أما انک لاتدع سوء القتلة و قبح المثله و خبث السیرة و لؤم الغلبة ولا أحد من الناس أحق بھا منک" ہاں !بے دردی سے قتل کرنے ،بری طرح جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے ، خبیث اور پلید سرشت اور ملامت آمیزعادت کی کثرت کو تم کبھی نہ ترک کرنا تیرے علاوہ ایسا برا کام کوئی انجام بھی نہیں دے سکتا ہے۔ اوباشوں کا ہتھیار گالی ہے لہٰذا حضرت مسلم علیہ السلام کی عقل آفرین گفتگو اور اپنی قلعی کھلنے کے بعد سمیہ [۱] کے فرزند کو جب کوئی جواب نہیں ملا تو اس نے امام حسین ، حضرت علی اور جناب عقیل کو گالیاں دینا شروع کر دیا ۔

حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت

پھر ابن زیاد بولا : اسے محل کی چھت پر لے جاؤاور اس کی گردن مار دو ، اس کے بعد اس کے جسد کو زمین پر پھینک دو ۔یہ وہ موقع تھاجب جناب مسلم نے اشعث کے لڑکے کو مخاطب کر کے فرمایا : " یابن الاشعث اماواللہ لولاانک آمنتنی ما استسلمت ، قم بسیفک دونی فقد أخفرت ذمتک" [۲] اے اشعث کے فرزند! خدا کی قسم اگر تو نے امان دینے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو میں جنگ سے کبھی بھی دست بردار نہ ہوتا لہٰذا اب اٹھ اور جسے وعدۂ امان دیا ہے اس کاجواں مردی کے ساتھ دفاع کر کیونکہ تیری حرمت اور تیرے حقوق پامال کئے جارہے ہیں ۔

یہ سنتے ہی محمد بن اشعث آگے بڑھا اور ابن زیاد کے پاس آکر جناب مسلم کے زخمی ہونے ، بکیر بن حمران پر حملہ کرنے اور اپنے امان دینے کا سارا واقعہ ابن زیاد سے کہہ سنایا اور اس بات کی بھی صراحت کی کہ میں نے انہیں امان دی ہے؛ لیکن عبید اللہ بن زیاد بولا : تمہارے امان دینے سے کیا ہوتا ہے،کیا ہم نے تمہیں امان دینے کے لئے بھیجا تھا ؟ہم نے تو تم کو فقط اس لئے بھیجا تھاکہ تم اسے لے آؤ ۔یہ سن کر محمد بن اشعث خاموش ہوگیا ۔ [۳]

---

۱ ۔"سمیہ "زیاد کی ماں زمانہ جاہلیت میں برے کاموں کی پرچم دار تھی۔ ابو سفیان اور دوسرے مردوں نے اس سے زنا کیا جسکے نتیجہ میں زیاد کا وجود دنیا میں آیا ۔باپ کے سلسلہ میں اختلاف شروع ہوایہاں تک کہ نوبت قرعہ پر آئی۔ تیروں کو پھینک کر قرعہ کیا گیاتو قرعہ ابو سفیان کے نام نکلا لیکن ہمیشہ اسے بن زیادبن سمیۂ ہی کے نام سے یاد کیا گیا یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے باپ سے نسبت دیتے ہوئے اسے اپنا بھائی قرار دیا جو دین اور عرف کی نظر میں معاویہ کا ایک بد ترین عمل تھا ۔

۲ ۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سعید بن مدرک بن عمارہ نے اپنے جد عمارہ بن عقبۃ بن ابی معیط کے حوالے سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے ۔(طبری ،ج۵،ص ۳۷۶)

۳ ۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ جعفر بن حذیفہ طائی نے مجھ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔(طبری ،ج۵،ص ۳۷۵)

پھر ابن زیاد بولا: کہاں ہے وہ شخص جس کے سر اور شانے پر ابن عقیل نے ضرب لگائی تھی؟ یہ کہہ کر اسے بلایا اور اس سے یوں مخاطب ہوا: اسے لے کر اوپر جاؤ اور اس کا سر قلم کرکے اپنا انتقام لے لو! یہ سنتے ہی بکیر احمری "حضرت مسلم" کو لے کر محل کی چھت پر اس حالت میں آیا کہ آپ کی زبان پر تکبیر (اللہ اکبر) واستغفار (استغفر اللہ...) تھا اور آپ ملائکہ الٰہی اور خداوند عالم کے رسولوں پر درود و سلام بھیج رہے تھے اور بار بار زبان پر یہ فقرے جاری ہو رہے تھے: "اللھم احکم بیننا و بین قوم غرّونا و کذّبونا و أذلّونا" خدایا! ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں دھوکہ دیا، ہمیں جھٹلایا اور ذلیل کیا!

بکیر بن حمران احمری آپ کو چھت کے اس حصہ کی طرف لے گیا جو اس وقت قصابوں کی جگہ تھی[1] اور وہیں پر آپ کا سر قلم کرکے آپ کو شہید کر دیا۔ سر کاٹنے کے بعد اسے نیچے پھینک دیا اور اس کے فوراً ہی بعد جسم کو بھی نیچے ڈال دیا۔

قتل کرنے کے بعد بکیر بن حمران احمری جس نے ابھی ابھی جناب مسلم کو شہید کیا تھا نیچے اترا تو ابن زیاد نے اس سے پوچھا: اسے قتل کر دیا؟ بکیر نے کہا: ہاں۔

ابن زیاد نے سوال کیا: جب تم اسے اوپر لے جا رہے تھے تو وہ کیا کہہ رہا تھا؟

بکیر: وہ تکبیر، تسبیح اور استغفار کر رہا تھا اور جب میں نے اس کو قتل کرنے کے لئے اپنے سے قریب کیا تو اس نے کہا: "اللھم احکم بیننا وبین قوم کذّبو نا وغرّوناوخذ لونا وقتلونا" خدا! تو ہی ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں جھٹلایا، دھوکہ دیا، تنہا چھوڑ دیا اور قتل کر دیا پھر ہم نے اس سے کہا: میرے نزدیک آ! جب وہ نزدیک آیا تو میں نے ایسی ضربت لگائی کہ وہ سنبھل نہ سکا پھر ہم نے دوسری ضربت میں اسے قتل کر دیا۔

۱۔ ارشاد میں ص ۲۱٦ پر شیخ مفید نے الحذائیین لکھا ہے یعنی جوتے والوں کی جگہ اور خوارزمی نے ص ۲۱٥ پر سوق القصابین لکھا ہے یعنی قصابوں کا بازار اور ص ۲۱٤ پر لکھا ہے کہ وہ جگہ جہاں بکریاں بیچی جاتی تھیں۔ طبری کی عبارت سے مذکورہ مطلب زیادہ قابل ترجیح ہے "الیوم" سے مراد ابو مخنف کا زمانہ ہے کیونکہ اس زمانے میں بالا خانہ کے اس حصہ سے وہ علاقہ دکھائی دیتا تھا۔

اس گفتگو کے بعد وہ گیا اور جناب مسلم کا سر لا کر ابن زیاد کی خدمت میں پیش کر دیا ۔(۱) تقرب جوئی کے لئے اس وقت عمر بن سعد نے آگے بڑھکر ابن زیاد سے کہا : آپ کو معلوم ہے کہ مسلم مجھ سے کیا کہہ رہے تھے ؟ اور اس نے ساری وصیت ابن زیاد کے گوش گزار کردی تو ابن زیاد نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا : امین خیانت نہیں کرتا؛ ہاں کبھی کبھی خائن پر امین کا دھوکہ ہوتا ہے۔ (۲)

اس وصیت میں جو چیزیں تم سے مربوط ہیں اس سے ہم تم کو منع نہیں کرتے، تمہارا جو دل چاہے کرو اسکے تم مالک ہو۔(۳)
لیکن حسین نے اگر کوفہ کا رخ نہیں کیا تو ہمیں ان سے کوئی مطلب نہیں ہے اور اگر وہ ادھر آئے تو ہم انھیں نہیں چھوڑیں گے۔ اب رہا سوال مسلم کے جسم کا تو جب ہم نے قتل کر دیا ہے اب ہم کو اس کے جسم سے کوئی مطلب نہیں ہے جس کو جو کرنا ہے کرے ۔(٤)

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ صقعب بن زہیر نے عون بن ابی جحیفہ کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج٥، ص٣٧٨)

٢۔ جب پسر سعد نے یہ دیکھا ابن زیاد جناب مسلم کے قاتل ابن حمران سے حضرت کے قتل کے احوال پوچھ رہا ہے تو تقرب جوئی اور چاپلوسی میں بغیر پوچھے ابن زیاد کو جناب مسلم کی ساری وصیت سنادی تو ابن زیاد نے اسے خیانت کار کہا ،ہاں چاپلوسوں کا نتیجہ ایسا ہی برا ہوتا ہے۔

٣۔ "مالک" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا اسے ابن زیاد نے جناب مسلم علیہ السلام کا وارث قرار دیا ہے۔

٤۔ بعض روایتوں میں یہ جملہ ہے :اس سلسلہ میں ہم تیری سفارش قبول نہیں کریں گے کیونکہ وہ ہمارے افراد میں سے نہیں ہیں ۔ انھوں نے ہم سے جہاد کیا ، ہماری مخالفت کی اور ہماری ہلاکت کی کوشش کی ہے۔ (طبری ،ج٥،ص٣٧٧)اسی روایت ابو مخنف میں یہ عبارت ہے کہ" وزعموا انہ قال..."

جناب ہانی کی شہادت

جناب مسلم بن عقیل (علیہ السلام) امام علیہ السلام کے شجاع اور بہادر سفیر کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے جناب ہانی کے قتل کا حکم جاری کر دیا اور محمد بن اشعث کو دیئے گئے وعدہ کو کہ ہانی کو اس کے حوالے کر دے گا تاکہ وہ اپنی قوم کی عداوت اور دشمنی سے بچ سکے، وفا کرنے سے انکار کر دیا۔ ابن اشعث
کی گزارش کا سبب یہ تھا کہ وہی جناب ہانی کے پاس گیا تھا اور انہیں لیکر آیا تھا۔ ابن زیاد نے اپنے وعدہ سے مکرنے کے بعد فوراً حکم دیا کہ انہیں بازار میں لے جاؤ اور گردن اڑادو۔

اموی جلاد اس شریف النفس انسان کا ہاتھ باندھے ہوئے ان کو بازار کی طرف لے کر چلے جہاں بکریاں بیچی جاتی تھیں۔ جب یہ افراد جناب ہانی کو وہاں لے کر آئے تو آپ آواز دے رہے تھے: "وامذحجاه ولامذحج لي اليوم! وامذحجاه وأين مني مَذحِج "ہائے قبیلہ مَذحج والے کہاں گئے، کوئی مذحج والا میری مدد کو کیوں نہیں آتا؟" وامذجاہ" ارے میرے مذحجی افراد کہاں ہیں؟ جب دیکھا کہ میری مدد کو کوئی نہیں آتا تو اپنی ساری طاقت و قدرت کو جمع کر کے ایک بار ہاتھوں کو جھٹکا دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری رسیاں ٹوٹ گئیں پھر فرمایا: کیا کوئی عصا، خنجر، پتھر یا ہڈی نہیں ہے جس سے میں اپنا دفاع کر سکوں لیکن ان جلادوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا اور دوبارہ رسیوں سے کس کر جکڑ دیا پھر کسی ایک نے کہا: اپنی گردن اٹھاؤ تاکہ تمہارا کام تمام کر دیا جائے۔

جناب ہانی نے جواب دیا: میں کبھی ایسا سخاوت مند نہیں رہا کہ اپنے حق حیات اور زندگی کو پامال کرنے کے لئے کسی کی مدد کروں اسی اثنا میں عبیداللہ کا ترکی غلام رشید[1] آگے بڑھا اور تلوار سے جناب ہانی پر ایک ضرب لگائی لیکن اس کی تلوار جناب ہانی کا کچھ نہ بگاڑ پائی تو ہانی نے کہا: "الیٰ اللہ المعاد !اللھم الی رحمتک و رضوانک" خدا ہی کی طرف برگشت ہے، خدایا! تیری رحمت اور رضایت کی آرزو ہے۔ وہ پھر آگے بڑھا اور دوسری مرتبہ آپ پر وار کر دیا۔ اس ضربت سے آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔[2] آپ پر خدا کی رحمت ہو۔

۱۔ عبدالرحمن بن حصین مرادی نے اسے عبیداللہ بن زیاد کے ہمراہ قلعہ کے پاس دیکھا اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ ہانی بن عروہ کا قاتل ہے تو حصین کے لڑکے نے اس کی طرف تیر چلا کر اسے قتل کر دیا۔ (طبری، ج۵، ص ۳۷۹؛ ارشاد، ص ۲۱۷؛ تذکرۃ الخواص)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ صقعب بن زہیر نے عون بن ابی جحیفہ کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص۳۷۸)

اسکے بعد یہ جلاد آپ کا سر لے کر ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ [1]

تیسرا شہید:

جناب مسلم بن عقیل اورہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے عبدالاعلی کلبی کو بلایا جسے قبیلہ بنی فتیان کے محلہ سے کثیر بن شہاب نے پکڑا اور ابن زیاد کے پاس لے کر آیا تھا۔ابن زیاد نے اس سے کہا : اپنی داستان سناؤ۔

تو اس نے کہا : اللہ آپ کو سلامت رکھے !میں اس لئے نکلا تھا تاکہ دیکھوں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں ،اسی اثناء میں کثیر بن شہاب نے مجھے پکڑلیا ۔

ابن زیاد: تجھے سخت و سنگین قسم کھانی پڑے گی کہ تو فقط اسی کام کے لئے نکلا تھا جس کا تجھے گمان ہے تو اس نے قسم کھا نے سے انکار کر دیا۔

ابن زیاد نے کہا اسے میدان میں لے جاؤ اور اس کی گردن اڑادو !جلادوں نے حکم کی تعمیل کی اور اس کا سر فوراً قلم کردیا۔

چو تھا شہید:

اس بندۂ خدا کی شہادت کے بعد عمارہ بن صلخب ازدی کو لا یا گیا جو جناب مسلم بن عقیل کی مدد کے لئے نکلے تھے اور انھیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا گیا تھا۔ابن زیاد نے ان سے پو چھا : تم کس قبیلہ سے ہو؟ انھوں نے جواب دیا" ازد" سے تو ابن زیاد نے کہا : اسے اس کے قبیلہ والوں کے پاس لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔ [2]

۱۔یہاں پر طبری نے اس بات کو بیان نہیں کیا ہے کہ ان دونوں بزرگ شخصیتوں کے پیر میں رسی باندھ کر انہیں کو فہ کے بازاروں میں کھینچا جارہا تھا؛ لیکن مذکورہ روایت کو بیان کرنے کے بعد خود ابو مخنف ہی سے ابی جناب کلبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے" عدی بن حرملہ اسدی" سے اس نے" عبداللہ بن سلیم" اور" مذری بن مشمعل" (یہ دونوں قبیلہ اسد سے متعلق تھے) سے اس نے "بکیر بن مثعبہ اسدی" سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں اس وقت تک کوفہ سے باہر نہیں نکلا تھا یہاں تک کہ مسلم اورہانی بن عروہ شہید کردئے گئے اور میں نے دیکھا کہ ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر کوفہ کے بازار میں کھینچا جارہا ہے۔ (ج۵ ،ص ۳۹۷) خوارزمی نے ج۲، ص ۱۲۵ پر اور ابن شہر آشوب نے ج ۲، ص ۲۱۲ پر ذکر کیا ہے کہ ابن زیاد نے کوفہ کے کوڑے خانہ پر ان دونوں کو الٹا لٹکا دیا تھا۔

۲۔ طبری، ج۵، ص ۳۷۸، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے عون بن ابی جحیفہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

مختار قید خانہ میں

جب دوسرے دن کا سورج نکلا اور عبیداللہ بن زیاد کے دربار کا دروازہ کھلا اور لوگوں کو دربار میں آنے کی اجازت ملی تو لوگ آہستہ آہستہ دربار میں آنے لگے انہیں آنے والوں میں مختار بھی تھے ۔ عبیداللہ نے انہیں پکارا اور کہا کہ سنا ہے تم، لوگوں کو مسلم بن عقیل کی مدد کے لئے اکٹھا کر رہے تھے اور انھیں اکسا رہے تھے ؟

مختار: نہیں ایسا نہیں ہے، میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ میں تو کل آیا اور عمرو بن حریث کے زیر پرچم آگیا، شب اسی کے ہمراہ گذاری اور صبح تک اسی کے پاس رہا ۔ عمرو بن حریث نے کہا: ہاں یہ سچ کہہ رہے ہیں؛ آپ کو اللہ سلامت رکھے؛ لیکن ابن زیاد نے چھڑی اٹھائی اور مختار کے چہرے پر مار مار کر ان کی پیشانی، آنکھ، اور پلک کو زخمی کر دیا یہاں تک کہ مختار کی آنکھیں ٹیڑھی ہو گئیں؛ اس کے بعد بولا: تیرے لئے یہی سزاوار ہے۔ خدا کی قسم! اگر عمرو نے گواہی نہ دی ہوتی تو میں ابھی تیری گردن اڑادیتا اور حکم دیا کہ اسے فوراً لے جاکر قید خانہ میں ڈال دو ۔ کارندوں نے فوراً حکم کی تعمیل اور مختار کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ یہ اسی طرح قید خانہ میں مقید رہے یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔ (۱)

یزید کے پاس سروں کی روانگی

ان خدا جو، ظلم ستیز، اور باطل شکن افراد کی شہادت کے بعد عبیداللہ بن زیاد نے ہانی بن ابی حیہ وداعی کلبی ہمدانی اور زبیر بن ارواح تمیمی کے ہمراہ جناب مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی بن عروہ کے سروں کو یزید بن معاویہ کی خدمت میں روانہ کر دیا اور اپنے کاتب عمرو بن نافع کو حکم دیا کہ یزید بن معاویہ کے خط میں ان باتوں کی تصریح کر دے جو مسلم اور ہانی پر گزری ہے۔ عمرو نے ایک لمبا چوڑا خط لکھنا شروع کر دیا۔ جب ابن زیاد کی نظر اس پر پڑی تو اسے برا لگا اس پر اس نے کہا: یہ اتنا لمبا کیا لکھا جا رہا ہے اور یہ فضول باتیں کیا ہیں ؟ اب میں جو بتا رہا ہوں وہی لکھو! پھر اس نے اس طرح خط لکھوانا شروع کیا:

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ نضر بن صالح نے کہا ہے۔ (طبری ج ۵، ص ۵۶۱)

اما بعد اس خدا کی حمد وثنا جس نے امیر المومنین کا پاس رکھا اور دشمنوں کی خراب کاریوں کو خود ہی درمیان سے ہٹا دیا۔ امیر المومنین کی خدمت میں یہ خبر پیش کی جاتی ہے۔ خدا ان کو صاحب کرم قرار دے کہ مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ مرادی کے گھر پناہ لی تھی اور میں نے ان دونوں کے اوپر جاسوس معین کر دیا تھا اور پورا پلان بنا کر ان دونوں کو اپنے چنگل میں لے لیا اور خدا نے مجھے ان دونوں پر قدرت عطا فرمائی لہذا میں نے ان دونوں کے سر اڑا دیئے اور اب آپ کی خدمت میں ان دونوں کے، سرہانی بن ابی حیہ کلبی اور زبیر بن ارواح تمیمی کے ہمراہ روانہ کر رہا ہوں ۔ یہ دونوں حکومت کے خیر خواہ، فرمانبردار اور بے چوں وچرا باتوں کو سننے والے ہیں ۔ امیر المومنین عراق کے حالات کے سلسلہ میں ان دونوں سے جو پوچھنا چاہتے ہیں پوچھ لیں کیونکہ یہ حالات سے آگاہ، سچے، بافہم اور صاحب ورع ہیں ۔ والسلام

یزید کا جواب

یزید نے اپنے خون آشام جلاد کو اس طرح جواب دیا: امابعد، تم حکومت اور نظام کے دفاع میں ویسے ہی ہو جیسا کہ میں چاہتا تھا۔ تمہارا کام دور اندیشی پر مبنی آئندہ نگر اور شجاعانہ ہے۔ وہاں کی حکومت کے لئے تم نے اپنی لیاقت اور صلاحیت ثابت کر دی اور جو امیدیں تم سے وابستہ تھیں اسے عملی جامہ پہنا دیا اور اپنے سلسلہ میں میرے گمان اور میری رائے کو واضح اور سچا کر دکھایا۔ تمہارے ان دو پیغام رسانوں کو میں نے بلایا اور ان سے عراق کے حالات کے بارے میں سوال بھی کیا تو ان کے فہم و شعور وادراک کو ویسا ہی پایا جیسا کہ تم نے لکھا تھا ۔ میری تم سے ان کے سلسلہ میں سفارش ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کے ساتھ پیش آؤ! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حسین بن علی نے عراق کی راہ اختیار کر لی ہے اور تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں ۔

اس سلسلہ میں تم حساس جگہوں پرپولس کی چوکی اورحفاظتی پہرے بیٹھادو تا کہ دور سے سب کی آمدو رفت پرنظر رکھ سکو اور اسلحوں سے لیس جوانوں کو آمادہ رکھو؛ کہیں ایسا نہ ہوکہ یکایک حالات بگڑ جائیں؛ اورتم کو جو کوئی بھی مشکوک دکھائی دے اسکے بارے میں نگران رہو اورذرہ برابرشک کی صورت میں بھی اس کو گرفتار کرلو لیکن یاد رہے کہ قتل اسی کو کرو جو تم سے مقابلہ کرے اورہر رونماہونے والے واقعہ کی خبر ہم تک پہنچاتے رہو ۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ [1]

۸ذی الحجہ ۶۰ھ منگل کے دن جناب مسلم علیہ السلام نے اموی جلاّد کے خلاف قیام کیا تھا۔ جس دن حضرت مسلم بن عقیل نے خروج کیا تھا امام حسین علیہ السلام نے ٹھیک اسی دن یعنی یوم الترویہ کو مکہ چھوڑ دیا ۔[2] جناب مسلم بن عقیل اورہانی بن عروہ کی شہادت پر عبداللہ بن زبیر اسدی نے اشعار کہے اور فرزدق نے بھی اس سلسلہ میں یہ اشعار کہے ہیں :

ان کنت لا تدرین ما الموت فا نظری---الی هانئ فی السوق و ابن عقیل

الی بطل قد هشّم السیفُ وجههوآخر یهو من طمار قتیل

أصابهما أمرالأ میر فأ صبحا---احادیث من یسر بكل سبیل

تری جسداً قد غیّرالموت لونهو نضح دم قد سال كلّ مسیل

فتی هوأ حیی من فتاة حییةٍ---وأقطع من ذی شفرتین صقیل

أیركب أسماء الهما لیج آمناً---وقد طلبته مذحج بذحول

تطوف حو ا لیه مر ا د و كلّهم---علی رقبة من سائل و مسول

فا ن انتم لم تثأر و ا بأ خیكم---فكونوا بغایا أرُضِیَت بقلیل[3]و[4]

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے یہ روایت ابو جناب یحیٰ بن ابی حیہ کلبی نے بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۳۸۰) یحییٰ بن ابی حیہ کلبی ابو جناب ہانی بن ابی حیہ کا بھائی ہے جو مسلم وہانی کا سرلے کر یزید کے پاس گیا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے بھائی نے اس خبر کو فخرو مباہات میں ابو مخنف سے بیان کیا ہے کیونکہ ابن زیاد نے اس کے علم ، صدق، فہم اور ورع کی توصیف کی تھی جس کی یزید کی طرف سے تصدیق بھی ہوئی تھی۔ ہاں ایسی حماقت اور ایسے افعال کا "کلابیوں" سے سرزد ہونا بعید نہیں ہے ۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ صقعب بن زہیر نے عون بن ابی جحیفہ کے ذریعہ مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری ،ج ۵ ، ص ۳۷۸)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ صقعب بن زہیر نے عون بن ابی جحیفہ کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۳۸۱)

٤۔ طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا : ان لوگوں کے شاعر نے اس سلسلے میں یہ کہا ہے اور ان اشعار میں سے تین بیتوں کو ذکر کیا ہے جس کا پہلا مصرع "فان کنت لاتدرین ماالموت فانظری" (طبری، ج۵ ،ص ۳۵۰) لیکن یہاں پہلے مصرع میں " ان کنت لاتدرین" ذکر کیا ہے جو غلط ہے کیونکہ

اس سے مصرع وزن سے گر رہا ہے، زبیر کے "ز" پر زبر ہے ۔شائد طبری نے اسے ابن اثیر کی الکامل، ج٤،ص ٣٦، اور مقاتل الطالبین سے لیا ہے۔اصفہانی نے مذکورہ شخص کی شان میں یہ کہا ہے : ان کا شمار شیعوں کے بزرگ اور برجستہ محدثین میں ہوتا ہے۔عبادبن یعقوب رواجنی متوفی ۲۰۵ھ اور اس جیسے افراد اور جو اس سے بزرگتر تھے انھوں نے زبیر سے روایتں نقل کی ہیں ۔ (الاغانی ،ص ٢٩٠) اس کے علاوہ اور بھی لوگوں نے ان سے روایت نقل کی ہے یہ محمد بن عبد اللہ بن حسن صاحب نفس ذکیہ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جو ١٤٥ھ میں منصور کے عہد میں شہید کئے گئے پھر اصفہانی کہتے ہیں : یہ ابو احمد زبیری معروف محدث کا باپ ہے (اغانی ،ص ٢٩٠) جس کا نام محمد بن عبد اللہ بن زبیر ہے؛ کشی نے عبد الرحمن بن سیابۃ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا : امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے کچھ دینار دے کر حکم دیا کہ یہ دینار ان لوگوں کے عیال کے درمیان تقسیم کردوں جو آپ کے چچا زید کے ہمراہ شہید ہو گئے ہیں نے ان کے درمیا ن وہ دینار تقسیم کردیئے جس میں سے ٤ دینار عبد اللہ بن زبیر الرّسان کے عیال تک پہنچا دیئے۔ (رجال کشی، رقم ٦٢١) شیخ مفید نے ارشاد میں ابو خالد واسطی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں : امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے ایک ہزار دینار دے کر حکم دیا کہ اسے ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردوں جو زید کے ہمراہ مصیبتوں میں گرفتار ہوئے۔ فضیل رسان کے بھائی عبد اللہ بن زبیر کو ان میں سے ٤ درہم یسر ہوا ۔(الارشاد،ص ٢٦٩) شاید اس نام کے دو افراد ہیں کیونکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اصفہانی نے عبد اللہ بن زبیر کو شیعوں کے برجستہ اور بزرگ محدثین میں شمار کرنے کے بعد اغانی کی ج١٣، ص ٣١پر اس بات کی تصریح کی ہے کہ وہ بنی امیہ کا پیروتھا اور دل سے ان سے لگاؤ رکھتا تھا اور بنی امیہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد ونصرت کرنا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں بے حد متعصب تھا۔وہ ان کے اور ان کے کارمندوں کے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دیتا تھا۔ زیاداس کی ستائش اور اس کے ساتھ عطا و بخشش کرتا تھا اور اس کے قرضوں کو بھی ادا کرتا تھا۔ ابن زیاد کے بارے میں ابن زبیر کی زبانی بہت ساری مدح وستائش موجود ہیں ۔اسی طرح اسماء بن خارجہ فزاری کی مدح میں بھی اس کے اشعار موجود ہیں ۔(اغانی، ج ٣١، ص ٣٣و ٣٧) سید مقرم نے اپنی کتاب "الشھید مسلم "میں اس مطلب کو ذکر کیاہے اور فرمایاہے: آیا کسی کے لئے یہ سزاوار ہے کہ مسلم اورہانی کے سلسلہ میں اس قسم کے اشعار کو ایسے شخص کی طرف نسبت دے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ بنی امیہ کی طرف میلان رکھتا تھا اور ان کی مدح وستائش میں اس کے اشعار موجود ہیں ؟پھر سید مقرم نے ترجیح دی ہے کہ یہ اشعار فرزدق کے ہیں جو انھوں نے ٦٠ھ میں حج سے لوٹتے ہوئے کہے تھے۔ (الشھید مسلم، ص ٢٠١)اصفہانی نے ان اشعار کو ابن زبیر اسدی مدائنی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس نے ابو مخنف سے اور اس نے یوسف بن یزید سے روایت کی ہے ۔

اگر تم کو نہیں معلوم ہے کہ افتخار آمیزموت کیا ہوتی ہے تو ہانی اور مسلم بن عقیل کی موت کو بازار میں دیکھ لو جو انتہائی شجاع وبہادر اور دلیر ہیں ،جن کے چہرے کو ظلم کی شمشیر نے لہو لہان کردیا اور وہ دوسرا دلیر جس کے خون سے آغشتہ جسم قصر کے اوپر سے پھینک دیا گیا ۔ امیر عبیداللہ کا بیدادگر اور خشونت و

بربریت پر مبنی وہ حکم تھا جس نے ان دونو ں کو یہاں تک پہنچادیا اور اب ان کی شہامت و شجاعت کی سر گذشت آئندہ نسلوں کے لئے ایک داستان ہوگئی ۔ ان کے بے جان جسم کو دیکھو جس کے رنگ کو موت نے بدل دیا ہے اور سرخ خون ان کے جسم کے ہر حصہ میں رواں ہے ۔ یہ وہ جواں مرد تھے جو شرم و حیا میں دوشیزگان سے بھی زیادہ حیا دار تھے اوربرش میں شمشیر دودم اور صیقل شدہ سے بھی زیادہ ان میں کاٹ تھی ۔ کیا اسماء بن خارجہ فزاری جو اموی جلاد کی جانب سے ان کے پاس گیا تھا اور فریب و دھوکہ دیکر ان کو ابن زیاد کے پاس لے کر آیا، وہ کوفہ کی گلیوں میں امن و امان کے ساتھ اپنے مرکب پر بیٹھ کر گذر سکتا ہے ؟ جب کہ قبیلہ مذحج ہانی کے پاک خون کا اس سے طلب گار ہے ؟ ادھر قبیلہ مراد اس کے ارد گرد سائلوں کی طرح گھوم رہا ہے ۔ ہاں جان لو کہ اگر تم نے اپنے سرور و سردار کے خون کا انتقام نہ لیا تو تم وہ فاحشہ عورت ہو جو تھوڑے سے مال کے لئے اپنی عفت و آبرو بیچنے پر راضی ہوجاتی ہے ۔

مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی

* امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کا موقف
* ابن عباس کی گفتگو
* ابن عباس کی ایک دوسری گفتگو
* عمر بن عبدالرحمن مخزومی کی گفتگو
* امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کی آخری گفتگو
* عمرو بن سعید اشدق کا موقف
* عبداللہ بن جعفر کا خط

مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی [1]

۲۸ رجب ۶۰ھ بروز یکشنبہ امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا اور شب جمعہ ۳ شعبان ۶۰ ھ کو مکہ میں داخل ہوئے ۔ اس کے بعد شعبان ، رمضان ، شوال ، ذی قعدہ تک امام حسین علیہ السلام مکہ میں قیام پذیر رہے اور جب ذی الحجہ کے ۸ دن گذر گئے تو "یوم الترویہ" (جس دن تمام حاجی مکہ میں آجاتے ہیں) بروز سہ شنبہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے سفر اختیار کیا جس دن جناب مسلم بن عقیل نے کوفہ میں اموی حکومت کے خلاف قیام کیا تھا ۔

امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کا موقف

مکہ میں امام حسین علیہ السلام کے پاس آنے والوں میں سے ایک ابن زبیر بھی تھا جو کبھی تو دوروز پے در پے آیا کرتا تھا اور کبھی دو روز میں ایک مرتبہ آیا کرتا۔ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی تھی کہ جب تک مکہ میں امام حسین علیہ السلام موجود ہیں اہل حجاز نہ تو اس کی پیروی کریں گے اور نہ ہی اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی شخصیت ان کی نگاہوں میں عظیم ہے اور انھوں نے ان کے دلوں میں جگہ بنالی ہے۔ [2]

۱۔ طبری کا بیان ہے کہ اسی سال ۶۰ھ ماہ رمضان میں یزید نے ولید کو معزول کر کے اس کی جگہ پر عمرو بن سعید بن عاص اشدق کو مدینہ کا امیر بنا دیا ۔ عمرو ماہ رمضان میں وہاں پہنچا ۔ یہ شخص بہت بڑا کینہ توز اور بہت بولنے والا تھا (طبری ،ج۵، ص ۳۴۳) بعض روایتوں میں ہے کہ ماہ ذی قعدہ ۶۰ھ میں مدینہ آیا تھا (طبری ،ج۵،ص ۳۴۶)پھر طبری کا بیان ہے کہ یزید بن معاویہ نے اسی سال (۶۰ھ) ولید بن عتبہ کو مکہ کی ریاست سے بھی معزول کر دیا اور ان دونوں کی ریاست عمرو بن سعید بن عاص کے سپرد کر دی۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ اسی سال عمرو بن سعید نے لوگوں کے ساتھ حج بھی انجام دیا درحالیکہ وہ مکہ اور مدینہ کا حاکم تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۳۹۹)

۲۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے روایت کی اور عبد الرحمن کا بیان ہے کہ مجھ سے عقبہ بن سمعان نے یہ روایت بیان کی ہے جو امام حسین علیہ السلام کی زوجہ جناب رباب بنت امرء القیس کا غلام تھا۔ (طبری ،ج۵،ص ۳۵۱)

ایک دن وہ کسی وقت امام حسین علیہ السلام کے پاس گفتگو کے لئے آکر بیٹھا اور کہا کہ میں تو نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ تباہ کار افراد ہم کو اس طرح چھوڑ دیں گے اور ہم سے دست بردار ہوجائیں گے کیونکہ انھیں بخوبی معلوم ہے کہ ہم اسلام کے فداکار مہاجر ہیں اور قوم و ملت کے نظم و نسق کی ذمہ داری اور اس کی زمام ہمارے ہاتھوں میں ہونی چاہیے۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کا ارادہ کیا ہے اور آپ کیا کرنا چاہتے ہیں ؟

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : خدا کی قسم میں نے تو یہ فکر کی ہے کہ میں کوفہ چلا جاؤں کیونکہ ہمارے پیروئوں اور وہاں کے اشراف نے مجھے خط لکھ کر کوفہ بلایا ہے اور میں خدا سے یہی چاہتا ہوں کہ جو میرے لئے بہتر ہے وہی میرے حق میں انجام دے۔

ابن زبیر نے کہا : خدا کی قسم اگر کوفہ میں آپ کے پیروئوں کی طرح میرے بھی چاہنے والے ہوتے تو میں انھیں نہیں چھوڑتا اور فوراً چلا جاتا ، پھر اسے خیال آیا کہ اس قسم کی باتوں سے اس کا راز کھل جائے گا اور وہ متہم ہوجائے گا لہٰذا فوراً بولا : ویسے اگر آپ حجاز میں بھی قیام پذیر رہیں اور یہاں بھی امت کے امور اپنے ہاتھوں میں لینا چاہیں تو انشا اللہ آپ کی کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور فوراً چلا گیا تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : اس بندہ خدا کے لئے دنیا میں اس سے زیادہ محبوب تر کوئی چیز نہ ہوگی کہ میں حجاز سے نکل کر عراق چلا جاؤں اسے بخوبی معلوم ہے کہ میرے رہتے ہوئے لوگ اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گے لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ میں اس شہر سے چلا جاؤں تا کہ اس کے لئے راستہ آسان ہوجائے۔ [۱] و [۲]

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے (طبری، ج۵، ص ۳۸۲)

۲۔واقعیت یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر کو کوفیوں کی منافقت اور نیرنگ و دھوکہ بازی کا خوف نہیں تھا بلکہ وہ اپنے مقصد تک پہونچنے کی فکر میں تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی اس کے ظرف وجود اور روحی و فکری گنجائش میں اتنی وسعت نہیں دیکھ رہے تھے کہ انجام کو اس کے لئے بیان کردیں ؛ کیونکہ عقل مند آدمی ہر اس چیز کو بیان نہیں کرتا جس کو وہ جانتا ہے اور دوسروں کو تمام واقعات سے روشناس نہیں کراتا۔ لوگوں کے افکار اور ان کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں اور بہت سارے افراد اپنے وجود میں اس بات کی توانائی نہیں رکھتے کہ بہت سارے حقائق سے آگاہ ہوسکیں ، اسی بنیاد پر امام حسین علیہ السلام نے ابن زبیر کی فکری صلاحیت کو دیکھتے ہوئے ان کے مطابق انہیں جواب دیا۔دوسری اہم بات یہ ہے کہ ابن زبیر کو امام حسین علیہ السلام کے قیام سے ذرہ برابر بھی اختلاف نہیں تھا بلکہ وہ امام کو قیام کی ترغیب دلا رہا تھا، بحث فقط زمان و مکان کے بارے میں تھی ۔

ابن عباس کی گفتگو

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑ کر کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو ابن عباس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یابن عم (اے چچا کے فرزند) لوگوں کے درمیان یہ بات پھیل چکی ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے والے ہیں ۔ ذرا مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں ؟امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا :" انی قد أجمعت المسیر فی احدیومیَ ھٰذین [1] ان شاء اللہ تعالیٰ " میں نے ایک دو روز میں نکلنے کا قطعی فیصلہ کر رکھا ہے، ان شاء اللہ ۔

۱۔چونکہ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی کی تاریخ ۸ذی الحجہ یوم الترویہ بعدازظہر ہے اور یہ وہ وقت ہے جب لوگ منی کی طرف جارہے ہوتے ہیں (طبری، ج ٥ ،ص٣٨٥) اس سے اندازہ ہوتاہے کہ ابن عباس اور امام علیہ السلام کے درمیان یہ گفتگو ٦ذی الحجہ کو انجام پذیر ہوئی ہے اور اس خبر کا مشتہر ہونا اس گفتگو سے زیادہ دو دن پہلے ہے یعنی ٤ذی الحجہ کو یہ خبر پھیل گئی کہ امام علیہ السلام مکہ ترک کرنے والے ہیں ؛لیکن اس سے قبل اس خبر کے مشتہر ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتاہے کہ وہ کون سا سبب ہے جس کی بنیاد پر اتنے دن مکہ میں رہنے کے بعد عین حج کے دن حج تمام ہونے سے پہلے ہی امام حسین علیہ السلام نے مکہ چھوڑدیا؟اگر یہ کہا جائے کہ جناب مسلم بن عقیل کے خط کی بنیاد پر جلدی کی، کیونکہ اس میں مرقوم تھاکہ خط ملتے ہی فوراًروانہ ہو جائیے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جناب مسلم بن عقیل نے اپنی شہادت سے ٢٧دن قبل یعنی ١٢ یا١٣ذی القعدہ کو امام حسین علیہ السلام کو خط لکھاہے۔ ایسی صورت میں تقریباً دس(١٠) دن کے اندر یعنی ٢٧ ذی قعدہ تک یہ خط امام علیہ السلام کو موصول ہوچکا تھا لہٰذا اگر امام علیہ السلام کو سفر کرنا ہی تھا تو انھیں دنوں میں سفر کرلیتے ۔یہ ٤دن قبل خبر کا مشتہر ہونا اور عین حج کے موقع پر سفر کرنے کا راز کیا ہے ؟ اس کا جواب ہمیں فرزدق کے سوال کے جواب میں ملتا ہے،جب راستے میں فرزدق شاعر کی ملاقات امام حسین علیہ السلام سے ہوئی تو اس نے بھی امام علیہ السلام سےیہی سوال کیا کہ اتنی جلدی کیا تھی کہ آپ حج چھوڑ کر جارہے ہیں ؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا :" لولم أعجل لأخذت"(طبری ،ج۵،ص ۳۸٦) اگر میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کر لیاجاتا۔یہی وجہ ہے کہ شیخ مفید قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب امام علیہ السلام نے عراق کا قصد کیا تو خانہ کعبہ کا طواف کیا،صفاو مروہ کے درمیان سعی کی اور اسے عمرہ قرار دے کر احرام سے خارج ہو گئے کیونکہ مولا کامل حج انجام دینے پر متمکن نہ تھے ہر آن اس کا خطرہ تھاکہ عین حج کے موقع پر آپ کو گرفتار کر کے یزید بن معاویہ تک پہنچا دیا جائے لہٰذا امام علیہ السلام فوراً مکہ سے نکل گئے ۔(ارشاد، ص ۲۱۸)معاویہ بن عمارنے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا :ماہ ذی الحجہ میں امام حسین علیہ السلام نے عمرہ انجام دیا پھریوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) کو عراق کی طرف کوچ کر گئے ۔یہ موقع وہ تھاکہ ادھر آپ عین حج کے موقع پرمکہ سے کوچ

کررہے تھے ادھرحجاج کرام حج کے لئے مکہ سے منیٰ کی طرف جارہے تھے ۔ ذی الحجہ میں جوحج نہ کرنا چاہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ عمرہ انجام دے لے۔

اسی طرح ابراہیم بن عمریمانی نے روایت کی ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو ایام حج میں عمرہ انجام دے کر باہر آجائے او روہاں سے اپنے شہرکی طرف نکل جائے تو اس کا حکم کیا ہے ؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا: کوئی مشکل نہیں ہے پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا : امام حسین علیہ السلام عمرہ انجام دے کر یوم الترویہ مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔(وسائل، ج۱۰ ،ص ۲٤٦)

یہی وجہ ہے کہ شیخ شوشتری نے فرمایا: دشمنوں نے پوری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح امام حسین علیہ السلام کو پکڑ لیں یا دھوکہ سے قتل کردیں، خواہ آپ کعبہ کی دیوار سے لپٹے ہوں ۔ امام علیہ السلام ان کے باطل ارادہ سے آگاہ تھے لہٰذا اپنے احرام کو عمرہ مفردہ میں تبدیل کردیا اور حج تمتع ترک کردیا۔ (الخصائص، ص ۳۲، ط تبریز) شیخ طبرسی نے اعلام الوریٰ کی ایک خاص فصل میں امام علیہ السلام کے سفر کے واقعہ اور آپ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ وہاں پر آپ نے ارشاد میں موجود شیخ مفید کی عبارت کو تقریباً بعینہ ذکر کیا ہے اور اس کی تصریح بھی نہیں کی ہے۔ اس فصل میں آپ نے انہیں باتوں کو ذکر کیا ہے جسے شیخ مفید نے لکھا ہے۔ہاں وہاں کلمہ "تمام الحج" کے بجائے" اتمام الحج "کردیا ہے جو غلط ہے اور شاید نسخہ برداروں کی خطا ہے۔ اس خطا کا سبب یہ ہے کہ ان دونوں کلمات میں بڑا فرق ہے کیونکہ کلمہ" الاتمام" کا مطلب یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے احرام حج باندھ لیا تھا جبکہ کلمہ" تمام الحج" اس معنی کی طرف راہنمائی نہیں کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ " الارشاد" کے نسخہ مختلف ہیں کیونکہ شیخ قرشی نے شیخ مفید کے کلام کو اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح طبرسی نے" اتمام الحج " نقل کیا ہے۔(ج ۳، ص ۵۰) یہ انھوں نے ارشاد کے ص ۲۴۳ سے نقل کیا ہے جبکہ ہم نے ارشاد کے ص ۲۱۸ طبع حیدریہ پر" تمام الحج" دیکھا ہے اور یہی صحیح ہے ۔

ابن عباس نے کہا: میں آپ کے اس ارارہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ۔ اللہ آپ پر رحمت نازل کرے! ذرا مجھے بتائیے کہ کیا آپ اس قوم کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے اپنے ظالم اور ستمگار حکمراں کو نابود کردیا ہے اور اپنے شہر و دیار کو ان کے چنگل سے نجات دلادی ہے اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال بھگایا ہے ؟ اگر ان لوگوں نے ایسا کیا ہے تو آپ فوراً رخت سفر باندھ لیجئے لیکن اگر ان لوگوں نے آپ کو اس حال میں بلایا ہے کہ ان کا حاکم ان پر مسلط اور قہر و غلبہ کے ساتھ ان پر قابض ہے ،اس کے عاملین شہروں میں اس کی طرف سے مالیات وصول کررہے ہیں تو ایسی صورت میں ان لوگوں نے آپ کو جنگ و جدال کے لئے بلایا ہے جس کی کوئی ضمانت نہیں اور نہ ہی آپ اس بات سے امن وامان میں ہیں کہ وہ آپ کو دھوکہ دیں ، جھٹلائیں ، مخالفت کریں اور چھوڑدیں ، نیز آپ اس سے بھی امان میں نہیں ہیں کہ اگر وہ آپ کی طرف آئیں تو آپ کے سخت دشمن بن جائیں ۔امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: میں خدا سے طلب خیر کروں گا پھر دیکھوں گا کہ کیا ہوتا ہے۔ (۱) و (۲)

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸۳)

۲۔ یہ بات یہاں قابل توجہ ہے کہ ابن عباس ظلم کے خلاف امام حسین علیہ السلام کے قیام کے مخالف نہیں ہیں بلکہ قیام کے لئے حالات سازگار ہیں یا نہیں ، اس میں انھیں شک ہے۔امام حسین علیہ السلام نے بھی ان کے نظریہ کو رد نہیں کیا بلکہ آپ ان کو اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے لیکن اسی حال میں اپنے بلند مقصد اور اپنی رسالت کے سلسلہ میں کوشاں تھے کیونکہ آپ اسی ماحول میں نظام اموی کے خلاف قیام کو لازم سمجھ رہے تھے۔

ابن عباس کی ایک دوسری گفتگو

سورج آہستہ آہستہ مغرب کے دامن میں اپنا چہرہ چھپانے لگا اور شب آگئی، اسی رات یا دوسرے دن صبح ابن عباس دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یابن عم! میں بے حد صبر و تحمل سے کام لینا چاہتا ہوں لیکن مجھ سے صبر نہیں ہوتا کیونکہ میں اس سفر کو آپ کے لئے بے حد خطرناک سمجھتا ہوں اور آپ کی ہلاکت سے مجھے خوف آتا ہے کیونکہ عراقی دھوکہ باز ہیں ؛ آپ خدا را ان کے قریب نہ جائیے؛ آپ اسی شہر میں مقیم رہیں کیونکہ آپ سید حجاز ہیں ۔ اب اگر اہل عراق آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو خط لکھ دیجیے کہ پہلے وہ اپنے دشمنوں کو وہاں سے بھگائیں پھر آپ وہاں جائیے؛ اور اگر آپ نے جانے کے لئے عزم بالجزم کرہی لیا ہے تو آپ یمن روانہ ہوجائیں کیونکہ وہاں کی زمین وسیع ہے۔ اس کے علاوہ وہاں آپ توحید و عدالت کی دعوت اچھی طرح دے سکتے ہیں ۔مجھے اس بات کی بھرپور امید ہے کہ آپ جو کرنا چاہتے ہیں وہاں کسی فشار اور طاقت فرسا رنج و غم کے بغیر انجام دے سکتے ہیں ۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا :"یابن عم !انی واللہ لأ علم انک ناصح[1] ومشفق ولکنی ازمعت و اجمعت علی المسیر"

یابن عم ! خدا کی قسم مجھے یقینی طور پر یہ معلوم ہے کہ آپ مخلص اور مشفق ہیں لیکن آپ یہ جان لیں کہ میں عزم با لجزم کر چکا ہوں اور سفر کے لئے تیار ہوں ۔

ابن عباس نے کہا : اگر ایسا ہے کہ آپ حتماً جانا ہی چاہتے ہیں تو اپنے ساتھ مخدرات اور بچوں کو نہ لیں جائیں ؛کیونکہ میں آپ کے قتل اور خاندان کی اسیری سے خوف زدہ ہوں ۔[2]

عمر بن عبد الرحمن مخزومی کی گفتگو

عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی[3] کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام عراق جانے کے لئے سامان سفر باندھ چکے تو میں ان کی خدمت میں آکر ان کی ملاقات سے شرفیاب ہوا

۱۔ امام حسین علیہ السلام کے اس جملہ میں کلمہ "ناصح " خلوص و اخلاص کے معنی میں استعمال ہواہے، موعظہ اور نصیحت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے ۔ اس لفظ کے لئے یہ معنی جدید اور نیا ہے، اس کا اصلی معنی نہیں ہے، امام فرمارہے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ ابن عباس کی گفتار میں خلوص و شفقت اور محبت و عطوفت پنہاں ہے۔ اس سے انداہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابن عباس امام علیہ السلام کے قیام کے مخالف نہ تھے بلکہ وہ اس شک وتردید میں تھے کہ قیام کے لئے حالات سازگار اور مناسب ہیں یا نہیں اور امام علیہ السلام نے بھی اس سلسلے میں ان کی بات کو رد نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اس کے باوجود بھی وہ قیام کے لئے عازم ہیں کیونکہ وہ اس قیام کو شریعت مقدسہ کی زندگی کے لئے لازم اورضروری سمجھتے ہیں ۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری ج۵، ص ۳۸۳)

۳۔یہ وہی شخص ہے جسے مختار کے عہد حکومت میں عبداللہ بن زبیر نے ٦٦ھ میں کوفہ کا والی بنادیا تو مختار نے زائدہ بن قدامہ ثقفی کو اس کے پاس پانچ سو (۵۰۰) سپاہیوں اور ستر(۷۰) ہزار درہم کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ ان درہموں کے مقابلہ میں مختار کے لئے کوفہ کی گورنری چھوڑدے اور اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر ان سپاہیوں سے نبرد آزما ہوجائے۔ عمر بن عبد الرحمن نے وہ درہم قبول کر لئے اور راہی بصرہ ہوگیا۔ (طبری، ج٦،ص ۷۱) اب رہا امام علیہ السلام کی مدح و ثنا کا سوال تو اس روایت کا ناقل خود یہی شخص ہے۔ اس کا دادا حارث بن ہشام اور اس کا بھائی جھل بن ہشام دونوں ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے دشمن تھے۔ ہم نے اس کا تذکرہ مقدمہ میں کیا ہے۔

اورثنائے الٰہی کے بعد ان کی خدمت میں عرض کیا: یابن عم !میں آپ کی خدمت میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں جسے مخلصانہ نصیحت کے طور پر آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں، اب اگر آپ مجھے اپنا خیر خواہ اور صاحب فکر سلیم سمجھتے ہیں تو میں وہ عرضداشت آپ کی خدمت میں پیش کروں ورنہ میں جو کہنا چاہتا ہوں اس سے صرف نظر کرلوں ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:"قل فواللہ ما أظنّک بسیئ الرأولا ھوٍ [1]للقبیح من الأمر و ا لفعل"

تم جو کہنا چاہتے ہو کہو، خدا کی قسم میں اس بات کا گمان بھی نہیں کرتا کہ تم میرے لئے برا تصور رکھتے ہو اور میری بھلائی نہیں چاہتے۔

عمر بن عبدالرحمن مخزومی نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق جانا چاہتے ہیں اور میں آپ کے اس سفر سے خوفزدہ ہوں ؛کیونکہ آپ ایسے شہر میں جانا چاہتے ہیں جس میں اُمراء اور عاملین دونوں موجود ہیں اور ان کی پشت پناہی کے لئے بیت المال کا ذخیرہ موجود ہے۔ قوم درہم ودینار کی غلام ہے اور میں اس سے بھی آپ کو امن و امان میں نہیں سمجھتا کہ وہی لوگ آپ سے مقابلہ اور جنگ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے جو ابھی آپ کی نصرت کا وعدہ کررہے ہیں اور آپ کے دشمن کی دشمنی سے زیادہ آپ سے محبت کا دم بھرتے ہیں ۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:" جزاک اللہ خیراً یابن عم ! فقد واللہ علمت أنک مشیت بنصح و تکلّمت بعقل و مہما یقض من أمر یکن ، أخذت برأیک أو تر کتہ فأنت عندی أحمد مشیر وأنصحُ ناصح"[2]اے چچا کے فرزند خدا تم کو جزائے خیر دے ! خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ تم خیر خواہی کے لئے آئے ہو اور تمہاری گفتگو میں عقل و خرد کے جلوے ہیں ؛ بنابر این حسب ضرورت یا تو تمہاری رائے پر عمل کروں گا یا اسے ترک کروں گا لیکن جو بھی ہو تم میرے نزدیک اچھا مشورہ دینے والے اور بہترین خیر خواہ ہو ۔

۱۔ ھوٍ یعنی ھاویا جس کی اصل ھویٰ ہے جس کے معنی برا ارادہ رکھنے والے کے ہیں ۔

۲۔طبری ،ج ۵،ص ۳۸۲ ،ہشام نے ابو مخنف کے حوالے سے کہا ہے کہ مجھ سے صقعب بن زبیر نے عمر بن عبد الرحمن کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے ۔

امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کی آخری گفتگو

عبد اللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی کا بیان ہے کہ ہم دونوں حج کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے اور یوم ترویہ وارد مکہ ہوئے۔ وہاں پرہم نے سورج چڑھتے وقت حسین اور عبداللہ بن زبیر کو خانہ کعبہ کے دروازہ اور حجر الاسود کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا، ہم دونوں ان کے نزدیک آگئے تو عبد اللہ بن زبیر کو حسین سے یہ کہتے ہوئے سنا: اگر آپ یہاں قیام فرمائیں گے تو ہم بھی یہیں سکونت اختیار کریں گے اور یہاں کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیں پھر ہم آپ کی پشت پناہی اور مدد کریں گے اور آپ کے مخلص و خیر خواہ ہو کر آپ کی بیعت کر لیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: "إن أبی حدّثنی : "ان بھا کبشاً یستحلّ حرمتھا "! فما أحبّ ان أکون أنا ذالک الکبش "(۱) و(۲)

میرے بابا نے مجھ سے ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ یہاں ایک سر برآوردہ شخص آئے گا جو اس حرم کی حرمت کو پامال کرے گا، مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ سر برآوردہ شخص میں قرار پاؤں۔

ابن زبیر نے کہا: فرزند فاطمہ! آپ ذرا میرے نزدیک آیئے تو امام علیہ السلام نے اپنے کانوں کو اس کے لبوں سے نزدیک کر دیا۔ اس نے راز کی کچھ باتیں کیں پھر امام حسین ہماری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا: " أتدرون ما یقول ابن زبیر؟" تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ابن زبیر نے کیا کہا؟

ہم نے جواب دیا:: ہم آپ پر قربان ہوجائیں! ہمیں نہیں معلوم ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: وہ کہہ رہا تھا کہ آپ اسی حرم میں خانہ خدا کے نزدیک قیام پذیر رہیئے، میں آپ کے لئے لوگوں کو جمع کر کے آپ کی فرمانبرداری کی دعوت دوں گا۔ پھر حسین نے فرمایا:

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابو جناب یحیٰ بن ابی حیہ نے عدی بن حرملہ اسدی سے، اس نے عبد اللہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ۳۸٤)

۲۔ الکبش: اس نر بکرے کو کہتے ہیں جو عام طور پر گلہ کے آگے رہتا ہے۔ یہ درواقع تشبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو کسی امر کی قیادت کرتے ہیں۔ اس حدیث کے ذریعہ سے امام علیہ السلام نے ابن زبیر کو یاد دلایا کہ شاید یاد آوری اس کو فائدہ پہنچائے لیکن یاد آوری تو مومنین کے لئے نفع بخش ہوتی ہے۔ "فان الذکری تنفع المومنین"

"واللہ لئن أقتل خارجاً منھا بشبر أحبّ الیّ من أن أُقتل داخلاً منھا بشبر وأیم اللہ لو کنت فی حجر ھا مة من ھٰذ ہ الھوام لا ستخرجونی حتی یقفوافیّ حا جتھم، واللہ لیعتدنّ علیّ کما اعتدت الیھود فی السبت"[1] و[2]

خدا کی قسم! اگر میں حرم سے ایک بالشت دور قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں حرم کے اندر قتل کردیا جاؤں ، خدا کی قسم! اگر میں حشرات الارض کے سوراخ میں بھی چلاجاؤں تو بھی یہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر میرے سلسلہ میں اپنی حاجت اور خواہش پوری کرکے ہی دم لیں گے۔ خدا کی قسم! یہ لوگ اس طرح مجھ پر ظلم و ستم روا رکھیں گے جس طرح روز شنبہ یہودیوں نے ظلم و ستم کیا تھا۔

عمرو بن سعید اشدق کا موقف

جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے روانگی اختیار کی تو مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن عاص[3] کے نمائندوں نے یحیٰ بن سعید[4] کی سربراہی میں حضرت پر اعتراض کیا۔ اور سب کے سب

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابو سعید عقیصا نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں ....۔(طبری، ج۵،ص۳۸۵)

۲۔ یہ وہ بہترین جواب ہے جو امام حسین علیہ السلام نے تمام سوالوں کے جواب میں بہت مختصر طور پر دیا ہے کہ بہر حال بنی امیہ کو حضرت کی تلاش ہے؛ آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ پر ظلم و ستم کریں گے پس ایسی صورت میں لازم ہے کہ آپ فوراً مکہ چھوڑ دیں تاکہ آپ کی مثال بکری کے اس گلہ کے بکرے کی جیسی نہ ہوجائے جو آگے آگے رہتا ہے جس کا ذکر آپ کے والد حضرت امیر المومنین نے کیا تھا۔ اسی خوف سے آپ فوراً نکل گئے کہ کہیں آپ کی اور آپ کے خاندان کی بے حرمتی نہ ہوجائے اور ادھر اہل کوفہ کی دعوت کا جواب بھی ہوجائے گا جو آپ کے لئے ان پر اتمام حجت ہوگی تاکہ یہ الزام نہ آئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے بعد امت کے لئے کوئی حجت نہ تھی اور لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ اللہ کی جانب سے تو پیغمبروں کے بعد ہمارے لئے کوئی حجت ہی نہ تھی۔"لئلا یکون للناس علی اللہ حُجة بعد الرسول" (سورہ نساء ۱۶۵) اور تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے:" لولا أرسلت الینا رسولاً منذراًو أقمت لنا علماً ھادیاً فنتبع آیاتک "تو نے ہم تک ڈرانے والا کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا اور ہمارے لئے کوئی ہدایت کرنے والی نشانی کیوں نہ قائم کی تاکہ ہم تیری نشانیوں کی پیروی کرتے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس وحشت وخوف کے ماحول میں کوفہ نہ جاتے تو اور کہاں جاتے؛ جب کہ زمین اپنی وسعتوں کے باوجود آپ پر تنگ کردی گئی تھی ۔

۳۔ جب عمرو بن سعید مدینہ کا والی ہوا تو اس نے عبید اللہ بن ابی رافع جو امام علی بن ابیطالب کے کاتب تھے، کو بلایا اور ان سے پوچھا: تمہارا مولا کون ہے ؟ انھوں نے جواب دیا : رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) (یہ ابو رافع ، ابوا حیحہ سعید بن عاص اکبر کے غلام تھے جو سعید بن عاص کے بیٹوں کو میراث میں ملے تھے۔ ان میں سے تین بیٹوں نے اپنا حصہ آزاد کردیا اور یہ سب کے سب جنگ بدر میں مارڈالے گئے اورایک بیٹے خالد بن سعید نے اپنا حصہ رسول ﷺ خدا کو ھبہ کردیا تو آپ نے اسے آزاد کریا) یہ سنتے ہی اس نے سو کوڑے لگائے پھر پوچھا تیرا مالک و مولا کون ہے ؟ انہوں نے پھر جواب دیا : رسول خدا ! تو اس نے پھر سو کوڑے لگائے۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا، وہ پوچھتا جاتا تھا اور یہ جواب میں کہتے جاتے تھے: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور وہ کوڑے برسائے جاتا تھایہاں تک کہ پانچ سو کوڑے مارے اور پھر پوچھاکہ تمہارا مولا و مالک کون ہے؟ توتاب نہ لاکر عبید اللہ بن ابورافع نے کہہ دیا : تم لوگ میرے مالک و مختار ہو ۔یہی وجہ ہے کہ جب عبدالملک نے عمرو بن سعید کو قتل کیا تو عبید اللہ بن ابی رافع نے شعر میں قاتل کا شکریہ اداکیا۔(طبری ، ج۳، ص ۱۷۰)

عمرو بن سعید نے ابن زبیر سے جنگ کی۔ (طبری ، ج۵،ص ۳٤۳) اور جو بھی ابن زبیر کا طرفدار تھا اسے مدینہ میں مارڈالا تھا ۔جن میں سے ایک محمد بن عمار بن یاسر تھے۔اس نے ان میں سے چالیس یا پچاس یا ساٹھ لوگوں کو مارا ہے ۔(طبری ، ج٥ ، ص ۳٤٤) جب اس تک امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس نے خوشیاں منائیں اور جب بنی ہاشم کی عورتوں کا بین سنا تو کہنے لگا کہ یہ بین عثمان کے قتل پر انکے گھر کی عورتوں کے بین کا جواب ہے پھر یہ منبر پر گیا اور لوگوں کو اس سے باخبر کیا ۔ اس کے بعد یزید کو معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید ، ابن زبیر سے رفق و محبت سے پیش آرہا ہے اور اس پر تشدد نہیں کر رہا ہے تو یکم ذی الحجہ ٦١ ھکو اسے معزول کردیا۔ (طبری ، ج٥ ،ص٤٧٧) تو یہ اٹھکر یزید کے پاس آیااور اس سے معذرت خواہی کی۔ (طبری ، ج٥،ص ٤٧٩) اس کاباپ سعید بن عاص ، معاویہ کے زمانے میں مدینہ کا والی تھا۔ (طبری ، ج٥ ، ص ۲٤۱)

٤۔یہ عمرو بن سعید کابھائی ہے۔اس نے شام میں عبدالملک کے دربار میں ان ایک ہزار جوانوں کے ساتھ اپنے بھائی کی مدد کی جو اس کے ساتھی اور غلام تھے لیکن آخر میں وہ سب بھاگ گئے اور اسے قید کر لیا گیا پھر آزاد کردیا گیا تو یہ ابن زبیر سے ملحق ہو گیا۔ (طبری ، ج٦،ص ١٤٣ ، ١٤٧) پھر کوفہ روانہ ہوگیا اور اپنے ماموؤں کے پاس پناہ لی جو جعفی قبیلہ سے متعلق تھے۔جب عبدالملک کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کرنا شروع کردی تو اس نے بھی اس کی بیعت کر لی اور امن کی درخواست کی۔ (طبری ،ج٦ ، ص ١٦٢)

امام علیہ السلام سے کہنے لگے: اپنے ارادہ سے منصرف ہو جائیے! آپ کہاں جارہے ہیں! امام علیہ السلام نے انکار کیا اور دونوں فریق اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ انھوں نے تازیانہ بلند کر لیا لیکن امام علیہ السلام اپنی راہ پر گامزن رہے۔ جب امام علیہ السلام کو ان لوگوں نے جاتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز میں پکار کر کہا: اے حسین! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جو جماعت سے نکل کر اس امت کے درمیان

تفرقہ اندازی کررہے ہو! ان لوگوں کی باتیں سن کر امام علیہ السلام نے قران مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿: لِيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْئُوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْ ئٌ مِمَّا تَعْمَلُوْنَ" ﴾[۱] و[۲]

اگر وہ تم کو جھٹلائیں تو تم کہہ دو کہ ہمارا عمل ہمارے لئے اور تمہاری کارستانی تمہارے لئے ہے، جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے تم ذمہ دار نہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔

عبداللہ بن جعفر کا خط

چوتھے امام حضرت علی بن حسین بن علی (علیہم السلام) کا بیان ہے کہ جب ہم مکہ سے نکل رہے تھے تو عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب[۳] نے ایک خط لکھ کر اپنے دونوں فرزندوں عون و محمد[٤] کے ہمراہ روانہ کیا جس کی عبارت یہ ہے:

۱۔ سورہ یونس ٤١

۲۔ طبری، ج۵، ص ۳۸۵، ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے مجھ سے یہ روایت بیان کی ہے۔

۳۔ آپ جنگ جمل میں امیر المومنین کے لشکر میں تھے اور عائشہ کو مدینہ پہنچانے میں آپ نے آنحضرت کی مدد فرمائی تھی۔(طبری، ج٤، ص۵١٠) آپ کی ذات وہ ہے جس سے حضرت امیر المومنین کوفہ میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ آپ ہی نے حضرت کو مشورہ دیا تھا کہ محمد بن ابی بکر جو آپ کے مادری بھائی بھی تھے، کو مصر کا والی بنادیجئے۔(طبری ،ج٤، ص ۵۵٤) آپ جنگ صفین میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور آپ کے حق میں بڑھ بڑھ کر حملہ کررہے تھے۔(طبری ،ج۵، ص ١٤٨) بنی امیہ کے خلاف امام حسن علیہ السلام کے قیام میں بھی آپ ان کے مددگار تھے (طبری ،ج۵، ص ١٦٠) اور جب صلح کے بعد سب مدینہ لوٹنے لگے تو دونوں اماموں کے ہمراہ آپ بھی مدینہ لوٹ گئے۔(طبری ،ج۵، ص ١٦۵) آپ کے دونوں فرزند عون و محمد امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جب آپ تک ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: "والله لو شهدته ،لأ حببت الّا أفارقه حتى أقتل معه" خدا کی قسم اگر میں موجود ہوتا تو واقعاً مجھے یہ محبوب تھا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ ان کے ہمراہ قتل ہوجاؤں۔ (طبری ج۵، ص ٤٦٦)

٤۔ یہ دونوں امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں جام شہادت نوش فرماکر سرفراز ہوئے۔ طبری کے بیان کے مطابق عون کی ماں جمانہ بنت مسیب بن نجبہ بن فزاری ہیں (مسیب بن نجبہ توابین کے زعماء میں شمار ہوتے ہیں) اور محمد کی ماں خوصاء بنت خصفہ بنت ثقیف ہیں جو قبیلہ بکر بن وائل سے متعلق ہیں۔

" امابعد ، فانّی أسألک بالله لما انصرفت حین تنظر فی کتابی فانّی مشفق علیک من الوجه الذی تتوجه له أن یکون فیه هلاکک واستئصال اهل بیتک ، أن هلکت الیوم طفئ نور الارض فانک علم المهتدین ورجاء المؤمنین، فلا تعجل بالسیر فانّی فی أثر الکتاب؛ والسلام"

اما بعد: جب آپ کی نگاہ میرے خط پر پڑے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے ارادہ سے منصرف ہو جائیے؛کیونکہ آپ نے جس طرف کا رخ کیا ہے مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے خاندان کی اسیری ہے اور اگر آپ دنیا سے گذر گئے تو زمین کا نور خاموش ہو جائے گا؛ کیوں کہ آپ ہدایت یافتہ افراد کے پرچمدار اور مومنین کی امید ہیں ؛ لہٰذا آپ سفر میں جلدی نہ کریں ۔ میں اس خط کے پہنچتے پہنچتے آپ کی خدمت میں شرفیاب ہو رہا ہوں ۔ والسلام

عبد اللہ بن جعفر اس خط کے فوراًبعد عمرو بن سعید بن عاص کے پاس گئے اور اس سے گفتگو کرتے ہو ئے کہا : حسین (علیہ السلام) کو ایک خط لکھو جس میں تم ان کے امن وامان کا تذکرہ کرو ، اس میں ان سے نیکی اور صلہ رحم کی تمنا وآرزو کرو اور اطمینان دلاؤ، ان سے پلٹنے کی درخواست کرو، شائد وہ تمہاری باتوں سے مطمئن ہو کر پلٹ آئیں اور اس خط کو اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہمراہ روانہ کرو؛ کیونکہ وہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس سے وہ مطمئن ہوں اور ان کو یقین ہو جا ئے کہ تم اپنے قصد میں مصمم ہو۔ عمرو بن سعید نے عبد اللہ بن جعفر کو جواب دیتے ہوئے کہا : تم جو چا ہتے ہو لکھ کر میرے پاس لے آؤ میں اس پر مہر لگا دوں گا، بنابریں عبد اللہ بن جعفر نے اس طرح نامہ لکھا :

بسم اللہ الرحمن الرحیم ،یہ خط عمرو بن سعید کی جانب سے حسین بن علی کے نام ہے ۔

اما بعد: میں خدا وند متعال سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کو ان چیزوں سے منصرف کردے جس میں آپ کا رنج و ملال ہے اور جس میں آپ کی ہدایت ہے اس طرف آپ کو سرفراز کرے ۔مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے عراق کا رخ کیا ہے ۔

خداوند عالم آپ کو حکومت کی کشمکش او رمخالفت سے محفوظ رکھے؛ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اس میں آپ کی ہلاکت ہے۔ میں آپ کی طرف عبداللہ بن جعفر اور یحیٰبن سعید کوروانہ کررہا ہوں ؛آپ ان دونوں کے ہمراہ میرے پاس تشریف لے آئیے کیونکہ میرے پاس آپ کے لئے امان ، صلہ رحم ، نیکی اورخانہ خدا کے پاس بہترین جائیگاہ ہے۔ میں خداوند عالم کو اس سلسلے میں گواہ، کفیل ، ناظر اور وکیل قرار دیتا ہوں ۔ والسلام

خط لکھ کر آپ اسے عمرو بن سعید کے پاس لے کر آئے اور اس سے کہا: اس پر مہر لگاؤ تو اس نے فوراً اس پر اپنی مہر لگادی اور اس خط کو لے کر عبداللہ بن جعفر اور یحٰی امام علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر آپ کی خدمت میں یحٰی بن سعید نے خط پڑھا تو امام حسین علیہ السلام نے عمرو بن سعید کو خط کا جواب اس طرح لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد، فانه لم يشاقق الله ورسوله من دعاالى الله عزَّو جلَّ وعمل صالحاًو قال أنّنى من المسلمين؛وقد دعوت الىٰ الامان والبرّو الصلة فخيرالامان امان الله ولن يؤمّن الله يوم القيامةمن لم يخفه فى الدنيا، فنسأل الله مخافة فى الدنياتوجب لنا أمانه يو م القيامة فان كنت نويت بالكتاب صلتى و برّى فجُزيتَ خيراًفى الدنياوالآخرة۔ والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، امابعد، ہر وہ شخص جو لوگوں کو خدائے عزّو جلّ کی طرف دعوت دیتا ہے اور عمل صالح انجام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو وہ خدا اور رسول کی مخالفت نہیں کرتا ہے اور تم نے جو مجھے امان، نیکی اور صلہ رحم کی دعوت دی ہے تو جان لو کہ بہترین امان خداوند متعال کی امان ہے اور قیامت میں وہ شخص اللہ کی امان میں نہیں ہے جو دنیا میں اللہ سے نہیں ڈرتا۔ میں دنیا میں خدا سے اس خوف کی درخواست کرتا ہوں جو آخرت میں قیامت کے دن ہمارے لئے امان کا باعث ہو۔ اب اگر تم نے اپنے خط کے ذریعہ میرے ساتھ صلہ رحم اور نیکی کی نیت کی ہے تو تم کو دنیا و آخرت میں اس کی جزا ملے گی۔

وہ دونوں امام علیہ السلام کا جواب لے کر عمرو بن سعید کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم دونوں نے تمہارے خط کو ان کے سامنے پڑھا اور اس سلسلے میں بڑی کوشش بھی کی لیکن اس سلسلہ میں ان کا عذر یہ تھا کہ وہ فرما رہے تھے: " انّی رأیت رؤیاً فیھارسول اللہ صلّی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم وأُمرتُ فیھا بأ مرٍأنا ما ضٍ لہ، علیّ کان أولٰ"

میں نے ایک ملکوتی خواب دیکھا ہے جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم موجود تھے۔ اس خواب میں آپ نے مجھ کو ایک چیز کا حکم دیا گیا ہے۔میں اس پر ضرور عمل کروں گا اور یہ مجھ پر سب سے زیادہ اولیٰ ہے۔

جب ان دونوں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ خواب کیا تھا ؟تو آپ نے فرمایا: " ما حدثت بھا أحداً وما أنا محدّ ث بھا حتی ألقی ربّی "(۱) اور(۲)میں یہ خواب کسی سے بیان نہیں کرسکتا اور نہ ہی میں یہ خواب کسی سے بیان کرنے والا ہوں یہاں تک کہ اپنے رب سے ملاقات کر لوں۔

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ حارث بن کعب والبی نے علی بن الحسین (علیہما السلام) کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵،ص۳۸۸)

۲۔امام علیہ السلام یہ مناسب نہیں دیکھ رہے تھے کہ اپنے سفر کے راز سے سب کو آشنا کرتے کیونکہ انسان جو کچھ جانتا ہے وہ سب بیان نہیں کر دیتا ہے خصوصاً جبکہ انسان ظرف و جود کے لحاظ سے مختلف و متفاوت ہوں اور امام علیہ السلام پر واجب ہے کہ ہر شخص کو اس کے وجود کی وسعت اور معرفت کی گنجائش کے اعتبار سے آشنائی بہم پہنچائیں، اسی لئے امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایک واقعی جواب دیدیا کہ"لم یشا قق اللہ ورسولہ من دعا الی اللہ وعمل صالحاً ...وخیر الا مان أمان اللہ و لن یؤمن اللہ یوم القیامۃمن لم یخفہ فی الدنیا فنسأل اللہ مخافۃفی الدنیا تو جب لنا أما نہ یوم القیامہ"

اور جب وہ لوگ اس جواب سے قانع نہ ہوئے تو امام علیہ السلام نے کہہ دیا کہ آپ کو ایک ایسے خواب میں حکم دیا گیا ہے جس میں خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے کہ آپ اپنے سفر کو جاری رکھیں؛ لیکن آپ نے اس خواب کو بیان نہیں کیا اور یہ کہہ کر بات تمام کردی: "وما أنا محدث لھا حتی ألقی ربی"

شاید یہیں پر احمد بن اعثم کوفی متوفی ۳۱۰ ھ نے امام علیہ السلام کے اس خواب کا تذکرہ کر دیا ہے جو آپ نے اپنے جد کی قبر پر مدینہ میں دیکھا تھا لیکن یہ کیسے معلوم کہ یہ خواب وہی ہے ؟ جب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خواب خدا کی ملاقات سے قبل میں کسی سے بھی بیان نہیں کروں گا یعنی یہ وہی بات ہے جس کا میں نے عہد کیا ہے ۔ واللہ اعلم بہ، اللہ اس سے بہتر آگاہ ہے۔

راستہ کی منزلیں

*پہلی منزل: تنعیم

* دوسری منزل : صفاح

*تیسری منزل : حاجر

* چوتھی منزل:چشمۂ آب

* پانچویں منزل : خزیمیہ

* زہیر بن قین کا امام علیہ السلام سے ملحق ہونا

* ایک اور نامہ

*چھٹی منزل :زرود

* ساتویں منزل :ثعلبیہ

* آٹھویں منزل:زبالہ

* نویں منزل : درّہ عقبہ

* دسویں منزل : شراف

* گیارہویں منزل : ذو حسم

* بارہویں منزل : البیضہ

* تیرہویں منزل : عذیب الھجانات

* چودہویں منزل : قصر بنی مقاتل

* قربان گاہ عشق نینوا

راستہ کی چودہ (١٤) منزلیں

پہلی منزل: تنعیم [١]

امام حسین علیہ السلام نے اپنے سفر کو جاری رکھا اور راستہ میں آپ کا گذر ایک ایسی جگہ سے ہوا جسے تنعیم کہتے ہیں ۔ وہاں آپ کی ملاقات ایک قافلہ سے ہوئی جسے بحیر بن ریسان حمیری [٢] نے یزید بن معاویہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ یہ شخص یمن میں یزید کا کارگزار تھا۔ اس قافلہ کے ہمراہ الورس [٣] اور بہت سارے شاہانہ لباس تھے جسے عامل یمن نے یزید کے پاس روانہ کیا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس کاروان کے سارے بار کو اپنی گرفت میں لے لیا اور قافلہ والوں سے فرمایا: "لا أكر هكم من أحب أن يمضى معنا الى العراق أوفينا كراء ه وأحسنا صحبته، ومن أحب أن يفارقنا من مكاننا هذا أعطيناه من الكراء علىٰ قدر ماقطع من الارض"

١۔ یہ مکہ سے دو فرسخ پر ایک جگہ ہے جیساکی معجم البلدان ج٢، ص٤١٦ پر مرقوم ہے ۔ مکہ کے داہنی جانب ایک پہاڑ ہے جسے تنعیم کہتے ہیں اور شمالی حصہ میں ایک دوسرا پہاڑ ہے جسے "ناعم" کہتے ہیں اور راس وادی کو "نعیمان" کہتے ہیں ۔ وہاں پر ایک مسجد موجود ہے جو قریب ترین میقات اور حرم سے نزدیک ترین احرام سے باہر آنے کی جگہ ہے آج کل یہ جگہ مکہ کے مرکزی علاقہ سے ٦ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک فرسخ ہے نہ کہ دو فرسخ ۔ اس وقت شہر سے لے کر یہاں تک پورا ایک متصل اور وسیع علاقہ ہے جو مدینہ یا جدہ سے مکہ آنا چاہتا ہے اسے ادھر ہی سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے۔

٢۔ گویا یہ وہی شخص ہے جو علم نجوم میں صاحب نظر تھا کیونکہ اس نے عبد اللہ بن مطیع کو بتایا تھا کہ جب ابن زبیر قیام کرے گا تو وہ کوفہ کا والی بنے گا۔ (طبری، ج٦، ص ٩) طاؤس یمانی جو بہت معروف ہیں اس شخص کے آقا تھے۔ طاؤس یمانی نے مکہ میں ١٠٥ ھ میں وفات پائی۔ (طبری، ج٦، ص٢٩)

٣۔ الورس؛ یہ خاص قسم کی گھاس ہے جو تل کی طرح ہوتی ہے اور رنگ ریزی کے کام آتی ہے اور اس سے زعفران بھی بنایا جاتا ہے۔ یہ گھاس یمن کے علاوہ کہیں بھی نہیں ملتی ہے۔

ممکن ہے کہ بادی النظر فکر میں کسی کو امام علیہ السلام کا یہ فعل العیاذباللہ نا مناسب لگے کہ آپ نے درمیان سے قافلہ کے بار کو اپنی گرفت میں کیوں لیا؟ یہ تو غصب ہے لیکن وہ افراد جو تاریخ کی ابجد خوانی سے بھی واقف ہوں گے وہ بالکل اس کے برعکس فیصلہ کریں گے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق تو امام علیہ السلام کا کام غلط ہو ہی نہیں سکتا، انھوں نے جو کیا وہی حق ہے لیکن ایک غیر کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کافی ہوگی اور جب وہ تاریخ کے اوراق میں امام حسن علیہ السلام کی صلح کے شرائط پر نگاہ ڈالے گا تو ظاہری اعتبار سے بھی یزید کا تخت حکومت پر براجمان ہونا غلط ثابت ہوگا اور وہ ایک باغی شمار کیا جائے گا جس نے مسلمانوں کے بیت المال کو غصب کیا ہے اور امام حسین علیہ السلام امت مسلمہ کے خلیفہ قرار پائیں گے جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی ہر ممکن کوشش صرف کرکے اس غاصب و باغی تک اموال مسلمین پہنچنے سے مانع ہوں پس یمن کے اس قافلہ کو روک کر اموال کو اپنی گرفت میں لینا امام علیہ السلام کا اولین فریضہ تھا لہٰذا ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے قافلہ والوں سے بڑی دلنشین گفتگو کی جب کہ ظالم وجابر حکومت کی نگاہ میں ایسے افراد لائق گردن زدنی یا قابل قید و بند ہوتے ہیں ۔ (مترجم)

میں تم لوگوں پر کوئی زبردستی نہیں کرتا لیکن تم میں جو یہ چاہتا ہے کہ ہمارے ساتھ عراق چلے تو ہم اس کو کرایہ سفر بھی دیں گے اور اس کی ہمراہی کو خوش آمدید بھی کہیں گے اور جو ہم سے یہیں سے جدا ہونا چاہتا ہے اسے بھی ہم اتنا کرایہ سفر دے دیں گے کہ وہ اپنے وطن تک پہنچ جائے ۔

امام علیہ السلام کی اس دلنشین گفتار کے بعد جو بھی اس قافلہ نور سے جدا ہوا اسے امام علیہ السلام نے اس کا حق دے دیا اور جس نے رکنا چاہا اسے کرایہ دینے کے علاوہ امام علیہ السلام نے لباس بھی عطا کیا۔(۱)

دوسری منزل : الصفاح (۲)

عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل اسدی کا بیان ہے کہ پہلی منزل سے چلنے کے بعد ہم لوگ امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے ہمراہ دوسری منزل پر پہنچے جسے " الصفاح " کہتے ہیں اور وہاں ہماری ملاقات فرزدق بن غالب (۳) شاعر سے ہوئی۔ وہ حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا: خدا وند متعال آپ کی حاجت کو پورا کرے اور آپ کی تمنا و آرزو کو منزل مراد تک پہنچائے ۔

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن کعب والبی نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری،ج۵، ص ۳۸۵)

۲۔یہ جگہ حنین اور انصاب الحرم کے درمیان ہے جو بہت آسانی سے مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے ۔

۳۔اس شخص کا نام ھمام بن غالب بن صعصہ ہے۔ ان کے دونوں چچا" ذھیل" اور "زحاف "بصرہ میں زیاد بن سمیہ کے دیوان میں دو دو ہزار بخشش لیا کرتے تھے۔انھوں نے بنی نہشل اور فقیم کی ہجو میں اشعار کہے تو ان دونوں نے زیاد سے جا کر ان کی

شکایت کی ۔جب اس نے فرزدق کو طلب کیا تو یہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد نوبت یہ آگئی جب زیاد بصرہ آتا تھا تو فرزدق کوفہ آجاتے تھے اور جب وہ کوفہ آتا تھا تو فرزدق بصرہ روانہ ہوجاتے تھے۔ واضح رہے کہ زیاد ٦ مہینہ بصرہ رہتا تھا اور ٦ مہینہ کوفہ کے امور سنبھالتا تھا۔ اس کے بعد یہ حجاز چلے گئے اور وہیں مکہ ومدینہ میں رہنے لگے۔اس طرح زیاد کی شرارتوں سے بچ کر سعید بن عاص کی پناہ میں رہنے لگے یہاں تک کہ زیاد ہلاک ہوگیا(طبری، ج٥، ص ٢٤٢، ٢٥٠)تو انھوں نے اس کی ہجو میں مرثیہ کہا :

بکیت امرئً امن آل سفیان کافراً ککسری علی عدوانہ أو کقیصراً (طبری، ج٥،ص ٢٩٠)میں نے آل سفیان کے ایک مرد پر گریہ کیا جو کافر تھا جیسے قیصر و کسری اپنے دشمن پر روتے ہیں ۔

ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد یہ دوبارہ بصرہ پلٹ گئے اور وہیں رہنے لگے۔ ٦٠ھمیں یہ اپنی ماں کے ہمراہ حج پر آرہے تھے جب ان کی امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی شاید اسی لئے حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں حاضری نہ دے سکے۔ (طبری، ج٥، ص ٣٨٦) انھوں نے حجاج کے لئے بھی شعر کہے ہیں ۔(طبری ،ج٦،ص ٣٨٠و ٩٣٩٤) سلیمان بن عبدالملک کے محل میں بھی ان کی آمد ورفت تھی۔ (طبری ،ج٥، ص ٥٤٨)١٠٢ھ تک یہ شاعر زندہ رہے۔(طبری ،ج٥، ص ٢٤٢ ، ٢٥٠) بنی نہشل کی ہجو میں جب انھوں نے اشعار کہے تھے تو یہ جوان تھے بلکہ ایک نوجوان اعرابی تھے جو دیہات سے آئے تھے۔ (طبری ،ج٥ ، ص ٢٤٢) ایسی صورت میں امام علیہ السلام سے ملاقات کے وقت ان کی عمر ٣٠سال سے کم تھی۔

امام علیہ السلام نے اس سے کہا :"بیّن لنا نبأ الناس خلفک" تم جس شہر اور جہاں کے لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبریں ہمارے لئے بیان کرو ۔فرزدق نے کہا : آپ نے واقف کار شخص سے سوال کیا ہے تو سنئے :"قلوب الناس معک "لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں "و سیوفهم مع بنی امیہ" اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں " والقضاء ینزل من السمائ" لیکن فیصلہ و قضاتو خدا وند عالم کی طرف سے ہے "واللہ یفعل ما یشائ" اور اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے ان سے کہا : تم نے سچ کہا، اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے :ہمارے رب کی روزانہ اپنی ایک خاص شان ہے لہٰذا اگر اس کا فیصلہ ایسا ہوا جو ہمیں محبوب ہے تو اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں گے اور شکر کی ادائیگی میں وہ ہمارا مدد گا رہے اور اگر فیصلہ الٰہی ہماری امیدوں کے درمیان حائل ہوگیا تب بھی اس شخص کے لئے کچھ نہیں ہے جس کی نیت حق اور جس کی سرشت تقویٰ ہے۔ یہ کہہ کر امام علیہ السلام نے اپنی سواری کو حرکت دی تو انھوں نے امام کو سلام کیا اور دونوں جدا ہوگئے۔[1] و[2]جب عبیداللہ بن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق کی طرف آرہے ہیں تو اس نے اپنی پولس کے سربراہ حصین بن تمیم تمیمی کو روانہ کیا۔ اس نے مقام قادسیہ میں آکرپڑاؤ ڈالا اور قادسیہ[3] و خفان[4] کے درمیان اپنی فوج کو منظم کیا اسی طرح قادسیہ اور قطقطانہ[5] اور لعلع کے درمیان اپنی فوج کو منظم کرکے کمین میں لگادیا۔[6]

١۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ ابی جناب نے عدی بن حرملہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج٥، ص ٣٨٦) یہ بیان اس بیان سے میل نہیں کھاتا جو ان دونوں سے عنقریب بیان ہوگا کہ یہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم لوگ مقام "زرود میں امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے اور یہ منزل صفاح کے بعد کوفہ کے راستہ میں چندمنازل کے بعد ہے مگر یہ کہا جائے کہ ان کے قول "اقبلنا حتی انتھینا" کا مطلب یہ ہوکہ ہم لوگ کوفہ سے روانہ ہوکر صفاح تک پہنچے جو مکہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے پھر مناسک حج انجام دینے کے بعد منزل زرود میں امام علیہ السلام سے دوبارہ ملحق ہوگئے ۔

٢۔طبری نے کہا : ہشام نے عوانہ بن حکم کے حوالے سے، اس نے لبطہ بن فرزدق بن غالب سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ اس کے باپ نے کہا : میں نے ٦٠ھ میں حج انجام دیا اور ایام حج میں حرم میں داخل ہوا تو دیکھا حسین بن علی مکہ سے نکل رہے ہیں میں ان کے پاس آیا اورعرض کی: بأبی أنت و أمی یا بن رسول اللهّٰ! ما اعجلک عن الحج؟ فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں !آپ کو اتنی بھی کیا جلدی تھی کہ آپ حج چھوڑ کر جارہے ہیں ؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا : لو لم أعجل لأُخذت اگر میں جلدی نہ کرتا تو پکڑ لیا جاتا ۔ فرزدق کہتا ہے کہ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا ممن أنت ؟تم کہاں کے رہنے والے ہو ؟تو میں نے جواب دیا : میں عراق کا رہنے والا ایک شخص ہوں ؛ خدا کی قسم !اس سے زیادہ انھوں نے میرے بارے میں تفتیش نہیں کی ؛ بس اتنا فرمایا : جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو مجھے ان کی خبر بتاؤ تو میں نے کہا: انکے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ہمراہ ہیں اور قضاء اللہ کے ہاتھ میں ہے۔آپ نے مجھ سے فرمایا : تم نے سچ کہا! پھر میں نے نذر اور مناسک حج کے سلسلہ میں کچھ سوالات کئے تو آپ نے اس کے جواب سے مجھے بہرہ مند فرمایا۔(طبری، ج٥، ص ٣٨٦)

٣۔قادسیہ اور کوفہ کے درمیان ١٥ فرسخ کی مسافت ہے اور اس کے وعذیب کے درمیان ٤ میل کا فاصلہ ہے اور اسے دیوانیہ کہتے ہیں ۔ حجاز کے دیہات کی طرف یہ(قادسیہ) عراق کا سب سےپہلا بڑاشہر ہے۔ اسی جگہ پر عراق کی سب سے پہلی جنگ بنام جنگ قادسیہ سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں ہوئی ہے ۔

٤۔ یہ ایک قریہ ہے جو کوفہ سے نزدیک ہے جہاں بنی عباس کا ایک پانی کاچشمہ ہے جیسا کہ معجم البلدان، ج ٣، ص ٤٥١ پر موجود ہے ۔

٥۔ قطقطانہ ، رہیمہ سے کوفہ کی طرف تقریباً ٢٠ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (طبری، ج ٧، ص ١٢٥) یعقوبی کا بیان ہے : جب امام علیہ السلام کو مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ قطقطانہ میں تھے۔ (طبری، ج ٢، ص ٢٣٠)

٦۔ ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے یونس بن ابی اسحاق سبیعی نے اس کی روایت کی ہے۔(طبری ،ج٥،ص ٣٩٤)

تیسری منزل: حاجر [1]

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے مقصد کی طرف روانہ ہوتے ہوئے حاجر بطن رمہ [2] تک پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے قیس بن مسہر صیداوی کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے ہمراہ اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا :

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ! من الحسین بن علی الی اخوانه من المومنین و المسلمین، سلام علیکم : فانّی أحمد الیکم اللہ الذی لا اله الا هو ، أما بعد ، فان کتاب مسلم بن عقیل جاء ن یخبرن فیه بحسن رأیکم و اجتماع ملئکم علی نصرنا و الطلب بحقنا فسألت اللہ أن یحسن لنا الصنع وأن یثیبکم علی ذالک أعظم الاجر ، وقدشخصت من مکة یوم الثلاثاء لثمان مضین من ذی الحجه یوم الترویة فاذا قدم علیکم رسول فا کمشوا أمرکم و جدّ وا، فان قادم علیکم فأیام ھٰذه، ان شاء اللہ؛ والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکا ته "

بسم اللہ الرحمن الرحیم ! یہ خط حسین بن علی کی جانب سے اپنے مومنین و مسلمین بھائیوں کے نام، سلام علیکم ، میں اس خدا کی حمد وثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ۔ امابعد ، حقیقت یہ ہے کہ مسلم بن عقیل کا خط مجھ تک آچکا ہے، اس خط میں انھوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تم لوگوں کی رائے اچھی ہے اور تمہارے بزرگوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وہ ہماری مدد کریں گے اور ہمارے حق کو ہمارے دشمنوں سے واپس لے لیں گے تو میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے اچھی راہ قرار دے اور اس کے ثواب میں تم لوگوں کو اجر عظیم سے نوازے ۔

---

١ ۔ حاجر نجد کی بلند وادی کو کہتے ہیں ۔

٢ ۔ بطن رمہ وہ جگہ ہے جہاں اہل کوفہ و بصرہ اس وقت یکجا ہوتے تھے جب وہ مدینہ جانے کا ارادہ کرتے تھے جیسا کہ معجم البلدان، ج ٤، ص ٢٩٠، اورتاج العروس، ج ٣، ص ١٣٩ پر مرقوم ہے۔

اس سے تم لوگ آگاہ رہو کہ میں بروز سہ شنبہ ۸ ذی الحجہ یوم الترویہ مکہ سے نکل چکا ہوں لہذا جب میرا نامہ بر تم لوگوں تک پہنچے تو جو کام تم کو کرنا چاہئیے اس کی تدبیر میں لگ جاؤ اور اس مسئلہ میں بھرپور کوشش کرو کیونکہ میں انشاء اللہ انہی چند دنوں میں تم تک پہنچنے والا ہوں ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امام حسین علیہ السلام کا یہ خط لے کر قیس بن مسہر صیداوی کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔آپ جب قادسیہ پہنچے تو حصین بن تمیم نے آپ کو گرفتار کرکے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔

ابن زیادنے آپ سے کہا محل کی چھت پر جاؤ اور کذاب بن کذاب کو گالیاں دو!

قیس بن مسہر شجاعت وشہامت کے ساتھ محل کی چھت پر آئے اور کہا:" أیھا الناس! ان الحسین علیہ السلام بن علی خیر خلق اللّٰہ ابن فاطمہ بنت رسول اللہ وأنا رسولہ الیکم وقد فارقتہ بالحاجر فأجیبوہ ثم لعن عبید اللہ بن زیاد وأباہ واستغفر لعلیِّ بن أبی طالب" اے لوگو! حسین بن علی خلق خدا میں بہترین مخلوق ہیں، آپ فرزند فاطمہ بنت رسول خداہیں اور میں ان کا نامہ بر ہوں، میں ان کو مقام حاجر میں چھوڑ کر یہاں آیا ہوں ۔ تم لوگ ان کی عدالت خواہ آواز پر لبیک کہنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ پھر آپ نے عبید اللہ اور اس کے باپ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالب (علیہما السلام) کے لئے طلب مغفرت کی۔عبید اللہ نے حکم دیا کہ انھیں محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا جائے،چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا۔اس طرح آپ شہید ہو گئے۔ [اللہ آپ پر نزول رحمت فرمائے][1]

چوتھی منزل: چشمۂ آب

امام حسین علیہ السلام کا قافلہ کوفہ کی طرف رواں دواں تھا؛ راستے میں آپ کا قافلہ عرب کے ایک پانی کے چشمہ کے پاس جا کر ٹھہرا۔ وہاں عبد اللہ بن مطیع عدوی بھی موجود تھے جو پانی لینے کی غرض سے وہاں اترے تھے۔ جیسے ہی عبد اللہ بن مطیع نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا ویسے ہی آپ کی خدمت میں

۱۔ کتاب کے مقدمہ میں شرح احوال موجود ہے۔

آکر کھڑے ہو گئے اور عرض کی: فرزند رسول خدا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں !کون سا سبب آپ کو یہاں تک لے آیا ؟ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : اہل عراق نے خط لکھ کر مجھے اپنی طرف بلایا ہے۔عبد اللہ بن مطیع نے آپ سے عرض کیا: فرزند رسول اللہ آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ اس راہ میں آپ اسلام کی ہتک حرمت نہ ہو نے دیں ، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی حرمت خطرے میں نہ پڑے ،خدا کے لئے عرب کی حرمت خطرے میں نہ ڈالئے۔خدا کی قسم! اگر حق کو بنی امیہ سے واپس لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کر ڈالیں گے اور اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کردیا تو آپ کے بعد کسی کو نگاہ میں نہیں لائیں گے ۔[1] خدا کی قسم! اسلام کی حرمت، قریش کی حرمت ہے اورعربوں کی حرمت خاک میں مل جائے گی ،پس آپ ایسا نہ کریں اور کوفہ نہ جائیں اور بنی امیہ سے نہ الجھیں !عبد اللہ بن مطیع نے اپنے نظریہ کو پیش کیا اور امام علیہ السلام اسے بغور سنتے رہے لیکن اپنے راستے پر چلتے رہے۔

پانچویں منزل:خزیمیہ[2]

امام حسین علیہ السلام کا سفر اپنے مقصد کی طرف جاری تھا۔ چلتے چلتے پھر ایک منزل پر رکے جو مقام "زرود" سے پہلے تھی یہاں پر پانی موجود تھا،[3] اس جگہ کا نام خزیمیہ ہے ۔

۱۔ امام کے عمل سے نہ تو اسلام کی بے حرمتی ہوئی نہ ہی رسول خدا ، عرب اور قریش کی ہتک حرمت ہوئی بلکہ اسلام دشمن عناصر کی کارستانیوں سے یہ سب کچھ ہوا ۔ابن مطیع نے اپنے اس جملہ میں خطا کی ہے جو یہ کہہ دیا کہ ولئن قتلوک لا یھا بون بعد ک احداابدا. کیونکہ امام علیہ السلام کے بعد ان لوگوں کو جرأت ملی جو مکہ ومدینہ وکوفہ میں اس سے پہلے اپنے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے بیٹھے تھے انھیں میں سے خود ایک ابن مطیع بھی ہے جو ابن زبیر کے زمانے میں کوفہ کا والی بنا۔ اگر امام حسین علیہ السلام نے قیام نہ کیا ہوتا تو بنی امیہ کے خلاف کسی میں جرأت پیدا نہ ہوتی اور اسلام کو مٹانے میں وہ جو چاہتے وہی کرتے ۔

۲۔یہ جگہ مقام زرود سے پہلے ہے اس کے بعد کا راستہ کوفہ جانے والوں کے لئے ہے جیسا کہ معجم البلدان میں آیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے اس کے اور ثعلبیہ کے درمیان ۳۲ کیلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ یہ در حقیقت ثعلبیہ کے بعد حجاج کی پہلی منزل ہے۔

۳۔ طبری ،ج۵،ص ۳۹٤، ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت بیان کی ہے ۔شاید یہ قیس بن مسہر کے فرزند ہیں ۔

زہیر بن قین کا امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونا

قبیلہء بنی فزارہ کے ایک مرد کا بیان ہے: ہم زہیر بن قین بجلی کے ہمراہ تھے اور ہم اسی راستے پر چل رہے تھے جس راستہ پر حسین (علیہ السلام) محو سفر تھے لیکن ہمارے لئے سب سے زیادہ نا پسند امر یہ تھا کہ ہم ان کے ہمراہ ایک ساتھ سفر کریں اور ایک منزل پر ٹھہریں لہٰذا زہیر کے حکم کے مطابق حسین جہاں ٹھہرتے تھے ہم وہاں سے آگے بڑھ جاتے اور وہ جہاں پر آگے بڑھتے ہم وہاں پڑاؤ ڈال کر آرام کرتے تھے؛ لیکن راستے میں ہم ایک ایسی منزل پر پہنچے کہ چارو نا چار ہم کو بھی وہیں پر رکنا پڑا جہاں پر امام حسین نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ امام حسین نے ایک طرف اپنا خیمہ لگایا اور ہم نے اس کے دوسری طرف؛ ہم لوگ ابھی بیٹھے اپنے خیمے میں کھانا ہی کھا رہے تھے کہ یکایک حسین کا پیغام رساں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا پھر خیمہ میں داخل ہوا اور کہا: اے زہیر بن قین! ابو عبد اللہ حسین بن علی نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم ان کے پاس چلو۔ اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ حیرت و تعجب سے جس انسان کے ہاتھ میں جو لقمہ تھا وہ نیچے گر گیا؛ سکوت کا یہ عالم تھا کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم سب کے سروں پر طائر بیٹھے ہیں۔[1] زہیر بن قین کی زوجہ دلھم بنت عمر کہتی ہے کہ میں نے زہیر سے کہا: فرزند رسول اللہ تمہارے پاس پیغام بھیجے اور تم ان کے پاس نہ جاؤ! سبحان اللہ! اگر انھوں نے مجھے بلایا ہوتا تو میں ضرور جاتی اور ان کے گہربار کلام کو ضرور سنتی، پھر میں نے کچھ نہ کہا لیکن زہیر بن قین اٹھے اور امام علیہ السلام کی بارگاہ میں روانہ ہوگئے۔ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ واپس آگئے لیکن اب تو بات ہی کچھ اور تھی؛ چہرے پر خوشی کے آثار تھے اور چہرہ گلاب کی طرح کھلا جارہا تھا۔

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سدّی نے بنی فزارہ کے ایک جوان کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حجاج بن یوسف کے زمانے میں ہم لوگ زہیر بن قیس بجلی کے مکان میں چھپے تھے جہاں اہل شام داخل نہیں ہوتے تھے تو میں نے فزاری سے پوچھا: ذرا مجھ سے اس واقعہ کو بیان کرو جب تم لوگ حسین بن علی کے ہمراہ، سفر میں تھے تو اس نے یہ روایت بیان کی۔ (طبری، ج۵، ص ۳۹۶، ارشاد، ص ۲۲۱، خوارزمی، ص۳۲۵)

اسی عالم میں زہیر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا : تم میں سے جو ہمارے ساتھ آنا چاہتا ہے آجائے اور اگر نہیں تو اب اس سے میرا یہ آخری دیدار ہے۔اس کے بعد اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے زہیر نے کہا : میں تم لوگوں سے ایک روایت بیان کرنا چاہتا ہوں ، اسے غور سے سنو !ہم لوگ جب مقام "بلنجر "[۱] پر لڑنے کے لئے گئے تو خداوند متعال نے ہم لوگوں کو دشمنوں پر کامیابی عطاکی اور بڑی مقدار میں مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔اس وقت سلمان باہلی [۲] نے ہم لوگوں سے کہا : کیا تم لوگ اس بات پر خوش ہو کہ خداوند عالم نے تم لوگوں کو فتح و ظفر سے نوازاہے اور کافی مقدار میں مال غنیمت تمہارے ہاتھوں لگاہے ؟ ہم لوگوں نے کہا : ہاں کیوں نہیں !تواس نے ہم لوگوں سے کہا : جب تم لوگ آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم) کی جوانی دیکھو گے تو تمہاری ان کے ساتھ جنگ کی خوشی اس مال غنیمت ملنے کی خوشی سے زیادہ ہوگی اور جہاں تک میری بات ہے تو اب میں تم لوگوں سے خدا حافظی کرتا ہوں ۔

پھر زہیر بن قین نے اپنی زوجہ کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا : اب میں تم کو طلاق دے رہا ہوں تاکہ تم آزاد ہو جاؤ اورگھر والوں کے پاس جا کر وہیں زندگی بسر کرو؛ کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔میں تمہارے لئے بہتری چاہتا ہوں ۔ [۳]و [٤]

۱۔ یہ تاتاریوں (یاخزریوں) کا شہر ہے جو انہیں کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے نزدیک ہے ۳۳ھ عہد عثمان میں سلمان بن ربیعہ باہلی کے ہاتھوں یہ جنگ فتح کی گئی جیسا کہ معجم البلدان میں یہی موجود ہے ۔

۲۔ طبری ،ج٤، ص ۳۰۵ پر ہے کہ سلمان فارسی اور ابو ہریرہ اس جنگ میں لشکر کے ہمراہ موجود تھے ۔یہ بیان ابن اثیر کی الکامل میں ہے (ج ٤،ص ۱۷)پھریہ بیان ہے کہ جس شخصیت نے ان لوگوں سے یہ گفتگوکی وہ سلمان فارسی ہیں نہ کہ باہلی۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ الکامل فی التاریخ میں اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ تاریخ طبری کو کامل کریں لہٰذاوہ اکثرو بیشتر اخبار میں طبری سے ناقل دکھائی دیتے ہیں ۔ شیخ مفید نے ارشاد میں اور فتال نے روضۃ الواعظین میں ص ۱۵۳ پر، ابن نما نے مثیر الاحزان میں ص ۲۳پر، خوارزمی نے اپنے مقتل میں ج ۱، ص ۲۲۵ پر اور البکری نے معجم ج ۱، ص۳۷٦ پر واضح طور سے اس بات کی صراحت کی ہے کہ وہ شخص جناب سلمان فارسی ہی تھے جنھوں نے یہ جملہ کہا تھا۔ اس بات کی تائید طبری نے بھی کی ہے کیونکہ طبری کے بیان کے مطابق جناب سلمان وہاں موجود تھے ؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ مدائن فتح ہونے کے بعد جناب سلمان فارسی وہیں کے گورنر رہے اور وہیں اپنی وفات تک قیام پذیر رہے اور کسی بھی جنگ کے لئے وہاں سے نہیں نکلے؛ بلکہ اس جنگ سے قبل عمر کے عہد حکومت میں آپ نے اس دنیا کو الوداع کہہ دیا تھا ۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے یہ خبر زہیر بن قین کی زوجہ دلھم بنت عمرو نے بیان کی ہے۔(طبری ،ج۵،ص۳۹٦، الارشاد، ص ۲۲۱)

٤۔ عنقریب یہ بات کربلا میں زہیر بن قین کے خطبے سے معلوم ہوجائے گی کہ اس سے قبل زہیر اس بات پر معاویہ کی مذمت کیا کرتے تھے کہ اس نے زیاد کو کس طرح اپنے سے ملحق کرلیا؛اسی طرح حجر بن عدی کے قتل پر بھی معاویہ سے ناراض تھے ۔

ایک اور نامہ بر

اسی جگہ سے امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن بقطر حمیری [۱] کو بعض راستوں سے مسلم بن عقیل [۲] کی طرف روانہ کیا۔ سپاہ اموی جو حصین بن تمیم کے سربراہی میں کوفہ کے قریب قادسیہ میں چھاؤنی ڈالے راہوں کو مسدود کئے تھی اور آمد و رفت پر سختی سے نظر رکھے ہوئی تھی؛ اس نے عبداللہ بن بقطر کو گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب آپ عبیداللہ کے پاس لائے گئے تو اس نے کہا : محل کے اوپر جاؤ اور کذاب بن کذاب پر لعنت بھیجو پھر نیچے اتر آؤ تاکہ میں تمہارے سلسلے میں اپنا نظریہ قائم کرسکوں ۔یہ سن کر عبداللہ بن بقطر محل کے اوپر گئے اور جب دیکھا کہ لوگ تماشابین کھڑے ہیں تو آپ نے فرمایا :

" أیھا الناس انی رسول الحسین علیہ السلام بن فاطمہ بنت رسول اللہ ّصلی اللہ ّعلیہ وآلہ وسلم لتنصروہ وتوازروہ علی بن مرجانۃ بن سمیہ الدعی ! "

اے لوگوں میں حسین فرزند فاطمہ بنت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام رساں ہوں تاکہ تم لوگ ان کی مدد و نصرت کر سکو اور اس مرجانہ بن سمیہ کے بچے جس کی پیدائش کا بستر معلوم نہیں ہے، کے خلاف ان کی پشت پناہی کرو ، یہ سنتے ہی عبیداللہ بن زیادنے حکم دیاکہ انھیں چھت سے پھینک دیاجائے۔ اس کے کارندوں نے آپ کو محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا؛جس کی وجہ سے آپ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں ؛ لیکن ابھی رمق حیات باقی تھی۔عبدالملک بن عمیر لخمی [۳] آپ کے پاس آیا اور آپ کو ذبح کر کے شہید کر ڈالا۔

۱۔ آپ کی ماں امام حسین علیہ السلام کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اسی لئے آپ کے بارے میں کہاجاتا ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی تھے۔طبری نے بقطر ہی لکھا ہے اسی طرح جزری نے الکامل میں بھی بقطر ہی ذکر کیا ہے؛ لیکن ہمارے بزرگوں نے(ی) کے ساتھ یعنی یقطر لکھاہے جیسا کہ سماوی نے ابصار العین، ص۵۲پر یہی لکھا ہے۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے یہ خبرابو علی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی کے حوالے سے نقل کی ہے۔(طبری ،ج۵، ص۳۹۸؛ارشاد، ص ۲۲۰) اس خبر کو انھوں نے قیس بن مسہر صیداوی کی خبر سے خلط ملط کردیا ہے ۔

۳۔ شعبی کے بعد اس نے کوفہ میں قضاوت کا عہدہ سنبھالا۔ ۱۳۶ ھ میں وہ ہلاک ہوا ؛اس وقت اس کی عمر ۱۰۳ سال تھی جیسا کہ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۵۱ ، اور تہذیب الاسمائ، ص۳۰۹ پر تحریر ہے۔ عنقریب یہ بات آئے گی کہ منزل زبالہ پر صیداوی کی شہادت کی خبر سے پہلے امام علیہ السلام کو ابن بقطر کی شہادت کی خبر ملی ہے؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے قیس بن مسہر صیداوی سے پہلے یقطر کو روانہ کیا تھا ۔

چھٹی منزل: زرود[1]

عبداللہ بن سلیم اسدی اور مذری بن مشمعل سے روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا :

جب ہم حج سے فارغ ہوگئے تو ہماری ساری کوشش یہی تھی کہ ہم کسی طرح حسین سے راستے میں ملحق ہو جائیں تاکہ دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے؛ لہٰذا ہم لوگوں نے اپنے ناقوں کو سرپٹ دوڑایا؛ یہاں تک کہ مقام زرود[2] پر ہم ان سے ملحق ہوگئے۔ جب ہم لوگ ان کے قریب گئے تو دیکھا کوفہ کا رہنے والا ایک شخص عراق سے حجاز کی طرف روانہ ہے، جیسے ہی اس نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا اپنے راستے سے پلٹ گیا تاکہ آپ سے اس کی ملاقات نہ ہو لیکن امام علیہ السلام وہاں پر کھڑے رہے گویا اس کے دیدار کے منتظر تھے لیکن جب دیکھا کہ وہ ملاقات کے لئے مائل نہیں ہے تو اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا : آؤ اس شخص کے پاس چلیں اور اس سے پوچھیں اگر اس کے پاس کوفہ کی خبر ہو گی تو وہ ہم کو اس سے مطلع کرے گا؛ یہ کہہ کر ہم لوگ چلے یہاں تک کہ اس تک پہنچ ہی گئے، پہنچ کر ہم نے کہا : السلام علیک ، تو اس نے جواب دیا: و علیکم السلام ورحمۃ اللہ ۔

پھر ہم لوگوں نے پوچھا : تم کس قبیلہ سے ہو ؟ اس شخص نے جواب دیا : ہم قبیلہ بنی اسد سے ہیں ۔

ہم لوگوں نے کہا : ہم لوگ بھی بنی اسد سے متعلق ہیں ؛تمہارا نام کیا ہے ؟

۱۔ یہ جگہ خزیمیہ اور ثعلبیہ کے درمیان کوفہ کے راستے میں ہے جیسا کہ معجم البلدان، ج ۴، ص ۳۲۷ میں یہی موجود ہے۔

۲۔ یہ خبر اس خبر سے منافات رکھتی ہے جو ابھی گذرچکی کہ یہ لوگ منزل صفاح پر مقام زرود سے چند منزل قبل فرزدق والے واقعے میں موجود تھے کیونکہ اس خبر سے یہی ظاہر ہوتا ہے بلکہ واضح ہے کہ یہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے زرود میں ملحق ہوئے ہیں اور اس سے پہلے یہ لوگ امام کے ساتھ موجود نہیں تھے بلکہ حج کی ادائیگی کے ساتھ یہ ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ منزل صفاح اوائل میں ہے جبکہ امام علیہ السلام "یوم الترویہ" کو مکہ سے نکلے ہیں ۔ اگر یہ لوگ امام علیہ السلام سے منزل صفاح پر ملحق ہوئے ہیں تو پھر حج کی انجام دہی ممکن نہیں ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ دونوں خبروں کا ایک ہی راوی ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا؛ نہ ہی ابوجناب ، نہ ابو مخنف اور نہ ہی طبری، مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ حج سے پہلے یہ دونوں منزل صفاح پر امام علیہ السلام سے ملے اور پھر حج کے بعد منزل زرود پر پہنچ کر امام علیہ السلام سے ملحق ہو گئے ۔

اس نے جواب دیا : بکیر بن مثعبہ، ہم لوگوں نے بھی اپنا نام بتایا اور پھر اس سے پوچھا : کیا تم ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ گے جنہیں تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو؟

اس نے جواب دیا: ہاں ! میں جب کوفہ سے نکلا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل کئے جا چکے تھے ۔ ہم نے دیکھا ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر انھیں بازار میں پھرایا جا رہا ہے۔ اس خبر کے سننے کے بعد ہم لوگ اس سے جدا ہو کر اپنے راستے پر چل پڑے یہاں تک کہ (حسین علیہ السلام) سے ملحق ہوگئے اور ایک دوسری منزل پر ان کے ہمراہ پڑاؤ ڈالا ۔

ساتویں منزل: ثعلبیہ[1]

شام کا وقت تھا جب امام علیہ السلام نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا جس کا نام "ثعلبیہ" تھا۔جب آپ کے خیمہ نصب ہو چکے تو ہم لوگوں نے آپ کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا ۔آپ نے سلام کا جواب دیا تو ہم لوگوں نے آپ سے کہا : اللہ آپ پر رحمت نازل کرے! ہم لوگوں کے پاس ایک اہم خبر ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسے اعلانیہ بیان کریں اور اگر چاہیں ۔ تو خفیہ اور پوشیدہ طور پر بیان کریں ۔ امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا: "مادون ھولاء سر" ان لوگوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے جو خبر لائے ہو بیان کردو، ہم لوگوں نے ان سے کہا : آپ نے کل شام اس سوار کو دیکھا تھا جو آپ کے پاس سے گزرا تھا ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا : ہاں ! میں اس سے کوفہ کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے کہا: ہم نے اس سے آپ کے لئے خبر لے لی ہے اور آپ کے بجائے ہم لوگوں نے کوفہ کے موضوع پر تحقیق کر لی ہے۔ وہ شخص قبیلہ بنی اسد کا ایک مرد تھا جو ہمارے ہی قبیلہ سے تھا ۔ وہ صاحب نظر، سچا، اور صاحب عقل و فضل تھا ۔ اس نے ہم لوگوں سے بتایا کہ جب وہ وہاں سے نکلا تھا تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل ہو چکے تھے حتیٰ اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ ان دونوں کے پیروں میں رسی باندھ کر بازار میں گھسیٹا جارہا ہے۔یہ سن کر آپ نے فرمایا :

۱۔ کوفہ سے مکہ جانے کے لئے جو راستہ مڑتا ہے یہ وہی ہے۔ اس کی نسبت بنی اسد کے ایک شخص ثعلبہ کی طرف دی گئی ہے جیسا کہ معجم میں تحریر ہے۔

"اناللہ واناالیہ راجعون" اس جملہ کی آپ نے چند مرتبہ تکرار فرمائی [1] پھر ہم نے عرض کی: آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کے ہمراہ یہاں سے واپس لوٹ جائیں ؛کیونکہ اب کوفہ میں آپ کا کوئی ناصر ومدد گار نہیں ہے بلکہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں وہ سب آپ کے مخالف نہ ہوگئے ہوں ۔ایسے موقع پر فرزندان عقیل بن ابیطالب اٹھے اور انھوں نے اس کی مخالفت کی [2] اور کہنے لگے: نہیں خدا کی قسم ہم یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے۔جب تک ہم ان سے اپنا انتقام نہ لے لیں یا وہی مزہ نہ چکھ لیں جس کاذائقہ ہمارے بھائی نے چکھاہے۔ [3] ان دونوں کا بیان ہے: حسین (علیہ السلام) نے ہم لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا: "لاخیرفی العیش بعد ھولاء !" ان لوگوں کے بعد زندگی میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔ اس جملہ سے ہم نے بخوبی سمجھ لیا کہ سفر کے ارادے میں یہ مصمم ہیں تو ہم نے کہا: خدا کرے خیر ہو! آپ نے بھی ہمارے لئے دعا کی اور فرمایا:" رحمکم اللہ "اللہ تم دونوں پر رحمت نازل کرے ۔

رات کا سناٹا چھاچکا تھا، ایسا محسوس ہورہا تھا کہ آپ سپیدہ سحر کے انتظار میں ہیں ؛جیسے ہی سپیدہ سحر نمودار ہوئی ،آپ نے اپنے جوانوں اور نو جوانوں سے فرمایا: "اکثروا من الماءٔ" پانی زیادہ سے زیادہ جمع کرلو، ان لوگوں نے خوب خوب پانی جمع کرلیا اور اپنے سفر پر نکل پڑے یہاں تک کہ ایک دوسری منزل تک پہنچ گئے ۔

۱۔ اس روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مسلم کی شہادت کی خبر یہاں عام ہوگئی لیکن عنقریب یہ بات آئے گی کہ منزل زبالہ میں پہنچ کر امام علیہ السلام نے یہ خط لکھ کر اپنے اصحاب کے سامنے اس کا اعلان کیا تھا؛یہاں سے امام علیہ السلام کے اس جملے کا فلسفہ سمجھ میں آتا ہے کہ" مادوں ھولاء سر"یعنی ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے لئے یہ خبر سری ہے اور اسی طرح یہ خبر منزل زبالہ تک پوشیدہ ہی رہی لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ مسلم کی شہادت کی خبر آپ کو مقام" قطقطانہ" میں ملی تھی۔ (تاریخ یعقوبی ،ج٦، ص ٢٣٠ ،ط، نجف)

٢۔ ابو مخنف کا بیان ہے: ابو جناب کلبی نے عدی بن حرملہ اسد کے حوالے سے اور اس نے عبداللہ سے اس خبر کو ہمارے لئے بیان کیا ہے۔ (طبری ،ج٥، ص٣٩٧) ارشاد میں ،ص ٢٢٢ پر ہے کہ عبداللہ بن سلیمان نے یہ روایت بیان کی ہے۔(ارشاد، طبع نجف)

٣۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے عمر بن خالد نے یہ خبر بیان کی ہے (لیکن صحیح عمرو بن خالد ہے) اور اس نے زید بن علی بن الحسین سے اور اس نے دائود بن علی بن عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے ۔(طبری ،ج٥، ص ٣٩٧؛ارشاد، ص٢٢٢، مسعودی ،ج٣،ص ٧٠، الخواص ، ص ٢٤٥ ، طبع نجف)

آٹھویں منزل: زبالہ [۱]

یہ نورانی قافلہ اپنے سفر کے راستے طے کرتا ہوا زبالہ [۲] کے علاقے میں پہنچا تو وہاں امام حسین علیہ السلام کو اپنے رضائی بھائی عبداللہ بن بقطر [۳] کی شہادت کی خبر ملی۔ آپ نے ایک نوشتہ نکال کر لوگوں کو آواز دی اور فرمایا: " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، أمابعد، فقد أتانا خبر فضیع ! قتل ابن عقیل و ھانی بن عروۃو عبداللہ بن یقطر، وقدخذلتنا شیعتنا [٤] فمن أحب منکم الانصراف فلینصرف لیس علیہ منا ذمام "

بسم اللہ الرحمن الرحیم، امابعد، مجھ تک ایک دل دھلانے والی خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر قتل کردئے گئے ہیں اور ہماری محبت کا دم بھرنے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے لہذا اب تم میں سے جو جانا چاہتا ہے وہ چلاجائے، ہماری جانب سے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

یہ جملہ سنتے ہی لوگ امام علیہ السلام سے جدا ہونے لگے کوئی داہنی طرف جانے لگا کوئی بائیں طرف؛ نتیجہ یہ ہوا کہ فقط وہی ساتھی رہ گئے جو مدینہ سے آئے تھے۔ آپ نے یہ کام فقط اس لئے کیا تھا کہ

۱۔ یہ جگہ کوفہ سے مکہ جاتے وقت مختلف راستے پیدا ہونے سے قبل ہے۔ یہاں ایک قلعہ اور جامع مسجد ہے جو بنی اسد کی ہے۔ اس جگہ کا نام عمالقہ کی ایک عورت کے نام پر ہے جیسا کہ معجم البلدان میں یہی ہے۔

[۲] ابو مخنف کا بیان ہے: ابوجناب کلبی نے عدی بن حرملہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم سے میرے لئے یہ خبر بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۳۹۸)

۳۔ ان کے شرح احوال گزر چکے ہیں اور وہ یہ کہ ان کی والدہ امام حسین علیہ السلام کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں اسی لئے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ امام حسین علیہ السلام کے رضائی بھائی ہیں۔

٤۔ اس جملہ میں امام علیہ السلام کی تصریح ہے کہ کوفہ کے شیعوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کوفہ اور جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے سلسلے میں یہ پہلا اعلان ہے اگرچہ اس کی خبر آپ کو اس سے قبل منزل زرود میں مل چکی تھی؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ جو لوگ وہاں موجود تھے۔ ان کے علاوہ سب پر یہ خبر پوشیدہ تھی کیونکہ یہ امام علیہ السلام کے حکم سے ہوا تھا۔ آخر کار آپ نے یہاں "زبالہ" میں تمام حاضرین کے لئے اس خبر کا اعلان کردیا۔

بادیہ نشین عرب اس گمان میں آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے تھے کہ آپ ایسے شہر میں آئیں گے جو ظالم حکمرانوں کی حکومت سے پاک ہوگا اور وہاں کے لوگ آپ کے فرمانبردار ہوں گے لہذا امام علیہ السلام نے ناپسند کیا کہ ایسے لوگ آپ کے ہمسفر ہوں ۔امام چاہتے تھے کہ آپ کے ہمراہ صرف وہ رہیں جنہیں معلوم ہو کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور امام علیہ السلام کو معلوم تھا کہ جب ان لوگوں پر بات آشکار ہوجائیگی تو کوئی بھی آپ کے ہمراہ نہیں رہے گا مگر وہ لوگ جو عدالت چاہتے ہوں اور موت ان کے ہمراہ چل رہی ہو۔[1] رات اسی منزل پر گزری، صبح کو آپ نے اپنے جوانوں کو چلنے کا حکم دیا تو انھوں نے سب کو پانی پلاکر اور خوب اچھی طرح پانی بھر کر اپنا سفر شروع کر دیا یہاں تک کہ درّۂ عقبہ سے آپ کا گزر ہوا ۔

نویں منزل : درّہ عقبہ[2]

یہ نورانی قافلہ اپنے مقصد کی طرف آگے بڑھتا ہوا درّہ عقبہ تک پہنچا۔وہاں اس قافلہ نے اپنا پڑاؤ ڈالا۔ [3] بنی عکرمہ کے ایک شخص نے امام سے عرض کیا: آپ کو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ یہیں سے پلٹ جائیے، خدا کی قسم !آپ یہاں سے قدم آگے نہیں بڑھائیں گے مگر یہ کہ نیزوں کی نوک اور تلواروں کی دھار پر آگے بڑھیں گے ، جن لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور آپ کو آنے کی دعوت دی تھی اگر یہ لوگ میدان کارزار کی مصیبتیں برداشت کرکے آپ کے لئے راستہ آسان کردیتے تب آپ وہاں جاتے تو آپ کے لئے بہت اچھا ہوتا لیکن ایسی بحرانی حالت میں جس سے آپ خود آگاہ ہیں ، میں نہیں سمجھتا کہ آپ کوفہ جانے کے سلسلے میں قدم آگے بڑھائیں گے۔

۱۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو جانے کی اجازت دی تو آپ کا مقصد کیا تھا؟ امام علیہ السلام کا یہ بیان تمام چیزوں پر کافی ہے

۲۔واقصہ کے بعد اور قاع سے پہلے مکہ کے راستے میں یہ ایک منزل ہے۔ یہ منزل ان کے لئے ہے جو مکہ جانا چاہتے ہیں ۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے : ابوعلی انصاری نے بکر بن مصعب مزنی کے حوالے سے مجھ سے یہ خبر بیان کی ہے۔(طبری ،ج۵، ص ۳۹۸ ، ارشاد،ص ۲۲۲ ، طبع نجف)

امام حسین علیہ السلام نے اسے جواب دیا :"یاعبداللہ! انہ لیس یخفی علیّ ، المرأی ما رأیت ، ولکن اللہ لا یغلب علی أمرہ"[۱] اے بندہ خدا ! یہ بات مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے ، تمہاری رائے وہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو لیکن تمہارا نظریہ خدا کے امر پر غالب نہیں آسکتا اور خدا اپنے امر پر مغلوب نہیں ہوسکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے وہاں سے کوچ کیا ۔[۲]

دسویں منزل : شراف[۳]

آپ کا قافلہ کوفہ کی سمت روانہ تھا کہ راستے میں ایک منزل پر جاکر پھر ٹھہرا جس کا نام شراف ہے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو آپ نے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ پانی بھر لیں ! ان لوگوں نے کافی مقدار میں پانی بھرا اور صبح سویرے سفر شروع کردیا تاکہ دن کی گرمی سے محفوظ رہ سکیں ۔ چلتے چلتے دوپہر کا وقت آگیا ابھی قافلہ محو سفر ہی تھا کہ کسی نے کہا: اللہ اکبر! تو حسین نے بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے پوچھا : کس لئے تم نے یکایک تکبیر کہی ؟ اس شخص نے کہا : عراق کے نخلستان دیکھ کر ہم نے خوشی سے تکبیر کہی تو قبیلہ بنی اسد کے ان دونوں لوگوں (عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل) نے کہا : ہم نے اس مقام پر ابھی تک خرمہ اور کھجور کا ایک بھی درخت نہیں دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام نے پوچھا : تم کیا سمجھتے ہو اس نے کیا دیکھا ہے ؟ انھوں نے جواب دیا: ہم تو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے گھوڑ سواروں کے سر و گردن دیکھے ہیں ، اس پر اس مرد نے کہا : میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ آگے یہی ہوگا نہ کہ کھجوروں کے درخت ۔

---

۱ ۔ ارشاد کے ص ۲۲۳ پر ہے کہ اس کے بعد آپ نے فرمایا :" واللہ لا یدعونی حتی یستخرجوا ھٰذہ العلقۃ من جوفی فاذا فعلوا ذالک سلط اللہ علیھم من یذلّھم حتی یکونوا أذل فرق الامم" خدا کی قسم یہ مجھے نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ میرے سر و تن میں جدائی کردیں اور جب یہ ایسا کریں گے تو اللہ ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرے گا جو ان کو ذلیل و رسوا کریں گے اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ یہ لوگ امت کے ذلیل ترین افراد ہوجائیں گے ۔ اعلام الوری میں بھی یہی موجود ہے، ص ۲۳۲۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ بنی عکرمہ کی ایک فرد" لوذان" نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے ایک چچا نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (طبری، ج ۵ ، ص ۳۹۹)

۳۔ اس جگہ اور" واقصہ" کے درمیان ۲ میل کا فاصلہ ہے اور یہ عراق سے پہلے ہے ۔قادسیہ سے پہلے سعد بن ابی وقاص یہیں ٹھہرے تھے۔ یہ جگہ ایسے شخص سے منسوب ہے جسے شراف کہا جاتا ہے۔ اس جگہ سے پانی کا چشمہ پھوٹتا تھا پھر یہاں بہت سارے بڑے بڑے میٹھے پانی کے کنویں کھودے گئے۔ معجم البلدان میں یہی مرقوم ہے ۔

گیارہویں منزل: ذو حسم [1]

ان شرائط کو دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:"أمالناملجأ نلجأ الیه نجعله فی ظهورنا و نستقبل من وجه واحد ؟"کیا کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ہے جس میں پناہ گزیں ہوکر ہم اس فوج کو اپنے پیچھے کردیں اور ان سے دفاع کے لئے فقط ایک ہی طرف سے آمنے سامنے ہوں ؟ ہم لوگوں (بنی اسد کے دونوں افرد) نے عرض کیا: کیوں نہیں ! ذو حسم کا علاقہ آپ کے اس طرف موجود ہے، آپ اپنے بائیں جانب اس کی طرف مڑجائیں ، اگر ہم لوگ جلدی سے ادھر مڑگئے تو وہی ہوگا جو آپ چاہتے ہیں ۔یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے بائیں جانب کا رخ کیا تو ہم لوگ بھی ان کی طرف مڑ گئے اور ہم نے ذو حسم پہنچنے میں جلدی کی لہذا ان لوگوں سے قبل ہم لوگ ذو حسم میں موجود تھے۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ ہم لوگوں نے اپنا راستہ بدل دیا ہے تو وہ لوگ بھی ہماری جانب آنے لگے ۔

امام حسین علیہ السلام نے وہیں پر پڑاؤ ڈالا اور حکم دیا کہ خیمے نصب کئے جائیں ۔ جوانوں نے خیمہ لگانا شروع کردیا، ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ گھوڑ سواروں کے سر دکھائی دینے لگے،ان کے پرچم گویاپرندوں کے پروں کی طرح تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ساری فوج پہنچ گئی اور وہ ہزار گھوڑ سوار تھے جن کا سربراہ حربن یزید تمیمی یربوعی تھا۔ دوپہر کی جھلسا دینے والی گرمی میں حر اپنے رسالے کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل آکر کھڑا ہوگیا۔ ادھر حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب سروں پر عمامہ رکھے اپنی تلواروں کو نیام میں رکھے ہوئے تھے ۔

فوج کی تشنہ لبی دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اپنے جوانوں سے فرمایا:" اسقواالقوم وارووهم من الماء ورشّفوا الخيل ترشيفا" اس فوج کو پانی پلاؤ اور انھیں سیراب کردو نیز ان کے

۱۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ نعمان یہیں آکر شکار کیا کرتا تھا جیسا کہ معجم البلدان میں آیا ہے۔اس کے اور عذیب الہجانات کے درمیان کوفہ تک ۳۳ میل کا فاصلہ ہے جیسا کہ طبری میں بھی یہی ہے ۔سبط بن جوزی نے علماء سیر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ (امام) حسین کو جناب مسلم علیہ السلام پر گزرنے والے واقعات کا کچھ بھی علم نہیں تھا یہاں تک جب قادسیہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر حربن یزید ریاحی کے رسالہ سے سامنا ہوا تو اس نے مسلم بن عقیل اورہانی بن عروہ کے قتل کی خبر امام حسین علیہ السلام کو دی اور مطلع کیا کہ ابن زیاد کوفہ میں آچکا ہے اور ان کو آمادہ کر رہا ہے اور ان سے کہاکہ واپس پلٹ جائیں ۔(ملاحظہ ہو ص ۲۴۵ طبع نجف)

گھوڑوں کو بھی سیراب کردو۔ حکم پاتے ہی حسینی جوان ہاتھوں میں مشکیں لئے اٹھے اور سب کو پانی پلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سب کو سیراب کرنے کے بعد بڑے بڑے پیالوں ، طشتوں اور پتھروں کے بڑے بڑے برتن پانی سے بھر کر گھوڑوں کے سامنے رکھ دئے گئے۔ جب وہ جانور تین چار، یا پانچ بار پانی میں منہ ڈال کر پھر اس سے اپنا منہ نکال لیتے تھے (۱) تب یہ جوان پانی کے ان برتنوں کو دوسرے جانوروں کے پاس لے جاتے تھے؛ اس طرح سارے کے سارے گھوڑے سیراب ہو گئے ۔ (۲) و (۳)

اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا (٤) تو حسین (علیہ السلام) نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حجاج نے اذان دی، جب اذان ختم ہو گئی اور اقامت کا وقت آیا تو (امام حسین) جسم پر ایک لباس اور دوش پر عبا ڈالے اور پیروں میں نعلین پہنے باہر نکلے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد اس طرح گو یا ہوئے :

۱۔ ترشیف کا حقیقی معنی یہی ہے ۔

۲۔ طبری کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ ہشام سے ابو مخنف کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابو مخنف کہتے ہیں کہ ابوجناب نے عدی بن حرملہ سے اور اس نے عبداللہ بن سلیم اورمذری سے یہ خبر نقل کی ہے ۔

۳۔طبری کا بیان ہے کہ ہشام نے کہا : مجھ سے لقیط نے علی بن طعان محاربی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علی بن طعان بن محاربی کہتا ہے : میں حر کے رسالے میں موجود تھا لیکن میں اپنے لشکر والوں میں سب سے آخر میں پہنچنے والوں میں تھا ۔جب حسین نے پیاس کی شدت سے میری اور میرے گھوڑے کی حالت دیکھی تو فرمایا : أنخ الراویہ لیکن چونکہ "راویہ" ہم پانی پلانے کے معنی میں سمجھتے تھے لہذا ہم کچھ سمجھ نہ سکے تو آپ نے جملہ کو بدلتے ہوئے کہا : یابن أخ أنخ الجمل جان برادر اپنے اونٹ کو نیچے بیٹھاؤ تو میں نے اسے نیچے بیٹھادیا ؛ آپ نے فرمایا : : اشرب پانی پیو! لیکن میں جب بھی پانی پیناچاہتا تھا پانی مشک سے گر جاتا تھا، حسین (علیہ السلام) نے مجھ سے کہا أخنث السقاء چھاگل کو اپنی طرف موڑو! علی بن طعان محاربی کہتا ہے کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں تو خود حسین (علیہ السلام) کھڑے ہوئے اور چھاگل کو موڑ کر میرے منہ سے لگایا ، میں نے پانی پیا ، اس کے بعد اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ۔(طبری ، ج٥، ص ٤٠١ ؛ارشاد ، ص ٢٢٤ ؛ خوارزمی ، ص٢٣٠)

٤۔یہاں پر ابو مخنف کے اخبار کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے لہذا چاروناچار ہمیں اس مطلب کو مکمل کرنے کے لئے ہشام کلبی کی خبر سے مدد لینی پڑی جو اس نے لقیط سے اور اس نے علی بن طعان محاربی کے حوالے سے نقل کی ہے۔(طبری ، ج٥، ص ٤٠١، ارشاد، ص ٢٢٤، خوارزمی، ص ٢٣٠١)

"ايها الناس ! انها معذ رة الیٰ الله عزّوجل واليكم ، انّ لمء أتيكم حتى أتتنكتبكم وقدّ مت علیّ رسلكم ، أن أقدم علينا فا نه ليس لنا امام ، لعلّ الله يجمعنابک على الهدیٰ فان كنتم علیٰ ذالک فقد جئتكم ، فان تعطونما أطمئنّ اليه من عهود كم و مواثيقكم أقدم مصركم وان لم تفعلو أوكنتم لمقد مى كا رهين انصرفت عنكم الیٰ المكان الذى أقبلت منه اليكم !"

اے لوگو! خدائے عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے میرا عذر یہ ہے کہ میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا؛ بلکہ ایک کے بعد دوسرے خطوط مسلسل آتے رہے اور میرے پاس تمہارے نامہ بر آتے رہے کہ میں چلا آؤں کیونکہ ہمارے پاس کوئی رہبر موجود نہیں ہے، شاید آپ کی وجہ سے خدا ہمیں ہدایت پر یکجا کردے ۔اب اگر تم لوگ اپنے اس قول پر باقی ہو تو میں آگیا ہوں ۔ اگر تم کوئی قابل اطمینان عہد ومیثاق پیش کرو گے تو میں تمہارے شہر میں آؤں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے ہو اور میرا آنا تمہیں نا پسند ہے تو میں اسی جگہ پلٹ جاتا ہوں جدھر سے تمہاری طرف آیا ہوں ۔

لیکن ان لوگوں نے امام علیہ السلام کی اس گفتار کا کوئی جواب نہ دیا اور موذن سے کہنے لگے : اقامت کہو تو موذن نے اقامت کہنا شروع کردی، حسین (علیہ السلام) نے حر سے کہا :"أتريدأن تصلّ بأ صحابک"کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہو ؟ حر نے جواب دیا : نہیں ! آپ نماز پڑھائیں اور ہم لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ (امام) حسین (علیہ السلام) نے اور ان لوگوں نے ساتھ ساتھ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد امام علیہ السلام اپنے خیمے میں چلے گئے۔خیمے میں پہنچتے ہی آپ کے اصحاب پروانے کی طرح شمع کے اردگرد آکر بیٹھ گئے ۔ادھر حر بھی اپنے خیموں کی طرف روانہ ہوگیا اور وہاں پہنچ کر اس خیمہ میں داخل ہوا جو اس کے لئے لگایا گیا تھا ۔جب وہ خیمہ میں آیا تو اس کی فوج کے بعض افراد اس کے پاس آکر بیٹھ گئے اور دیگر فوجی انہیں صفوں میں پلٹ گئے جہاں وہ موجود تھے پھر اس نے ان بقیہ فوجیوں کو بھی وہیں لوٹادیا ۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے جانور کی لگام سنبھالی اور گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے اسی کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

پھر جب عصر کا وقت آیا تو حسین (علیہ السلام) نے حکم دیا کہ کوچ کے لئے آمادہ ہوجائیں ۔ اس حکم کے بعد اپنے مؤذن کو نماز عصر کے لئے اذان دینے کا حکم دیا ۔ موذن نے اذان دی اور اقامت کہی، امام حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے اور تمام لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ نماز ختم کرنے کے بعد آپ نے پھر حر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا :

"یاایھاالناس ! فانکم ان تتقواوتعرفوا الحق لاھله یکُن أرضیٰ للہ ، ونحن أھل البیت أولیٰ بولایةھٰذاالامر علیکم من ھٰؤلاء المدعین مالیس لھم ، والسائرین فیکم بالجور والعدوان ! ان أنتم کرھتمونا وجھلتم حقنا ، وکان رأیکم غیر ما آتتن کتبکم وقدمت به علیّ رسلکم انصرفت عنکم ! "

اے لوگو! اگر تم تقوی اختیار کرو اور حق کو صاحب حق کے لئے پہچانو تو خدا کو یہ چیز سب سے زیادہ راضی کرنے والی ہے ۔ ہم اہل بیت اس نظام کی سربراہی اورولایت کے لئے ان لوگوں سے زیادہ سزاوارہیں جو فقط اس حکومت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور تم میں ظلم و جور و ستم کو روا رکھتے ہیں ۔ اس کے باوجود بھی اگر ہم تم لوگوں کو ناپسند ہیں اور تم لوگ ہمارے حق سے جاہل ہو اورتم لوگوں کا نظریہ ان لوگوں کے بر خلاف ہے جو اپنے خطوط کے ذریعہ مجھے یہاں تک لائے ہیں اور میرے لئے قاصد بھیجے ہیں تو میں ابھی تم لوگوں کی طرف سے منصرف ہو کر پلٹ جاتا ہوں ۔

حر بن یزید نے کہا : خدا کی قسم ! ان خطوط کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے جن کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں ۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا :یا"عقبة بن سِمعان ! أخرج الخرْجین" (۱)

---

۱ ۔ یہ بات عنقریب بیان ہوگی کہ امام علیہ السلام جب دشمنوں کی درمیان روز عاشورا خطبہ دے رہے تھے اور ان پر حجت تمام کررہے تھے کہ ان لوگوں نے خود امام علیہ السلام علیہ السلام کو خط لکھا ہے تو ان لوگوں نے کہا : آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟ ہم کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں . تو اس وقت حر نے کہا تھا : کیوں نہیں ! خدا کی قسم ہم لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور ہم ہی لوگ آپ کو یہاں لائے ہیں ، خدا باطل اور اہل باطل کا برا کرے، خدا کی قسم ! میں دنیا کو آخرت پر اختیار نہیں کر سکتا یہ کہہ کر حر نے اپنے گھوڑے کو موڑ دیا اور امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں داخل ہوگیا۔(ص ۲۵۱)

اے عقبہ بن سمعان ! ذرا خورجین نکا لو! عقبہ بن سمعان نے خورجین نکالی تو وہ خطوط سے بھری تھی۔ امام علیہ السلام نے ان تمام خطوط کو ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردیا ۔

حر نے کہا: ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنھوں نے آپ کو خط لکھا تھا؛ ہم کو تو فقط یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمارا آپ سے سامنا ہو تو ہم کسی طرح آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں پیش کردیں ۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:"الموت أدنی الیک من ذالک !"تمہاری موت اس فکر سے زیادہ نزدیک ہے پھر آپ نے اپنے اصحاب سے کہا :"قوموا فارکبوا!" اٹھو اور سوار ہوجاؤ تو وہ سب سوار ہوگئے اور خواتین کے سوار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ سوار ہوکر جب یہ نورانی قافلہ چلنے لگا اورمدینہ کی طرف پلٹنے لگا تو حر کی فوج راستہ روک کر سامنے آکر کھڑی ہوگئی تو امام حسین علیہ السلام نے حر سے کہا :"ثکلتک أمک ! ماترید ؟"تیری ماں تیرے غم میں عزادار ہو!تو کیا چاہتا ہے ؟

حر نے جواب دیا :"اماواللہ لو غیرک من العرب یقولھا لی" خدا کی قسم! اگر آپ کے علاوہ عرب میں کسی اور نے یہ جملہ کہا ہوتا جو آپ نے مجھ سے کہا ہے اور اس حال میں ہوتا جس میں ابھی آپ ہیں تو میں بھی اسے نہ چھوڑتا اور اس کی ماں کو اس کے غم میں بیٹھادیتا اور اس سے وہی کہتا جو مجھے کہنا چاہیے لیکن خدا کی قسم! میری قدرت نہیں ہے کہ میں آپ کی مادر گرامی کے سلسلہ میں کچھ کہوں مگر یہ کہ ان کا تذکرہ جس قدر اچھائی سے ہوسکتا ہے وہی کرسکتا ہوں ۔[1] امام حسین علیہ السلام نے دوبارہ حر سے پوچھا : فما ترید ؟ پس تم کیا چاہتے ہو ؟

حر نے کہا:"أرید واللہ ، أن أنطلق بک الیٰ عبیداللہ بن زیاد "خدا کی قسم میرا ارادہ یہ ہے کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے چلوں ۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا :"اذن واللہ لا أتبعک" ایسی صورت میں خدا کی قسم میں تمہاری ہمراہی نہیں کروں گا ۔

۱۔ اس واقعہ کو ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین کے ص۷٤، طبع نجف پر ابو مخنف سے نقل کیا ہے۔

حر نے جواب دیا:" اذن واللہ لا أدعک" ایسی صورت میں خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

جب بات زیادہ ہوگئی اوردونوں کے درمیان اسی طرح ردوبدل ہونے لگی تو حر نے امام حسین علیہ السلام سے کہا: مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا ہے، مجھ سے فقط یہ کہا گیا کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں اورآپ کو کوفہ تک لے آوں ۔ اب اگر آپ انکار کررہے ہیں تو ایک ایسا راستہ انتخاب کیجیے جس سے آپ نہ کوفہ جاسکیں اور نہ ہی مدینہ پلٹ سکیں ۔میرے خیال میں آپ کے اور ہمارے درمیان یہی منصفانہ رویہ ہوگا پھر میں عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھ کر حالات سے آگاہ کروں گا اور آپ کی مرضی ہوگی تو یزید بن معاویہ کو خط لکھئے گا یا پھر عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھئے شاید خداوند عالم کوئی ایسا راستہ نکال دے جس کی وجہ سے مجھ کو آپ سے درگیر ہونے سے نجات مل جائے۔

آپ یہاں سے عذیب اور قادسیہ کے راستہ سے نکل جائیے (اس وقت آپ لوگ ذو حسم میں موجود تھے) ذو حسم اور عذیب کے درمیان ۳۸ میل کا فاصلہ تھا۔امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب اس راستہ پرروانہ ہوگئے اور حر بھی اسی راستہ پر چل پڑا۔[۱]

بارہویں منزل : البیضۃ[۲]

اب یہ نورانی قافلہ نہ تو مدینہ کے راستے پر گامزن تھا۔اورنہ ہی کوفہ کی طرف اپنے قدم بڑھارہا تھابلکہ ایک تیسری طرف رواں دواں تھا۔چلتے چلتے ایک منزل آئی جسے "بیضہ" کہتے ہیں ۔یہاں پر حضرت نے اپنے اصحاب اور حر کے لشکر کو مخاطب کر کے ایک خطبہ دیا۔ حمد وثنائے الٰہی کے بعد آپ نے فرمایا:

"ایھاالناس! ا نّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ(وآلہ) وسلّم قال :" من رأی سلطاناًجائر اً مستحلاً لحرم اللہ،ناکثاً لعھد اللہ ، مخالفاًلسنّۃ رسول اللہ، یعمل فی عباداللہ با لاثم والعدوان فلم یغیّر علیہ بفعل ولا قول ، کان حقاً علی اللہ أن یدخلہ

۱۔ ہشام کے حوالے سے جوباتیں ہم بیان کررہے ہیں وہ یہاں پر ختم ہوجاتی ہیں ۔(ارشاد،ص۲۲۵،الخواص،ص ۲۳۲)

۲۔ یہ جگہ "واقصہ" اور" عذیب الھجانات "کے درمیان ہے۔

مدخله"ألاوانّ هولاء قد لزموا طاعة الشيطان وترکو ا طاعة الرحمٰن و أظهروا الفساد و عطّلواالحدود ، واستأ ثروا بالف ئ، وأحلوا حرام اللّٰہ و حرّموا حلال اللّٰہ وأنا أحق من غیری"

قد أتتن کتبکم وقد مت علی رسلکم ببیعتکم أنکم لا تسلمونی ولا تخذلون ، فان تممتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم ، فأنا الحسین بن عل وابن فاطمه بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه (وآ له) وسلم نفسمع أنفسکم وأهل مع أهلیکم ، فلکم فیّ أسوة ، وان لم تفعلوا و نقضتم عهدکم ، وخلعتم بیعتی من أعناقکم فلعمرما هی لکم بنکر ، لقدفعلتموها بأب و أخ وابن عم مسلم !والمغرور من ا غترّبکم ؛ فحظکم أخطاتم،ونصیبکم ضیّعتم ﴿"ومن نکث فانما ینکث علی نفسه"﴾[1] وسیغن اللّٰہ عنکم والسلام علیکم ورحمةاللّٰہ و برکاته" [2]

اے لوگو! رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے ستم گر حاکم کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو، الٰہی عہد وپیمان کو توڑنے والا ہو، اللہ کے رسول کی سنتوں کا مخالف ہو، گناہ و ستم کے ساتھ بندگان خدا سے پیش آتا ہو اور وہ ایسے پیکر ظلم وجور کے خلاف اپنے قول و فعل کے ذریعہ کوئی تغیر احوال کا اظہار نہ کرے تو خداوند عالم کو حق حاصل ہے کہ ایسے شخص کو جہنم میں اسی ظالم کے ہمراہ داخل کردے؛ آگاہ ہوجاؤ کہ ان لوگوں نے شیطان کی پیروی کرلی ہے اور رحمن کی اطاعت کو ترک کردیا ہے، فساد کو آشکار، حدود الٰہی کو معطل، انفال اور عوام الناس کے اموال کو غصب، حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال بنادیا ہے اور میں اس راہ و روش کو بدلنے کے لئے سب سے زیادہ سزاوار ہوں۔

تم لوگوں نے ہمیں خط لکھ کر بلایا ہے اور تمہارے نامہ بر تمہاری بیعتوں کے ساتھ میرے پاس آئے اور کہا: تم لوگ مجھے کبھی تنہا نہیں چھوڑوگے اور کبھی بھی میری مددو نصرت سے دست بردار نہیں

۱۔سورہ فتح ۸

۲۔ابو مخنف نے عقبہ بن ابی عزار کے حوالے سے اس خبر کو نقل کیا ہے۔

ہوگے۔ اگر تم لوگ اپنے عہد وپیمان پر وفاداری کا ثبوت دیتے ہو تو رشد و سعادت تمہیں نصیب ہوگی کیونکہ میں حسین علی کا لال اور فاطمہ، دختر پیغمبر اسلام کافرزندہوں جس کی جان، حق کی راہ میں تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرا گھرانہ تمہارے گھرانے کے ہمراہ ہے کیونکہ میں تم لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہوں اور اگر تم نے اپنے عہد وپیمان کو توڑدیا اور اپنی گردنوں سے ہماری بیعت کے قلادہ کو اتاردیا تو قسم ہے میری جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی عارکی بات نہیں ہے؛ کیونکہ تم میرے بابا امیر المومنین اور میرے بھائی حسن اورچچا زاد بھائی مسلم کے ساتھ کر چکے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ شخص سخت فریب خوردہ ہے جو ان سب باتوں کے بعد تم لوگوں پر بھروسہ کرے؛ تم لوگوں نے اپنی زندگی کے حصہ کو کم اور اپنے حقوق کو ضائع کردیا ہے۔ "جو عہد کو توڑے گا وہ خوداپنے نقصان کے لئے عہد شکن ہوگا" اور خدا تم لوگوں کی مدد و نصرت سے بے نیاز ہے ۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ وبراکاتہ

امام حسین علیہ السلام کي اس بصیرت افروز بیان کي بعد حر جو سفر میں آپ کي ہمراہ تھاآپ کي پاس آیا اور کہني لگا :"یاحسین !انی أذکّرک اللہ فی نفسک فانی اشھد لئن قاتلت لتُقْتَلَنَّ ولئن قوتلت لتھلکن فیما أریٰ" اي حسین ! آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں کہ آپ دوبارہ اپني باري میں فکر کریں !کیونکہ میں گواہ ہوں کہ میري نظریہ کي مطابق اگر آپ ني ان لوگوں سي جنگ کی تو وہ لوگ آپ کو قتل کرالیں گي اور اگر آپ قتل کردئي گئي تو تباہ و برباد ہوجائیں گي ؛یہ سن کر امام حسین ني فرمایا : "أفبالموت تخوّفن ! وھل یعدوبکم الخطب ان تقتلون ! مأادری ما أقول لک ! ولکن أقول کما قال أخو الا وس لابن عمہ ولقیہ وھو یرید نصرۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم فقال لہ : این تذھب ؟ فانک مقتول! فقال:

سأمضی وما بالموت عار علی الفتیٰ

اذا ما نوی حقاً وجاھدمسلماً

وآسی الرجال الصالحین بنفسہ

وفارق مثبوراً یغش و یرغماً (۱)

۱۔ابن اثیر نے الکامل میں اور شیخ مفید نے ارشاد میں ص ۲۲۵پر ان اشعار کے علاوہ ایک شعر کا اور اضافہ کیا ہے۔

فان عشت لم اندم وان مت لم الم

و کفی بک ذلاًان تعیش و ترغما

اگر میں زندہ رہا تو نادم نہیں ہوں گا اور اگر دنیا سے گزر گیا تو ملامت نہیں کیا جاؤں گا اور ذلت کے لئے یہی کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل ہو۔

کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے ؟ کیا اس سے زیادہ کچھ ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں کے بلانے پر میرا آنا اور ظلم و ستم کے خلاف میرا نبرد آزما ہونا سبب بنے گا کہ تم لوگ مجھے قتل کردو گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں تم سے کیا کہوں ؛ لیکن میں وہی کہتا ہوں جو قبیلہ اوس کے ایک جوان نے اپنے چچازاد بھائی سے اس وقت کہا تھا جب وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد ونصرت کے لئے جارہا تھا۔ اس کے چچا زاد بھائی نے اس سے ملاقات کرتے ہوئے کہا : تم کہاں جارہے ہو ؟ مجھے یقین ہے کہ تم قتل ہوجاؤ گے تو اس جوان مرد نے جواب دیا تھا :

میں تو پیغمبر خدا کی طرف جارہاہوں اور موت اس جوان کے لئے ننگ و عار نہیں ہے جس کی نیت حق اور جو ایک مسلمان کی حیثیت سے جہاد کے لئے جارہا ہو ، وہ نیک وصالح افراد کی مصیبت کا ہمراہی ہے اور اس سے جدا ہے جو ہلاک ہوچکا ہے اور اس کی زندگی ذلت و رسوائی کے ساتھ بسر ہورہی ہے ۔

جب حر نے یہ کلمات سنے تو کنارہ کش ہوگیا اور اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک سمت میں چلنے لگے اور حر اپنے فوجیوں کے ساتھ دوسری طرف آگے بڑھنے لگا۔ چلتے چلتے یہ لوگ اس منزل تک پہنچ گئے جسے "عذیب الھجانات" کہتے ہیں ۔

تیرہویں منزل :" عذیب الھجانات "[1]

یہ قافلہ اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق "ذو حسم" کے بعد "بیضہ" سے ہوتے ہوئے" عذیب الھجانات"تک پہنچا ۔ وہاں یہ قافلہ ان چار سواروں سے روبرو ہوا جو کوفہ سے آرہے تھے جن کے راہنما طرماح بن عدی تھے ۔ جب یہ لوگ امام حسین علیہ السلام کے پاس پہونچے تو اپنے گھوڑے پر سوار یہ اشعار پڑھ رہے تھے :

---

۱ ۔" عذیب" یہ بنی تمیم کی ایک گھاٹی ہے جو عراق کی سرحد ہے ۔ یہ جگہ ایرانیوں کے اسلحہ خانہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی ۔ اس کے اور"قادسیہ" کے درمیان ٦ میل کا فاصلہ ہے ۔ علاقہ " حیرہ" کے سربراہ " نعمان " کے گھوڑے اسی جگہ پر چرائے جاتے تھے ۔ کہا جاتا ہے ھجانات ھجین کی جمع ہے جس کے معنی غیر اصل کے ہیں یعنی جو لوگ نجیب الطرفین نہ ہوں ۔

يا ناقتي لا تُذعري من زجري

و شمّري قبل طلوع الفجر

بخير ركبان و خير سفر

حتي تحلّي بكر يم النجر

الماجد الحرّ رحيب الصدر

اتني به الله لخير أ مر

ثمّة أبقاه بقاء الدهر

اے میرے ناقے! میرے جلدی جلدی چلنے پر خوف زدہ نہ ہو بلکہ تو تیز تیز چل تاکہ سپیدہ سحری تک تو بہترین سوار اور بہترین مسافر تک پہنچ جا؛ یہاں تک کہ اس ذات تک رسائی ہوجائے جس کا خاندان کریم ، بزرگ ، آزاد اور فراخ دل ہے؛ جسے خداوند متعال بہترین کام کے لئے یہاں لایا ہے، اسی لئے خدا اسے اس وقت تک باقی رکھے گا جب تک یہ دنیا اور زمانہ باقی ہے ۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : "أما والله اِنّ لأ رجوأن يكون خيراً ما أرادالله بنا قُتِلنا أو ظفرنا" خدا کی قسم خدا وندعالم جو ہمارے لئے چاہتا ہے وہی ہما رے لئے خیر ہے؛ چاہے ہم قتل کر دیئے جائیں یا ظلم و ستم کے خلاف ظفریاب ہو جائیں ۔

یہ چار افراد چونکہ کوفہ سے آئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مددو نصرت کا ارادہ رکھتے تھے لہٰذا حر بن یزید سامنے آیا اور امام علیہ السلام سے کہا : یہ لوگ جو کوفہ سے آئے ہیں آپ کے ہمراہ نہیں تھے لہٰذا یا تو میں انھیں قید کرلوں یا کوفہ لوٹا دوں ۔

تو امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : "لأمنّعنهّم مما أمنع منه نفس، انما هولا ء أنصار وا عواني وقد كنت أعطيتن ان لا تعرض ل بشيء حتي ياتيک كتاب من ابن زياد"

میں ان کی جانب سے اسی طرح دفاع اور مما نعت کروں گا جس طرح اپنا دفاع اور اپنے سلسلے میں مما نعت کررہا ہوں ؛ کیونکہ یہ میرے ناصر ومددگار ہیں اور تم نے عہد وپیمان کیا ہے کہ جب تک تمہارے پاس ابن زیاد کا خط نہیں آجاتا اس وقت تک تم مجھ سے درگیر نہ ہو گے ۔

حر نے کہا: ٹھیک ہے لیکن یہ آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں ۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : "ہم أصحابی وہم بمنزلۃ من جاء مع فان تممت علیّ ما کان بین وبینک والا انا جزتک " یہ میرے اصحاب ہیں اورانہیں لوگوں کی طرح ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں ۔ اگرتم نے اس عہد وپیمان کو بر قرار رکھا جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تمہارے سامنے میدان کا رزار میں اتر آئیں گے۔ یہ سن کر حر ان لوگوں سے دست بردار ہو گیا ۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام ان لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا :"أخبر ونی خبرالناس وراء کم "جن لوگوں کو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی خبر سناؤ ۔

تو مجمّع بن عبد اللہ عائذی [1] جو انہیں چار میں سے ایک تھے اور کوفہ سے یہاں آئے تھے، نے آپ سے عرض کیا :" أما ا شراف الناس فقد أُعظمت رشوتھم ومُلِئَت غرائر ھم ، یستمال ودّھم ویستخلص بہ نصیحتھم فھم ألب واحد علیک ! وأما سائرالناس بعد،فاِنَّ أفئدۃ تھم تھو الیک وسیو فھم غداً مشھورۃ علیک" اشراف اور سربرآوردہ افراد کو رشوت کی خطیر رقم دیدی گئی ہے، ان کے تھیلوں کو بھر دیا گیاہے، اس طرح سے ان کی خیر خواہی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا گیا ہے اور ان کو اپنا محبوب بنا لیا گیاہے۔ یہ گروہ وہ ہے جو آپ کے خلاف دشمن کے ہمراہ ہے اور بقیہ لوگ وہ ہیں جن کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کے خلاف کھنچی ہوں گی ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا :" أخبرونی فھل لکم برسول الیکم ؟" کیا میرا کوئی پیغام رسان تم تک پہنچا ہے ؟ تو ان لوگوں نے پوچھا : کس پیغام رساں کی بات کررہے ہیں ؟ امام حسین نے فرمایا : قیس بن مسہر صیداوی ان لوگوں نے جواب دیا : ہاں ! ان کو حصین بن تمیم نے گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔جب وہ وہاں پہنچے تو عبید اللہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ اور آپ کے بابا پر لعنت بھیجیں ۔ انھوں نے آپ پر اور آپ کے بابا پر درود سلام بھیجا ، ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی، لوگوں کو آپ کی مدد و نصرت کے لئے بلایا اور انھیں خبر دی کہ آپ آرہے ہیں ۔ اس حالت کو دیکھ کر ابن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں چھت پر سے نیچے پھینک دیا جائے لہذا آپ کو دار الامارہ کے چھت سے نیچے پھینک دیا گیا ۔

---

۱ ۔ شاید یہ چار لوگ ، جابر بن حارث سلمانی ، عمرو بن خالد صیداوی اور سعد کا غلام ہوں جنکے بارے میں ابو مخنف کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے جنگ کے پہلے ہی مرحلہ میں مقاتلہ کیا اور ایک ہی جگہ شہید ہوگئے ۔ (طبری، ج ۵ ،ص ٤٤٦)

یہ جملہ سننے کے بعد امام حسین علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور آپ کسی طرح اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکے پھر آپ نے فرمایا : "مِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نحبه وَ مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُوَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً "[١] اللّهم اجعل لنا ولهم الجنةنزلاً واجمع بينناوبينهم فی مستقر رحمتک ورغائب مذخورثوابک "ان میں سے بعض وہ ہیں جو (قربانی دے کر) اپنا عہد وفا کر گئے اور ان میں سے بعض (حکم خدا کے) انتظار میں بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے (اپنا موقف) ذرا بھی نہیں تبدیل کیا ، خدایا ! بہشت کو ہمارے اور ان کے نزول کی جگہ قرار دے اور اپنی رحمتوں کی جایگاہ میں ہمیں اور انھیں یکجا کردے اور اپنے بہترین ثواب کے ذخیرہ سے بہرہ مند فرما ![٢] اس دعا کے بعد طرماح بن عدی امام حسین علیہ السلام کے قریب آئے اور عرض کی : " أنّی واللہ لا نظر فماأری معک أحداً ولو لم یقاتلک الا هؤلاء الذین أراهم ملا زمیک لکان کفیٰ بهم وقد رأیت قبل خروج من الکوفة الیک بیوم ظهر الکوفة،و فیه من الناس مالم ترعینا فی صعید واحدجمعاًاکثرمنه ، فسألتْ عنهم ، فقیل : اجتمعوا لیعرضوا ثم یسرّحون الی الحسین ، فأنشدک ان قدرت علی أن لا تقدم علیهم شبراً الافعلت ! فان أردت أن تنزل بلداً یمنعک اللہ به حتی تری من رأیک و یستبین لک مأانت صانع ، فسرحتی أنزلک مناع جبلنا الذی یدعی "أ جا ئ"[٣] فأسیر معک حتی أنزلک القُرَیّة"[٤]

خدا کی قسم میں جو دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ زیادہ یار و مددگار نہیں ہیں اور اگر انہیں لوگوں کے علاوہ جنہیں میں ساتھ ساتھ دیکھ رہا ہوں کوئی اور نہ ہو تو یہی لوگ ان کے لئے کافی ہیں ۔ کوفہ

١۔ سورہ احزاب ٢٣

٢۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ عقبہ بن ابی عیزار نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔(طبری ،ج٥، ص ٤٠٣ ، ارشاد، ص ٢٢٥ ، طبع نجف)

٣۔ یہ ایک شخص کا نام ہے جس کے نام پر علاقہ طئی کا پہاڑ موسوم ہے۔ یہ طئی کے مغربی علاقہ میں سمیراء پہاڑ کے بائیں جانب ہے۔

٤۔ یہ قریہ کی اسم تصغیر ہے اور طی کے علاقہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

سے نکل کر آپ کی طرف آنے سے ایک دن قبل میں نے کوفہ کے پیچھے بہت سارے لوگوں کو دیکھا جس سے پہلے ایک ہی جگہ پر میں نے اتنا جم غفیر نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے ؟ کسی نے کہا یہ لوگ اس لئے جمع ہوئے ہیں تاکہ فوجی ٹریننگ لے سکیں اور پھر حسین سے جنگ کے لئے کوچ کریں لہٰذا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر آپ قادر ہیں تو ایک بالشت بھی ان لوگوں کی طرف نہ بڑھیں ۔ اگر چاہتے ہیں کہ کسی ایسے شہر میں جائیں جہاں خدا آپ کی جان کو ان ظالموں کے چنگل سے نجات دیدے اور پھر آپ دیکھیں کہ آپ کا منشاء کیا ہے اور آپ کے لئے موقعیت پوری طرح واضح ہوجائے تو آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم آپ کو اپنی طرف ایک پہاڑی علاقہ میں اتار دیں جہاں کوئی پر بھی نہیں مار سکتا، جسے "آجاٴ" کہتے ہیں ۔میں وہاں تک آپ کے ساتھ چلوں گا اور آپ کو وہاں کے ایک گاؤں میں جس کا نام ''قریہ" ہے اتار دوں گا ۔

امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا :" جزاک اللہ وقومک خیراً ! انہ قد کان بیننا وبین ھٰؤ لاء القوم قول لسنا نقدرمعہ علی الا نصراف ولا ندری علام تنصرف بنا وبھم الأُمور فی عاقبة !"خدا تمہیں اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے! حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان ایک قول وقرار ہے جس کی وجہ سے ہم ان سے جدا نہیں ہو سکتے اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ عاقبت کار ہمارے اور ان کے امور کو کہاں لے جائے گی۔

طرّماح کا بیان ہے کہ یہ سننے کے بعد میں نے ان کو الوداع کیا اور کہا: خدا آپ کو جن ّ وانس کے شر سے دور رکھے[1] اور حسین (علیہ السلام) آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ قصر بنی مقاتل تک پہنچ گئے ۔

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ جمیل بن مرید نے طرمّاح کے حوالے سے مجھ کو یہ خبر دی ہے۔(طبری ،ج۵، ص٤٠٦) اور پوری خبر یہ ہے کہ طرمّاح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا : میں نے کوفہ سے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ آذوقہ فراہم کیا ہے جن کا نفقہ مجھ پر واجب ہے لہذا میں وہاں پہنچ کر اسے رکھ کر انشاء اللہ فوراً آپ کی طرف پلٹ رہا ہوں ۔اگر میں آپ سے ملحق ہو گیا تو خدا کی قسم میں ضرور آپ کی مدد کرنے والا ہوں گا ۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : ایسا کرنا چاہتے ہو تو جلدی کرو اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے ! طرماح کہتے ہیں : جب میں اپنے گھر والوں کے پاس پہنچا تو آذوقہ ان کے پاس رکھا ، جو چیز ان کے لئے ضروری اور ان کی بہتری میں تھی اسے وہاں فراہم کیا اور ان سے وصیت کی پھر اپنے ارادہ کو ان کے سامنے پیش کر کے فوراً لوٹ گیا یہاں تک کہ جب میں " عذیب الھجانات "تک پہنچا تو سماعہ بن بدر نے امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنائی تو میں واپس پلٹ گیا۔ (طبری ،ج۵ ، ٤٠٦)

چودہویں منزل: قصر بنی مقاتل [1]

"عذیب الہجانات" سے چل کر حسین بن علی علیہ الصلوٰۃ والسلام قصر بنی مقاتل تک پہنچے۔ وہاں آپ نے پڑاؤ ڈالا تو دیکھا کہ وہاں ایک خیمہ لگا ہوا ہے، [2] امام علیہ السلام نے فرمایا: "لمن ھٰذا الفسطاط" یہ خیمہ کس کا ہے؟ تو کسی نے کہا: عبید اللہ بن حر جعفی [3] کا خیمہ ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: "ادعو ہ لی" اسے میرے پاس بلاؤ، پھر ایک پیغام رساں کو اس کے پاس روانہ کیا ،جب وہ پیغام رساں وہاں پہنچا تو اس نے کہا: یہ حسین بن علی ہیں جو تم کو بلارہے ہیں ، عبیداللہ بن حر جعفی نے کہا: "انّاللہ وانا الیہ راجعون" خدا کی قسم میں کوفہ سے نکلا تو مجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ کسی جگہ حسین سے ملاقات ہو ، واللہ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے دیکھیں یا میں ان کو دیکھوں۔ پیغام رساں واپس پلٹا اور اس نے آکر امام کو اس کے بارے میں خبر دی۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام خود اٹھے، نعلین منگوائی، اسے پہن کر کھڑے ہوئے اور بنفس نفیس اس کے پاس گئے، خیمہ میں داخل ہوکر اسے سلام کیا پھر اسے اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو ابن حر نے اپنی باتوں کو پھر دھرایا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: " فان لا تنصرنا فاتّق اللہ أن تکون ممن یقاتلنا فواللہ لا یسمع واعیتنا أحد ثم لا ینصرنا الا ھلک" اگر تم میری مدد نہیں کرنا چاہتے ہو تو خدا سے خوف کھاؤ کہ کہیں مجھ سے جنگ کرنے والوں میں نہ ہو جاؤ؛ کیونکہ خدا کی قسم کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو میری فریاد سن کر میری مدد نہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔ [4]

۱۔ معجم میں ہے کہ یہ جگہ چند دیہاتوں اور "قطقطانہ" اور "عین التمر" کے درمیان واقع ہے۔

۲۔ ابو مخنف نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۰۷)

۳۔ اس شخص کے حالات کتاب کے آخری حصہ میں بیان کئے جائیں گے۔

٤۔ ابو مخنف کا بیان ہے: مجھ سے مجالد بن سعید نے عامر شعبی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۰۷ ، ارشاد ص، ۲۲٦)

عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ رات کے آخری حصہ میں امام حسین (علیہ السلام) نے پانی بھرنے کا حکم دیا اور جب چھاگلیں بھری جا چکیں تو آپ نے ہم لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور ہم نے وہی کیا۔ جب ہم لوگ" قصر بنی مقاتل "سے کوچ کررہے تھے اور ہمارا سفر جاری تھا تو کچھ دیر کے لئے حسین کی آنکھ لگ گئی ،جب آنکھ کھلی تو آپ یہ فرمارہے تھے:" انا للّٰہ وانا الیہ راجعون والحمد للّٰہ رب العالمین" اس جملہ کی آپ نے دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی ، یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن حسین (علیہ السلام) آگے بڑھے جو اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ نے بھی اپنے بابا کے جملہ کی تکرار"اناللہ واناالیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین" کرتے ہوئے فرمایا :"یا ابت جُعلت فداک ممّ حمد ت واستر جعت"ب ابا جان! آپ پر میری جان قربان ہو، کیا سبب ہوا کہ آپ نے یکبارگی حمد الٰہی کی اور زبان پر کلمۂ استرجاع جاری کیا ؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا:"یا بُن ان خفقت برأس خفقة فعنّ ل فارس علی فرس فقال : القوم یسیرون والمنایا تسر الیهم ، فعلمت أنھا أنفسنا نعیت الینا !" اے میرے لال ! تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی تھی تو میں نے خواب کے عالم میں دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار میرے سامنے نمودار ہوا اور اس نے کہا یہ قوم آگے بڑھ رہی ہے اور موت ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے ، اس سے مجھ کو معلوم ہوگیا یہ مجھے میری شہادت کی خبر دے رہا ہے۔

علی بن حسین علیہ السلام :"یاأبت لا أراک اللہ سوئً السنا علی الحق؟"اے بابا ! میں نہیں سمجھتا کہ اللہ آپ کے لئے برا کرے گا کیا ہم حق پر نہیں ہیں ؟

امام حسین علیہ السلام :" بلیٰ والذی الیه مرجع العباد !"کیوں نہیں (ہم ہی حق پر ہیں) قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

علی بن الحسین :"یاأبت اذاًلا نبالی ، نموت محقین'بابا جان ایسی صورت میں ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کیوں کہ ہماری موت حق پر ہے ۔

امام حسین : جزاک اللہ من ولد خیر ماجزی ولداً عن والده ، خداوند متعال تمہیں وہ بہترین جزا دے جو باپ کی دعا سے بیٹے کو نصیب ہوتی ہے ۔

اسی گفتگو کے درمیان کچھ دیر کے بعد سپیدہ سحری نمودار ہوئی ۔ آپ نے صبح کی نماز ادا کی اور دوبارہ جلدی سے سب اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھ گئے اور آپ اپنے اصحاب کو اس سرزمین کے بائیں جانب چلنے کا اشارہ کیا تاکہ انہیں لشکر حر سے جدا اور متفرق کر سکیں لیکن حر بن یزید کی جستجو یہ تھی کہ آپ کو کسی طرح کوفہ سے نزدیک کردے لہذا وہ آپ لوگوں کو پراکندہ ہونے سے روک کر واپس پلٹانے لگا اور کوفہ کی طرف شدت سے نزدیک کرنے لگا، اصحاب حسینی نے اس سے ممانعت کی اور ان لوگوں کو دور ہٹاتے رہے اور آپ اسی طرح اپنے چاہنے والوں کو بائیں طرف کرتے رہے اور اسی کشمکش میں نینوا آگیا ۔

قربان گاہ عشق :نینوا[۱]

چودہ منزلیں ختم ہوچکی تھیں حسین بن علی (علیہما السلام) نینوا میں اتر چکے تھے کہ یکایک ایک سوار اصیل و نجیب گھوڑے پر سوار ، اسلحوں سے لیث اور دوش پر کمان ڈالے کوفہ کی طرف سے نمودار ہوا سب کے سب کھڑے اس کا انتظار کرنے لگے؛ جب وہ نزدیک آیا تو اس نے حر اور اس کے لشکر والوں کو سلام کیا لیکن حسین اور ان کے اصحاب کو سلام نہیں کیا پھر اس نے عبیداللہ بن زیاد کا خط حر کو پیش کردیا اس خط میں یہ عبارت موجود تھی ۔

اما بعد، فجعجع [۲]بالحسين حين يبلغک کتاب ويقدم عليک رسول ، فلا تنزله الا بالعراء فى غير حصن وعلى غير ما ء و قد امرت رسول أن يلزمک ولا يفارقک حتى ياتين بأنفاذک امر، والسلام"

---

۱ ۔ یہ کربلا کا ایک علاقہ ہے جو اواخر قرن دوم تک آباد رہا۔

۲ ۔ ابن منظور نے لسان العرب میں اصمعی سے نقل کیا ہے :" جعجع ای احبسه" جعجع کے معنی یہ ہیں کہ قید کرلو اور ابن فارس نے مقاییس اللغۃ، ج ۱ ،ص ۴۱۶ پر لکھا ہے : "ای الجئہ الی مکان خشن"یعنی انھیں ایک بے آب و گیاہ علاقہ میں ٹھہراؤ ۔

اما بعد، جیسے ہی نامہ برتمہارے پاس یہ خط لے کر میرا پہنچے حسین کو ایک بے آب و گیاہ صحرا میں روک لو اور میں نے اپنے فرستادہ کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے جدا نہ ہو اور تمہاری مراقبت میں رہے یہاں تک کہ واپس لوٹ کر مجھے خبر دے کے تم نے میرے حکم کو نافذ کیا ہے۔ والسلام

جب حر نے خط پڑھا تو یہ خط لے کر وہ اس نورانی قافلہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یہ امیر عبیداللہ بن زیاد کا خط ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو وہیں پر قید رکھوں جہاں پر اس کا خط مجھے ملا ہے اور یہ اس کا قاصداور فرستادہ ہے جسے اس نے حکم دیا ہے کہ وہ مجھ سے جدا نہ ہو یہاں تک کہ میں اس کے منشاء اور حکم کو نافذ کردوں۔

یہ سن کر یزید بن زیاد مہاصر کندی بہدلی [1] معروف بہ شعثاء نے عبیداللہ بن زیاد کے پیغام رساں کو غور سے دیکھا اور اس کے سامنے خود کو نمایاں کر کے کہا: کیا تو مالک بنُ نسیر بدّی [2] ہے!(جس کا تعلق قبیلۂ کندہ سے ہے) ؟ اس شخص نے جواب دیا: ہاں! اس پر یزید بن زیاد معروف بہ شعثاء نے اس سے کہا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے! یہ تو کیا لے کر آیا ہے ؟

۱۔ آپ کا شمار امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے تیر اندزوں میں ہوتا ہے اورآپ حملۂ اولی میں شہید ہونے والوں میں سے ہیں ۔ آپ نے سو تیر چلائے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر کہنے لگے: ان تیروں میں سے ابھی فقط پانچ ہی تیر ہدف پر لگے ہیں اور میرے لئے واضح یہی ہے کہ میں نے پانچ لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ابو مخنف ہی نے فضیل بن خدیج کندی سے روایت نقل کی ہے کہ یزید بن زیاد عمر بن سعد کے ہمراہ نکلا تھا لیکن جب حسین علیہ السلام کے ساتھ صلح کی پیش کش ان لوگوں نے ٹھکرادی تو یہ امام علیہ السلام کی طرف چلے آئے اور دشمنوں سے خوب خوب داد شجاعت لی یہاں تک کہ شہید ہوگئے لیکن یہ خبر اوپر والی خبر سے موافقت نہیں رکھتی ۔

۲۔ مالک بن نسیر قبیلہ ٔ بنی بَدا ء سے متعلق تھا۔ یہ کربلا میں موجود تھا ۔ اس نے امام علیہ السلام کے سر پر تلوار سے ضربت لگائی جس سے آپ کی برنس کٹ گئی اور تلوار آپ کے سر تک پہنچ گئی جس نے آپ کو خون میں غلطاں کردیا ۔ اس حالت میں امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: " لا أکلت بھا ولا شربت بھا وحشرک اللہ مع الظالمین " تو اس کی وجہ سے نہ کھا پائے اور نہ پی پائے اور خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے ۔

شہادت کے بعد مالک بن نسیر آپ کی برنس لے کر چلا گیا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ساری زندگی فقیر رہا یہاں تک کہ مرگیا ۔(طبری، ج ۵، ص ٤٤٨) یہ واقعہ ابی مخنف سے مروی ہے۔ " برنس "عربی کا ایک غیر مانوس کلمہ ہے۔ یہ ایک لمبی ٹوپی ہے جو روئی سے بنتی ہے اسے نصاریٰ کے عبادت گزار افراد پہنا کرتے تھے۔ صدر اسلام میں مسلمان عبادت گزار افراد بھی اسے پہنا کرتے تھے جیسا کہ مجمع البحرین میں ہے نیز ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن دبّاس نے مختار کو ان لوگوں کا پتہ بتایا جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔ انھیں میں سے ایک مالک بن نسیر بَدّی بھی تھا۔ مختار نے فوراً ان قاتلوں کی سمت مالک بن عمرو نہدی کو بھیجا ۔جب مالک بن عمرو وہاں آئے اور وہ سب کے سب قادسیہ میں موجود تھے مالک بن عمرو نے ان سب کو گرفتار کرلیا اور ان کو لے کر مختار کے پاس آئے۔ جب یہ قاتلین وہاں پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ مختار نے اس بدّی سے پوچھا: تو ہی وہ ہے جو امام کی برنس لے گیا تھا ؟ تو عبد اللہ بن کامل نے کہا: ہاں یہ وہی ہے. یہ سن کر مختار نے کہا: اس کے دونوں ہاتھ پیر کاٹ دو اور چھوڑ دو تاکہ یہ تڑپے اور مضطرب ہو یہاں تک کہ مرجائے۔ اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا اور اسے چھوڑ دیا گیا تو اس کا خون مسلسل بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا ۔ یہ ٦٦ھ کا زمانہ تھا۔ (طبری، ج ٦، ص ٥٧)

مالک بن نسیر نے کہا: میں کچھ بھی لے کر نہیں آیا، میں نے تو فقط اپنے امام کی اطاعت اور اپنی بیعت پر وفاداری کا ثبوت پیش کیا ہے۔

شعثاء نے اس کا جواب دیا: تو نے اپنے رب کی معصیت اور اپنے نفس کی ہلاکت میں اپنے رہبر کی اطاعت کی ہے اور یہ فعل انجام دے کر تو نے ذلت ورسوائی اور جہنم کی آگ کو حاصل کیا ہے کیونکہ خدا وند متعال فرماتا ہے: ﴿ " وَ جَعَلْنَاهُمْ اَ ئِمَّةً يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ القِيَامَةِ لَايُنْصَرُوْنَ" ﴾[1]

ہم نے ان کو گمراہوں کا پیشوا بنایا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن (ایسے بے کس ہوں گے کہ) ان کو (کسی طرح) کی مدد نہ دی جائے گی۔ اور وہ تیرا پیشوا ہے۔

اس کے بعد حر بن یزید ریاحی حسینی قافلہ کو ایسی ہی جگہ پر اتارنے کی کوشش کرنے لگا جہاں نہ پانی تھا اور نہ ہی کوئی قریہ و دیہات[2] لہذا ان لوگوں نے فرمایا کہ ہمیں چھوڑ دو تاکہ ہم اس قریہ میں چلے

۱۔ سورہ قصص آیت ۴۱

۲۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کربلا کسی ایک دیہات اور قریہ کا نام نہیں تھا بلکہ یہ ایک علاقہ تھا جس کے تحت چند قریہ اور دیہات آتے تھے جیسا کہ کتاب " الدلائل والمسائل "(سید ہبۃ الدین شہرستانی) میں موجود ہے۔ سبط بن جوزی نے کہا: پھر (امام) حسین (علیہ السلام) نے فرمایا: "ما یقول ھٰذہ الارض" اس زمین کو کیا کہتے ہیں تو لوگوں نے کہا: اسے کربلا کہتے ہیں اور اسے نینوی بھی کہا جاتا ہے جو اسی کا ایک قریہ ہے۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا:" کرب وبلا "یہ کرب وبلا ہے پھر فرمایا: "اخبرتنِ ام سلمۃ قالت" مجھ کو ام سلمیٰ نے خبر دی ہے وہ کہتی ہیں کہ" کان جبرئیل عند رسول اللہ ّ وانت مع"جبرئیل رسول اللہ کے پاس تھے اور تم میرے ہمراہ تھے" فبکیت فقال رسول اللہ ّ: دع ابن فترکتک فاخذک ومنعک فی حجرہ "تو تم رونے لگے رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میرے فرزند کو چھوڑ دو۔ میں نے تم کو چھوڑ دیا تو نبی اللہ نے تم کو پکڑا اور اپنی گودی میں بیٹھا لیا۔" فقال جبرئیل: أتحبہ؟ قال: نعم! قال: فان أمتک ستقتلہ" جبرئیل نے پوچھا: کیا آپ اس بچے سے محبت کرتے ہیں تو خدا کے نبی نے جواب دیا: ہاں! جبرئیل نے کہا: آپ کی امت اس بچے کو شہید کردے گی۔" وان شئت أن أریک تربۃ أرضہ الت یقتل فیھا؟ قال: نعم" اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا دوں جس میں یہ قتل کئے جائیں گے تو خدا کے نبی نے فرمایا: ہاں! ام سلمیٰ کہتی ہیں:" فبسط جبرئیل جنا حہ علی أرض کربلاء فأراہ ایاہ ثم شمھا وقال: ھٰذہ واللہ ٰھی الارض التی أخبر بھا جبرئیل رسول اللہ ٰ وانن اقتل فیھا"جبرئیل نے زمین کربلا پر اپنے پر پھیلائے اور وہ زمین نبی خدا کو دکھا دی؛. پھر امام حسین علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا: خدا کی قسم یہی وہ زمین ہے جس

کی خبر جبرئیل نے رسول اللہ کو دی تھی اور میں یہیں قتل کیا جاؤں گا۔ سبط بن جوزی کہتے ہیں : ابن سعد نے طبقات میں واقدی کے حوالے سے اسی معنی کو ذکر کیا ہے پھر سبط بن جوزی نے کہا : ابن سعد نے شعبی کے حوالے سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا : جب صفین کے راستے میں علی علیہ السلام کا کربلا سے گزر ہوا اور آپ نینوا (فرات کے نزدیک قریہ ہے) کے قریب پہنچے تو وہاں رکے اور اپنے پانی لانے والے اور طہارت کے امور انجام دینے والے فرد کو آواز دی اور فرمایا : اے ابو عبداللہ مجھے خبر دو کہ اس زمین کو کیا کہتے ہیں ؟ اس نے جواب دیا : اسے کربلا کہتے ہیں ، یہ سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور آپ اتنا روئے کہ وہاں کی زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا :" دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وھو یبک فقلت لہ : ما یبکیک ؟" میں ایک دن رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دیکھا رو رہے ہیں ؛ میں نے فوراً آنحضرت ﷺ سے سوال کیا : آپ کو کس چیز نے رلادیا ؟ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا :"کان عندی جبرئیل آنفاً و اخبرنی ؛ ان ولدی الحسین علیہ السلام یقتل بشط الفرات بموضع یقال لہ کربلا ئ" ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس موجود تھے، انھوں نے مجھے خبر دی کہ میرا فرزند حسین فرات کے کنارے اس جگہ پر قتل کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں ۔" ثم قبض جبرئیل قبضۃ من تراب فشمنی ایاھا فلم أملک عینی ان فاضتا "پھر جبرئیل نے وہاں کی ایک مٹھی خاک اٹھائی جس کو میں نے سونگھا اس کا اثر یہ ہوا کہ میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ پا سکا اور سیل اشک جاری ہوگئے ، پھر کہتے ہیں :" حسن بن کثیر" اور" عبد خیر" نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے: جب علی علیہ السلام کربلا پہنچے تو وہاں رکے اور گریہ کیا اور فرمایا :"بابی اغلیمۃ یقتلون ھاھنا، ھٰذا مناخ رکابھم ، ھٰذا موضع رحالھم ، ھٰذا مصرع الرجال ثم ازداد بکاءہ" میرے باپ ان جوانوں پر قربان ہوجائیں جو یہاں قتل کئے جائیں گے ۔یہیں پر ان کی قیام گاہ ہوگی اور وہ اپنی رکابوں سے نیچے آئیں گے، یہی ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے، یہی ان کے مردوں کی قتل گاہ ہے، یہ کہتے کہتے آپ کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے اور آپ شدت سے رونے لگے۔ (تذکرۃ الخواص ، ص ۲۵۰ ، طبع نجف) نصر بن مزاحم نے اس خبر کو چار طریقوں سے بیان کیا ہے۔ (صفین ،ص ۱۴۲، ۲۴۰ ، طبع ہارون)

جائیں جسے نینوا کہتے ہیں یا اس دیہات میں چلے جائیں جسے غاضریہ [1] کہتے ہیں یا ایک دوسرے قریہ میں جانے دو جسے شفیہ کہتے ہیں [2] لیکن حرنے تمام درخواستوں کو مسترد کرتے ہوئے کہا : نہیں خدا کی قسم میں ایسا کرنے پر قادر نہیں ہوں ، یہ شخص میرے پاس جاسوس بنا کر بھیجا گیا ہے ۔

۱۔ غاضریہ، غاضر کی طرف منسوب ہے جو قبیلہ بنی اسد کا ایک شخص ہے۔ یہ زمین ابھی عون کی قبر کے آس پاس ہے جو کربلا سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے وہاں ایک قلعہ کے آثار موجود ہیں جو قلعہ بنی اسد کے نام سے معروف ہے ۔

۲۔ یہ بھی کربلا کے نزدیک بنی اسد کے کنویں کا مقام ہے ۔

اس بے ادبی پرزہیربن قین ، امام علیہ السلام سے مخاطب ہو کرکہنے لگے :"یابن رسول اللہؐ، ان قتال ھولاء أھون من قتال مَن یاتینا من بعد ھم ، فلعمری لیاتینا من بعد من تری مالا قبل لنا بہ" اے فرزند رسولخدا ! ان لوگوں سے ابھی جنگ آسان ہوگی بہ نسبت اُن لوگوں کے جو اِن کے بعد آئیں گے۔ قسم ہے مجھے اپنی جان کی اس کے بعدہماری طرف اتنے لوگ آئیں گے جن کا اس سے پہلے ہم سے کوئی سابقہ نہ ہوا ہوگا ۔زہیر کے یہ جملے سن کر امام علیہ السلام نے ان سے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا جوان کے سابقہ بزرگوں کی سیرت کا بیان کر رہے۔ آپ نے فرمایا :"ماکنت لأبدأ ھم با لقتال" میں ان سے جنگ کی ابتداء کرنا نہیں چاہتا اس پر زہیر بن قین نے کہا : تو پھر اس کی اجازت فرمائیے کہ ہم اس قریہ کی طرف چلیں اور وہاں پہنچ کرپڑاؤ ڈالیں کیونکہ یہ قریہ سرسبزو شاداب ہے اور دریائے فرات کے کنارے ہے۔ اگران لوگوں نے ہمیں روکا تو ہم ان سے نبرد آزمائی کریں گے کیونکہ ان سے نبرد آزماہونا آسان ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے۔ اس پر امام علیہ السلام نےپوچھا :"وأے ۃ قرےۃ ھی ؟ "یہ کون سا قریہ ہے ؟ زہیر نے کہا :"ھی العقر"اس کانام عقر ہے[1] تو امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا :"اللّٰھم انی أعوذبک من العقر" خدایا !میں عقر سے تیری پناہ مانگتاہوں ، پھر آپ نے وہیں اپنے قافلہ کو اتارا۔ یہ جمعرات دوسری محرم ٦١ ھ کا واقعہ ہے جب دوسرا دن نمودار ہواتو سعد بن ابی وقاص[2] کا بیٹاعمر کوفہ سے چار ہزار فوج لے کر کربلا پہنچ گیا ۔

١۔ بابل کے دیہات میں ایک جگہ ہے جہاں بنو خذنصر(یہ وہی بخت النصر معروف ہے جس کا صحیح تلفظ بنو خذ نصر ہے) رہا کرتے تھے اس علاقہ کو شروع میں کوربابل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے تصحیف ہو کر کربلا کہا جانے لگا ۔

٢۔ مذکورہ شخص کے احوال گذر چکے ہیں ۔

امام حسین علیہ السلام کی جانب پسر سعد کی روانگی

* ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط

* ابن زیاد کا جواب

* پسر سعد اور امام علیہ السلام کی ملاقات

* ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط

* ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دوسرا خط

* خط کے ہمراہ شمر کا کربلا میں ورود

* جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے نام امان نامہ

* امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش

امام حسین علیہ السلام کی جانب پسر سعد کی روانگی

امام حسین علیہ السلام کی طرف پسر سعد کی روانگی کا سبب یہ تھا کہ عبیداللہ بن زیاد نے اسے اہل کوفہ کی چارہزار فوج کے ہمراہ "ہمدان "اور" ری" کے درمیان ایک علاقہ کی طرف روانہ کیا تھا جسے دشتبہ[1] کہتے ہیں جہاں دیلمیوں نے حکومت کے خلاف خروج کرکے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ابن زیاد نے خط لکھ کر "ری" کی حکومت اس کے سپرد کی اور اسے روانگی کا حکم دیا۔

عمر بن سعد اپنی فوج کے ہمراہ روانہ ہوگیا۔" حمام اعین "[2] کے پاس جا کر پڑاؤ ڈالا لیکن جب امام حسین علیہ السلام کا مسئلہ سامنے آیا کہ وہ کوفہ کی طرف آرہے ہیں تو ابن زیاد نے عمر سعد کو بلایا اور کہا : تم حسین کی طرف روانہ ہو جاؤ اور جب ہمارے اور اس کے درمیان کی مشکل حل ہو جائے تب تم اپنے کام کی طرف جانا۔ اس پر عمر بن سعد نے کہا : اللہ آپ پر رحم کرے اگر آپ بہتر سمجھیں تو مجھے اس سے معاف فرمائیں اور یہ کام خود انجام دیں ۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا : ہاں یہ ممکن ہے لیکن اس شرط پر کہ تم وہ عہدنامہ واپس کردو جو میں نے تم کو" ری" کے سلسلے میں دیا ہے۔ جیسے ہی ابن زیاد نے یہ کہا ویسے ہی عمر بن سعد بولا: مجھے ایک دن کی مہلت دیجئے تاکہ میں خوب فکر کرسکوں اور وہاں سے اٹھ کر اپنے خیر خواہوں کے پاس مشورہ کرنے کے لئے آیا۔ تمام مشورہ دینے والوں نے اسے اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے منع کیا ۔

۱۔ عربی میں اس کو دستبی کہتے ہیں جو فارسی میں دشتبہ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک خوبصورت، سر سبز وشاداب اور بہت بڑا علاقہ ہے جو ہمدان اور ری کے درمیان ہے۔ بعد میں یہ قزوین سے منسوب ہوگیا جیساکہ معجم البلدان ،ج ٤، ص ٥٨ میں ذکر ہوا ہے۔

۲۔ یہ کوفہ کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے جہاں عمر بن سعد کا ایک حمام تھا جو اس کے غلام" اعین" کے ہاتھ میں تھا۔ اسی کے نام پر اس علاقہ کا نام" حمام اعین" ہو گیا۔(القمقام ،ص٤٨٦)

اس کا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ [1] اس کے پاس آیا اور کہنے لگا : اے ماموں ! میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حسین کی طرف نہ جائیں ورنہ آپ اپنے رب کے گناہ گار اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر آپ دنیا سے اس حال میں کوچ کریں کہ آپ تمام دنیا کے مالک و مختار ہوں اور وہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے تو یہ آپ کے لئے اس سے بہتر ہے کہ آپ اللہ سے اس حال میں ملاقات کریں کہ حسین کے خون کا دھبہ آپ کے دامن پر ہو ! اس پر ابن سعد نے کہا : انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا ۔[2]

یہاں سے طبری کی روایت میں ابو مخنف کی خبروں کے سلسلہ میں انقطاع پایا جاتا ہے اور ابن سعد کے کربلا میں وارد ہونے کی داستان کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس خلاء کو طبری نے "عوانہ بن حکم" کی خبر سے پُر کیا ہے۔ چار وناچار ربط برقرار رکھنے کے لئے ہمیں اسی سلسلے سے متصل ہونا پڑرہا ہے ۔

ہشام کا بیان ہے : مجھ سے" عوانہ بن حکم" نے عمار ابن عبداللہ بن یسار جہنی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے کہا : میں عمر بن سعد کے پاس حاضر ہوا تو اس کو امام حسین علیہ السلام کی طرف روانگی کا حکم مل چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے فوراً کہا : امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حسین کی طرف روانہ ہوجاؤں لیکن میں نے اس مہم سے انکار کر دیا ۔ میں نے اس سے کہا : اللہ تمہارا مدد گا ہے، اس نے تم کو صحیح راستہ دکھا یا ہے۔ تم یہیں رہو اور یہ کام انجام نہ دو اور نہ ہی حسین کی طرف جاؤ! یسار جہنی کہتا ہے : یہ کہہ کر میں پسر سعد کے پاس سے نکل آیا تو کہنے والے نے آکر مجھے خبر

۱۔ ۷۷ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے اسے ہمدان کا عامل بنایا (طبری ،ج۵،ص ۲۸٤) اور اس کا بھائی مطرف بن مغیرہ مدائن میں تھا۔ اس نے حجاج کے خلاف خروج کیا تو اس کے بھائی حمزہ نے خاموشی کے ساتھ مال اور اسلحے سے اس کی مدد کی (طبری ،ج۵، ص ۲۹۲) لہٰذا حجاج نے قیس بن سعد عجلی کو (جو ان دنوں حمزہ بن مغیرہ کی پولس کا سر براہ تھا۔ حمزہ کے عہدہ پر معین کر کے ہمدان روانہ کیا اور حکم دیا کہ حمزہ بن مغیرہ کو زنجیروں سے جکڑ کر قید کر لو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اسے زنجیر میں جکڑ کر قید کردیا۔ (طبری، ج۵ ،ص ۲۹٤)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵،ص ٤۰۷) اسی سند کے ساتھ ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے ۔(ص ۷٤) لیکن عقبہ کی جگہ پر عتبہ بن سمعان ذکر کیا ہے۔ شیخ مفید نے بھی اس خبر کو الارشاد، ص ۲۲٦ پر ذکر کیا ہے ۔

دی کہ عمر بن سعد لوگوں کو حسین کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بلا رہا ہے؛ یہ سن کر میں حیرت زدہ ہو گیا! فوراً اس کے پاس آیا، وہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا ااور مجھے دیکھ کر اپنا چہرہ فوراً موڑ لیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور میں فوراً اس کے پاس سے نکل آیا۔ راوی کا بیان ہے: وہاں سے عمر بن سعد، ابن زیاد کے پاس آیا اور کہا: اللہ آپ کو سلامت رکھے !آپ نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کا عہد نامہ بھی میرے لئے لکھ دیا ہے۔ لوگوں نے اس بات کو سن بھی لیا ہے (کہ میں "ری" جا رہا ہوں) تو اب اگر آپ بہتر سمجھیں تو ہمارے لئے اسی حکم کو نافذ رکھیں اور حسین کی طرف اس لشکر میں سے کوفہ کے کسی سربرآوردہ شخص کو بھیج دیں کیونکہ میں فنون جنگ کے لحاظ سے ان سے زیادہ ماہر اور تجربہ کار نہیں ہوں۔ اس کے بعد پسر سعد نے چند لوگوں کے نام ابن زیاد کی خدمت میں پیش کئے تو ابن زیاد نے اس سے کہا: تم مجھے اشراف کوفہ کے سلسلے میں سبق مت سکھاؤ اور حسین کی طرف کس کو روانہ کیا جائے اس سلسلہ میں میں نے تم سے کوئی مشورہ نہیں چاہا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو ہمارے لشکر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ ورنہ ہمارے عہد نامہ کو ہمیں لوٹا دو! جب پسر سعد نے دیکھا کہ ابن زیاد ہٹ دھرمی پر آچکا ہے تو اس نے کہا: ٹھیک ہے میں روانہ ہو رہا ہوں۔ یسار جھنی کا بیان ہے: وہاں سے نکل کر پسر سعد چار ہزار[1] فوج کے ساتھ حسین کی طرف روانہ ہوا اور حسین کے نینوا وارد ہونے کے دوسرے دن کربلا میں وارد ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے

۱۔ یہی روایت "الارشاد" کے ص ۲۲۷ پر بھی موجود ہے نیز مقتل محمد بن ابی طالب سے ایک روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: پسر سعد ۹ ہزار کے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد یزید بن رکاب کلبی ۲ ہزار کی فوج کے ہمراہ، حصین بن تمیم سکونی ٤ ہزار کی فوج، فلان مازنی ۳ ہزار کی فوج اور نصر بن فلان ۲ ہزار کے لشکر کے ہمراہ حسین کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرح سوار اور پیدل ملا کر ۲۰ ہزار کا لشکر کربلا میں پہنچ گیا۔ شافعی نے اپنی کتاب مطالب السئول میں ذکر کیا ہے کہ وہ ۲۲ ہزار افراد تھے اور شیخ صدوق نے اپنی امالی میں امام جعفر صادق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ ۳۰ ہزار افراد تھے۔ (الامالی، ص ۱۰۱، طبع بیروت) سبط بن جوزی نے محمد بن سیرین سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: اس پسر سعد کے سلسلے میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کی کرامت آشکار ہو گئی کیونکہ آپ کی عمر بن سعد سے اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ جوان تھا اور آپ نے اس سے فرمایا: "ویحک یابن سعد کیف بک اِذا قمت یوما مقاماً تخیر فیه بین الجنة والنار فتختار النار" (تذکرہ، ص۲٤۷، ط نجف) اے پسر سعد تیرا حال اس وقت کیا ہوگا جب ایک دن تو ایسی جگہ کھڑا ہوگا جہاں تجھے جنت و جہنم کے درمیان مختار بنایا جائے گا اور تو جہنم کو چن لے گا۔

کہ وہاں پہنچ کر عمر بن سعد نے عزرہ بن قیس احمسی (۱) کو حسین (علیہ السلام) کی طرف روانہ کیا اور کہا: ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کون سی چیز ان کو یہاں لائی ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں ؟ یہ عزرہ ان لوگوں میں سے ایک ہے جنھوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لہٰذا اسے شرم آئی کہ وہ یہ پیغام لے کر وہاں جائے؛ جب اس نے انکار کردیا تو پسر سعد نے ان تمام سربرآوردہ افراد کے سامنے یہ پیش کش رکھی جن لوگوں نے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا لیکن ان تمام لوگوں نے جانے سے انکار کردیا اور اس بات کو پسند نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے درمیان ایک شخص کثیر بن عبداللہ شعبی اٹھا (جو بڑا بے باک رزم آور تھا اور اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا) اور کہنے لگا: میں ان کے پاس جاؤں گا خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو انھیں دھوکہ سے قتل بھی کرسکتا ہوں ۔ عمر بن سعد نے کہا: میں یہ نہیں چاہتا کہ تم ان کو قتل کرو، بس تم جاؤ اور یہ پوچھو کہ وہ کس لئے آئے ہیں ؟ (۲)

راوی کا بیان ہے: وہ اٹھا اور حسین کی طرف آیا۔ جیسے ہی ابو ثمامہ صائدی (۳) نے اسے دیکھا امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا: اے ابو عبداللہ خدا آپ کو سلامت رکھے! آپ کی طرف وہ شخص آرہا ہے جو روئے زمین پر شریرترین اور بدترین شخص ہے، جو خون بہانے اور دھوکے سے قتل کرنے میں بڑا بے باک ہے؛ یہ کہہ کر ابو ثمامہ اس کی طرف بڑھے اور فرمایا: اپنی تلوار خود سے الگ کرو! اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم یہ میری کرامت کے خلاف ہے۔ میں تو ایک پیغام رساں ہوں، اگر تم لوگوں نے چاہا تو میں اس پیغام کو تم تک پہنچادوں گا جو تمہارے لئے لے کر آیا ہوں اور اگرانکار کیا تو واپس چلا جاؤں گا۔

۱۔ شیخ مفید نے الارشاد میں عروہ بن قیس لکھا ہے۔ اس شخص کے شرح احوال اس سے پہلے گذر چکے جہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہوا ہے جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا ۔ یہ کوفہ کا ایک منافق ہے جو اموی مسلک تھا ۔

۲۔ یہ شخص امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھا ۔ زہیر بن قین کے خطبہ کی روایت بھی اسی سے منقول ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۲۶) یہ وہی شخص ہے جو مہاجر بن اوس کے ہمراہ آپ کے قتل میں شریک تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۴۱) اور یہ وہی شخص ہے جس نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا پیچھا کیا تا کہ اسے قتل کردے لیکن جب اسے پہچان لیا کہ یہ ہمدان سے متعلق ہے تو کہا: یہ ہمارا چچا زاد بھائی ہے، یہ کہہ کر اس سے دست بردار ہوگیا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۴۵)

۳۔ ان کے شرح احوال اس سے قبل گذر چکے ہیں ۔

ابو ثمامہ : ٹھیک ہے پھر میں تمہارے قبضۂ شمشیر کو اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اس کے بعد تم جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہو بیان کرلینا ۔

کثیر بن عبداللہ : نہیں خدا کی قسم تم اسے چھو بھی نہیں سکتے ۔

ابو ثمامہ صائدی : تم جو پیغام لے کر آئے ہو اس سے مجھ کو خبر دار کردو ، میں تمہاری طرف سے امام تک پہنچادوں گا اور میں تم کو اجازت نہیں دے سکتا کہ آنحضرت کے قریب جاؤ کیونکہ تم فاجر و دھوکہ باز ہو ۔ کثیر بن عبداللہ نے ابو ثمامہ کی بات قبول کرنے سے انکار کردیا اور عمر بن سعد کی طرف روانہ ہوگیا ، وہاں جا کر اس نے عمر بن سعد کو ساری خبر سے مطلع کردیا ۔ اس کے بعد پسر سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو بلایا اور اس سے کہا : وائے ہو تجھ پر اے قرّہ ! جا حسین سے ملاقات کر اور ان سے پوچھ کہ وہ کس لئے آئے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے ؟ یہ سن کر قرّہ بن قیس آپ کے پاس آیا ۔ جیسے ہی حسین نے اسے سامنے دیکھا اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ اسے پہچانتے ہو ؟ حبیب بن مظاہر[1] نے کہا : ہاں ! یہ قبیلۂ حنظلہ تمیمی سے تعلق رکھتا ہے اور ہماری بہن کا لڑکا ہے ۔ ہم تو اسے صحیح فکر و عقیدہ کا سمجھتے تھے اور میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ یہ یہاں کیسے موجود ہے ۔[2] قرّہ بن قیس نزدیک آیا ، امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا اور

---

۱ ۔ کربلا کی خبریں یہاں حبیب بن مظاہر کا پہلی بار تذکرہ ملتا ہے اور راوی نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ آپ یہاں کس طرح پہنچے ۔ آپ کے احوال گذر چکے ہیں کہ آپ ان شیعی زعماء میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے کوفہ سے امام علیہ السلام کو خط لکھا تھا ۔ عنقریب آپ کی شہادت کے حالات بیان کرتے وقت آپ کی زندگی کے بعض رخ پیش کئے جائیں گے ۔

۲ ۔ یہ حر بن یزید ریاحی کے لشکر میں تھا ۔ عدی بن حرملہ اسدی اس روایت کو نقل کرتا ہے کہ یہ کہا کرتا تھا : خدا کی قسم اگر حر نے مجھے اس بات پر مطلع کیا ہوتا جس کا ان کے دل میں ارادہ تھا تو میں بھی ان کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف نکل جاتا ۔ (طبری ، ج۵، ص۴۲۷) اسی شخص سے ابو زہیر عبسی اس خبر کو نقل کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی مخدرات کو امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کی قتل گاہ کی طرف سے لے جایا گیا اور وہیں پر زینب نے اپنے بھائی حسین بن علی علیہما السلام پر مرثیہ پڑھا ۔ (طبری ، ج۵، ص ۴۵۶) حبیب بن مظاہر نے اسے امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے بلایا اور کہا کہ ظالمین کی طرف نہ جاؤ تو قرہ نے ان سے کہا : ابھی میں اپنے امیر کی طرف پلٹ رہا ہوں اور ان کے پیغام کا جواب دے کر اپنی رائے بیان کردوں گا لیکن وہ عمر بن سعد کی طرف جا کر وہاں سے پلٹ کر حسین کی طرف نہیں آیا یہاں تک کہ آپ شہید ہوگئے ۔ (طبری ، ج۵، ص ۴۱۱؛ ارشاد ، ص۲۲۸)

عمر سعد کا پیغام آپ تک پہنچادیا تو حسین علیہ السلام نے فرمایا: "کتب الیّ أهل مصرکم هٰذا : أن أقدم ، فأمَّاإذکرهون فأنا أنصرف عنهم "تمہارے شہر کے لوگوں نے مجھے یہ خط لکھا کہ میں چلاآؤں ، اب اگر وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلاجاؤں گا۔

راوی کہتا ہے کہ نامہ بر عمر بن سعد کی طرف پلٹ گیا اور ساری خبر اس کے گوش گزار کردی۔ پسر سعد نے اس سے کہا : میں یہ امید کرتا ہوں کہ خداہمیں ان سے جنگ وقتال کرنے سے عافیت میں رکھے اور اسی مطلب کو اس نے لکھ کر ابن زیاد کے پاس روانہ کردیا۔ ابو مخنف کے بجائے دیگر راویوں کی روایت یہاں پر آکر ختم ہوجاتی ہے ۔

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط

عمر بن سعد کا خط عبید اللہ بن زیاد کو پہنچا جس میں مرقوم تھا :

"بسم الله الر حمٰن الر حیم . أما بعد فانّی حیث نزلت بالحسین بعثت الیه رسولی ، فسأ لته : عمّا أقد مه ، وما ذایطلب ویسأ ل ؟ فقال : کتب الّ أهل هٰذه البلاد وأتتن رسلهم فسألون القدوم ففعلت ، فأمَّا اِذ کر هون فبدا لهم غیر ما أتتن رسلهم فأنا منصرف عنهم"

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، اما بعد، میں جیسے ہی حسین کے نزدیک پہنچا میں نے ان کی طرف اپنے ایک پیغام رساں کو بھیجا اور ان سے پوچھا کہ وہ یہاں کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں ؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھا تھا اور ان کے نامہ بر میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں چلا آؤں تو میں چلا آیا لیکن اب اگر انھیں میرا آنانا پسند ہے اور نامہ بروں کو بھیج کر انھوں نے جو مجھے بلایا تھا اب اگر اس سے پلٹ گئے ہیں تو میں ان کے درمیان سے چلا جاتا ہوں ۔

جب ابن زیاد تک یہ خط پہنچا تو اس نے اسے پڑھنے کے بعد یہ شعر پڑھا۔

الا ن اِذ علقت مخا لبنا به

یرجو النجاة ولات حین مناص!

جب ہمارے چنگل میں پھنس گیا ہے تو نجات کی امید کرتا ہے لیکن اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

ابن زیاد کا جواب

خط پڑھنے کے بعد ابن زیاد نے عمر بن سعد کے نام جواب کے طور پر خط لکھا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، اما بعد ، فقد بلغنی کتابک وفهمت ماذکرت ، فأعرض علی الحسین أن یبایع لیزید بن معاویه هو وجمیع أصحابه ، فاذافعل ذالک رأینا رأینا، والسلام ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، اما بعد، تمہارا خط مجھے موصول ہوا اور تم نے جو ذکر کیا ہے اسے میں نے سمجھ لیا اب حسین سے کہو کہ وہ اور ان کے تمام اصحاب یزید بن معاویہ کی بیعت کر لیں ۔ اگر انھوں نے ایسا کر لیا تو پھر ان کے سلسلے میں ہم تم کو اپنا نظریہ بتائیں گے ۔ والسلام

جب عمر بن سعد کے پاس وہ خط آیا تو اس نے کہا : میں اسی گمان میں تھا کہ ابن زیاد عافیت کو قبول نہیں کرے گا۔ [۱]

پسر سعد کی امام علیہ السلام سے ملاقات

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کی جانب عمرو بن قرظۃ بن کعب انصاری [۲] کو بھیجا کہ وہ آپ سے دونوں لشکروں کے درمیان ملاقات کرے۔

وقت مقررہ پر عمر بن سعد اپنے تقریباً ۲۰ سواروں کے ہمراہ باہر نکلا تو امام حسین علیہ السلام بھی اسی انداز میں نکلے لیکن جب وہ لوگ ملے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ کنارے

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نضر بن صالح بن حبیب بن زہیر عبسی نے حسان بن فائد بن بکیر عبسی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا : میں گواہی دیتا ہوں کے عمر سعد کا خط آیا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۴۱۱ و ارشاد، ص۲۲۸)

۲۔عمرو بن قرظۃ حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے لیکن انکا بھائی علی بن قرظہ ، عمر بن سعد کے ہمراہ تھا ۔جب اس کے بھائی عمرو شہید ہوگئے تو اس نے اصحاب حسین علیہ السلام پر حملہ کر دیا تاکہ اپنے بھائی کا انتقام لے سکے۔نافع بن ہلال مرادی نے اس پر نیزہ سے حملہ کیا اور اس کو زمین پر گرادیا ۔دوسری طرف نافع پر اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا ۔ اس کے بعد اس کا علاج کیا گیاتو وہ ٹھیک ہوگیا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۳۴)

ہوجائیں اور عمر بن سعد نے بھی اپنے سپاہیوں کو یہی حکم دیا پھر دونوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ گفتگو بڑی طولانی تھی یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گذر گیا۔ اس کے بعد دونوں اپنے اصحاب کے ہمراہ اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹ گئے اس گفتگو کے درمیان جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس چلو اور ہم لوگ دونوں لشکروں کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ عمر سعد نے کہا: ایسی صورت میں تو میرا گھر منہدم کردیا جائے گا ۔حسین نے کہا: میں تمہارا گھر بنوا دوں گا ۔ عمر سعد نے کہا: میرے مال ومنال اور باغ وبوستان لوٹ لئے جائیں گے، حسین نے کہا: میں تم کو حجاز میں اپنے مال میں سے اس سے زیادہ دے دوں گا لیکن عمر سعد نے اسے قبول نہیں کیا اور انکار کردیا ۔

اس طرح لوگوں نے آپس میں گفتگو کی اور یہ بات پھیل گئی جبکہ ان میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں سنا تھا اور انھیں کسی بات کا علم نہیں تھا۔ [1] اسی طرح اپنے وہم وگمان کے مطابق لوگ یہ کہنے لگے کہ حسین نے کہا تھا کہ تم لوگ میری تین باتوں میں سے کوئی ایک بات قبول کرلو:

١۔ میں اسی جگہ پلٹ جاؤں جہاں سے آیا ہوں ۔

٢۔ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں تو وہ میرے اور اپنے درمیان اپنی رائے کا اظہار خیال کرے۔

٣۔ یا تم لوگ مجھے کسی بھی اسلامی حدود میں بھیج دو تاکہ میں انھیں کا ایک فرد ہو جاؤں اور میرے لئے وہ تمام چیزیں ہوں جو ان لوگوں کے لئے ہیں ۔ [2]

١۔ ابو جناب نے ہانی بن ثبیت حضرمی کے حوالے سے مجھ سے روایت کی ہے اور وہ عمر بن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کے وقت موجود تھا۔ اسی خبر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص ان ہی ٢٠ سواروں میں تھا جو رات کے وقت ملاقات کے ہنگام پسر سعد کے ہمراہ تھے۔ وہ کہتا ہے ہم نے اس گفتگو سے اندازہ لگایا ہے کیونکہ ہم ان دونوں کی آوازیں نہیں سن رہے تھے ۔(طبری ،ج٥،ص ٤١٣، الارشاد، ص ٢٢٩) سبط بن جوزی کا بیان ہے : یہ عمر وہی ہے جس کی طرف پیغام رساں کو بھیجا گیا تھا کہ وہ اور حسین علیہ السلام یکجا ہوں تو عمر بن سعد اور امام حسین علیہ السلام تنہائی میں ایک جگہ جمع ہوئے۔ (تذکرہ، ص٢٤٨، ط نجف)

٢۔ یہ وہ مطلب جس پر محدثین کا ایک گروہ متفق ہے اور ہم سے مجالد بن سعید اور صقعب بن زہیر ازدی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج٥، ص٤١٣، ابو الفرج ،ص ٧٥، ط نجف)

عقبہ بن سمعان کا اس سلسلے میں بیان ہے کہ میں حسین کے ساتھ تھا؛آپ کے ہمراہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق آیا اور میں آپ سے پل بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ شہید کر دیئے گئے۔اس کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم مدینہ، مکہ ،دوران سفر اور عراق میں حتیٰ کہ شہادت کے وقت تک امام کا کوئی خطبہ اور کلام ایسا نہیں تھا جسے میں نے نہ سنا ہو اور خدا کی قسم لوگ جو ذکر کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ نے یہ کہا کہ میں یزید بن معاویہ کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیدوں گا یہ سراسر غلط ہے اور آپ نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہمیں کسی اسلامی حدود میں بھیج دیا جائے، ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا :"دعونی فلأذهب فی هٰذه الارض العریضة حتی ننظر ما یصیر أمر الناس" (۱) مجھے چھوڑدو تاکہ میں اس وسیع و عریض زمین پر کہیں بھی چلاجاؤں تاکہ دیکھوں کہ لوگوں کا انجام کار کہاں پہنچتا ہے ۔

ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط

امام علیہ السلام سے مخفیانہ گفتگو کے بعد عمر سعد نے ابن زیاد کے نام ایک دوسرا خط لکھا:

"اما بعد ، فان اللّٰہقدأطفاالنائرة ، وجمع الکلمةو أصلح أمرالا مة، هٰذا حسین قدأعطان ان یرجع الی المکان الذی منه أتی أوأن نسیّره الی أیّ ثغر من ثغور المسلمین شئنا فیکون رجلا من المسلمین له مالهم وعلیه ما علیهم أوأن یات یزید أمیر المومنین فیضع یده ف یده فیریٰ فیما بینه وبین رأیه ،وف هٰذالکم رضاً وللأمةصلاح"

اما بعد، اللہ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا، ہماہنگی و اتحاد کو ایجاد کردیا ہے اور امت کے امور کو صلح و خیر کی طرف موڑدیا ہے۔ یہ حسین ہیں جو مجھے وعدہ دے رہے ہیں کہ یاوہ اسی جگہ پلٹ جائیں گے جہاں سے آئے ہیں یا ہم انھیں جہاں مناسب سمجھیں کسی اسلامی حدود میں روانہ کردیں کہ وہ انھیں کا جز قرار پائیں تاکہ جو ان لوگوں کے لئے ہو وہی ان کے لئے ہو اور جو ان لوگوں کے ضرر میں ہو وہی ان کے ضرر

---

۱ ۔اس مطلب کو ابو مخنف نے عبد الرحمن بن جندب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبد الرحمن بن جندب نے عقبہ بن سمعان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(طبری ،ج۵، ص ۴۱۳، الخواص ،ص ۲۴۸)

میں ہو یا یہ کہ وہ یزید امیر المومنین کے پاس جاکر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیدیں اور وہ ان کے اور اپنے درمیان جو فیصلہ کرنا چاہیں کریں، یہ بات ایسی ہے جس میں آپ کی رضایت اور امت کی خیر و صلاح ہے ۔

جب عبیداللہ بن زیاد نے اس خط کو پڑھا تو وہ بولا : یہ اپنے امیر کے لئے ایک خیر خواہ شخص کا خط ہے جو اپنی قوم پر شفیق ہے؛ ہاں ہم نے اسے قبول کرلیا ۔ اس وقت شمر بن ذی الجوشن [۱] وہیں پر موجود تھا۔وہ فوراً کھڑا ہو ا اور بولا : کیا تم اس شخص سے اس بات کو قبول کرلوگے !جب کہ وہ تمہاری زمین پر آچکاہے اور بالکل تمہارے پہلو میں ہے ؛ خدا کی قسم اگر وہ تمہارے شہر وحکومت سے باہر نکل گیا اور تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیا توقدرت و اقتدار اورشان و شوکت اس کے ہاتھ میں ہوگی اور تم ناتوان و عاجز ہوجاؤ گے۔ میرا نظریہ تو یہ ہے تم یہ وعدہ نہ دو کیونکہ یہ باعث توہین ہے۔ہاں اگر وہ اوراس کے اصحاب تمہارے حکم [۲] کے تابع ہوجائیں تو اب اگر تم چاہو ان کو سزا دو کیونکہ وہ تمہارے ہاتھ میں ہے اور اگر تم معاف کرنا چاہو؛ تو یہ بھی تمہارے دست قدرت میں ہے۔ امیر! مجھے خبر ملی ہے کہ حسین اور عمر سعد دونوں اپنے اپنے لشکر کے درمیان بیٹھ کر کافی رات تک گفتگو کیا کرتے ہیں ۔

یہ سن کر ابن زیاد نے کہا : تمہاری رائے اچھی اور تمہارا نظریہ صحیح ہے۔ [۳]

۱۔ اس کے تفصیلی حالات گذر چکے ہیں کہ اشراف کوفہ میں سے ایک یہ بھی ابن زیاد کے ہمراہ قصر میں تھا۔

۲۔ سبط بن جوزی نے ص ۲۴۸ پر اس واقعہ کو بطور مختصر لکھاہے اور اضافہ کیاہے کہ اس نے اپنے جوابی خط کے نیچے یہ شعر لکھا :

الآ ن حین تعلقته حبالنا

یرجوا لنجاۃولات حین مناص

اب جب وہ ہمارے پھندے میں آچکاہے تو نجات کی امید رکھتا ہے اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے مجالد بن سعید ہمدانی اور صقعب بن زہیر نے یہ روایت نقل کی ہے ۔ (طبری ،ج۵،ص۴۱۴ ، ارشاد ، ص ۲۲۹)

ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دوسرا جواب

اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کے نام خط لکھا۔

"امابعد ، فان لم أبعثک الی حسین لتکف عنه ، ولتطاوله ولالتمنیه السلامة والبقاء ،ولالتقعد له عند شافعاً... أنظر فان نزل حسین و أصحابه علی الحکم واستسلموا ، فابعث بھم الّسلماًوان أبوا فا زحف الیھم حتی تقتلھم و تمثل بھم فَاِنھم لذالک مستحقون ! فان قتل حسین فأوطی الخیل صدره وظھره ! فانه عاق شاق قاطع ظلوم ولیس دھر فی ھٰذا أن یضرّ بعد الموت شیئاً ،ولکن علیّ قول لوقدقتلته فعلت ھٰذابه ! ان أنت مضیت لا مرنافیه جزیناک جزاء السامع المطیع ، وان أبیت فاعتزل عملنا وجند نا، و خلّ بین شمر بن ذی الجوشن و بین العسکر،فانّاقدأمرنابأمرنا والسلام "[۱]

امابعد ، میں نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم ان سے دستبردار ہوجاؤ اور نہ اس لئے بھیجا ہے کہ مسئلہ کو پھیلا کر طولانی بنادو اور نہ ہی اس لئے کہ ان کی سلامتی و بقا کے خواہاں رہو اور نہ ہی اس لئے کہ وہاں بیٹھ کر مجھ سے حسین کے لئے شفاعت کی درخواست کرو... دیکھو! اگر حسین اور ان کے اصحاب نے ہمارے حکم پر گردن جھکادی اور سر تسلیم خم کردیا تو سلامتی کے ساتھ انھیں میرے پاس بھیج دو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کرکے انھیں قتل کردو اور ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے اور مثلہ کردو کیونکہ یہ لوگ اسی کے حق دار ہیں۔

قتل حسین کے بعد ان کی پشت اور ان کے سینہ کو گھوڑوں سے پامال کردو کیونکہ انہوں نے دوری اختیار کی ہے وہ ناسپاس ہیں ۔انہوں نے اختلاف پھیلایاہے، وہ حق ناشناس اور ظلم کے خوگرہیں ۔ میری یہ تمنا اور آرزو نہیں ہے کہ موت کے بعد انہیں کوئی نقصان پہنچایا جائے لیکن میں نے عہد کیا ہے کہ مرنے کے بعد ان کے ساتھ ایسا ہی کروں گا لہذا اب اگر تم نے ہمارے حکم پر عمل کیا تو ہم تم کو وہی جزا و

۱۔ابو مخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے ابو جناب کلبی نے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج ۵، ص ۴۱۵ ارشاد، ص ۲۲۹ و الخواص، ۲۴۸)

پاداش دیں گے جو ایک مطیع وفرمانبردار کی جزاہوتی ہے اوراگر تم نے انکار کیا تو تم ہمارے عہدے اور فوج سے کنارہ کش ہوجاؤ اور فوج کو شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کردو کہ ہمیں جو فرمان دینا تھا وہ ہم اسے دے چکے ہیں ۔ والسلام

خط لکھنے کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے شمر بن الجوشن کو بلایا اور اس سے کہا : عمر بن سعد کے پاس یہ خط لے کر جاؤ ۔ میں نے اسے لکھا ہے کہ حسین اور ان کے اصحاب سے کہے کہ وہ میرے فرمان پر تسلیم محض ہو جائیں ! اگر ان لوگوں نے ایسا کیا تو فوراً ان لوگوں کو میرے پاس صحیح وسالم روانہ کردو اور اگر انکار کریں تو ان سے نبردآزما ہوجاؤ ۔ اگر عمر بن سعد نے ایسا کیا تو تم اس کی بات سن کر اس کی اطاعت کرنا اور اگر اس نے انکار کیا تو تم ان لوگوں سے جنگ کرنا اور ایسے میں تم اس لشکر کے امیر ہو گے اور اس پر حملہ کرکے اس کی گردن ماردینا اور اس کا (یعنی پسر سعد) سر میرے پاس بھیج دینا ۔[1] جب شمر نے وہ خط اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کے ساتھ عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام (کلابی) جانے کے لئے اٹھاتو عبد اللہ نے کہا: خدا امیر کو سلامت رکھے حقیقت یہ ہے کہ عباس ، عبد اللہ ، جعفر اور عثمان یہ سب ہماری بہن ام البنین کے صاحبزادے ہیں جو حسین کے ہمراہ ہیں ۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو ان کے لئے ایک امان نامہ لکھ دیں ۔

ابن زیاد نے جواب دیا : ہاں سر آنکھوں پر، اس کے بعد اپنے کاتب کو بلایا اور اس نے ان لوگوں کے لئے امان نامہ لکھ دیا ۔ عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام کلابی نے اس امان نامہ کو اپنے غلام کزمان کے ہمراہ روانہ کیا ۔

خط کے ہمراہ شمر کا کربلا میں ورود

عبید اللہ بن زیاد کا خط لے کر شمر بن ذی الجوشن عمر بن سعد کے پاس پہنچا جب وہ اس کے قریب آیا اور خط پڑھ کر اس کو سنایا تو خط سن کر عمر بن سعد نے اس سے کہا :

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ٤١٤ و ارشاد، ص ٢٢٩)

"ویلک مالک ! لا قرّ ب اللہ دارک ، وقبّح اللہ ماقدّ مت بہ علیّ ! واللہ لَاَظنک أنت ثنیتہ أن یقبل ماکتبت بہ الیہ أفسدت علینا أمراًکنّارجوناأن یصلح ، لایستسلم واللہ حسین أن نفساً ابیّۃ[1]لبین جنبیہ "

وائے ہو تجھ پر تو نے یہ کیا کیا !خدا تجھے غارت کرے. اللہ تیرا برا کرے!تو میرے پاس کیا لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تو نے چاپلوسی کے ذریعہ اسے میری تحریر پر عمل کرنے سے باز رکھا ہو گا۔تو نے کام خراب کر دیا ۔ہم تو اس امید میں تھے کہ صلح ہوجائے گی۔ خدا کی قسم حسین کبھی بھی خود کو ابن زیاد کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑیں گے کیونکہ یقینا حسین کے سینے میں ایک غیور دل ہے۔

شمر کا دل سیاہ ہو چکا تھا اس کو ان سب چیزوں سے کیا مطلب تھا۔ اس نے فوراًپوچھا : تم اتنا بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو ؟ کیا تم امیر کے فرمان کو اجراء کروگے اور ان کے دشمن کو قتل کروگے ؟ اگر نہیں تو ہمارے اور اس لشکر کے درمیان سے ہٹ جاؤ ۔

عمر بن سعد : نہیں اور نہ ہی تیرے لئے کوئی کرامت ہے ۔ میں خود ہی اس عہدہ پر باقی رہوں گا۔ تو جا اور پیدلوں کی فوج کی سر براہی انجام دے ۔

جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے نام امان نامہ

ایسے بحرانی حالات میں شمر اصحاب امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا : ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں ؟ تو امیر المومنین علی علیہ السلام کے فرزند عباس ، عبد اللہ جعفر اور عثمان علیہم السلام اس کے پاس آئے اور فرمایا :"مالک وما ترید ؟ "کیا کام ہے اور تو کیا چاہتا ہے ؟

شمر نے کہا : اے میری بہن کے صاحبزادو تم سب کے سب امان میں ہو۔

یہ سن کر ان غیر تمند جوانوں نے جواب دیا :" لعنک اللہ ولعن أمانک] لئن کنت خالنا [أتؤ مننا وابن رسول اللہ لا أمان لہ ! "

۱۔ شیخ مفید نے ارشاد میں ص ۲۱۳ یہ جملہ اس طرح لکھا ہے:" ان نفس أبیہ لبین جنبیہ "یقیناً حسین کے سینے میں ان کے باپ کا دل ہے۔

خدا تجھ پر لعنت کرے اور تیرے امان پر بھی لعنت ہو (اگر تو ہمارا ماموں ہے تو) کیا تو ہمیں امان دے رہا ہے لیکن فرزند رسو لخدا کے لئے کوئی امان نہیں ہے!

اور جب عبد اللہ بن ابی المحل بن حزام کلابی کا غلام کزمان امان نامہ لے کر کربلا پہنچا اور ان غیر تمندوں کے پاس جا کر انھیں آوازدی اور کہا : یہ امان نامہ ہے جو تمہارے ماموں نے تمہیں بھیجا ہے تو انھوں نے کہا : " أقرئ خالنا السلام وقل له : أن لا حاجة لنا فی أما نکم، أمان الله خیر من أمان بن سمیّة ! "[1] ہمارے ماموں سے ہمارا سلام کہنا اور ان سے کہدینا کہ ہم کو تم لوگوں کے امان کی کوئی حاجت نہیں ہے ، اللہ کی امان فرزند سمیہ کی امان سے زیادہ بہتر ہے ۔

امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش

عبید اللہ بن زیاد کا ایک اور خط عمر بن سعد تک پہنچا :

اما بعد ، حسین اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان اس طرح حائل ہو جاؤ کہ ایک قطرہ بھی ان تک نہ پہونچ سکے ؛ ٹھیک اسی طرح جس طرح تقی وزکی و مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا ۔

راوی کہتا ہے کہ اس خط کا آنا تھا کہا عمر سعد نے فوراً عمرو بن حجاج[2] کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ سب کے سب پانی پر پہنچ کر حسین اور ان کے اصحاب اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے تا کہ کوئی ایک قطرہ بھی پانی نہ پی سکے۔ یہ امام حسین کی شہادت سے ۳ دن پہلے کا واقعہ ہے ۔

راوی کہتا ہے کہ جب حسین اور ان کے اصحاب کی پیاس میں شدت واقع ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی بن ابی طالب (علیہم السلام) کو بلایا اور انہیں تیس (۳۰) سوار اور بیس (۲۰) پیدل افراد کے ہمراہ فرات کی طرف روانہ کیا اور ان کے ساتھ بیس (۲۰) مشکیں بھی بھیجیں ۔ وہ لوگ گئے یہاں

۱۔ الارشاد، ص ۲۳۰، التذکرہ، ص ۲۴۹

۲۔ اس کے حالات بھی گذر چکے ہیں کہ یہ بھی انہیں اشراف میں سے ہے جو ابن زیاد کے ساتھ قصر میں موجود تھے۔

تک کہ پانی کے قریب پہنچے۔ ان لوگوں کے آگے پرچم لئے نافع بن ہلال جملی[1] رواں دواں تھے۔ یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا:

کون ہے؟ جواب ملا: نافع بن ہلال

عمرو بن حجاج نے سوال کیا: کس لئے آئے ہو؟

نافع بن ہلال نے جواب دیا: ہم اس پانی میں سے کچھ پینے کے لئے آئے جس سے تم لوگوں نے ہمیں دور کردیا ہے۔

عمرو بن حجاج نے کہا: پیو تمہارے لئے یہ پانی مبارک ہو۔

نافع بن ہلال نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم ہم اس وقت تک پانی نہیں پی سکتے جب تک حسین اور ان کے اصحاب پیاسے ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو (یہ کہہ کر ان اصحاب کی طرف اشارہ کیا) اسی اثنا میں وہ اصحاب آشکار ہو گئے اور پانی تک پہنچ گئے۔

عمرو بن حجاج نے کہا: ان لوگوں کے پانی پینے کی کوئی سبیل نہیں ہے، ہم لوگوں کو یہاں اسی لئے رکھا گیا ہے تاکہ ان لوگوں کو پانی پینے سے روکیں۔

جب نافع کے دیگر پیدل ساتھی پانی کے پاس پہنچ گئے تو نافع نے کہا: اپنی مشکوں کو بھرو وہ لوگ بھی آگے بڑھے اور مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا۔

لیکن عمرو بن حجاج اور اس کی فوج نے ان پیدلوں پر حملہ کردیا۔ ادھر سے عباس بن علی اور نافع بن ہلال نے ان پر حملہ کیا اور انہیں روکے رکھا، پھر اپنے سپاہیوں کی طرف آئے تو ان لوگوں نے کہا:

۱۔ آپ ہی نے اپنے گھوڑے کے ہمراہ کوفہ سے ٤ آدمیوں کو راستے میں امام علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا جن میں طرماح بن عدی بھی تھے۔ یہ پہلی خبر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کربلا میں آپ امام علیہ السلام سے آکر مل گئے تھے اور آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے علی بن قرظہ انصاری، عمرو بن قرظہ کے بھائی پر نیزہ چلایا تھا جو عمر سعد کے ساتھ تھا۔ (طبری، ج٥، ص ٣٣٤) آپ نے اس کا نام اپنی تیر کے اوپر لکھ لیا تھا۔ آپ نے اپنے تیروں سے ١٢ لوگوں کو مارا یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور شمر نے آپ کو اسیر بنا لیا پھر پسر سعد کے پاس لے جانے کے بعد آپ کو قتل کر دیا۔ (ج٥، ص٤٤٣)

آپ لوگ اسی طرح ان لوگوں کو کو روکئے اور ان کے نزدیک کھڑے رہئے تاکہ ہم خیموں تک پانی پہنچا سکیں ۔

ادھر عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہیوں نے پھر حملہ کیا تو ان لوگوں نے بھی دلیری سے دفاع کیا اور آخر کار حسین علیہ السلام کے فداکار اصحاب پانی کو منزلگاہ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی شب نافع بن ہلال نے عمرو بن حجاج کی فوج کے ایک سپاہی کو نیزہ مارا جس سے وہ نیزہ ٹوٹ گیا اور بعد میں وہ مرگیا۔ [1] دشمن کی فوج کا یہ پہلا مقتول ہے جو اس شب مجروح ہوا تھا ۔

۱۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری ، ج۵ ص ۲۱۲) ابو الفرج نے ابو مخنف سے اسی سند کو ذکر کیا ہے۔(ص ۷۸) ارشاد میں شیخ مفید نے حمید بن مسلم سے یہی روایت نقل کی ہے۔(ص ۲۲۸)

امام علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا ہجوم

* ایک شب کی مہلت

امام حسین علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا ہجوم

راوی کہتا ہے: نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے آواز بلند کی:" يا خيل الله اركبى وأبشرى" اے لشکر خدا سوار ہوجاؤاور تم کو بشارت ہو! یہ سن کر سارا لشکر سوار ہوگیا اور پھر سب کے سب حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی طرف ٹوٹ پڑے۔

ادھر امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے سامنے اپنی تلوار پر تکیہ دئے بیٹھے تھے کہ اسی اثنامیں درحالیکہ آپ اپنے گھٹنے پر سر رکھے ہوئے تھے، آپ کی آنکھ لگ گئی لیکن آپ کی بہن حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے چیخ پکار کی آواز سنی تو اپنے بھائی کے قریب گئیں اور عرض کی اے بھیا! کیا ان آوازوں کو سن رہے ہیں جو اتنے قریب سے آرہی ہیں ؟ حسین علیہ السلام نے اپنے سر کو اٹھایا اور فرمایا:

"انی رأيت رسول الله صلى الله عليه (وآله) وسلم فى المنام فقال لى : انک تروح الينا !"میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں: تم میری طرف آنے والے ہو، یہ کلمات سن کر آپ کی بہن نے اپنے چہرہ پیٹ لیا اور کہا: " يا ويلتا" وائے ہو مجھ پر، یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: "ليس لک الويل يا اخيّة، اسکتی رحمک الرحمن" اے میری بہن! تمہارے لئے کوئی وائے نہیں ہے، خاموش ہوجاؤ، خدائے رحمن تم پر رحمت نازل کرے!

اسی اثناء میں آپ کے بھائی عباس بن علی علیہما السلام سامنے آئے اور عرض کیا: اے بھائی! دشمن کی فوج آپ کے سامنے آچکی ہے۔یہ سن کر امام حسین علیہ السلام اٹھے اور فرمایا:

" ياعباس اركب بنفس أنت ياأخ حتى تلقاهم فتقول لهم : مالكم ؟ وما بدأ لكم و تسأ لهم عما جاء بهم ؟"

اے عباس! تم پر میری جان نثار ہو، میرے بھائی تم ذرا سوار ہوکر ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ اور کیا واقعہ پیش آگیا ہے؟ اور ان سے سوال کرو کہ کس لئے آئے ہیں؟

یہ سن کر حضرت عباس ۲۰ سواروں کے ہمراہ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر[1] بھی تھے دشمن کی فوج کے پاس گئے اور ان سے آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ اور تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: امیر کا فرمان آیا ہے کہ ہم آپ کے سامنے یہ معروضہ رکھیں کہ آپ لوگ سر تسلیم خم کردیں ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ حضرت عباس نے کہا: "فلا تعجلوا حتی ارجع الی أبی عبداللہؑ فأعرض علیہ ما ذکرتم" تم لوگ اتنی جلدی نہ کرو، میں ابھی پلٹ کر ابو عبداللہ کے پاس جاتا ہوں اور ان کے سامنے تمہاری باتوں کو پیش کرتا ہوں۔ اس پر وہ لوگ رک گئے اور کہنے لگے ٹھیک ہے تم ان کے پاس جاؤ اور ان کو ساری روداد سے آگاہ کردو پھر وہ جو کہیں اسے ہمیں آکر بتاؤ۔ یہ سن کر حضرت عباس پلٹے اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کے سامنے صورت حال کو بیان کریں۔

حضرت عباس کے ساتھ جانے والے دیگر بیس افراد وہیں پر ٹھہرے رہے اور دشمن کی فوج سے گفتگو کرنے لگے۔ حبیب بن مظاہر نے زہیر بن قین سے کہا: اگر آپ چاہیں تو اس فوج سے گفتگو کریں اور اگر چاہیں تو میں بات کروں زہیر بن قین نے کہا: آپ شروع کریں اور آپ ہی ان سے بات کریں تو حبیب بن مظاہر نے کہا: خدا کی قسم کل وہ قوم خدا کے نزدیک بڑی بدترین قوم ہوگی جو اللہ کے نبی کی ذریت اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، جو اس شہر میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں، سپیدہ سحری تک عبادتوں میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرتے ہیں۔ حبیب بن مظاہر، زہیر بن قین سے اس بات کو اس طرح کہہ رہے تھے کہ اموی فوج اسے سن

۱۔ آپ کے شرح احوال ان لوگوں کے تذکرے میں گذر چکے ہیں جنھوں نے کوفہ سے حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔

لے۔ عزرہ بن قیس(۱) نے یہ گفتگو سنی تو وہ حبیب سے کہنے لگا : تم نے خود کو پاک و پاکیزہ ثابت کرنے میں اپنی ساری طاقت صرف کردی۔ زہیر بن قین نے عزرہ سے کہا: اے عزرہ ! اللہ نے انھیں پاک و پاکیزہ اور ہدایت یافتہ قرار دیا ہے؛ اے عزرہ ! تم تقوائے الٰہی اختیار کرو کیونکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں ؛ اے عزرہ ! میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم پاک و پاکیزہ نفوس کے قتل میں گمراہوں کے معین و مددگار نہ بنو !

عزرہ بن قیس نے جواب دیا : اے زہیر! ہمارے نزدیک تو تم اس خاندان کے پیرو نہ تھے، تم تو عثمانی مذہب تھے۔ (۲)

زہیر بن قین نے کہا : کیا ہمارا موقف تمہارے لئے دلیل نہیں ہے کہ میں پہلے عثمانی تھا ! خدا کی قسم ! میں نے ان کو کوئی خط نہیں لکھا تھا اور نہ کوئی پیغام رساں بھیجا تھا اور نہ ہی انھیں وعدہ دیا تھا کہ میں ان کی مدد و نصرت کروں گا ، بس راستے نے ہمیں اور ان کو یکجا کردیا تو میں نے ان کو جیسے ہی دیکھا ان کے رخ انور نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد دلادی اور پیغمبر اکرم ﷺ سے ان کی نسبت بھی میرے ذہن میں آگئی اور میں یہ سمجھ گیا کہ وہ اپنے دشمن اور تمہارے حزب و گروہ کی طرف جارہے ہیں ؛ یہ وہ موقع تھا جہاں میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ان کی مدد کروں گا اور ان کے حزب و گروہ میں رہوں گا؛ نیز اپنی جان ان کی جان پر قربان کردوں گا تاکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس حق کی حفاظت کر سکوں جسے تم لوگوں نے ضائع کردیا ہے۔

۱۔ اس شخص کے شرح احوال وہاں پر گذر چکے ہیں جہاں امام علیہ السلام کے نام اہل کوفہ کے خط لکھنے کا تذکرہ ہوا ہے کہ یہ اہل کوفہ کے منافقین میں سے ہے۔

۲۔ یہ پہلی مرتبہ ہے جہاں زہیر بن قین کو واقعہ کربلا میں اس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا یہ پہلا عنوان ہے جو عثمان بن عفان کے سلسلہ میں مورد اختلاف قرار پایا کہ آیا وہ حق پر تھا یا باطل پر۔ اس وقت جو علی علیہ السلام کو اپنا مولا سمجھتا تھا وہ علوی اور شیعی کہا جانے لگا اور جو عثمان کو مولا سمجھتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ عثمان حق پر ہے وہ مظلوم قتل کیا گیا ہے وہ عثمانی کہلاتا تھا۔

ایک شب کی مہلت

ادھر عباس بن علی(علیہما السلام) امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور عمر سعد کا پیغام آپ کو سنادیا۔ اسے سن کر حضرت نے فرمایا:"ارجع الیهم فان استطعت أن تؤخر هم الیٰ غدوة و تد فعهم عنا العشیه ، لعلنا نصل لربنا اللیلة و ندعوه و نستغفره فهو یعلم ان کنت أحب الصلاة و تلاوة کتابه و کثرة الدعا والاستغفار"

(میرے بھائی عباس) تم ان لوگوں کی طرف پلٹ کر جاؤ اور اگر ہو سکے تو کل صبح تک کے لئے اس جنگ کو ٹال دو اور آج کی شب ان لوگوں کو ہم سے دور کردو تاکہ آج کی شب ہم اپنے رب کی بارگاہ میں نماز ادا کریں اور دعا و استغفار کریں کیونکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوت کلام مجید، کثرت دعا اور استغفار سے بڑی محبت ہے۔

اس مہلت سے امام حسین کا مقصد یہ تھا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ کل کے امور کی تدبیر کرسکیں اور اپنے گھر والوں سے وصیت وغیرہ کرسکیں۔

حضرت عباس بن علی علیہما السلام اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے فوج دشمن کی طرف آئے اور فرمایا:"یا ھولاء ! ان أباعبداللہؑ یسألکم أن تنصرفوا ھٰذہ العشیۃ حتی ینظر فی ھٰذا الامر فان ھٰذا أمر لم یجر بینکم و بینہ فیہ منطق فاذا أصبحنا التقینا ان شاء اللہؑ فأمارضیناہ فأتینا بالامر الذی تسألونہ و تسمونہ ، أو کرھنا فرددناہ" اے قوم ! ابو عبد اللہ کی تم لوگوں سے درخواست ہے کہ آج رات تم لوگ ان سے منصرف ہوجاؤ تاکہ وہ اس سلسلے میں فکر کرسکیں کیونکہ اس سلسلے میں ان کے اور تم لوگوں کے درمیان کوئی ایسی بات چیت نہیں ہوئی ہے۔ جب صبح ہوگی تو انشاء اللہ ہم لوگ ملاقات کریں گے۔ اس وقت یا تو ہم لوگ اس بات پر راضی ہوجائیں گے اور اس بات کو قبول کرلیں گے جس کا تم لوگ ان سے تقاضا کررہے ہے اور اس پر ان سے زبردستی کررہے ہو یا اگر ہم ناپسند کریں گے تو رد کردیں گے۔

عمر بن سعد نے یہ سن کر کہا : یا شمر ماتری ؟ شمر تیری رائے کیا ہے ؟

شمر نے جواب دیا : تمہاری کیا رائے ہے ؟ امیر تم ہو اور تمہاری بات نافذ ہے ۔

عمر بن سعد : میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہونے دوں پھر اپنی فوج کی طرف رخ کر کے پوچھا تم لوگ کیا چاہتے ہو ؟ تو عمرو بن حجاج بن سلمہ زبیدی نے کہا : سبحان اللہ! خدا کی قسم اگر وہ لوگ دیلم کے رہنے والے ہوتے اور تم سے یہ سوال کرتے تو تمہارے لئے سزاوار تھا کہ تم اس کا مثبت جواب دیتے ۔

قیس بن اشعث [1] بولا : تم سے یہ لوگ جو سوال کر رہے ہیں اس کا انھیں مثبت جواب دو ! قسم ہے میری جان کی کہ کل صبح یہ لوگ ضرور تمہارے سامنے میدان کارزار میں آئیں گے ۔

یہ سن کر پسر سعد نے کہا : خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ نبرد آزما ہوں گے تو میں آج کی شب کی مہلت کبھی نہ دوں گا [2] علی بن الحسین کا بیان ہے کہ اس کے بعد عمر بن سعد کی جانب سے ایک پیغام رساں آیا اور آکر ایسی جگہ پر کھڑا ہوا جہاں سے اس کی آواز سنائی دے رہی تھی اس نے کہا : ہم نے تم لوگوں کو کل تک کی مہلت دی ہے کل تک اگر تم لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا تو ہم لوگ تم لوگوں کو اپنے امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں گے اور اگر انکار کیا تو تمھیں ہم نہیں چھوڑیں گے [3]

۱۔ یہ شخص روز عاشورہ قبیلہ ربیعہ اور کندہ کی فوج کا سربراہ تھا ۔ (طبری ، ج۵، ص ۴۲۲) یہی امام حسین علیہ السلام کی اونی ریشمی چادر لوٹ کر لے گیا تھا جسے عربی میں "قطیفہ" کہتے ہیں اس کے بعد یہ قیس قطیفہ کے نام سے مشہور ہوگیا ۔ (طبری، ج ۵ ، ص ۵۳) اصحاب امام حسین علیہ السلام کے سروں کو کوفہ ابن زیاد کے پاس لے جانے والوں میں شمر بن ذی الجوشن ، عمرو بن حجاج اور عزرہ بن قیس کے ہمراہ یہ بھی موجود تھا ۔ ان میں سے ۱۳ سر یہ اپنے قبیلہ کندہ لے کر روانہ ہوگیا (طبری ، ج۵ ، ص ۴۶۸) یہ شخص محمد بن اشعث جناب مسلم کے قاتل اور جعدہ بنت اشعث امام حسن علیہ السلام کی قاتلہ کا بھائی ہے ۔

۲۔ حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے یہ روایت نقل کی ہے ۔ (طبری، ج۵، ص ۴۱۵ ، ارشاد، ص ۲۳۰)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور اس نے علی بن الحسین سے یہ روایت بیان کی ہے ۔ (طبری ، ج۵ ، ص ۴۱۷)

شب عاشور کی روداد

* شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ

* ہاشمی جوانوں کا موقف

* اصحاب کا موقف

* امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور

* شب عاشور امام حسین اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت

شب عاشور کی روداد

شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ

چوتھے امام حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: جب عمر سعد کی فوج پلٹ گئی تو حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا(یہ بالکل غروب کا وقت تھا) میں نے خود کو ان سے نزدیک کیا؛ کیونکہ میں مریض تھا۔ میں نے سنا کہ میرے بابا اپنے اصحاب سے فرمارہے ہیں:

"أثنی علیٰ اللہ تبارک و تعالی أحسن الثنا ء و أحمد ہ علی السرّا ء و الضرّا ء ؛اللّٰھم ان أحمدک علی أن أکرمتنا با لنبوۃ و علمتنا القرآن و فقھتنا ف الدین و جعلت لنا أسما عاً وابصاراً و أفئدۃ ولم تجعلنا من المشرکین.

اما بعد ؛ فان لا أعلم أصحاباً أولیٰ و لا خیراً من أصحابی ولا أھل بیت أبرّ وأوصل من أھل بیت فجزاکم اللہ عن جمیعاً خیرا.

ألا وانّ اظن یومنا من ھٰولاء الاعدا ء غداً ألا وان قد رأیت لکم فانطلقوا جمیعاً ف حِل ، لیس علیکم من ذمام ، ھٰذا لیل قد غشیکم فاتخذوہ جملا ! [1]ثم لیأ خذ کلُ رجل منکم بید رجل من أھل بیت؛تفرقوا ف سوادکم و مدائنکم حتی یفرّج اللہ ، فان القوم انما یطلبون، ولو قد أصابون لَھَوا عن طلب غیر."

میں اللہ تبارک و تعالی کی بہترین ستائش کرتا ہوں اور ہر خوشی و آسائش اور رنج و مصیبت میں

۱۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے حارث بن حصیرہ نے عبداللہ بن شریک عامری سے اور اس نے علی بن حسین علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۱۸) ابو الفرج نے ص ۷۴ پر اور شیخ مفید نے ص ۲۳۱ پر علی بن حسین کے بجائے امام سجاد علیہ السلام لکھا ہے جو ایک ہی شخصیت کے نام اور لقب ہیں ۔

اس کی حمد کرتا ہوں۔خدایا! اس بات پرمیں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کے ذریعہ کرامت عطاکی ، ہمیں قران کا علم عنایت فرمایا اوردین میں گہرائی و گیرائی عطافرمائی اور ہمیں حق کو سننے والے کان ، حق نگر آنکھیں او ر حق پذیر دل عطا فرمائے اور تونے ہمیں مشرکین میں سے قرار نہیں دیا ۔

اما بعد! حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے اصحاب سے بہتر و برتر کسی کے اصحاب کا سراغ نہیں رکھتا، نہ ہی ہمارے گھرانے سے زیادہ نیکو کار اورمہربان کسی گھرانے کا مجھے علم ہے؛خدا وند متعال میری طرف سے تم سب کو اس کی بہترین جزاعطاکرے ۔

آگاہ ہوجاؤ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان دشمنوں کی شرانگیزیوں کی بنیادپر کل ہماری زندگی کا آخری دن ہے۔ آگاہ ہوجاؤ! کہ میں نے اسی لئے تم لوگوں کے سلسلے میں یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ تم سب کے سب ہماری بیعت سے آزاد ہو اورمیری طرف سے تم لوگوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ رات ہے جس نے تم سب کواپنے اندرڈھانپ لیا ہے؛ تم لوگ اس سے فائدہ اٹھاکر اپنے لئے اسے حجاب و مرکب قراردو اور تم میں سے ہر ایک ہمارے خاندان کی ایک ایک فرد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے اپنے ملک اور شہر کی طرف نکل جائے یہاں تک کہ خدا گشائش کی راہ نکال دے ؛کیونکہ یہ قوم فقط میرے خون کی پیاسی ہے لہٰذا اگر وہ مجھے پالیتی ہے تو میرے علاوہ دوسروں سے غافل ہوجائے گی۔

ہاشمی جوانوں کا موقف

امام حسین علیہ السلام کی تقریر ختم ہوچکی تو عباس بن علی علیھما السلام نے کلام کی ابتداء کی اور فرمایا :" لِمَ نفعل ذالک؟ ألنبقی بعدک ؟ لاأرانا اللہ ذالک أبداً!" ہم ایسا کیوں کریں ؟ کیا فقط اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ و سلامت رہیں ؟ !خدا کبھی ہمیں ایسا دن نہ دکھائے ۔

اس کے بعد حضرت عباس کے بھائی ، امام حسین علیہ السلام کے فرزندان ، آپ کے بھائی امام حسن علیہ السلام کی اولاد ،عبداللہ بن جعفر کے فرزند (محمد و عبداللہ) سب کے سب نے اسی قسم کے کلمات سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام فرزندان جناب عقیل کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے فرزندان عقیل! مسلم کا قتل تم لوگوں کے لئے کافی ہے، تم سب چلے جاؤ، میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ یہ سن کر ان سبھوں نے عرض کیا:

"فما یقول الناس ! یقولون انّا ترکنا شیخنا و سیدنا و بن عمومتنا خیر الاعمام ولم نرم معهم بسهم ، ولم نطعن معهم برمح ولم نضرب معهم بسیف ، ولا ندر ما صنعوا ! لا واللہ لا نفعل ولکن تفدیک أنفسنا و أموالنا وأهلونا ، ونقاتل معک حتی نرد موردک ! فقبح اللہ العیش بعدک" [1]

اگر ہم چلیں جائیں تو لوگ کیا کہیں گے! یہی تو کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ اور سید و سردار اور اپنے چچا کے فرزندان کو (نرغہ اعداء میں تنہا) چھوڑ دیا جبکہ وہ ہمارے بہترین چچا تھے۔ ہم نے ان کے ہمراہ دشمن کی طرف تیر نہیں چلایا، نیزوں سے دشمنوں کو زخمی نہیں کیا اور ان کے ہمراہ تلوار سے حملہ نہیں کیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ لوگ ہمارے ساتھ کیا کریں گے۔ نہیں خد اکی قسم ہم ایسا نہیں کر سکتے؛ ہم اپنی جان، مال اور اپنے گھر والوں کو آپ پر قربان کردیں گے؛ ہم آپ کے ساتھ ساتھ دشمن سے مقابلہ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ جہاں آپ وارد ہوں۔ وہیں ہم بھی وارد ہوں. اللہ اس زندگی کا برا کرے جو آپ کے بعد باقی رہے!

اصحاب کا موقف

جب بنی ہاشم اظہار خیال کر چکے تو اصحاب کی نوبت آئی تو۔ (حسینی سپاہ کے سب سے بوڑھے صحابی) مسلم بن عوسجہ[2] اٹھے اور عرض کی: " أنحن نخل و لمانعذر الی اللہ فی أداء حقک ! أماواللہ حتی أکسر فی صدورهم رمح ، وأضربهم بسیف ما ثبت قائمة فی ید ،ولا أفارقک ، ولو لم یکن مع سلاح أقاتلهم به لقذفتهم بالحجارة دونک حتی أموت معک"

۱۔ مقاتل الطالبیین، ابو الفرج، ص ۷۴، ارشاد، ص ۲۳۱، خواص۔ ص ۲۴۹

۲۔ جو اشراف کوفہ جناب مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے۔ ان کے ہمراہ آپ کے احوال گزر چکے ہیں۔ واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا تذکرہ ہے آپ کربلا کیسے پہنچے اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اگر ہم آپ کو تنہا چھوڑدیں ؟تو آپ کے حق کی ادئیگی میں اللہ کے سامنے ہمارے پاس کیا عذر ہوگا؟ خدا کی قسم! جب تک کہ میں اپنا نیزہ ان کے سینے میں نہ توڑلوں اور جب تک قبضۂ شمشیر میرے ہاتھ میں ہے میں ان کو نہ مارتا رہوں میں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اگر میرے پاس کوئی اسلحہ نہ ہوا جس سے میں ان لوگوں سے مقابلہ کر سکوں تو میں آپ کی حمایت میں ان پر پتھر مارتا رہوں گا یہاں تک مجھے آپ کے ہمراہ موت آجائے۔ مسلم بن عوسجہ کے بعد سعید بن عبد اللہ حنفی اٹھے اور عرض کیا:

" واللّٰہ لا نخلّیک حتی یعلم اللّٰہ أنا حفظنا غیبة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم فیک . واللّٰہ لو علمت ان أقتل ثم أحیا ثم احرق حیّاثم أذّر ، یفعل ذالک ب سبعین مرّ ة ما فا رقتک حتی ألقی حِما م دونک فکیف لاأفعل ذالک وانما ه قتلة واحد ة ثم ه الکرامة التی لا انقضاء لها ابداً"

خدا کی قسم! ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ خدا ہمیں یہ بتادے کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ وآلہ وسلم کے پس پشت آپ کی حفاظت ونگرانی کرلی، خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو کہ مجھے قتل کیا جائے گا اور پھر زندہ کیا جائے گا اور پھر زندہ کرنے کے بعد مجھے زندہ جلا دیا جائے اور میری راکھ کو ہواؤں میں اڑادیا جائے گا اور یہ کام میرے ساتھ ستّر (۷۰) مرتبہ بھی کیا جائے تب بھی میں آپ سے جدائی اختیار نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں آپ کے سامنے قربان ہو جاؤں۔ اور میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ ایک ہی بار قتل ہونا ہے اور اسکے بعد ایسی کرامت ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

اسکے بعد زہیر بن قین بولے:" واللّٰہ لوددت ان قتلت ثم نشرت ثم قتلت حتی أقتل کذ األف قتلة، وان اللّٰہ ید فع بذالک القتل عن نفسک وعن أنفس هو لا ء الفتیة من أهل بیتک "

خدا کی قسم! میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے یہاں تک کہ ایک ہزار مرتبہ ایسا کیا جائے اور اللہ میرے اس قتل کے ذریعہ آپ کے اور آپ کے گھرانے کے ان جوانوں سے بلا کو ٹال دے۔

اسکے بعد اصحاب کی ایک جماعت گویا ہوئی:"واللّٰہ لا نفارقک ، ولکن أنفسنا لک الفداء نقیک بنحور نا وجباهنا وأید ینا .فاذانحن قتلنا کنا وفیناوقضینا ماعلینا"

خدا کی قسم ہم آپ سے جدا نہیں ہوسکتے۔ ہماری جانیں آپ پر قربان ہیں ۔ ہم اپنی گردنوں، پیشانیوں اور ہاتھوں سے آپ پر قربان ہیں ۔جب ہم قتل ہو جائیں گے تب ہم اس حق کو ادا اور اس عہد کو وفا کریں گے جو ہماری گردن پر ہے ۔

اس کے بعد اصحاب کے گروہ گروہ نے اسی قسم کے فقروں سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔[۱]

امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور

حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں : جس شام کی صبح کو میرے بابا شہید کردئے گئے اسی شب میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی زینب میری تیمارداری کررہی تھیں ۔ اسی اثنا میں میرے بابا اصحاب سے جدا ہوکر اپنے خیمے میں آئے۔ آپ کے پاس "جون "[۲] ابوذر کے غلام بھی موجود تھے جو اپنی تلوار کو آمادہ کررہے تھے اور اس کی دھار کو ٹھیک کر رہے تھے۔اس وقت میرے بابا یہ اشعار پڑھ رہے تھے :

یا دھر افّ لک من خلیل
کم لک بالِاشراق والاصیل
من صاحب أو طالب قتیل
وا لد ھر لا یقنع با لبدیل
وانما الا مر الیٰ الجلیل
وکلّ ح سا لک سبیل

۱۔ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم فایشی نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (طبری، ج ٥، ص ٤١٨؛ابوالفرج ،ص ٧٤، ط نجف ؛تاریخ یعقوبی، ج ٢، ص ٢٣١ ، ارشاد، ص ٢٣١)

٢۔ طبری نے حو لکھا ہے۔ ارشاد، ص ٢٣٢ میں "جوین" اور مقاتل الطالبیین، ص ٧٥ ، مناقب بن شہر آشوب، ج ٢، ص ٢١٨، تذکرۃ الخواص، ص ٢١٩ ، اور خوارزمی، ج ١ ،ص ٢٣٧ پر "جون "مرقوم ہے ۔ تاریخ طبری میں آپ کا تذکرہ اس سے قبل اور اس کے بعد بالکل موجود نہیں ہے نہ ہی امام علیہ السلام کے ہمراہ آپ کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔

اے دنیا! اُف اور وائے ہو تیری دوستی پر، کتنی صبح و شام تو نے اپنے دوستوں اور حق طلب انسانوں کو قتل کیا ہے، اور ان کے بغیر زندگی گزاری ہے ،ہاں روزگار بدیل ونظیر پر قناعت نہیں کرتا، حقیقت تو یہ ہے کہ تمام امور خدا ئے جلیل کے دست قدرت میں ہیں اور ہر زندہ موجود اسی کی طرف گامزن ہے۔

بابا نے ان اشعار کی دو یا تین مرتبہ تکرار فرمائی تو میں آپ کے اشعار کے پیغام اور آپ کے مقصد کو سمجھ گیا لہذا میری آنکھوں میں اشکوں کے سیلاب جوش مارنے لگے اور میرے آنسو بہنے لگے لیکن میں نے بڑے ضبط کے ساتھ اسے سنبھالا میں یہ سمجھ چکا تھا کہ بلا نازل ہو چکی ہے۔

ہماری پھوپھی نے بھی وہی سنا جو میں نے سنا تھا لیکن چونکہ وہ خاتون تھیں اور خواتین کے دل نرم و نازک ہوا کرتے ہیں لہٰذا آپ خود پر قابو نہ پاسکیں اور اٹھ کھڑی ہوئیں اور سر برہنہ دوڑتی ہوئی اس حال میں بھائی کے خیمہ تک پہنچیں کہ آپ کا لباس زمین پر خط دے رہا تھا، وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا: "واثکلاه ! ليت الموت أعدم من الحياة ! اليوم ماتت فاطمة أمّ و علی أب ، وحسن أخ يا خليفةالماض وثمال الباق"(۱) آہ یہ جانسوز مصیبت ! اے کاش موت نے میری حیات کو عدم میں تبدیل کردیا ہوتا! آج ہی میری ماں فاطمہ، میرے بابا علی اور میرے بھائی حسن دنیا سے گزر گئے۔ اے گذشتگان کے جانشین اور اے پسماندگان کی پناہ، یہ میں کیا سن رہی ہوں ؟

یہ سن کر حسین علیہ السلام نے آپ کو غور سے دیکھا اور فرمایا: "یا أخية لا یذھبن بحلمک الشیطان" اے میری بہن مبادا تمہارے حلم و بردباری کو شیطان چھین لے۔ یہ سن کر حضرت زینب نے کہا: "بأبی أنت و أمی یا أبا عبد اللہ ! أستقتلت ؟ نفسی فداک " میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں اے ابو عبد اللہ! کیا آپ اپنے قتل و شہادت کے لئے لحظہ شماری کررہے ہیں ؟ میری جان آپ پر قربان ہوجائے۔

۱۔ ارشاد میں یہ جملہ اس طرح ہے" يا خليفة الماضين و ثمال الباقين"(ص۲۳۲) تذکرہ میں اس جملہ کا اضافہ ہے" ثم لطمت وجهها"(ص۲۵۰، طبع نجف)

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام کو تاب ضبط نہ رہی؛ آنکھوں سے سیل اشک جاری ہوگیا اور آپ نے فرمایا :" لو ترک القطا لیلاً لنام !" اگر پرندہ کو رات میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ سو رہے گا ۔

یہ سن کر پھوپھی نے فرمایا :" یا ویلتی ! أفتغصب نفسک اغتصاباً ؟ فذالک أقرح لقلب وأشد علیٰ نفس" اے وائے کیا آپ آخری لمحہ تک مقابلہ کریں گے اور یہ دشمن آپ کو زبردستی شہید کردیں گے ؟ یہ تو میرے قلب کو اور زیادہ زخمی اور میری روح کے لئے اور زیادہ سخت ہے ، یہ کہہ کر آپ اپنا چہرہ پیٹنے لگیں اور اپنے گریبان چاک کردئے اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ بے ہوش ہوگئیں ۔

امام حسین علیہ السلام اٹھے اور کسی طرح آپ کو ہوش میں لا کر تسکین خاطر کے لئے فرمایا :" یا أخیّة ! ا تق اللہ و تعز بعزاء اللہ و اعلم ان أھل الارض یموتون و أن أھل السماء لایبقون وأن کل شی ھالک الا وجه الذی خلق الارض بقدرته و یبعث الخلق فیعودون وھو فرد وحده، أب خیر من، و أم خیر من ، و أخ خیر من ول ولھم ولکل مسلم برسول اللہ أسوة ."

اے میری بہن !تقوائے الٰہی پر گامزن رہو اور اس سے اپنی ذات کو سکون پہنچاؤ اور جان لو کہ اہل زمین کو مرنا ہی مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے۔ جس ذات نے اپنی قدرت سے زمین کو خلق کیا ہے اس کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ اس کی ذات مخلوقات کو مبعوث کرنے والی ہے، وہ دوبارہ پلٹیں گے، بس وہی اکیلا و تنہا زندہ ہے۔ میرے بابا مجھ سے بہتر تھے ، میری مادر گرامی مجھ سے بہتر تھیں اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے، میرے لئے اور ان لوگوں کے لئے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے رسول خدا کی زندگی اور موت نمونۂ عمل ہے۔

اس قسم کے جملوں سے آپ نے بہن کے دل میں امنڈتے ہوئے سیلاب کو روکا اور انھیں تسلی دی اور پھر فرمایا:

"یاأخیة ! انی أقسم علیک فأبّری قسمی : لا تشقی عل جیباً ولا تخمشی علّ وجھا ولا تد ع علّ بالویل والثبور اذا أنا ھلکت" اے میری بہن !میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد تم اپنے گریبان چاک نہ کرنا، نہ ہی اپنے چہرے کو پیٹنا اور نہ اس پر خراش لگانا اور نہ ہی وا ے کہنا اور نہ موت کی خواہش کرنا۔

پھر بابا نے پھوپھی زینب کو میرے پاس لاکر اور بٹھایا اور ان کے دل کو آرام و سکون بخشنے کے بعد اپنے اصحاب کی طرف چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے خیموں کو ایک دوسرے سے نزدیک کرلیں ، اس کی طناب کو ایک دوسرے سے جوڑ لیں اور اپنے خیموں کے درمیان اس طرح رہیں کہ دشمنوں کو آتے دیکھ سکیں ۔[۱] اس کے بعد امام حسین علیہ السلام بانس اور لکڑیاں لے کر ان لوگوں کے خیموں کے پیچھے آئے جہاں پتلی سی خندق نما بنائی گئی پھر وہ بانس اور لکڑیاں اسی خندق میں ڈال دی گئیں ۔ اسکے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ لوگ صبح میں ہم لوگوں پر حملہ کریں گے تو ہم اس میں آگ لگادیں گے تاکہ ہمارے پیچھے سے وہ لوگ حملہ آور نہ ہوسکیں اور ہم لوگ اس قوم سے ایک ہی طرف سے مقابلہ کریں ۔[۲]

شب عاشور امام حسین اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت

جب رات ہوگئی تو حسین علیہ السلام اور اصحاب حسین علیہم السلام تمام رات نماز پڑھتے رہے اور استغفار کرتے رہے۔ وہ کبھی دعا کرتے اور کبھی تضرع و زاری میں مشغول ہوجاتے تھے ۔

ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی اصحاب حسین علیہ السلام میں سے تھے جو دشمنوں کے چنگل سے نجات پا گئے تھے، وہ کہتے ہیں : سواروں کا لشکر جو ہماری نگرانی کر رہا تھا اور ہم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا وہ ہمارے پاس سے گزرا؛ اس وقت امام حسین علیہ السلام قرآن مجید کی ان آیتوں کی تلاوت فرما رہے تھے : ﴿"وَلاَیَحْسَبَنَّ الَّذِینَ کَفَرُوْ اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیراً لانفسهم اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْا اِثْماً وَلَهُمْ عَذَاب مُهِیْن. مَا کَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤمِنِیْنَ عَلَی مَا أَنْتُمْ عَلَیْهِ حَتَی یَمِیْزَ الْخَبِیث مِنَ الطَّیِّبِ"﴾[۳]

۱۔ حارث بن کعب اور ابو ضحاک نے مجھ سے علی بن الحسین کے حوالے سے حدیث بیان کی ہے (طبری ،ج۵، ص۴۲۰ ؛ ابو الفرج ، ص ۷۵ ،ط نجف ،یعقوبی ، ج ۲،ص ۲۳۰ ؛ ارشاد ، ص ۲۳۲ ، طبع نجف) آپ نے تمام روایتیں امام سجاد علیہ السلام سے نقل کی ہیں ۔

۲۔ عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی سے روایت کی ہے۔ طبری ، ج ۵ ، ص ۴۲۱، ارشاد ، ص ۲۳۳ ، پر فقط ضحاک بن عبد اللہ لکھا ہے۔

۳۔ آل عمران، آیت ۱۷۸ و ۱۷۹

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے جو انھیں مہلت دی ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم نے تو انھیں اس لئے مہلت دی ہے تا کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور ان کے لئے رسوا کنندہ عذاب ہے۔ خدا وندعالم ایسانہیں ہے کہ مومنین کو اسی حالت پر رکھے جس پر تم لوگ ہو بلکہ ی اس لئے ہے کہ وہ پلید کو پاک سے جدا کرے ۔

اس وقت لشکر عمر بن سعد کے کچھ سوار ہمارے اردگرد چکّر لگا رہے تھے۔ان میں سے ایک سوار یہ آیتیں سن کر کہنے لگا رب کعبہ کی قسم !ہم لوگ پاک ہیں ، ہم لوگوں کو تم لوگوں سے جدا کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس شخص کوپہچان لیا اور بریربن حضیر ہمدانی [1] سے کہا کہ آپ اسے پہچانتے ہیں یہ کون ہے ؟

بریر نے جواب دیا: نہیں ! اس پر میں نے کہا : یہ ابو حرب سبیع ہمدانی عبداللہ بن شہر ہے، یہ مسخرہ کرنے والااور بیہودہ ہے،بڑا بے باک اور دھوکہ سے قتل کرنے والا ہے۔ سعیدبن قیس [2] نے بارہا اس کی بد اعمالیوں اور جنایت کاریوں کی بنیادپر اسے قید کیا ہے ۔

۱۔ ارشاد،ص ۲۳۳، اور دیگر کتب میں خضیر مرقوم ہے اوریہی مشہور ہے ۔ آپ کوفہ کے قاریوں میں ان کے سید و سردار شمار ہوتے تھے۔ (طبری، ج۵، ص ٤٣١) آپ بڑے عبادت گزار تھے۔ واقعہ کربلا میں یہ آپ کا پہلا ذکر ہے۔ آپ امام علیہ السلام تک کس طرح پہنچے اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ آپ وہ ہیں جو جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے مقابلہ اور مبارزہ کے لئے اٹھے تو امام علیہ السلام نے آپ کو بٹھا دیا۔(طبری ،ج ٥ ،ص ٤٢٩) آپ وہی ہیں جنہوں نے عبد الرحمن بن عبد ربہ انصاری سے کہا تھا : خدا کی قسم! میری قوم جانتی ہے کہ مجھے نہ تو جوانی میں ، نہ ہی بوڑھاپے میں باطل ہنسی مذاق سے کبھی محبت رہی ہے لیکن خدا کی قسم جو میں دیکھ رہا ہوں اس سے میں بہت خوش ہوں ۔ خدا کی قسم! ہمارے اور حور العین کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ لوگ ہم پر تلوار سے حملہ کریں ۔میں تو یہی چاہتا ہوں کہ یہ لوگ حملہ آور ہوں ۔(ج ٥ ،ص ٤٢٣) آپ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ عثمان نے اپنی جان کو برباد کردیا۔ معاویہ بن ابو سفیان گمراہ اور گمراہ کرنے والا تھا . امام و پیشوای ہدایت اور حق تو بس علی بن ابیطالب علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد آپ نے عمر بن سعد کے ایک فوجی سے جس کا نام یزید بن معقل تھا اس بات پر مباہلہ کیا کہ یہ مفاہیم و معانی حق ہیں اور یہ کہا کہ ہم میں سے جو حق پر ہے وہ باطل کو قتل کردے گا یہ کہہ کر آپ نے اس سے مبارزہ و مقابلہ کیا اور اسے قتل کردیا۔ (طبری ،ج ٥ ،ص ٤٣١)

۲۔ سعید بن قیس ہمدانی ،ہمدان کا والی تھاجسے والی کوفہ سعید بن عاص اشرق نے معزول کر کے ٣٣ ھمیں "ری"کا والی بنا دیا تھا۔(طبری، ج ٥ ، ص ٣٣٠) امیر المومنین علیہ السلام نے مذکورہ شخص کو شبث بن ربعی اور بشیر بن عمرو کے ہمراہ معاویہ کے پاس جنگ سے پہلے بھیجا تاکہ وہ سر تسلیم خم کر لے اور جماعت کے ہمراہ ہو جائے۔ (طبری، ج ٥ ، ص ٥٧٣) صفین میں یہ شخص علی کے ہمراہ جنگ میں مشغول تھا۔(طبری، ج ٤، ص ٥٧٤) یہ وہ سب سے پہلی ذات ہے جس نے امیر المومنین کے مقاصد کا مثبت جواب دیا تھا۔ (ج ٥، ص ٩) امیر المومنین نے آپ کو انبار اور ہیت کی طرف سفیان بن عوف کے قتل و غارت گری کے سلسلے میں روانہ کیا تو آپ ان لوگوں کے سراغ میں نکلے یہاں تک کہ "ہیت "پہنچے مگر ان لوگوں سے ملحق نہ ہو سکے ۔(طبری، ج ٥، ص ١٣٤) اس کے بعد تاریخ میں ہمیں ان کا کوئی ذکر اور اثر دکھائی نہیں دیتا ،شائد جب آپ عثمان کے زمانے میں "ری" اور" ہمدان "کے والی تھے تو اسی زمانے میں ابو حرب کو قید کیا ہو۔

یہ سن کر بریر بن حضیر نے اسے آواز دی اور کہا: اے فاسق! تجھے اللہ نے پاک لوگوں میں قرار دیا ہے ؟! تو ابو حرب نے بریر سے پوچھا: تو کون ہے ؟

بریر نے جواب دیا: میں بریر بن حضیر ہوں۔

ابو حرب نے یہ سن کر کہا: اناللہ! یہ میرے لئے بڑا سخت مرحلہ ہے کہ تم بریر ہو، خدا کی قسم! تم ہلاک ہوگئے، خدا کی قسم تم ہلاک ہوگئے اے بریر!

بریر نے کہا: اے بو حرب! کیا تو اپنے اتنے بڑے گناہ سے توبہ کر سکتا ہے ؟ خدا کی قسم! ہم لوگ پاک ہیں اور تم خبیثوں میں ہو۔

اس پر ابو حرب نے بریر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اور میں اس پر گواہ ہوں!

میں (ضحاک بن عبداللہ مشرقی) نے اس سے کہا: تیری معرفت تیرے لئے نفع بخش کیوں نہیں ہورہی ہے ؟

ابو حرب نے جواب دیا: میں تم پر قربان ہوجاؤں! تو پھر یزید بن عذرہ عنزیٰ کا ندیم کون ہوگا جو ہمارے ساتھ ہے۔

یہ سن کر بریر نے کہا: خدا تیرا برا کرے! تو ہر حال میں نادان کا نادان ہی رہے گا۔ یہ سن کر وہ ہم سے دور ہوگیا۔ [1]

۱۔ طبری، ج۵، ص ۴۲۱، ابو مخنف کا بیان ہے: عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

صبح عاشورا

* سپاہ حسین میں صبح کا منظر
* روز عاشورا امام علیہ السلام کا پہلا خطبہ
* زہیر بن قین کا خطبہ
* حر ریاحی کی بازگشت
* حر بن یزید ریاحی کا خطبہ

صبح عاشورا

روز شنبہ کی صبح محرم کی دسویں تاریخ تھی، اذان صبح ہوتے ہی عمر بن سعد نے نماز صبح پڑھی، اپنے فوجیوں کے ہمراہ باہر آیا [۱] اور اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا :

(۱) عبد اللہ بن زہیر ازدی [۲] کو اہل مدینہ کا سربراہ قرار دیا ۔

(۲) عبدالرحمن بن ابی سبرہ جعفی کو قبیلہ مذحج و اسد کا سالار قرار دیا ۔ [۳]

(۳) قیس بن اشعث بن قیس کندی کو قبیلہ ربیعہ و کندہ کا سالار قرار دیا ۔

(٤) حر بن یزید ریاحی (تمیمی یربوعی) کو قبیلہ تمیم و ہمدان کا سربراہ بنایا ۔

(٥) عمرو بن حجاج زبیدی کو میمنہ کا سردار بنایا ۔

(٦) شمر بن ذی الجوشن (خبابی کلابی) کو میسرہ کا سردار بنایا۔

---

۱ ـ طبری ج ٦ ص ٤٢١ و ٤٢٢، ابو مخنف کا بیان ہے : عبد اللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی سے یہ روایت بیان کی ہے۔ ارشاد، ص ۲۳۳ پر فقط ضحاک بن عبد اللہ مرقوم ہے ۔

امانت کی خاطر روز شنبہ روز عاشورا لکھ دیا گیا جبکہ یہ تاریخ اور یہ دن امام حسین علیہ السلام کے کربلا وارد ہونے کی تاریخ اور دن کے منافی ہے جو خود طبری نے ذکر کیا ہے کہ امام علیہ السلام ۲ محرم بروز پنجشنبہ وارد کربلا ہوئے اس بنیاد پر عاشورا روز جمعہ ہوتا ہے نہ کہ شنبہ۔ حسن ظن کی بنیاد پر ہم یہ توجیہ کرسکتے ہیں کہ یہ دو روایتیں دو راویوں سے ہیں لہٰذا یہ اختلاف ہے۔ بہر حال روز جمعہ عاشورا کا ہونا مشہور ہے۔(مترجم)

۲ ـ حجاج کے زمانے میں ری کے امیر عدی بن وتّاد کے ہمراہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے اصفہان میں جنگ کے دوران یہ میمنہ کا سردار تھا۔ (طبری، ج٦، ص ۲۹٦) طبری میں اس کا آخری تذکرہ یہ ملتا ہے کہ ۱۰۲ ھ میں یہ سعد کے نگہبانوں میں تھا ۔ اس پر تیروں سے اتنی جراحت و زخم پہنچے کہ اس کا جسم سیہی (ایک جانور جسکے جسم پر کانٹے ہی کا نٹے ہوتے ہیں) کی طرح ہو گیا ۔(طبری، ج٦، ص ٦١٣) کربلا سے پہلے اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا ۔

۳ـ یہ وہ شخص ہے جس نے ٥١ھ حجر بن عدی کندی کے خلاف گواہی دی تھی۔(طبری، ج٥، ص ۲۷۰) یہ قبیلہ مذحج اور اسد کے پیدلوں پر سربراہ تھا۔ شمر بن ذی الجوشن نے اسے امام حسین علیہ السلام کے قتل پر بر انگیختہ کیا تو اس نے انکار کیا اور شمر کو گالیاں دیں ۔ (طبری، ج٥، ص ٤٥٠)

(۷) عزرہ بن قیس احمسی کو سواروں کا سپہ سالار بنایا۔

(۸) شبث بن ربعی ریاحی تمیمی کو پیدلوں کا سربراہ قرار دیا۔

(۹) پرچم اپنے غلام ذوید[۱] کے ہاتھوں میں دیا۔

(۱۰) اور خود سارے لشکر کا سربراہ بن کر قلب لشکر میں حملہ کے لئے آمادہ ہوگیا۔

سپاہ حسینی میں صبح کا منظر

ادھر سپیدہ سحری نمودار ہوئی اور ادھر لشکر نور میں خورشید عاشورا امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ بلند کرکے دعا کی: " اللّٰھم أنت ثقت فی کل کرب و رجائ ف کل شدة و أنت ل فی کل أمر نزل ب ثقة و عدّة ، کم من ھم یضعّف فیه الفؤاد ، و تقلّ فیه الحیلة ، و یخذل فیه الصدیق ویشمت فیه العدوّ، أنزلته بک و شکوته الیک ، رغبة من عمن سواک ، ففرّجته ، و کشفته ، فأنت ولّ کل نعمة، صاحب کل حسنة ومنتھی کل رغبة"[۲]

خدایا! توہی کرب و تکلیف میں میری تکیہ گاہ اور ہر سختی میں میری امید ہے۔ ہر وہ مصیبت جو مجھ پر نازل ہوئی اس میں تو ہی میری تکیہ گاہ اور پناہ گاہ ہے؛ کتنی ایسی مصیبتیں اور کتنے ایسے غم و اندوہ ہیں جس میں دل کمزور اور راہ چارہ و تدبیر مسدود ہوجاتی ہے، دوست و آشنا تنہا چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن برا بھلا کہتے ہیں لیکن میں ان تمام مصیبتوں میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تجھ ہی سے اس (امت) کا گلہ ہے اور

۱۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے، اس سے محمدبن بشر نے اور اس سے عمرو بن حضرمی نے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۲۲)

۲۔ اس روایت کو ابو مخنف نے اپنے بعض ساتھیوں سے اور ان لوگوں نے ابو خالد کاہلی سے بیان کیا ہے (طبری، ج۵، ص ۴۲۳) شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۳۳ پر فرمایا ہے: ابو مخنف، علی بن الحسین علیہ السلام سے اور ابو خالد سے روایت کرتے ہیں جو ان کے ساتھیوں میں تھا اور ابو خالد نے اس خبر کو امام علی بن الحسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ طبری نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔

تیرے علاوہ سب سے امیدیں توڑلی ہیں ؛تو نے گشائش پیدا کی ہے اور مصیبتوں کے سیاہ بادل کو چھانٹ دیا ہے پس تو ہی ہر نعمت کا ولی ، ہرنیکی کا مالک اورتمام امیدوں اور رغبتوں کی انتہا ہے ۔

ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی کا بیان ہے:(یہ اصحاب حسین میں سے وہیں جو زخمی ہونے کے بعد دشمنوں کے ہاتھوں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے تھے) جب اموی فوج ہماری طرف بڑھی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ بانس اور لکڑی سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں ۔یہ وہی آگ تھی جسے ہم لوگوں نے اپنے خیموں کے پیچھے جلایا تھا تاکہ پیچھے سے یہ لوگ ہم پرحملہ آور نہ ہوسکیں ۔اسی اثناء میں دشمن فوج کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میری طرف آیا ،وہ اسلحہ سے پوری طرح لیث تھا ،وہ ہم لوگوں سے کچھ نہ بولایہاں تک کہ ہمارے خیموں سے گزرنے لگا اور غور سے ہمارے خیموں کو دیکھنے لگا لیکن اسے پیچھے کچھ دیکھائی نہ پڑافقط بھڑکتے ہوئے شعلے تھے جو اسے دکھائی دے رہے تھے؛ وہ پلٹا اور چیخ کر بولا :" یا حسین! استعجلت النار فی الدنیا قبل یوم القیامة. "اے حسین! قیامت سے پہلے ہی دنیا میں آگ کے لئے جلدی کردی ؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا :"من ھٰذا کأنہ شمربن ذی الجوشن؟" یہ کون ہے ؟ گویا یہ شمربن ذی الجوشن ہے ؟ جواب ملا : خدا آپ کو سلامت رکھے !ہاں یہ وہی ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر جواب دیا :"یا بن راعیة المعزیٰ أنت أولی بها صلیا!"اے بیابان زادہ، بے ثقافت اوربدچلن! آگ میں جلنے کا حق دار تو ہے نہ کہ میں ۔

امام حسین علیہ السلام کے جواب کے بعد مسلم بن عوسجہ نے آپ سے عرض کیا :"یابن رسول اللہ جعلت فداک ألاأرمیه بسهم فانه قد أمکننی ولیس یسقط سهم منی فالفاسق من أعظم الجبارین" میری جان آپ پر نثار ہو، کیا اجازت ہے کہ ایک تیرچلادوں ، اس وقت یہ بالکل میری زدپر آگیا ہے میرا تیر خطا نہیں کرے گا اوریہ آدمی بہت فاسق و فاجر ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عوسجہ کو جواب دیا :" لا ترمه ، فانی أکره أن أبدأ هم"[1]نہیں ایسا نہیں کرنا؛ میں جنگ میں ابتداء کرنا نہیں چاہتا ۔

روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ

جب فوج آپ سے نزدیک ہونے لگی تو آپ نے اپنا ناقہ منگوایا اور اس پر سوار ہو کر لشکر میں آئے اور باآواز بلند اس طرح تقریر شروع کی جسے اکثر وبیشتر لوگ سن رہے تھے :

"أيها الناس ! اسمعو ا قول ولاتعجلو ن حتى أعظكم بما يحق لكم علّ وحتى أعتذر لكم من مقدم اليكم ، فان قبلتم عذر وصدقتم قول وأعطيتمو ن النصف ، كنتم بذالک أسعد ولم يكن لكم علّ سبيل ، وان لم تقبلوا منّ العذرولم تعطوا النصف من أنفسكم ﴿ فَاَجْمَعُوْا أَمْرَ كُمْ وَشْرَكَا ئَ كُمْ ثُمَّ لَا يْكُنْ اَمْرَكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّة ثُمَّ اقْضُوْا اِلَّ◌َ وَلَا تُنْظِرُوْنَ ﴾[۲] ﴿ اِنَّ وَلِّ◌َ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزّلَ الْكِتَابَ وَهْوْ يَتَوَلَّ◌ى الصَّا لِحِيْنَ" ﴾ [۳]

ایھا الناس ! میری بات، سنو جلدی نہ کرو !یہاں تک کہ میں تم کو اس حدتک نصیحت کردوں جو مجھ پر تمہارا حق ہے، یعنی تمہیں بے خبر نہ رہنے دوں اور حقیقت حال سے مطلع کردوں تاکہ حجت تمام ہوجائے۔میں چاہتا ہوں کہ تمارے سامنے اپنا عذر پیش کردوں کہ میں کیوں آیا ہوں اور تمہارے شہر کا رخ کیوں کیا ۔ اگر تم نے میرے عذر کو قبول کرلیا اور میرے کہے کی تصدیق کر کے میری بات مان لی اور میرے ساتھ انصاف کیاتو یہ تمہارے لئے خوش قسمتی ہوگی اور اگر تم نے میرے عذرکو نہ مانا اور انصاف کرنانہ چاہا تو مجھ کو کوئی پروا نہیں ہے۔تم اور جس جس کو چاہو تمام جماعت کو اپنے ساتھ متفق کرلو اور میری مخالفت پر ہم آہنگ ہوجاؤ پھر دیکھو کوئی حسرت تمہارے دل میں نہ رہ جائے اورپوری طاقت سے میرا خاتمہ کردو، مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی مہلت نہ دو۔میرا بھروسہ تو بس خدا پر ہے جس نے کتاب نازل فرمائی ہے اور وہی صالحین کا مددگار ہے ۔

۱۔ابو مخنف کا کہنا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن عاصم نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے : مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج٥، ص ٤٢٣وارشاد، ص٢٣٤)

۲۔ سورہ یونس، آیت ۷۱

۳۔ سورہ اعراف، آیت ۱۹۶

یہ وہ دلسوز تقریر تھی جسے سن کر مخدرات کا دامن صبر لبریز ہوگیا اور آپ کی بہنیں نالہ و شیون کرنے لگیں ؛اسی طرح آپ کی صاحبزادیاں بھی آنسو بہانے لگیں ۔جب رونے کی آواز آئی تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی علیھما السلام اور اپنے فرزند جناب علی اکبر کو ان لوگوں کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں سے فرمایا : جاؤ ان لوگوں کو چپ کراؤ!قسم ہے میری جان کی انھیں ابھی بہت زیادہ آنسو بہانا ہے ۔

جب وہ مخدرات خاموش ہوگئیں تو آپ نے حمد و ثنائے الٰہی اور خدا کا تذکرہ اسطرح کیا جس کا وہ اہل تھا پھر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر درود و سلام بھیجا ، خدا کے ملائکہ اور اس کے پیغمبروں پر بھی درود و سلام بھیجا۔ (اس کے بعد بحر ذخار فصاحت و بلاغت میں ایسا تموج آیا کہ راوی کہتا ہے) خدا کی قسم !اس دن سے پہلے اور اس دن کے بعد میں نے حضرت کے مانند فصیح البیان مقرر نہیں دیکھا ۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا :

" اما بعد : فانسبونی فا نظر وا من أنا ؟ ثم ارجعو ا الی أنفسکم وعا تبوھا فأ نظروا ھل یحل لکم قتل وانتھاک حرمت؟ ألست ابن بنت نبیکم صلی اللہ علیه (و آله) وسلّم وابن وصیّه وابن عمّه وأوّل المؤمنین باللّٰہ والمصدّق لرسوله بما جاء به من عند ربه ، أو لیس حمزة سید الشھداء عم اب ؟ أو لیس جعفر الشھید الطیار ذوالجناحین عم ؟! أولم یبلغکم قول مستفیض فیکم : أن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وآله وسلّم قال لی و أخی : " ھذان سیّدا شباب أھل الجنّة " ؟

فان صدّقتمونی بماأقول ، فھو الحق فو اللّٰہ ما تعمّدت کذباً مذعلمت أن اللّٰہ یمقت علیه أھله و یضر به من ا ختلقه...

وان کذبتمونی فانّ فیکم من ان سالتموہ عن ذالک أخبرکم سلوا جابر بن عبداللّٰہ الانصاری [۱]أو ابا سعید الخدری [۲]أو سھل بن سعد الساعدی [۳]

۱۔ امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے ۴۰ھ میں بسر بن ارطاۃ کے ہاتھوں پر معاویہ کی بیعت کرنے سے آپ نے انکار کردیا تھا اور کہا تھا کہ یہ گمراہی کی بیعت ہے۔ یہاں تک کہ بسر بن ارطاہ نے آپ کو بیعت کرنے پر مجبور کیا تو جان کے خوف سے آپ نے بیعت کرلی۔ (طبری ، ج۵، ص ۱۳۹) ۵۰ھ میں جب معاویہ نے حج کی انجام دہی کے بعد رسول کا منبر اور عصا

مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہا تو آپ نے اسے اس فعل سے روکا اور وہ رک گیا۔ (طبری، ج۵،ص ۲۳۹) ۷۴ھ میں جب عبدالملک کی جانب سے "حجاج" مدینہ آیا تو اس نے اصحاب رسول کی توہین اور سرکوبی کرنا شروع کردی اور انھیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ انہیں میں سے ایک جابر بھی تھے۔

۲۔ رسول الخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ احد میں اپنے اصحاب کو میدان جنگ کی طرف لے جاتے وقت آپ کو بچپنے کی وجہ سے لوٹادیا تھا۔ (طبری، ج۲، ص ۵۰۵) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے (طبری، ج۳،ص ۱۴۹) لیکن عثمان کے قتل کے بعد ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ یہ عثمانی مذہب تھے۔ (طبری، ج٤،ص ٤٣٠)

۳۔ یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں حدیثیں نقل کیا کرتے تھے۔ (طبری ج،۳،ص ٤١٩) انھوں نے ہی روایت کی ہے کہ بصرہ کے فتنہ میں عایشہ نے پہلے عثمان بن حنیف کے قتل کا حکم دیا پھر قید کرنے کا حکم دیا۔(طبری، ج ٤،ص ٤٦٨) یہ علی علیہ السلام کی روایتوں کو بیان کرتے ہیں ۔ (طبری ،ج ٤،ص ٥٤٧) ۷۴ھ میں عبدالملک کی جانب سے "حجاج" جب مدینہ میں وارد ہوا تو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اور سرکوبی کی اور انہیں زنجیروں میں جکڑ دیا۔ ان بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار ہونے والوں میں ایک سھل بن سعد بھی تھے۔ ان لوگوں پر حجاج نے عثمان کا ساتھ نہ دینے کی تہمت لگائی تھی۔(طبری، ج ٦،ص ١٩٥)

أو زید بن ارقم[1] أوانس بن مالک[2]

یخبروکم : انهم سمعوا هٰذه المقالة من رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ل ولا خ ، أفما فی هٰذا حاجز لکم عن سفک دم ؟"

۱۔ یہ بھی علی علیہ السلام کے فضائل میں روایتیں نقل کیا کرتے تھے۔ (طبری، ج۲،ص۳۱) آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کی باتوں کی خبر دی تھی ۔(طبری، ج۲،ص۶۰۵) زید بن ارقم ہی نے ابن زیاد پر اعتراض کیا تھا اور ابو عبداللہ علیہ السلام کے دو لبوں پر چھڑی مارنے سے منع کیا تھا۔ (طبری، ج ۵،ص ۴۵۶) الاعلام، ج ۴، ص ۱۸۸ کے بیان کے مطابق ۶۸ھ میں وفات پائی۔

۲۔ جب ۱۷ ھمیں عمر نے ابو موسی اشعری کو بصرہ کا گورنر بنایا تو انس بن مالک سے مدد طلب کی (طبری ج۴ ص ۷۱) اور شوشتر کی فتح میں اس کو شریک کیا ۔(طبری، ج۴، ص ۸۶) ۳۵ھ میں یہ بصرہ میں لوگوں کو عثمان کی مدد کے لئے بر انگیختہ کررہے تھے۔(طبری، ج۴، ص ۳۵۲) ان کا شمار انہی لوگوں میں ہوتا ہے جن سے ۴۵ھ میں زیاد بن ابیہ نے بصرہ میں مدد طلب کی تھی۔ (طبری، ج ۵، ص ۲۲۴) عاشورا کے دن یہ بصرہ میں تھے۔ ۶۴ھ میں ابن زیاد کی ہلاکت کے بعد ابن زبیر نے ان کو بصرہ کا امیر بنادیا تو انہوں نے ۴۰ دنوں تک نماز پڑھائی (طبری، ج۵،ص ۵۲۸) اور ۶۴ ھمیں جب عبد الملک کی جانب سے "حجاج "مدینہ آیا اور اصحاب رسول خدا کی سرکوبی اور توہین کرنے لگا اور انہیں زنجیروں میں جکڑنے لگا تو انس کی گردن میں زنجیر ڈالی، اس طرح وہ چاہتا تھا کہ ان کو ذلیل کرے اور اس کا انتقام لے کہ اس نے ابن زبیر کی ولایت کیوں قبول کی تھی۔ (طبری، ج۶، ص ۱۹۵)

تم ذرا میرا نسب بیان کرو اوریکھو کہ میں کون ہوں ؟ پھر خود اپنے نفسوں کی طرف رجوع کرو، اپنے گریبان میں منہ ڈالوا ور خود اپنے آپ سے جواب طلب کرو اور غور کرو کہ تمہارے لئے میرا خون بہانا اور میری ہتک حرمت کرنا کہاں تک جائز ہے ؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں ؟ اور آپ کے وصی ، آپ کے چچا زاد بھائی ، ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور ہر اس چیز کی تصدیق کرنے والے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے کا فرزند نہیں ہوں ؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہیں ہیں ؟ کیا جعفر طیار جنہیں شہادت کے بعد خدا نے دو پر پرواز عطا کئے ، میرے چچا نہیں ہیں ؟ کیا یہ حدیث تمہارے گوش زد نہیں ہوئی جو زبان زد خلائق ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا : یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں ۔ اب اگر تم مجھے سچا سمجھتے ہو اور میری بات کو سچ جانتے ہو کہ حقیقتاً یہ بات سچی ہے کیونکہ خدا کی قسم جب سے مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنے پر اللہ عذاب نازل کرتا ہے اور ساختہ اور پرداختہ باتیں کرنے والا ضرر و نقصان اٹھاتا ہے اسی وقت سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا؛اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو اسلامی دنیا میں ابھی ایسے افراد موجود ہیں کہ اگر تم ان سے دریافت کرو تو وہ تم کو بتلائیں گے؛تم جابر بن عبد اللہ انصاری ، ابو سعید خدری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم ، یا انس بن مالک سے پوچھ لو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ انھوں نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں سنا ہے۔کیا رسالتمآب ﷺ کی یہ حدیث تم کو میری خونریزی سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے؟

جب تقریر یہاں تک پہنچی تو شمر بن ذی الجوشن بیچ میں بول پڑا :

"هو يعبد الله على حرف ان كان يدر ما تقول!"[1] اگر کوئی یہ درک کرلے کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو اس نے خدا کی ایک پہلو میں عبادت کی ہے ۔

شمر کے یہ جسارت آمیز کلمات سن کر حبیب بن مظاہر رطب اللسان ہوئے : "والله ان لاراک تعبد الله على سبعين حرفا و أنا أشهد أنک صادق ما تدر ما يقول قد طبع الله على قلبک"

---

۱ ۔ سبط بن جوزی نے ص ۲۵۲ ، طبع نجف میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

خدا کی قسم میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تو خدا کی ستر(۷۰) حرفوں اور تمام جوانب میں عبادت کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے کہ تو نہیں سمجھ پارہا ہے وہ کیا کہہ رہے ہیں ، حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے تیرے قلب پر مہر لگادی ہے ۔

اس کي بعد امام حسین علیه السلام ني اپنی تقریر پھر شروع کی :" فان کنتم ف شک من هٰذا القول أفتشکون أثراً بعد؟ أما ان ابن بنت نبیکم فواللہ مابین المشرق والمغرب ابن بنت نبّ غیر منکم ولا من غیرکم ، انا ابن بنت نبیکم خا صة"

"أخبرون أتطلبون بقتیل منکم قتلته ؟ أو مال استهلکته أو بقصاص من جراحة ؟ فأ خذوا لا یکلّمونه ... "

فنادی : یا شبث بن رِبعی ویا حجّار بن ابجَر و یا قیس بن الاشعث ویا یزید بن الحارث [1] ألم تکتبوا اِلَّ : أن قد أینعت الثمار و اخضرّ الجناب و طمّت الجمام وانما تقدم علی جند لک مجند فا قبل ؟!

قالوا له : لم نفعل ![2] فقال : سبحان اللہ !بلیٰ واللہ لقد فعلتم،ثم قال : ایهاالناس ! اذاکرهتمون فد عونأنصرف عنکم الیٰ مامنمن الارض

فقال له قیس بن اشعث : أولا تنزل علی حکم بن عمّک ! فانهم لن یروک الاما تحب ولن یصل الیک منهم مکروه!

فقال الحسین علیه السلام :أنت اخوأخیک(محمد بن اشعث) أتریدأن یطلبک بنو هاشم بأکثر من دم مسلم بن عقیل ؟ لا واللہ لا أعطیهم بیداعطائ

۱۔ ان لوگوں کے حالات وہاں گزر چکے ہیں جہاں یہ بیان کیا گیا کہ اہل کوفہ نے امام کو خط لکھا اور یہ اس گروہ کے منافقین میں سے تھے ۔

۲۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے : ان لوگوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو حر بن یزید یربوعی جوان کے لشکر کا سپہ سالار تھا اس نے کہا : کیوں نہیں خدا کی قسم ہم لوگوں نے آپ کو خط لکھا تھا اور ہم ہی آپ کو یہاں لائے ہیں ۔ خدا باطل اور اہل باطل کا برا کرے میں دنیا کو آخرت پر اختیار نہیں کر سکتا۔(ص ۲۵۱)

الذلیل ولا أقرّ ا قرار العبید! [۱]

عبادالله "وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنَ [۲] أعُوذُبِرَبِّی وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لا یُوْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَاب"[۳]

اور اگر تمہیں رسول ﷺ کی حدیث میں شک ہے تو کیا اس میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نوسہ ہوں ؟ خدا کی قسم مشرق و مغرب میں میرے سوا کوئی نبی کا نواسہ نہیں ہے،فقط میں ہی ہوں جو تمہارے نبی کا نواسہ ہوں ۔ذرا بتاؤ تو سہی میرے قتل پر کیوں آمادہ ہو ؟ کیا اپنے کسی مقتول کا بدلہ لے رہے ہو جو میرے ہاتھوں قتل ہوا ہے یا اپنے کسی مال کا مطالبہ رکھتے ہو جسے میں نے تلف کردیا ہے ؟ یا کسی زخم کا قصاص چاہتے ہو ؟

لشکر پر خاموشی چھائی تھی، کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر حضرت نے خاص طور پر لوگوں کو آواز دی : اے شبث بن ربعی ، اے حجار بن ابجر، اے قیس بن اشعث اور اے یزید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پختہ اور رسیدہ ہیں ، کھیتیاں لہلہارہی ہیں ، چشمے پُر آب اور لشکر آپ کی مدد کے لئے تیار ہیں ، آپ چلے آئیے ؟ ان سب نے امام علیہ السلام کو جواب دیا : ہم نے تو ایسا کچھ بھی نہیں لکھا تھا ، توامام علیہ السلام نے فرمایا : سبحان اللہ ! کیوں نہیں خدا کی قسم تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا؛پھر عام لشکر کی طرف مخاطب ہوکر گویا ہوئے : جب تمہیں میرا آنا ناگوار ہے تو مجھے واپس ایسی جگہ چلے جانے دو جہاں امن وامان کے ساتھ زندگی گذار سکوں ۔

یہ سن کر قیس بن اشعث بولا : آپ اپنے چچا زادبھائیوں کے حکم کے آگے سر تسلیم کیوں خم نہیں کردیتے ۔وہ لوگ ہرگز آپ کے ساتھ کچھ بھی نہیں کریں گے مگر یہ کہ وہی جو آپ کو پسند ہوگا اور ان کی جانب سے آپ کو کوئی ناپسند امر نہیں دکھائی دے گا ۔

۱۔ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ۲۳۵ پر اور ابن نما نے مثیر الاحزان کے ص ۲۶ پر" ولا افر فرار العبید" لکھا ہے ۔مقرم نے اپنے مقتل ص ۲۸۰ پر اسی کو ترجیح دی ہے لیکن ابن اشعث کے جواب میں اقرار زیادہ مناسب ہے، نہ کہ فرار کیونکہ ابن اشعث نے آپ کے سامنے فرار کی پیشکش نہیں کی تھی بلکہ اقرار کی گزارش کر رہا تھا۔مقرم نے اپنے قول کی دلیل کے لئے" مصقلہ بن ہبیرہ" کے سلسلے میں امیرالمومنین کا جملہ : وفرّ فرار العبد (وہ غلام کی طرح بھاگ گیا) پیش کیا ہے لیکن مصقلہ کا فعل امام حسین علیہ السلام کے احوال سے متناسب نہیں ہے جیسا کہ یہ واضح ہے۔ ۲۔ دخان آیت ۲۰ ۳۔ سورۂ مومن آیت ۲۷

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا : تو اپنے بھائی (محمد بن اشعث) کا بھائی ہے ؛کیا تو چاہتا ہے کہ بنی ہاشم ، مسلم بن عقیل کے علاوہ مزید خون کے تجھ سے طلبگار ہوں ؟ خدا کی قسم ایسا تو نہ ہوگا کہ میں ذلت کے ساتھ خود کو اس کے سپرد کردوں اور غلامانہ زندگی کا اپنے لئے اقرار کرلوں ۔ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرے دامن پر کوئی دھبہ رہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اس جابر و سرکش سے جو روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ۔ اس کے بعد آپ پلٹ آئے اور اپنے ناقہ کو بٹھادیا اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے زانو بند لگادے۔ [1]

۱۔طبری ،ج۵ ،ص ۴۲۳، ۴۲۶ ،ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن عاصم کا بیان ہے کہ مجھ سے ضحاک مشرقی نے یہ روایت بیان کی ہے ۔

زہیر بن قین کا خطبہ

اس کے بعد زہیر بن قین اپنے گھوڑے پر جس کی دم پر بہت سارے بال تھے اسلحوں سے لیس سوار ہو کر نکلے اور فرمایا :

" یا أهل الکوفة! نذارلکم من عذا ب الله نذار ! انّ حقاً علی المسلم نصیحة أخیه المسلم ،و نحن حتی الآن أخوة وعلی دین واحد و ملة واحد ة مالم یقع بیننا وبیکم السیف ، وأنتم للنصحیة منّا أهل ، فاذا وقع السیف انقطعت العصمة وکُنّا أمة وانتم اُمّة

ان الله قد ابتلانا وایاکم بذرّیة نبیه محمد صلی الله علیه](وآله) و سلم لینظر مانحن وأنتم عاملون ، أنا ندعوکم الی نصرهم و خذلان الطاغیة عبیدالله بن زیاد ، فانکم لاتدرکون منهما الا بسوء عمر سلطانهما کلّه ، لیسملان أعینکم، و یقطعان أیدیکم وأرجلکم ، ویمثّلان بکم ، ویرفعانکم علی جذوع النخل ، ویقتلان أما ثلکم وقرّاء کم : أمثال حجر بن عد وأصحابه ،وهان بن عروه وأشباهه.

فسبّوه واثنوا علی عبیدالله بن زیاد ودعوا له وقالوا : والله لا نبرح حتی نقتل صاحبک ومن معه ، أو نبعث به وبأصحابه الی الامیر عبیدالله سلماً !فقال لهم :

عبادالله،انّ ولد فاطمة رضوان الله علیها أحق بالودّ والنصر من ابن سمیّة فان لم تنصروهم فاعیذکم بالله أن تقتلوهم ،فخلوا بین الرجل و بین ابن عمّه یزید بن معاویة ، فلعمری أن یزید لیرض من طاعتکم بدون قتل الحسین (علیه السلام)

فرماه شمر بن ذ الجوشن بسهم وقال : اسکت ، اسکت الله نامتک ابرمتنابکثرة کلامک !

فقال له زهیر : یا بن البوّال علی عقبیه ماایاک أخاطب ، انما أنت بهیمة! والله ماأظنّک تحکم من کتاب الله آیتین ! فابشر با لخز یوم القیامة والعذاب الالیم !

فقال له شمر: ان الله قاتلک و صاحبک عن ساعة!

قال : أفبا لموت تخوّفن ! فوالله للموت معه أحب الی من الخلد معکم ! ثم أقبل علی الناس رافعاً صوته فقال :

عباد الله ! لا یغرنکم من دینکم هٰذا الجلف الجافی و أشباهه، فوالله لا تنال شفاعةْ محمد صلی الله علیه (وآله) وسلم قوماً هراقوا دماء ذرّیته وأهل بیته ، وقتلوا من نصرهم وذبّ عن حریمهم !

فناداه رجل فقال له : انّ أبا عبدالله یقول لک : أقبل ، فلعمر لئن کان مومن آل فرعون نصح لقومه وأبلغ فی الدعا ء ، لقد نصحت لهٰؤلاء وأبلغت ، لو نفع النصح والا بلا غ

"اے اہل کوفہ ! میں تم کو خدا کے عذاب سے ہوشیار کررہاہوں ! کیونکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا ایک اسلامی حق ہے اور جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار نہیں چلی ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے بھائی اور ایک دین و ملت کے پیرو ہیں ، لہٰذا ہماری جانب سے تم لوگ نصیحت کے اہل اور حقدار ہو ؛ہاں جب تلوار اٹھ جائے گی تو پھر یہ حق و حرمت خود بخود منقطع ہوجائے گا اور ہم ایک امت ہوں گے اور تم دوسری امت و گروہ ہوجاؤ گے ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے ہمیں اور تم لوگوں کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے سلسلے میں مورد آزمائش قرار دیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ ہم اور تم ان کے سلسلے میں کیا کرتے ہیں ، لہٰذا ہم تم کو ان کی مدد و نصرت اور سرکش عبیداللہ بن زیاد کو چھوڑدینے کی دعوت دیتے ہیں ؛ کیونکہ تم لوگ ان دونوں باپ بیٹوں سے ان کے دوران حکومت میں برائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں پاؤ گے۔ یہ دونوں تمہاری آنکھیں پھوڑتے رہیں گے ، تمہارے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹتے رہیں گے اور تم کو مثلہ کرکے کھجور کے درخت پر لٹکاتے رہیں گے اور تمہارے بزرگوں اور قاریان قرآن کو اسی طرح قتل کرتے رہیں گے جس طرح حجر بن عدی ،[1] ان کے اصحاب ، ہانی بن عروہ[2] اور ان جیسے دوسرے افراد کو قتل کیا۔

اس پر ان لوگوں نے زہیر بن قین کو گالیاں دیں اور عبیداللہ بن زیاد کی تعریف و تمجید کرتے رہے ؛ اس کے لئے دعائیں کیں اور بولے : خدا کی قسم ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تمہارے سالار اور جو لوگ ان کے ہمراہ ہیں ان کو قتل نہ کرلیں یا امیر عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں

١۔ آپ یمن کے رہنے والے تھے۔ ١٦ھ میں جنگ قادسیہ میں مددگار کے عنوان سے شریک تھے۔ (طبری ، ج ٤ ،ص ٢٧٠) کوفہ سے بصرہ کی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کی نصرت کے لئے سب سے پہلے آپ نے مثبت جواب دیا تھا۔ (طبری، ج٤،ص ٤٨٥) اس سے پہلے یہ عثمان کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کرنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔ (طبری، ج ٤ ،ص ٤٨٨)آپ کوفہ میں قبیلہ مذحج اور اہل یمن کے اشعری قبیلہ والوں کے سربراہ تھے۔ (طبری، ج٤، ص ٥٠٠) جنگ صفین میں آپ حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلتے تھے۔ (طبری ، ج٤، ص ٥٧٤) آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے صفین میں تحکیم حکمین کے صحیفہ کے خلاف گواہی دی تھی ۔(طبری، ج ٥ ، ص ٥٤)خوارج سے جنگ کے موقع پر نہروان میں آپ میمنہ کے سربراہ تھے۔ (طبری، ج٥، ص٨٥) ٣٩ھ میں علی علیہ السلام نے آپ کو چار ہزار لشکر کے ہمراہ کوفہ سے ضحاک بن قیس کے ٣ ہزار کے لشکر سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا تو حدود شام میں مقام "تدمر" میں آپ اس سے ملحق ہوگئے اور آپ نے اس کے ٢٠ آدمیوں کو قتل کردیا یہاں تک رات ہوگئی تو ضحاک بھاگ کھڑا ہوا اور حجر لوٹ آئے۔ (طبری، ج٥، ص ١٣٥) جب عام الجماعۃ میں معاویہ کوفہ آیا تو اس نے مغیرہ بن شعبہ کو وہاں کا والی بنادیا اور مغیرہ نے حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دینے کا بدترین عمل شروع کردیا ؛ اس پر حجر نے مغیرہ کا زبردست مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوگیا۔ معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو وہاں کا گورنر بنادیا تو اس نے بھی وہی رویہ اپنایا اور حجر نے بھی اپنی رفتار کو برقرار رکھا تو زیاد بن ابیہ نے انہیں گرفتار کرکے معاویہ کے پاس بھیج دیا اور معاویہ نے آپ کو قتل کردیا۔ (طبری ، ج٥، ص ٢٧٠)

٢۔ مسلم بن عقیل علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کے دوران آپ کے شرح احوال گذر چکی ہے ۔

تسلیم محض کرکے نہ بھیج دیں ۔ اس پر زہیر بن قین نے ان لوگوں سے کہا : بندگان خدا ! فرزند فاطمہ رضوان اللہ علیھا ، ابن سمیہ [1] سے زیادہ مدد و نصرت کے سزاوار ہیں ۔ اگر تم ان کی مدد کرنا نہیں چاہتے ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور اس کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم انھیں قتل نہ کرو ، تم لوگ اس مرد بزرگوار اور ان کے ابن عم یزید بن معاویہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ؛ قسم ہے میری جان کی کہ یزید قتل حسین (علیہ السلام) کے بغیر بھی تمہاری اطاعت سے راضی رہے گا ۔

جب زہیر بن قین کی تقریر یہاں تک پہنچی تو شمر بن ذی الجوشن نے آپ کی طرف ایک تیر پھینکا اور بولا خاموش ہوجا ! خدا تیری آواز کو خاموش کردے ، اپنی زیادہ گوئی سے تو نے ہمارے دل کو برما دیا ہے ۔ اس جسارت پر زہیر بن قین نے شمر سے کہا : اے بے حیا اور بدچلن ماں کے بیٹے جو اپنے پیروں کے پیچھے پیشاب کرتی رہتی تھی! میں تجھ سے مخاطب نہیں ہوں ، تو تو جانور ہے ۔ میں نہیں سمجھتا کہ تو کتاب خدا کی دو آیتوں سے بھی واقف ہوگا ؛ قیامت کے دن ذلت و خواری اور دردناک عذاب کی تجھے بشارت ہو ۔ یہ سن کر شمر نے کہا : خدا تجھے اور تیرے سالار کو ابھی موت دیدے !

۱۔ سمیہ ایک زنا کار کنیز تھی ۔ زمان جاہلیت میں اس کا شمار برے کام کی پرچمدار عورتوں میں ہوتا تھا ۔ اس سے قریش کے چھ مردوں نے زنا کیا جس کے نتیجہ میں زیاد دنیا میں آیا ۔ اس کے بعد ان چھ لوگوں میں تنازعہ اور جھگڑا شروع ہوگیا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ جب اس کے اصلی باپ کا پتہ نہ چل سکا تو اسے زیاد ابن ابیہ یعنی زیاد اپنے باپ کا بیٹا یا زیاد بن عبید یا زیاد بن سمیہ کہا جانے لگا یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے باپ سے ملحق کرلیا تو اسے بعض لوگ زیاد بن ابی سفیان کہنے لگے ۔

جب معاویہ نے اسے کوفہ کا والی بنایا اور اس نے حجر بن عدی کو گرفتار کیا اور ان کے خلاف گواہوں کو جمع کرنا شروع کیا تو اس فہرست میں شداد بن بزیعہ کے نام پر اس کی نگاہ گئی تو وہ بولا : اس کا کوئی باپ نہیں ہے جس کی طرف نسبت دی جائے ! اسے گواہوں کی فہرست سے نکالو ، اس پر کسی نے کہا : یہ حصین کا بھائی ہے جو منذر کا لڑکا ہے ، تو زیاد بولا: پھر اسے اسی کے باپ کی طرف منسوب کرو ، اس سفارش کے بعد اس کا نام گواہوں کی فہرست میں لکھا گیا اور اسے منذر کی طرف منسوب کیا گیا ۔ جب شداد تک یہ خبر پہنچی تو وہ بولا : وائے ہو اس پسر زنا کار پر ! کیا اس کی ماں اس کے باپ سے زیادہ معروف نہیں ہے؟ خدا کی قسم اسے فقط اسکی ماں سمیہ سے منسوب کیا جاتا ہے ۔ (طبری ،ج۵،ص ۲۷۰) یزید بن مفرغ حمیری سجستان کی جنگ میں عبیداللہ کے بھائی عباد بن زیاد کے ہمراہ تھا وہاں ان لوگوں پر جب سختی کی زندگی گزرنے لگی تو ابن مفرغ نے عباد کی ہجو میں اشعار کہے

اذا أودی معاویه بن حرب

فبشرشِعب قعبک بانصداع

فاشهد ان امک لم تباشر

أبا سفیان و اضعة القناع

ولکن کان أمراً فیه لبس

علی وجل شدید وا ر تیاع

جب معاویہ بن حرب مرجائے گاتو تجھے بشارت ہو کہ تیرا پیالہ ٹوٹ جائے گا ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ پردہ ہٹا کر تیری ماں نے ابو سفیان سے مباشرت نہیں کی تھی ۔ لیکن یہ امر ایسا تھا کہ جس میں زیادہ خوف اوردہشت سے بات مشتبہ ہوگئی ۔

اس نے پھر کہا

أ لا أ بلغ معا و یة بن حرب

مغلغلة من ا لر جل ا لیما نی

أتغضب أن یقال:أبو ک عف

وترضٰی أن یقال: أبوک زان

فا شھد أن رحمک من زیاد

کر حم ا لفیل من و لد ا لا تا ن

(طبری، ج۵،ص ۳۱۷) کیا میں معاویہ بن حرب تک یمانی مرد کا قصیدہ مغلغلہ نہ پہنچاؤں کیا تو اس سے غضبناک ہوتا ہے کہ کہا جائے : تیرا باپ پاک دامن تھا ؟ اور اس سے راضی ہوتا ہے کہ کہا جائے : تیرا باپ زنا کار تھا ؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو زیاد کا بچہ اسی طرح ہے جس طرح گدھی کا بچہ ہاتھی ہو ۔

خاندان زیاد کی ایک فرد جسے صغدی بن سلم بن حرب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مھدی عباسی کے پاس حاضر ہوا جو اس وقت کے مظالم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا ۔ اس شخص کو دیکھ کر مہدی عباسی نے پوچھا : تو کون ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں آپ کا چچا زاد رشتہ دار ہوں ! مھدی عباسی نے پوچھا : تم ہمارے کس چچا کے خاندان سے ہو ؟ تو اس نے خود کو زیاد سے نسبت دی ۔ یہ سن کر مہدی نے کہا : اے زناکار سمیہ کے بچہ ! تو کب سے ہمارا ابن عم ہوگیا ؟ اس کے بعد اسے باہر نکالنے کا حکم دیا گیا۔ اس کی گردن پکڑ کر اسے باہر نکال دیا گیا۔ اس کے بعد مہدی عباسی حاضرین کی طرف ملتفت ہوا اور کہا : خاندان زیاد کے بارے میں کسی کو کچھ علم ہے ؟ تو ان میں سے کسی کو کچھ معلوم نہ تھا ۔ اسی اثناء میں ایک مرد جسے عیسیٰ بن موسیٰ یا موسیٰ بن عیسیٰ کہتے ہیں ابو علی سلیمان سے ملا تو ابو علی سلیمان نے اس سے درخواست کی کہ زیاد اور آل زیاد کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے اسے مکتوب کردو تاکہ میں اسے مھدی عباسی تک لے جاؤں ۔ اس نے ساری روداد لکھ دی اور اس نے اس مکتوب کو وہاں بھیج دیا۔

ہارون الرشید اس زمانے میں مھدی کی جانب سے بصرہ کا والی تھا ، پس مھدی نے حکم دیا کہ ہارون کو ایک خط لکھا جائے۔ اس خط میں مھدی نے حکم دیا کہ آل زیاد کا نام قریش و عرب کے دیوان سے نکال دیا جائے۔ مہدی کے خط کا متن یہ تھا : قبیلہ ثقیف کے خاندان عبد آل علاج کی ایک فرد عبید کے لڑکے زیاد کو خود سے ملحق کرنے کی معاویہ بن ابی سفیان کی رائے اور اس کا دعویٰ ایسا تھا جس سے اس کے مرنے کے بعد تمام مسلمانوں نے اوراس کے زمانے میں بھی کافی لوگوں نے انکار کیا کیونکہ وہ لوگ اہل فضل

ورضا اور صاحبان علم وتقویٰ تھے اور انہیں زیاد، زیاد کے باپ اور اس کی ماں کے بارے میں سب کچھ معلوم تھا۔

معاویہ کے لئے اس کام کا باعث ورع وہدایت یا ہدایت گر سنت کی اتباع نہیں تھی اور نہ ہی گزشتہ ائمہ حق کی پیروی نے اسے اس بات کی دعوت دی تھی؛ اسے تو بس اپنے دین اور اپنی آخرت کو خراب کرنے کا شوق تھا اور وہ کتاب و سنت کی مخالفت پر مصمم ارادہ کرچکا تھا۔ زیاد کے سلسلہ میں خوش بینی سے پھولا نہیں سماتا تھا کہ زیاد اپنے کام میں جلد باز نہیں ہے، وہ نافذ القول ہے اور باطل پر معاویہ کی مدد اور پشت پناہی میں اس کی امیدوں پر کھرا اترتا ہے جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نے فرمایا تھا: بچہ جس بستر پر پیدا ہو اسی کا ہے اور زناکار کا حق سنگ سار ہونا ہے اور آپ نے فرمایا: جو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام سے پکارا جائے اور جو اپنے موالی کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب ہو تو اس پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو؛ خداوند عالم نہ تو اس کی توبہ قبول کرے گا اور نہ ہی اس کا فدیہ قبول ہوگا۔ قسم ہے میری جان کی کہ زیاد نہ تو ابوسفیان کی گود میں پیدا ہوا نہ ہی اس کے بستر پر، نہ ہی عبید ابوسفیان کا غلام تھا، نہ سمیہ اس کی کنیز تھی، نہ ہی یہ دونوں اس کی ملک میں تھے اور نہ ہی یہ دونوں کسی اور سبب کی بنیاد پر اس کی طرف منتقل ہوئے تھے لہذا معاویہ نے زیاد کو اپنے سے ملحق کرنے کے سلسلہ میں جو کچھ بھی انجام دیا اور جو اقدامات کئے سب میں اس نے امر خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی مخالفت کی ہے اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی، حق سے روگردانی اور جانب داری کا ثبوت دیا ہے۔ خداوند متعال فرماتا ہے:" ومن أضل ممن اتبع هواه بغيرهدى من الله ان الله لايهدى القوم الظالمين "(قصص ٥٠) اور اس نے جناب داود علیہ السلام کو جب حکم، نبوت، مال اور خلافت عطا کیا تو فرمایا:" یاداؤد اناجعلناک خليفةً في الارض فاحكم بين الناس بالحق"ۚ(ص ٢٦) اور جب معاویہ نے (جسے اہل حفظ احادیث بخوبی جانتے ہیں) موالی بنی مغیرہ مخزومین سے مکالمہ کیا جب وہ لوگ نصر بن حجاج سلمی کو خود سے ملحق کرنا چاہتے تھے اور اسے اپنے قبیلے والا کہنا چاہتے تھے تو معاویہ نے اپنے بستر کے نیچے پتھر آمادہ کرکے رکھا تھا جو ان کی طرف رسول ﷺ خدا کے قول للعاهر الحجر کی بنیاد پر پھینکنے لگا۔ تو ان لوگوں نے کہا ہم نے تو تجھے زیاد کے سلسلے میں جو تو نے کیا اس میں حق جوازدیدیا کیا تو ہمیں ہمارے فعل میں جو ہم اپنے ساتھی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں حق جواز نہیں دے گا؟ تو معاویہ نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کا فیصلہ تم لوگوں کے لئے معاویہ کے فیصلہ سے بہتر ہے۔ (طبری، ج ١ ،ص ١٣١) یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اور امام علیہ السلام کی دعوت کا مثبت جواب دینے سے قبل اگرچہ زہیر بن قین عثمانی تھے؛ لیکن زیاد کو خود سے ملحق کرنے اور حجر بن عدی کو قتل کرنے پر وہ معاویہ سے ناراض تھے لہذا ان کا نفس آمادہ تھا کہ وہ عثمانی مذہب سے نکل جائیں نیز اس کی بھی آمادگی تھی کہ معاویہ اور اس کے بیٹے یزید اور اس کے گرگوں کے خلاف اظہار ناراضگی کریں اور امام علیہ السلام کی دعوت قبول کریں اور وہ راستہ ترک کردیں جس پر ابھی تک چل رہے تھے۔

زہیر بن قین نے کہا کہ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم ان کے ساتھ موت میرے لئے تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہنے سے بہتر ہے، پھر اپنا رخ لشکر کی طرف کر کے بلند آواز میں کہا:

بندگان خدا ! یہ اجڈ، اکھڑ، خشک مغز اور اس جیسے افراد تم کو تمہارے دین سے دھوکہ میں نہ رکھیں ۔ خدا کی قسم وہ قوم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نہیں حاصل کرپائے گی جس نے ان کی ذریت اور اہل بیت کا خون بہایا ہے اور انھیں قتل کیا ہے جو ان کی مدد و نصرت اور ان کے حریم کی پاسبانی کررہے تھے ۔

یہ وہ موقع تھا جب حسینی سپاہ کے ایک شخص نے زہیر کو آواز دے کر کہا : ابو عبداللہ فرمارہے ہیں کہ آجاؤ خدا کی قسم! اگر مومن آل فرعون [1] نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اور اپنی آخری کوشش ان کو بلانے میں صرف کردی تھی تو تم نے بھی اس قوم کو نصیحت کردی اور پیغام پہنچادیا ہے۔ اگر نصیحت و تبلیغ ان کے لئے نفع بخش ہوتی تو یہ نصیحت ان کے لئے کافی ہے۔ [2]

۱۔ امام علیہ السلام نے مومن آل فرعون کی تشبیہ اس لئے دی کہ آپ پہلے عثمانی تھے گویا قوم بنی امیہ سے متعلق تھے۔

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن حنظلہ بن اسعد شبامی نے اپنی ہی قوم کے ایک فرد سے یہ روایت نقل کی ہے جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا، جسے کثیر بن عبداللہ شعبی کہتے ہیں ؛ اس کا بیان ہے : جب ہم حسین کی طرف ہجوم آور ہوئے تو زہیر بن قین ہماری طرف آئے اور خطبہ دیا۔ (طبری، ج۵، ص ۴۲۶) یعقوبی نے بھی اس خطبہ کو ج۲، ص ۲۳۰، طبع نجف پر ذکر کیا ہے ۔

حر ریاحی کی بازگشت

جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام پر ہجوم آور ہو رہا تھا تو حر بن یزید نے عمر بن سعد سے کہا: اللہ تمہارا بھلا کرے! کیا تم اس مرد سے ضرور جنگ کروگے ؟

عمر بن سعد نے جواب دیا: "أی واللہ قتالاً أیسرہ أن تسقط الرؤوس تطیح الایدی!" ہاں! خدا کی قسم ایسی جنگ ہوگی جس کا آسان ترین مرحلہ یہ ہوگا کہ (درختوں کے پتوں کی طرح) سر تن سے جدا ہوں گے اور ہاتھ کٹ کٹ کر گریں گے۔

حر نے سوال کیا: "أفمالکم ف واحد ۃ من الخصال التی عرض علیکم رضا!" کیا ان مشوروں میں سے کوئی ایک بھی تمہارے لئے قابل قبول نہیں ہے۔

عمر بن سعد نے جواب دیا: "أماواللہ لوکان الامر الّلفعلت ولکن أمیرک قدأبیٰ ذالک" خدا کی قسم اگر یہ کام میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں اسے ضرور قبول کرتا لیکن میں کیا کروں کہ تمہارا امیر اس سے انکار کرتا ہے۔ یہ سن کر حر نے کنارہ کشی اختیار کرلی اور ایک جگہ پر جاکر کھڑا ہوگیا اس کے ہمراہ اموی فوج کا ایک سپاہی قرہ بن قیس [1] بھی تھا۔ حر نے قرّہ سے کہا: "یاقرّہ! ھل سقیت فرسک الیوم ؟" اے قرہ! کیا تو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا؟ قرہ نے جواب دیا: نہیں! حر نے کہا: پھر تو ضرور پلانے کا ارادہ رکھتا ہوگا؟ قرہ کا بیان ہے: خدا کی قسم میں یہ سمجھا کہ وہ وہاں سے دور ہونا چاہتا ہے اور جنگ میں شریک ہونا نہیں چاہتا اور اسے بھی ناپسند کرتا ہے کہ جب وہ یہ کام انجام دے تو میں وہاں موجود رہوں کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں میں اس کی خبر وہاں نہ پہنچادوں۔ بہر حال میں نے اس سے کہا: میں نے تو ابھی اسے پانی نہیں پلایا ہے؛ اب اسے لے جارہا ہوں تاکہ پانی پلادوں؛ یہ کہہ کر میں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا جہاں وہ موجود تھا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے اس کے ارادہ کی اطلاع ہوتی تو میں اس کے ہمراہ حسین (علیہ السلام) کے ہم رکاب ہوجاتا۔ ادھر حر نے آہستہ آہستہ امام حسین علیہ السلام کی طرف نزدیک ہونا شروع کیا۔ حر کی یہ کیفیت دیکھ کر اموی لشکر کے ایک فوجی مہاجر بن اوس [2] نے آپ سے کہا: اے فرزند یزید تمہارا ارادہ کیا ہے؟ کیا تو کسی پر حملہ کرنا چاہتا ہے؟ تو حر خاموش رہا اور وہ اس طرح لرزہ بر اندام تھا جیسے بجلی کڑکتی ہو۔ مہاجر بن اوس نے پھر کہا: اے فرزند یزید تمہارا ارادہ کیا ہے؟ خدا کی قسم تمہارا کام شک میں ڈالنے والا ہے۔ خدا کی

۱۔ امام حسین کے کربلا میں وارد ہونے کے بیان میں اس شخص کے حالات گزر چکے ہیں اور یہ کہ حبیب بن مظاہر نے اسے امام علیہ السلام کی نصرت و مدد کی دعوت دی تھی تو اس نے سوچنے کا وعدہ دیا تھا لیکن واپس نہیں پلٹا۔ ظاہر ہے کہ ناقل خبر یہی ہے اور اپنے سلسلہ میں خود ہی مدعی ہے۔

۲۔ شعبی کے ہمراہ یہ زہیر بن قین کا قاتل ہے۔ (طبری، ج۵، ص ٤٤١)

قسم جنگ کے وقت میں نے کبھی بھی تمہاری ایسی حالت نہیں دیکھی جیسی ابھی دیکھ رہاہوں ، اگر مجھ سے پوچھا جاتا کہ اہل کوفہ میں سب سے شجاع اور دلیر کون ہے تو میں تیرا نام لیتا لیکن اس وقت میں جوتیری حالت دیکھ رہاہوں وہ کیا ہے ؟

حر نے کہا :"انّواللہ أخیّر نفس بین الجنة والنار ، واللہ لا اختار علی الجنة شیئاً ولو قطعت وحرّقت !"خدا کی قسم میں خود کو جنت و جہنم کے درمیان مختار دیکھ رہاہوں اور خدا کی قسم میں جنت پر کسی دوسری چیز کو اختیار نہیں کروں گا چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔

پھر حر نے اپنے گھوڑے پر ایک ضرب لگائی اور خود کو حسینی لشکر تک پہنچادیا اور امام حسین کی خدمت میں عرض کیا :"جعلنی اللہ فداک یا بن رسول اللہ ! أنا صاحبک الذی حبستک عن الرجوع وسایرتک فی الطریق ، و جعجعت بک فی هذاالمکان ، واللہ الذ لااله الا هو ما ظننت أن القوم یردون علیک ما عرضت علیهم أبداً ولا یبلغون منک هذه المنزلة فقلت ف نفس : لا أبا ل أن أطیع القوم فی بعض أمرهم ، ولا یرون ان خرجت من طاعتهم ، وأما هم فسیقبلون من حسین علیه السلام هذه الخصال التی یعرض علیهم ، واللہ لو ظننت أنهم لا یقبلونها منک ما رکبتها منک ، وان قد جئتک تائباً مما کان من الی ربّ ومواسیاًلک بنفس حتی أموت بین یدیک ، أفَتَریٰ ذلک ل توبة ؟! "

اے فرزند رسول خدا ! میری جان آپ پر نثار ہو ! میں ہی وہ ہوں جس نے آپ کو پلٹنے سے روکا اور آپ کے ہمراہ راستے میں یہاں تک چل کر آیا ، میں ہی وہ ہوں جو آپ کو اس خشک اور جلتے ہوئے صحرا میں لے کر آیا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ، میں گمان بھی نہیں کر رہا تھا کہ یہ لوگ آپ کے منطقی مشورہ اور صلح آمیز گفتگو کو قبول نہیں کریں گے، میرے تصور میں بھی یہ نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس منزل تک پہنچادیں گے میں اپنے آپ میں کہہ رہا تھا چلو کوئی بات نہیں ہے کہ اس قوم کی اس کے بعض امر میں اطاعت کر لیتا ہوں تاکہ وہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں نکل آیا ہوں ۔میں ہمیشہ اسی فکر میں تھا کہ آپ جو مشورہ دیں گے اسے یہ لوگ ضرور قبول کر لیں گے۔خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ آپ سے کچھ بھی قبول نہیں کریں گے تو میں کبھی بھی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔اے فرزند پیغمبر ! اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ہر اس چیز سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں جو میں نے انجام دیا ہے اور اپنے تمام وجود کے ساتھ آپ کی مدد کروں گا ؛یہاں تک کہ مجھے آپ کے سامنے موت آجائے۔ کیا آپ کی نگاہ میں میری توبہ قابل قبول ہے ؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا :" نعم ، یتوب اللہ علیک و یغفر لک! مااسمک؟"ہاں تمہاری توبہ قبول ہے، اللہ بھی تمہاری توبہ قبول کرے اور تمہیں بخش دے ! تمہارا نام کیا ہے ؟

حر نے جواب دیا : میں حر بن یزید ہوں ۔ [1] امام حسین علیہ السلام نے فرمایا :"أنت الحر کما سمتک أمّک أنت الحر ان شاء اللہ فی الدنیا والآ خرة انزل "تو حر ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھاہے، ان شاء اللہ تو دنیا و آخرت دونوں میں حر اور آزاد ہے، نیچے اتر آ۔

حر نے عرض کیا:" ائنالک فارساً خیر منی لک راجلاً ، أقاتلهم علی فرس ساعة والی النزول ما یصیر آ خر أمر "میں آپ کی بارگاہ میں سوار رہوں یہ میرے لئے نیچے آنے سے بہتر ہے تاکہ کچھ دیر اپنے گھوڑے پر ان سے جنگ کرسکوں اور جب میں نیچے اتروں تو یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہوں ۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا :" فاصنع ما بدا لک" تم جس فکر میں ہو اسے انجام دو ۔ اس گفتگو کے بعد حر اپنے لشکر کے سامنے آئے اور اس سے مخاطب ہوکر کہا :

۱۔ ایک احتمال تو یہ ہے کہ چونکہ حر اسلحہ سے لیس تھا اور شرم سے اپنا سر جھکائے تھا لہذا امام علیہ السلام نے اسے نہیں پہچانا اور سوال کیا ورنہ آپ حر کو پہلے سے پہچانتے تھے۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ حر کے نام سے صفت کا استفادہ کرنا چاہتے تھے لہذا نام پوچھا ورنہ جو اوصاف اس نے بتائے تھے اس سے تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ آنے والا حر ہی تھا۔ (مترجم)

حربن یزید ریاحی کا خطبہ

"ایها القوم ! ألا تقبلون من حسین علیه السلام خصلة من هذه الخصال التی عرض علیکم فیعافیکم الله من حربه و قتاله ؟

قالوا: هذا الامیر عمر بن سعد فکلّمه

فکلّمه بمثل ما کلّمه به قبل ، و بمثل ما کلّم به أصحابه

قال عمر (بن سعد) قد حرصتُ ، لو وجدت الی ذالک سبیلاً فعلتُ

فقال ؛ یا اهل الکوفة ! لأُمکم الهبل والعبر اذا دعوتموه حتی اذا أتاکم أسلمتموه ! وزعمتم أنکم قاتلوا أنفسکم دونه ، ثم عدوتم علیه لتقتلوه ! أمسکتم بنفسه و أخذتم بکظمه ، وأحطتم به من کل جانب ، فمنعتموه التوجّه فی بلاد الله العریضة حتی یأمن و یأمن أهل بیته ، و أصبح فی أیدیکم کالاسیر ، لا یملک لنفسه نفعاً و لا یدفع ضراً ، وحلا تموه و نساء ه و صبیته و أصحابه عن ماء الفرات الجاری ، الذ یشربه الیهود والمجوس والنصران ، وتمرغ فیه خنازیر السواد و کلابه ، هاهم أولاء قد صرعهم العطش ، بئسما خلفتم محمداً فی ذریته ! لاسقاکم الله یوم الظماء ان لم تتوبوا و تنزعوا عما أنتم علیه من یومکم هذا فی ساعتکم هذه"

اے قوم ! حسین کی بتائی ہوئی راہوں میں سے کسی ایک راہ کو کیوں نہیں قبول کرلیتے تاکہ خدا تمہیں ان سے جنگ اور ان کے قتل سے معاف فرمادے ۔

لشکر نے کہا : یہ امیر عمر بن سعد ہیں انھیں سے بات کرو ۔

تو حر نے عمر بن سعد سے بھی وہی بات کی جو اس سے پہلے کی تھی اور جو باتیں ابھی لشکر سے کی تھیں ۔ عمر بن سعد نے جواب دیا : میں اس کا بڑا حریص تھا کہ اگر میں کوئی بھی راستہ پاتا تو ضرور یہ کام انجام دیتا ۔

یہ سن کر حر نے لشکر کو مخاطب کر کے کہا: اے اہل کوفہ! تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں؛ کیونکہ تم ہی لوگوں نے ان کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی اور جب وہ چلے آئے تو تم لوگ انھیں اس ظالم کے سپرد کرنا چاہتے ہو۔ پہلے تم اس کے مدعی تھے کہ ان پر اپنی جان نثار کردوگے پھر اپنی بات سے پلٹ کر انھیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے یہاں ان کو روک رکھا اور ان کی بزرگواری اور کظم غیظ کے مقابلہ میں ان پر پہرہ ڈال دیا اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور اللہ کی اس وسیع و عریض زمین میں ان کو کہیں جانے بھی نہیں دیتے کہ وہ اور ان کے اہل بیت امن و امان کی زندگی گزار سکیں۔ یہ تمہارے ہاتھوں میں اسیروں کی طرح ہوگئے ہیں جو نہ تو خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی خود سے ضرر و نقصان کو دور کر سکتے ہیں ۔ تم لوگوں نے ان پر، ان کی عورتوں پر، ان کے بچے اور ان کے اصحاب پر اس فرات کے بہتے پانی کو روک دیا ہے جس سے یہود و مجوسی اور نصرانی سیراب ہورہے ہیں ، جس میں کالے سور اور کتے لوٹ رہے ہیں ؛ لیکن یہی پانی ہے جو ان پر بند ہے اور پیاس سے یہ لوگ جاں بلب ہیں ۔ حقیقت میں تم لوگوں نے محمد ﷺ کے بعد ان کی ذریت کے ساتھ بڑا برا سلوک کیا ہے۔ خدا قیامت کے دن، جس دن شدت کی پیاس ہوگی تم لوگوں کو سیراب نہ کرے۔ اگر تم اپنے افعال سے آج اسی وقت توبہ نہ کرلو۔[۱]

جب حر کی تقریر یہاں تک پہنچی تو پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے آپ پر حملہ کردیا اور تیر بارانی شروع کردی[۲] لیکن حر پلٹ کر امام حسین علیہ السلام کے پاس آکر کھڑے ہوگئے ۔

حر کی اس دلسوز تقریر کا بعض دلوں پر یہ اثر ہوا کہ وہ حسین بن علی علیہما السلام کی طرف چلے آئے ان میں سے ایک یزید بن یزید مھاصر ہیں جو عمر بن سعد کے ہمراہ حسین سے جنگ کے لئے آئے تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام کی تمام شرطوں کو رد کردیا گیا اور جنگ کا بازار گرم ہوگیا تو آپ حسینی لشکر کی طرف چلے آئے[۳] آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو حر کی تقریر سے راہ حسین کے سالک ہوئے ہیں ۔

۱۔ الارشاد، ص ۲۳۵، التذکرہ، ص ۲۵۲

۲۔ ابو جناب کلبی اور عدی بن حرملہ سے یہ روایت منقول ہے۔(طبری، ج ۵، ص ٤۲۷، ارشاد، ص ۲۳۵)

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یزید بن زیاد وہی ابو شعشاء کندی ہے جو قبیلہ بہدلہ سے متعلق تھا۔ (طبری، ج ۵، ص ٤٤۵)

آغاز جنگ

*پہلا تیر

* نافع بن ہلال جملی کی شہادت

* الحملۃ الاولی (پہلا حملہ)

* غفاری برادران

* کرامت وہدایت

* قبیلۂ جابری کے دو جوان

* بریر کا مباہلہ اوران کی شہادت

* حن*لہ بن اسعد شبامی کی شہادت

* عمرو بن قر*ہ انصاری کی شہادت

* عابس بن ابی شبیب شاکری اور انکے غلام کی شہادت

* نافع بن ہلال

* یزید بن زیاد ابو شعشاء کندی کی شہادت

* الحملۃ الثانیہ (دوسرا حملہ)

* چار دوسرے اصحاب کی شہادت

* مسلم بن عوسجہ

* سوید خثعمی و بشر حضرمی
* الحملة الثالثہ (تیسرا حملہ)
* اصحاب حسین کے حملے اور نبرد آزمائی
* الحملة الرابعہ (چوتھا حملہ)
* نماز *ہر کی آمادگی
* حبیب بن م *اہر کی شہادت
* حر بن یزید ریاحی کی شہادت
* نماز *ہر
* زہیر بن قین کی شہادت

آغاز جنگ

پہلا تیر

جب بات یہاں تک پہنچی تو عمر بن سعد حسینی سپاہ کی طرف حملہ آور ہوا اور آواز دی : اے زوید ا[۱] پرچم کو اور نزدیک لاؤ تو وہ پرچم کو بالکل قریب لے کر آیا اس وقت عمر بن سعد نے چلہ کمان میں تیر کو جوڑا اور حسینی لشکر کی طرف پھینکتے ہوئے بولا : " أشھدوا أن أوّل من رمیٰ "[۲] تم سب گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر جس نے پھینکا ہے وہ میں ہوں ۔

جب نزدیک ہو کر پہلا تیر عمر سعد نے پھینکا تو سارے اموی لشکر نے تیروں کی بارش کردی ۔ اس کے بعد زیاد بن ابو سفیان کا غلام یسار اور عبیداللہ بن زیاد کا غلام سالم دونوں میدان جنگ میں آئے اور مبارز طلبی کرتے ہوئے بولے : کوئی ہم رزم ہے جو تم میں سے ہمارے سامنے آئے ؟ یہ سن کر حبیب بن مظاہر اور بریر بن حضیر اٹھے تاکہ اس کا جواب دیں لیکن دونوں سے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "اجلسا" تم دونوں بیٹھ جاؤ ! اس کے بعد عبداللہ بن عمیر کلبی[۳] اٹھے اور عرض کیا : اے ابو عبداللہ ! خدا

۱۔ شیخ مفید نے ارشاد میں "درید" لکھا ہے، ص۲۳۳ و ۲۳۶ ، طبع نجف

۲۔ صقعب بن زہیر اور سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۲۹ ، ارشاد، ص ۲۳۶)

۳۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ قبیلہ ہمدان کے چاہ جعد (جعد کا کنواں) میں ان کا گھر تھا۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ عبیداللہ کی طرف سے فوج نخیلہ میں جمع ہے اور حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہورہی ہے۔آپ نے ان لوگوں سے سوال کیا تو جواب دیا گیا کہ یہ لوگ دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ کے فرزند حسین سے جنگ کے لئے جارہے ہیں ۔ اس پر عبداللہ بن عمیر کلبی نے کہا میں تو اہل شرک سے جہاد پر حریص تھا لیکن اب میں یہ امید کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے جہاد کرنا جو اپنے نبی کے نواسے سے جنگ کررہے ہیں خدا کے نزدیک مشرکین سے جہاد کرنے سے کم نہ ہوگا۔ آپ کی زوجہ ام وھب بھی آپ کے ہمراہ تھیں ۔ آپ ان کے پاس گئے اور ساری روداد سنادی اور اپنے ارادہ سے بھی انھیں آگاہ کردیا ۔ سب کچھ سن کر اس نیک سرشت خاتون نے کہا: تمہاری فکر صحیح ہے، خدا تمہاری فکر کو سالم رکھے اور تمہارے امور کو رشد عطا کرے؛ یہ کام ضرور انجام دو اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ عبداللہ راتوں رات اپنی بیوی کے ہمراہ نکل گئے اور امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہوگئے ۔

آپ پر رحمت نازل کرے ! کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ان دونوں کے مقابلہ پر جاؤں ؟ تو امام حسین نے اس جوان کی طرف دیکھا، وہ ایک طویل القامت ، قوی کلائیوں اور مضبوط بازوؤں والا جوان تھا۔ آپ نے فرمایا :"ان لا حسبه للأ قران قتالا! اخرج ان شئت 'میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں کے مقابلہ میں برابر کا جنگجو ثابت ہوگا، اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ! یہ سن کر وہ جوان ان دونوں کے سامنے آیا تو ان دونوں نے کہا : تو کون ہے ؟ تو اس جوان مرد نے اپنا حسب و نسب بتادیا۔ اس پر وہ دونوں غلام بولے : ہم تم کو نہیں پہچانتے ہیں ۔ہمارے مقابلے میں تو زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو آنا چاہیے ۔

زیاد کا غلام یسار، عبیداللہ بن زیاد کے غلام سالم کے آگے آمادہ جنگ تھا ۔ کلبی نے یسار کو مخاطب کر کے کہا : اے زنا کار عورت کے بچے، تیری خواہش ہے کہ کوئی اور تیرے مقابلہ پر آئے۔ تیرے مقابلہ پر کوئی نہیں آئے گا مگر جو بھی آئے گا وہ تجھ سے بہتر ہو گا۔ اس کے بعد اس پر سخت حملہ کیا اور تلوار کا ایک وار کر کے اسے زمین پر گرا دیا ۔ ابھی آپ اپنی تلوار سے اس پر حملہ میں مشغول تھے کہ عبیداللہ کا غلام سالم آپ پر ٹوٹ پڑا ۔ ادھر سے اصحاب امام حسین علیہ السلام نے آواز دی : وہ غلام تم پر حملہ کر رہا ہے لیکن عبداللہ نے اس کے حملہ کو اہمیت نہ دی یہاں تک کہ اس نے آپ پر تلوار سے حملہ کردیا؛ کلبی نے اپنے بائیں ہاتھ کو سپر بنایا جس سے آپ کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں لیکن کلبی زخم کی پرواہ کئے بغیر اس کی طرف مڑے اور اس پر ایسی ضرب لگائی کہ اسے قتل کردیا ۔ ان دونوں کو قتل کرنے کے بعد کلبی رجز خوانی کرتے ہوئے مبارزہ طلبی کر رہے تھے ۔

ان تنکرون فأ نا بن کلب

حسب بیت فی علیم حسبی

ان امرؤ ذومرۃ وعصب

و لست با لخوّار عند النکب

انزعیم لک أم وھب

با لطعن فیھم مقدماً والضرب

اگر تم مجھے نہیں پہچانتے ہو تو پہچان لو کہ قبیلہ کلب کا فرزند ہوں ، میرا آگاہ اور بینا خاندان میرے لئے کافی ہے، میں بڑا طاقتور اور سخت جاں مرد ہوں ، میدان کارزار میں ناگوار واقعات مجھے متزلزل نہیں کرسکتے، اے ام وھب میں تمہیں وعدہ دیتا ہوں کہ میں ان پر بڑھ بڑھ کر حملہ کروں گا اور ان کو ماروں گا وہ بھی ایسی ضرب لگاؤں گا جو ایک یکتا پرست اور موحد کی ضرب میں اثر ہوتا ہے۔

یہ سن کر عبداللہ کی زوجہ ام وھب نے عمود خیمہ اٹھایا اور اپنے شوہر کا رخ کرکے آگے بڑھی اور یہ کہے جارہی تھی"فداک أبی وأمی" میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تم محمد ﷺ کی پاک و پاکیزہ ذریت کی طرف سے دفاع میں خوب جنگ کرو، اس کے بعد عبد اللہ اپنی زوجہ کو مخدرات کی طرف پلٹانے لگے، تو اس نے عبداللہ کے کپڑے پکڑ لئے اور کھینچتے ہوئے بولی: میں جب تک کہ تمہارے ساتھ مرنہ جاؤں تمہیں نہیں چھوڑوں گی، یہ صورت حال دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے اسے پکارا اور فرمایا: "جزيتم من أهل بيت خيراً، ارجع رحمک الله الی النساء فاجلس معهن فانه ليس علی النساء قتال "خدا تم لوگوں کو جزائے خیر دے، اللہ تم پر رحمتوں کی بارش کرے، خواتین کی طرف پلٹ آؤ اور انھیں کے ہمراہ بیٹھو کیونکہ خواتین پر جہاد نہیں ہے۔

الحملة الاولی (پہلا حملہ)

اس کے بعد اموی لشکر کے میمنہ کے سردار عمرو بن حجاج نے لشکر حسینی کے داہنے محاذ پر حملہ شروع کردیا۔ جب یہ لشکر امام حسین علیہ السلام کے سپاہیوں کے نزدیک آیا تو وہ سب کے سب اپنے زانو پر بیٹھ کر دفاع میں مشغول ہو گئے اور نیزوں کو ان کی طرف سیدھا کرکے انھیں نشانہ پر لے لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لشکر نیزوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور واپس لوٹنے لگا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حسینی سپاہ نے ان پر تیر چلانا شروع کیا، جس کے نتیجے میں ان میں سے بعض ہلاک ہوئے تو بعض دیگر زخمی۔ [۱]

کرامت وہدایت

اسی اثناء میں قبیلہء بنی تمیم کا ایک شخص جسے عبد اللہ بن حوزہ کہا جاتا ہے سامنے آیا اور امام حسین علیہ السلام کے بالمقابل کھڑا ہو کر بولا: اے حسین! اے حسین! تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "ماتشاء؟" تو کیا چاہتا ہے؟

۱۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ ابو جناب نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے (طبری، ج ۵، ص ۴۲۹، الارشاد، ص ۲۳۶، نجف)

عبد اللہ بن حوزہ نے کہا : "أبشر بالنار" تمہیں جہنم کی بشارت ہو، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : "کلاّ ، ان أقدم علی ربّ رحیم وشفیع مطاع، من هٰذا؟" نہیں ایسا نہیں ہے، میں اپنے مہربان ورحیم رب کی طرف گامزن ہوں ، وہی شفیع اور قابل اطاعت ہے پھر امام نے سوال کیا: یہ کون ہے ؟

آپ کے اصحاب نے جواب دیا : یہ ابن حوزہ ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا :" ربّ حزه الی النار !"خدایا! اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے ۔

امام علیہ السلام کی بددعا کا اثر یہ ہوا کہ ناگاہ اس کا گھوڑا ایک گڑھے کے پاس بدکا اور وہ گڑھے میں جا گرا لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنسا رہ گیا اور اس کا سر زمین پر آگیا۔ اسی حالت میں گھوڑے نے دوڑنا شروع کیا اور وہ جدھر سے گزرتا تھا زمین کے ہر پتھر اور درخت سے اس کا سر ٹکراتا تھا۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا ۔[1]

اس سلسلے میں مسروق بن وائل کا بیان ہے : میں اس لشکر کے آگے آگے تھا جو حملہ کے لئے حسین کی طرف آگے بڑھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں لشکر کے بالکل آگے رہوں گا تاکہ جب حسین قتل کردیئے جائیں تو ان کا سر میرے ہاتھ لگے اور وہ سر میں عبید اللہ بن زیاد کی خدمت میں لے جا کر کسی خاص مقام و منزلت پر فائز ہو جاؤں ۔ جب ہم لوگ حسین تک پہنچے تو ہماری فوج کا ایک شخص جسے ابن حوزہ کہتے ہیں وہ سامنے آیا اور بولا : کیا حسین تمہارے درمیان موجود ہیں ؟ تو حسین(علیہ السلام) خاموش رہے ۔ اس نے اپنی بات کو دھرایا یہاں تک جب تیسری بار اس نے تکرار کی تو حسین (علیہ السلام) نے فرمایا : "قولوا له : نعم هٰذا الحسين فما حاجتک "اس سے کہو: ہاں یہ حسین ہیں ، تم کیا چاہتے ہو؟

ابن حوزہ نے کہا : اے حسین !تم کو جہنم کی بشارت ہو!

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا :"کذبت، بل أقدم علی ربّ غفور وشفیع مطاع، فمن أنت ؟"تو جھوٹ بولتا ہے، میں تو اپنے پالنے والے اور بخشنے والے، شفیع اور قابل اطاعت مالک کی طرف گامزن ہوں ، تو کون ہے ؟

١۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر حسین نے یہ روایت نقل کی ہے(طبری ،ج٥،ص ٤٣٠)

اس نے کہا: میں ابن حوزہ ہوں۔

یہ سن کر حسین نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بلند کئے کہ کپڑے کے اوپر سے ہم نے بغل کی سفیدی دیکھ لی پھر کہا: اللّھم حزہ الیٰ النار! خدایا! اسے جہنم کی آگ میں ڈال دے، یہ سن کر وہ غصہ میں آگیا اور وہ نہر جو اس کے اور حسین کے درمیان تھی اسے پار کرکے ان پر حملہ کرنا چاہا تو گھوڑے کے چھلانگ لگاتے ہی وہ نیچے گر پڑا لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنس گیا اور گھوڑے نے تیز دوڑنا شروع کردیا، جس کی وجہ سے وہ نیچے گر گیا اور اس کے قدم، پنڈلی تک کٹ کر گر گئے اور پیر کا بقیہ حصہ اسی رکاب میں پھنسا رہ گیا۔

عبدالجبار بن وائل حضرمی کا بیان ہے: یہ صورت حال دیکھ کر مسروق لوٹ گیا اور لشکر کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا. تو میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو وہ بولا: "لقد رأيتُ من أهل هٰذا البيت شيئاًلا أقا تلهم أبداً"[١]میں نے اس گھرانے سے ایسی چیز دیکھی ہے جس کے بعد میں ان سے کبھی بھی جنگ نہیں کر سکتا۔

بریر کا مباہلہ اور ان کی شہادت

یزید بن معقل، عمر بن سعد کے لشکر سے نکلا اور بولا: اے بریر بن حضیر![٢] تم نے دیکھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟

تو بریر نے جواب دیا: خدا نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا؛ ہاں تیرا نصیب بہت برا ہے۔

یزید بن معقل: تو جھوٹ بول رہا ہے حالانکہ اس کے پہلے تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ کیا تجھے وہ موقع یاد ہے جب میں قبیلہ لوذان کے علاقے میں تیرے ساتھ چل رہا تھا اور تو کہہ رہا تھا کہ عثمان بن عفان نے اپنی جان کو گنوادیا اور معاویہ بن ابو سفیان گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ امام ہدایت و حق تو فقط علی بن ابیطالب ہیں؟

١۔عطا بن سامت نے عبدالجبار بن وائل حضرمی سے اور اس نے اپنے بھائی مسروق بن وائل سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج٥، ص ٤٢١)

٢۔آپ کے شرح احوال شب نو محرم کے واقعات میں گزر چکے ہیں۔

بریر نے جواب دیا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں ، میری رائے اور میرا قول یہی ہے ۔

یزید بن معقل نے کہا : میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا شمار گمراہوں میں ہے ۔

بریر بن حضیر نے اس کے جواب میں فرمایا: کیا تم اس پر تیار ہو کہ پہلے میں تم سے مباہلہ[1] کروں اور ہم اللہ سے دعا کریں کہ جھوٹے پر اس کی لعنت ہو اور باطل پرست کو موت کے گھاٹ اتار دے؛ اس کے بعد میں میدان کارزار میں آکر تم سے نبرد آزمائی کروں ۔

یزید بن معقل اس پر راضی ہوگیا دونوں نے میدان میں آکر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ خدایا !کاذب پر لعنت کر اور صاحب حق کے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کرادے۔ اس بد دعا کے بعد دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے۔ تلواروں کا آپس میں ٹکراؤ ہوا اور یزید بن معقل نے بریر بن حضیر پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی جس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا لیکن ادھر بریر بن حضیر نے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے "خود" کو کاٹتی ہوئی تلوار اس کے سر تک پہنچی اور اسے کاٹتی ہوئی اس کے مغز اور دماغ تک پہنچ گئی وہ زمین پر اس طرح گرا جیسے کوئی چیز بلندی سے گررہی ہو؛ ادھر فرزند حضیر کی تلوار اس کے سر میں جاکر رک گئی تھی، گویا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ تلوار کو اپنے سر سے باہر نکالنے کے لئے حرکت دے رہا تھا۔اسی دوران عمر بن سعد کے لشکر کے ایک سپاہی رضی بن منقذ عبدی نے جناب بریر پر حملہ کردیا۔ دونوں میں گتھم گتھا ہوگئی اور وہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار بریر اسے گرا کر اس کے سینے پر بیٹھ گئے تو رضی چلایا کہاں ہیں اہل رزم اور کہاں ہیں دفاع کرنے والے؟ ! یہ سن کر کعب بن جابر ازدی نے نیزہ سے بریر پر حملہ کردیا اور وہ نیزہ آپ کی پیٹھ میں داخل ہوگیا جب بریر نے نیزہ کی نوک کو محسوس کیا تو رضی بن منقذ عبدی کے چہرے کو دانتوں سے دبا لیا اور اس کی ناک کا ایک حصہ کاٹ ڈالا؛ لیکن کعب بن جابر نے مسلسل نیزہ کا وار کرکے" عبدی "کو بریر کے چنگل سے نکال دیا اور

۱۔ مباہلہ یعنی ملاعنہ جسمیں دونوں افراد دعا کریں کہ خدا باطل اور ظالم پر لعنت کرے ۔

نیزہ کی انی کو بریر کی پشت میں پیوست کردیا پھر اس کے بعد بریر پر تلوار سے حملہ کرکے انھیں شہید کردیا۔ (ان پر خدا کی رحمت ہو) [۱]و[۲]

۱۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے یوسف بن یزید نے عفیف بن زہیر بن ابو اخنس کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے اور وہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہاں حاضر تھا۔(طبری، ج۵، ص ۴۳۱) باقیماندہ خبر حاشیہ شمارہ ۲ میں ملاحظہ ہو۔

۲۔جب کعب بن جابر ازدی لوٹا تو اس کی زوجہ یا بہن نوار بنت جابر نے کہا: تو نے فرزند فاطمہ کے خلاف جنگ کی ہے اور سید القراء (تلاوت و قراءت قرآن کے سید و سردار) بریر کو قتل کیا ہے، تو نے بہت بڑی خیانت انجام دی ہے۔ خدا کی قسم میں اب کبھی بھی تجھ سے بات نہیں کروں گی۔ کعب بن جابر نے کہا:

سلی تخبر عنی و أنت ذمیمة

غداة حسین والرماح شوارع

الم آت أقصیٰ ماکرهت ولم یُخل

علیّ غداة الروع ما أنا صانع

مع یز نی لم تخنه کعو به

وأبیض مخشوب الغرارین قاطع

فجر دته فی عصبة لیس دینهم

بدین وان بابن حرب لقانع

ولم تر عین مثلهم فی زما نهم

ولا قبلهم ف الناس اذ أنا یافع

أشدّ قراعاً با لسیوف لدی الوغی

ألا کل من یحمی الذمار مقارع

وقد صبروا للطعن والضرب حُسّرا

وقد نازلوا لوأن ذالک نافع

فا بلغ (عبيد الله) أما لقيته

بأ نی مطيع للخليفة سا مع

قتلت بر ير اً ثم حملت نعمة

أبا منقذ لما دعی : من يماصع

تو موردِ مذمت قرار پاچکی ہے تو مجھ سے حسین کی سپیدہ سحری اور نیزوں کے سیدھے ہونے کے سلسلے میں سوال کر اور مجھ سے خبر لے ۔ کیا میں اس چیز کی انتہا تجھے نہ بتاؤں جو تجھے ناپسند ہے اور جس میدان کارزار کی صبح نے مجھ پر اس امر پر کوئی خلل وارد نہیں کیا جسے میں نے انجام دیا ۔ میرے پاس سیف بن ذی یزن یمنی کا نیزہ تھا جو کبھی ٹیڑھا نہیں ہوا اور جس کی سفید لکڑی کا غلاف دونوں طرف سے براں تھا۔ میں نے اسے اس گروہ کے سامنے برہنہ کیا جن کا دین میرا دین نہ تھا اور میں ابو سفیان کے خاندان سے قانع ہوں ۔ میری آنکھوں نے اپنے زمانے میں ان کے مانند نہیں دیکھا اور اس سے قبل کسی نے نہیں دیکھا؛ کیونکہ میں جوان ہوں ۔ جنگ کے وقت ان کی تلوار میں بڑی کاٹ تھی، آگاہ ہوجاؤکہ جو بھی ذمہ داری سے حمایت کرتا ہے وہ سخت کوش ہوتا ہے ۔ واقعا ان لوگوں نے نیزوں اور تلواروں کے زخم پر بڑا صبر کیا اور وہ گھوڑے سے نیچے اتر آئے اگر یہ ان کے لئے مفید ہوتا ۔ اگر عبیداللہ سے ملاقات کرے تو اس کو یہ خبر پہنچادے کہ میں خلیفہ کا مطیع اور ان کی باتوں کا سننے والا ہوں ۔ میں نے بریر کو قتل کیا اور ابو منقذ کو اپنا احسان مند بنا لیا، جب اس نے پکارا کہ میرا مددگا کون ہے ؟

ابو مخنف کا بیان ہے : رضی بن منقذ عبدی نے اس کے جواب میں یہ کہا :

ولو شاء رب ما شهدت قتالهم

ولا جعل النعماء عند ابن جابر

لقد کان ذاک اليوم عارا وسبّةً

يعير ه الأ بناء بعد ا لمعا شر

فياليت ان كنت من قبل قتله

ويوم حسين كنت فی رمس قابر

اگر میرا پروردگار چاہتا تو میں کربلا کی جنگ میں حاضر نہ ہوتا اور نہ جابر کے لڑکے کا مجھ پر احسان ہوتا ۔ درحقیقت وہ دن تو ننگ و عار کا دن تھا جو نسلوں تک طعن و تشنیع کا باعث رہے گا ۔ اے کاش بریر کے قتل سے قبل میں مرگیا ہوتا اور حسین کے مقابلہ کے دن سے پہلے میں قبر میں مٹی کے نیچے ہوتا ۔

عمرو بن قرظہ انصاری کی شہادت

جناب بریر کی شہادت کے بعد عمرو بن قرظہ انصاری امام حسین علیہ السلام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے نکلے اور مشغول جہاد ہوگئے۔آپ وقت قتال ان اشعار کو پڑھ رہے تھے۔

قد علمت كتيبة الأ نصا ر

ان سأحمى حوزة الذمار

ضرب غلا م غير نكس شار

دون حسين مهجتي ودار [۱]

سپاہ انصار کو معلوم ہے کہ میں اس خاندان کی ایسی حمایت ونصرت کروں گا جو ایک ذمہ دار محافظ کا انداز ہوتا ہے، میں ایک سر بلند اور سرفراز جوان کی طرح وار کروں گا اور کبھی منہ نہیں موڑوں گا کیونکہ میرا خون اور میرا خاندان حسین پرفدا ہے۔

اسی حال میں آپ درجۂ شہادت پر فیضیاب ہوگئے۔آپ پر خدا کی رحمت ہو۔آپ کا بھائی علی بن قرظہ، عمر بن سعد کی فوج میں تھا۔یہ منظر دیکھ کر وہ پکارا اے کذاب بن کذاب! (اے جھوٹے باپ کے جھوٹے بیٹے) تو نے میرے بھائی کوگمراہ کیا، اسے دھوکہ دیا یہاں تک کہ اسے قتل کردیا! یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

"ان الله لم يضل أخاک ولكنه هدىٰ أخاک وأضلک" خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ تیرے بھائی کو ہدایت بخش دی، ہاں تجھے گمراہ کردیا۔

۱۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبدالرحمن بن جندب نے یہ روایت نقل کی ہے(طبری،ج۵، ص ۴۳۳)

علی بن قرظہ نے کہا خدامجھے نابود کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں ، یہ کہہ کر امام علیہ السلام پر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے آگے بڑھ کے مزاحمت کرتے ہوئے نیزہ لگا کر اسے زمین پر گرا دیا تو اس کے ساتھیوں نے حملہ کیا اور اسے کسی طرح بچا کر لے گئے۔[۱]جنگ کا بازار گرم تھا، گھمسان کی لڑائی ہورہی تھی، سپاہ اموی نے چاروں طرف گھوم کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔اس دوران حر بن یزید ریاحی اس فوج پر حملہ آور تھے اور اس شعر سے تمثیل کئے جارہے تھے۔

مازلت أر میهم بثغر ة نحره

ولبانه حتی تسر بل بالدم

میں ان کی گردن اور سینے پر مسلسل تیر بارانی کرتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ لوگ خون کا لباس پہن لیں۔اس وقت حالت یہ تھی کہ ان کے گھوڑے کے کان اور ابرؤں سے نیزوں کی بارش کی وجہ سے خون جاری تھا۔یزید بن سفیان تمیمی مسلسل یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم اگر میں "حر" کو اس وقت دیکھتا جب وہ ہماری فوج سے نکلا تھا تو اس نیزہ کی نوک سے اس کا پیچھا کرتا۔ یہ سن کر حصین بن تمیم[۲] نے کہا :یہی ہے حر بن یزید جس کی تم تمنا کررہے تھے۔یزید بن سفیان نے کہا : ہاں ! اور حر کی طرف نکل گیا اور آپ سے بولا:کیا تم نبرد آزمائی کے لئے آمادہ ہو ؟ حر نے جواب دیا : ہاں میں ہم رزم ہونا چاہتا ہوں ۔ یہ کہہ کر اس کے مد مقابل آئے ،گویا جان ہتھیلی پر لئے تھے۔یزید بن سفیان اپنی تمام شرارتوں کے ساتھ سامنے آیا لیکن ابھی حر کو سامنے آئے کچھ دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ نے اسے قتل کردیا ۔[۳]

۱۔ثابت بن ہبیرہ سے یہ روایت مروی ہے۔(طبری، ج ۵، ص ٤٣٤)

۲۔ یہ شخص عبید اللہ بن زیاد کی پولس کا سربراہ تھا اور عبید اللہ نے اسے عمر بن سعد کے ہمراہ حسین علیہ السلام کی طرف جنگ کے لئے بھیج دیا ۔ کربلا میں عمر بن سعد نے اسے مجففۂ فوج کا سربراہ بنا دیا تھا۔ تجفاف زرہ کی قسم کا ایک رزمی لباس ہے۔

۳۔ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو زہیر نضر بن صالح عبسی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری،ج۵،ص ٤٣٤)

نافع بن ہلال

اسی ہنگامہ خیز ماحول میں نافع بن ہلال مرادی جملی مصروف جنگ تھے اور کہے جارہے تھے :

" أنا الجملی أنا علیٰ دین علی (علیہ السلام) "میں ہلال بن نافع جملی ہوں ، میں دین علی علیہ السلام پر قائم ہوں ۔یہ سن کر فوج اموی کی ایک فرد جسے مزاحم بن حریث کہتے ہیں سامنے آیا اور بولا : میں عثمان کے دین پر قائم ہوں ۔ نافع بن ہلال نے اس سے کہا : تو شیطان کے دین پر برقرار ہے پھر اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا ۔

یہ صورت حال دیکھ کر عمرو بن حجاج زبیدی چلایا کہ اے احمق اور بے شعور لوگو !تم کو کچھ معلوم ہے کہ تم کس سے لڑ رہے ہو ؟ یہ شہر کے بہادر ، شجاع ، فداکار اور جانباز ہیں ، تم میں سے کوئی بھی ان کے مقابلہ میں نہ آئے ۔ یہ دیکھنے میں کم ہیں اور بہت ممکن ہے کہ باقی رہ جائیں ۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ [1] ان پر فقط پتھر پھینکو تو ان کو قتل کر دو گے ۔یہ سن کر عمر بن سعد بولا تمہارا نظریہ بالکل صحیح ہے اور میری رائے بھی یہی ہے . اس وقت اس نے اعلان کیا کہ فوج کہ سب سپاہی اس پر آمادہ ہو جائیں کہ ان لوگوں سے اس طرح جنگ نہ کریں کہ ایک ان کی طرف سے اور ایک تمہاری طرف سے ہو ۔ [2]

الحملة الثانية (دوسرا حملہ)

پھر عمرو بن حجاج زبیدی لشکر امام حسین علیہ السلام سے نزدیک ہوتا ہوا بولا: اے اہل کوفہ ! اپنی اطاعت اور اپنی جماعت کے اتحاد و اتفاق پر پابند رہو اور اس کے قتل میں کوئی شک وشبہ نہ کرو جو دین سے منحرف ہوگیا اور ہمارے پیشوا اور امام کا مخالف ہے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا :' یا عمروبن حجاج !أعلیّ تحّرض الناس ؟ أنحن مرقنا وأ نتم ثبتُّم علیہ ! أما واللہ لتعلمنّ لو قد قُبضت أروا حکم ومُتم علی أعما لکم أیّنا مرق من الدین ومن ھو أولی بصل النار"

اے عمرو بن حجاج ! کیا تو لوگوں کو میرے خلاف اکسا رہا ہے؟ کیا ہم دین سے منحرف ہیں اور تم

---

۱ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو زہیر نضر بن صالح عبسی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری ،ج۵، ص ٤٣٤)

۲ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ یحیٰی بن ہانی بن عروہ مراوی نے مجھ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵، ص ٤٣٥)

لوگ اس پر قائم ہو! خدا کی قسم اگر تمہاری روحیں قبض کرلی جائیں اور تم لوگوں کو انھیں اعمال پر موت آجائے تو تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ منحرف کون اور جہنم میں جلنے کا سزاوار کون ہے۔

پھر عمروبن حجاج نے عمر بن سعد کے داہنے محاذفرات کی جانب سے امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تک جنگ کا بازار گرم رہا اور اس حملہ میں امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہو گئی جس میں سے ایک مسلم بن عوسجہ ہیں۔

مسلم بن عوسجہ (۱)

عمروبن حجاج کے سپاہیوں میں سے عبد الرحمن بجلی اور مسلم بن عبد اللہ ضبَابی نے آپ کو شہید کیا۔ آپ کی شہادت پر خوشی سے جھومتے ہوئے عمروبن حجاج کے سپاہیوں نے آواز لگائی:

ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد عمروبن حجاج اور اس کے سپاہی لوٹ گئے اور غبار کا ایک بادل اٹھا۔جب وہ بادل چھٹ گیا تو اصحاب حسین نے مسلم بن عوسجہ کو جانکنی کے عالم میں

۱۔ اس خبر میں آیا ہے کہ اصحاب حسین میں سب سے پہلے مسلم بن عوسجہ اسدی شہید ہوئے جبکہ اس سے پہلے بریر اور عمروبن قرظہ کی شہادت کا تذکرہ گزرچکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس حملہ کے بعد کچھ دیر کے لئے جنگ بند ہو گئی تھی اس کے بعد جب جنگ شروع ہوئی تو دوسرے حملہ میں سب سے پہلے شہید ہونے والوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کوفہ میں امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت لے رہے تھے۔ ابن زیاد کا جاسوس معقل آپ ہی کے توسط سے مسلم تک پہنچ سکا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۳۶۲) مسلم بن عقیل نے کوفہ میں آپ کو قبیلہء مذحج اور اسد کا سالار بنایا تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۳۶۹) آپ ہی وہ ہیں جو کربلا میں شب عاشور امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے بعد اٹھے اور فرمایا: اگر ہم آپ کو چھوڑدیں تو اللہ کی بارگاہ میں آپ کے حق کی ادائیگی میں ہمارا عذر کیا ہوگا؟! خدا کی قسم یہاں تک کہ میں اپنے نیزہ کو ان کے سینوں میں توڑنہ لوں اور اپنی تلوار سے جب تک اس کا دستہ میرے ہاتھ میں ہے ان کو مارنہ لوں میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا اور اگر میرے پاس ان کو قتل کرنے کے لئے کوئی اسلحہ نہ ہو اتو میں ان کو آپ کے پاس رہ کر پتھر ماروں گا یہاں تک کہ آپ کے ہمراہ مجھے موت آجائے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۱۹) آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے شمر پر تیر چلانے کی اجازت اس طرح طلب کی تھی: فرزند رسول خدا میری جان آپ پر نثار ہو، کیا میں اس پر ایک تیر نہ چلا دوں؟ یہ آدمی بڑا فاسق وفاجر ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا: میں جنگ میں ابتدا کرنا نہیں چاہتا۔(طبری، ج۵، ص ۴۲۴) لیکن آپ کوفہ سے کس طرح امام علیہ السلام سے ملحق ہوئے کچھ پتہ نہیں، تاریخ اس سلسلہ میں بالکل خاموش ہے۔

دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام چل کرآپ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ کے جسم میں رمق حیات موجود تھی۔ امام علیہ السلام نے مسلم بن عوسجہ کو مخاطب کرکے فرمایا: "رحمک ربک یامسلم بن عوسجه، فمنهم من قضی نحبه و منهم من ینتظر ومابدّلواتبدیلاً "(۱)

اے مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحمت نازل کرے، ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنا وقت پورا کرگئے اور بعض منتظر ہیں اوران لوگوں نے اپنی بات ذرابھی نہیں بدلی۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر مسلم کے قریب آئے اور فرمایا: "عزعلّ مصرعک یامسلم، اُبشربالجنة" اے مسلم تمہاری شہادت مجھ پر بہت سنگین ہے، جاؤ جنت کی تمہیں بشارت ہو، یہ سن کر بڑی نحیف آوازمیں مسلم نے حبیب سے کہا: "بشرک اللہ بخیر" اللہ تمہیں نیکی و خیر کی بشارت دے، یہ سن کر حبیب نے مسلم بن عوسجہ سے کہا: "لولا ان أعلم أن فی اثرک لاحق بک من ساعت هٰذه لأحببت أن توصین بکل ما أ همک حتی أحفظک فی کل ذالک بما أنت أهل له فی القرا بة والدین" اگرمجھے معلوم نہ ہوتا کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے ابھی آرہاہوں تو میرے لئے یہ بات بڑی محبوب تھی کہ تم مجھ سے ہر اس چیزکی وصیت کرو جو تمہارے لئے اہم ہو تاکہ میں ان میں سے ہرایک کوپورا کرسکوں جو تمہارے قرابت داروں اوردین کے سلسلے میں اہمیت رکھتے ہیں۔

مسلم بن عوسجہ نے کہا" بل انا اوصیک بهذا رحمک الله أن تموت دونه"میری وصیت تو صرف ان کے سلسلے میں ہے ،خدا تم پر رحمت نازل کرے یہ کہہ کراپنے ہاتھ سے حسین کی طرف اشارہ کیاکہ تم ان پر قربان ہو جانا، انھیں کے سامنے موت کو گلے لگا لینا۔ حبیب نے کہا: رب کعبہ کی قسم میں ایسا ہی کروں گا؛ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بہت جلد مسلم بن عوسجہ نے ان لوگوں کے ہاتھوں پر دم توڑدیا (خدا ان پر رحمت نازل کرے) آپ کی موت کا منظر دیکھ کرآپ کی کنیزآہ و فریاد کرنے لگی: "یا بن عوسجتاه یا سیداه"(۲)

۱۔ سورہ احزاب ۲۳

۲۔ عمرو بن حجاج کے سپاہیوں نے جب آوازلگائی کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کردیا تو شبث بن ربعی تمیمی نے اپنے بعض ان

ساتھیوں سے کہا جو اس کے ہمراہ تھے: تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں، تم نے اپنے ہاتھوں سے خود کو قتل کیا ہے اوردوسروں کی خاطر خود کوذلیل کیا ہے۔ تم اس پر خوش ہورہے ہوکہ مسلم بن عوسجہ کو قتل کردیا۔ قسم اس کی جس پر میں اسلام لایا بارہا میں نے مسلمانوں کے درمیان ان کی شخصیت کو بزرگ دیکھا ہے۔ آذربایجان کے علاقۂ سلقظ میں خودمیں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ۶ مشرکوں کو مسلمین کے لشکر کے پہنچنے سے قبل قتل کیا تھا۔ ایسی ذات کو قتل کرکے تم لوگ خوش ہو رہے ہو۔

الحملۃ الثالثۃ (تیسرا حملہ)

بائیں محاذ سے شمر بن ذی الجوشن نے حسینی سپاہ کے بائیں محاذ پر حملہ کیا تو اصحاب حسینی نے دلیرانہ دفاع کیا اور نیزوں سے اس پر اور اس کے سپاہیوں پر حملہ کیا۔ اسی گیرودار میں ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی تمیمی نے عبداللہ بن عمیر کلبی پر حملہ کیا اور ان دونوں نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔(آپ پر خدا کی رحمت ہو)[۱]

اصحاب حسین کے حملے اور نبرد آزمائی

اپنے دفاع میں اصحاب امام حسین علیہ السلام نے بڑا سخت جہاد کیا، ان کے سواروں نے جن کی تعداد ۳۲ تھی[۲] حملہ شروع کیا ،وہ اہل کوفہ کے جس سوار پر حملہ کر رہے تھے اسے رسوا کر دے رہے تھے۔

جب عزرہ بن قیس تمیمی (جو اہل کوفہ کی فوج کا سربراہ تھا) نے دیکھا کہ اس کے لشکر کو ہر طرف سے رسوا ہونا پڑ رہا ہے تو اس نے عبدالرحمن بن حصین کو عمر بن سعد کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ کیا تم نہیں دیکھ

۱۔اس خبر میں آیا ہے کہ یہ اصحاب حسین کے دوسرے شہید ہیں لیکن یہ ایک وہم ہے۔

۲۔ شاید باقیماندہ سواروں کا تذکرہ ہو ورنہ مسعودی کا بیان تو یہ ہے کہ آنحضرت جب کربلا وارد ہوئے تو آپ کے اہل بیت اور انصار پانچ سو اسپ سوار تھے اور سو (۱۰۰) پیدل ، پھر وہ کہتے ہیں : امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ ان میں سے شہید ہونے والے ۸۷ افراد ہیں ۔(مروج الذہب ،ج۳ ،ص ۸۸) سید بن طاوؤس نے لھوف میں امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ٤٥ اسپ سوار تھے اور سو (۱۰۰) پیدل ۔یہی تعداد سبط بن جوزی نے بھی ذکر کی ہے۔(ص ۲٤٦و ۲۵۱) تعجب کی بات یہ ہے کہ سبط بن جوزی نے مسعودی سے نقل کیا ہے کہ ایک ہزار پیدل تھے جب کہ مروج الذھب میں ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔

*آذر بایجان کے حدود میں شمال عراق اور ایران کے مغربی علاقہ میں ایک پہاڑ ہے جیسا کہ قمقام ،ص ٤۹۲میں موجود ہے۔

رہے ہو کہ ان چند لوگوں کے ہاتھوں ابھی سے ہمارے سواروں پر کیا گزر رہی ہے، جلد از جلد پیدلوں اور تیر اندازوں کو روانہ کروکہ روزگار ہم پر سخت ہوچکا ہے۔ عمر بن سعد نے شبث بن ربعی سے کہا: کیا تم ان کی طرف پیش قدمی نہیں کروگے۔

شبث بن ربعی نے کہا؛ سبحان اللہ! کیا جان بوجھ کر قبیلہ مضر کے بزرگوں اور سارے شہر کے بوڑھوں کو تیر اندازوں میں بھیجنا چاہتے ہو۔ کیا اس کام کے لئے میرے علاوہ کوئی اور نہیں ہے؟ تو عمر بن سعد نے حصین بن تمیم کو پکارا اور اس کے ہمراہ زرہ پوشوں اور پانچ سو (۵۰۰) تیراندازوں کو روانہ کیا۔ وہ سب کے سب سپاہ حسینی کے مدمقابل آئے لیکن ابھی وہ سب کے سب حسین اور اصحاب حسین کے نزدیک بھی نہ آئے تھے کہ ان لوگوں نے تیر بارانی شروع کردی ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ اصحاب حسینی نے گھوڑوں کو پے کردیا اور وہ سب کے سب پیدل ہوگئے۔

اسی گیر ودار میں حر بن یزید ریاحی کا گھوڑا بھی زخمی کردیا گیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ گھوڑا لرزنے لگا اور تڑپتے ہوئے زمین پر گرپڑا" حر" بڑی پھرتی سے اس گھوڑے سے نیچے آئے گویا شیر بیشۂ شجاعت کی طرح گھوڑے سے نیچے کو دپڑے درحالیکہ انکے ہاتھوں میں تلوار تھی اور وہ کہے جا رہے تھے:

ان تعقروا بی فانا ابن الحر

اشجع من ذ لبد هزبر [۱]

اس میں کوئی شک نہیں کہ اصحاب حسینی نے بڑا سخت جہاد کیا یہاں تک کہ سورج نصف النہار پر آگیا اور گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی اور اس طرح ان لوگوں سے نبرد آزما رہے کہ دشمن ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف سے ان پر حملہ آور نہ ہو سکے؛ کیونکہ ان کے خیمے ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور نزدیک نزدیک تھے۔

۱۔ ہزبر فارسی کا لفظ ہے جس کا فارسی تلفظ ہژبر ہے جو شیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی اگر تم نے میرا گھوڑا پے کردیا تو کیا ہوا میں فرزند حر ہوں۔ میں شیر بیشہء شجاعت سے بھی زیادہ شجاع ہوں۔ محترم قاری پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس شعر میں "انا ابن حر" کہا جارہا ہے جب کہ خود حر اس شعر کے پڑھنے والے ہیں۔ اس مطلب پر نہ تو ابو مخنف نے، نہ ہی کلبی نے، نہ ہی طبری نے اور نہ ہی کسی دوسرے نے کوئی بھی حاشیہ لگایا۔ ممکن ہے کہ جس وقت کہا ہو اس وقت ابن حر وہاں موجود ہو، یعنی توبہ کے وقت اور امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہادت کے وقت اور ممکن ہے کہ حر کے دادا یا خاندان کے بزرگ کا نام حر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نام کے بجائے معنی اور صفت کا ارادہ کیا ہو۔ شیخ مفید نے بھی اس رجز کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی حاشیہ نہیں لگایا ہے۔ (ارشاد، ص ۲۳۷)

جب عمر سعد نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنے پیدل سپاہیوں کو بھیجا تاکہ ہرچہار جانب سے خیموں کی طنابوں کو اکھاڑ کر ویران کردیں تاکہ حسینی سپاہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا جائے لیکن ادھر اصحاب حسینی تین تین چار چار کرکے گروہ میں تقسیم ہوگئے اور خیموں کی طرف بڑھنے والوں پر حملہ کرکے ان کی صفوں کو پراکندہ کرنے لگے، اس کے بعد انھیں قتل کرنے لگے، تیر چلانے لگے اور ان کے گھوڑوں کو پے کرنے لگے ۔

اس صورت حال کو دیکھ کر عمر بن سعد نے کہا : انھیں آگ لگا کر جلادو ! تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : انھیں چھوڑدو انھیں جلالینے دو ؛کیونکہ اگر یہ خیموں کو جلا بھی لیتے ہیں تب بھی ادھر سے تم پر حملہ نہیں کرپائیں گے اور ویسا ہی ہوا سپاہ اموی ایک طرف کے علاوہ دوسری طرف سے جنگ نہ کرپائی ۔

الحملة الرابعة (چوتھا حملہ)

اس نا برابر جنگ میں ایک بار پھر بائیں محاذ سے شمر بن ذی الجوشن نے امام حسین علیہ السلام کے خیمے پر ایک نیزہ پھینکا اور پکارا میرے پاس آگ لاؤ تاکہ میں اس گھر کو گھر والوں کے ساتھ آگ لگادوں ، یہ سن کر مخدرات آہ و فریاد کرنے لگیں اور خیمہ سے باہر نکلنے لگیں ۔

ادھر امام حسین علیہ السلام نے آواز دی :" یا بن ذ الجوشن ! أنت تدعوبالنار لتحرق بيت عليٰ أهل ؟ حرقک اللہ بالنار" اے ذی الجوشن کے بیٹے ! تو آگ منگوارہاہے تاکہ میرے گھر کو میرے گھر والوں کے ساتھ جلادے ؟ خدا تجھ کو جہنم کی آگ میں جلائے۔[1] حمید بن مسلم ازدی کا بیان ہے کہ میں نے شمر سے کہا : سبحان اللہ! اس میں صلاح وخیر نہیں ہے کہ تم اپنے لئے دونوں صفتوں کو یکجا کرلو : عذاب خدا کے بھی مستحق ہو اور بچوں اور خواتین کو بھی قتل کردو، خدا کی قسم ان کے مردوں کو قتل کرنا ہی تمہارے امیر کو خوش کردے گا ۔[2] اسی اثناء میں شبث بن ربعی تمیمی ، شمر کے پاس آیا

۱۔ طبری ،ج ۵ ، ص ۲٤۷ ، ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے" نمیر بن وعلة" نے بیان کیا ہے کہ ایوب مشرخ خیوانی اس روایت کو بیان کرتا تھا۔

۲۔ حمید کہتا ہے کہ شمر نے پوچھا :تو کون ہے؟ تو میں ڈر گیا کہ اگر اس نے مجھے پہچان لیا تو بادشاہ کے پاس مجھے نقصان پہنچائے گا لہٰذا میں نے کہہ دیا : میں نہیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں ۔

اور بولا : میں نے گفتگو میں تجھ جیسا بد زبان انسان نہیں دیکھا اور تیرے موقف سے قبیح ترین کسی کا موقف نہیں پایا ۔ ان تمام شور و غل کے بعد کیا تو عورتوں کو ڈرانے والا بن گیا ہے ۔

عین اسی موقع پر زہیر بن قین اپنے دس (۱۰) ساتھیوں کے ہمراہ شمر اور اسکے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور بڑا سخت حملہ کرکے انھیں خیموں سے دور کر دیا یہاں تک کہ وہ لوگ عقب نشینی پر مجبور ہو گئے ۔

پھر کیا تھا ٹڈی دل لشکر نے حسینی لشکر پر زبردست حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصحاب حسینی برگ خزاں کی طرح یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش فرمانے لگے۔ اس سپاہ کے ایک یا دو سپاہی بھی شہید ہوتے تو واضح ہو جاتا تھا لیکن وہ لوگ چونکہ کثیر تعداد میں تھے اس لئے پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ ان میں سے کتنے قتل ہوئے ۔

نماز ظہر کی آمادگی

جب ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ صائدی [1] نے یہ منظر دیکھا تو امام حسین علیہ السلام سے کہا: " يا أبا عبدالله !نفس لک الفدا ء انّ أرى هٰؤلاء قد اقتربوا منک، ولا والله لا تقتل حتى أقتل دونک انشاء الله ،واحب أن ألقى رب وقد صليت هٰذه الصلاةالتى دنا وقتها" اے ابو عبداللہ! میری جان آپ پر نثار ہو! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ دشمن آپ سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں ، نہیں خدا کی قسم، آپ اس وقت تک قتل نہیں کئے جا سکتے جب تک انشاء اللہ میں آپ کے قدموں میں قربان نہ ہو جاؤں ، بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میں خدا سے اس حال میں ملاقات کروں کہ یہ نماز جس کا وقت نزدیک آچکا ہے آپ کے ہمراہ ادا کر لوں ۔

۱۔آپ کا تعلق قبیلہ ہمدان سے ہے۔ آپ کوفہ میں ان اموال کی جمع آوری کر رہے تھے جو شیعہ حضرات جناب مسلم کو مدد کے طور پر دے رہے تھے اور جناب مسلم ہی کے حکم سے اس سے اسلحے خرید رہے تھے۔(طبری ،ج٥ ،ص ٣٦٤) اپنے قیام کے وقت جناب مسلم نے آپ کو تمیم اور ہمدان کا سربراہ قرار دیا تھا۔(طبری، ج ٥، ص٣٦٩) آپ ہی وہ ہیں جس نے کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں کو امام حسین علیہ السلام کو پہچنوایا تھا کہ یہ عزرہ بن احمسی ہے اور عرض کیا تھا کہ آپ کے پاس اہل زمین کا بد ترین انسان آرہا ہے جو خون بہانے میں اور دھوکہ سے قتل کرنے میں بڑا جری ہے اور آپ ہی نے اسے امام حسین علیہ السلام تک آنے سے اس خوف میں روکا تھا کہ کہیں وہ امام علیہ السلام پر حملہ نہ کردے۔(طبری، ج٥ ،ص٤١٠)

یہ سن کر امام علیہ السلام نے اپنا سر اٹھایا اور پھر فرمایا: " ذکرت الصلاة ، جعلک اللہ من المصلین الذاکرین ! نعم ھذا أوّل وقتھا"تم نے نماز کو یاد کیا، خدا تم کو صاحبان ذکر اور نمازگزاروں میں قرار دے !ہاں یہ نماز کا اوّل وقت ہے ۔

پھر فرمایا: "سلوھم أن یکفوا عنا حتی نصل"ان سے سوال کرو کہ ہم سے دست بردار ہوجائیں تاکہ ہم نماز ادا کرلیں ۔ یہ سن کر حصین بن تمیم نے کہا: "انھا لا تقبل! "تمہاری نماز قبول نہیں ہے !یہ سنکر حبیب بن مظاہر نے فوراً جواب دیا: "زعمت ان الصلاۃ من آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ وسلم) لا تقبل وتقبل منک یا حمار؟"اے گدھے تو گمان کرتا ہے کہ آل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز قبول نہیں ہوگی اور تیری نماز قبول ہوجائے گی ؟

حبیب بن مظاہر کی شہادت [1]

اسی گیرودار میں حصین بن تمیم تمیمی نے حسینی سپاہیوں پر حملہ کردیا۔ ادھر سے حبیب بن مظاہر اس کے سامنے آئے اور اس کے گھوڑے کے چہرے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اچھل پڑا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا تو اس کے ساتھیوں نے حملہ کرکے اسے نجات دلائی ۔

۱۔ آپ کا شمار کوفہ کے ان زعمائے شیعہ میں ہوتا ہے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا تھا۔ (طبری، ج۵، ص ۳۵۲) آپ نے مسلم بن عقیل کو امام علیہ السلام کے لئے یہ کہہ کر جواب دیا تھا: قسم ہے اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں بھی وہی کہتا ہوں جو انھوں نے کہا اور عابس بن شبیب شاکری کی کی طرف اشارہ کیا تھا (طبری، ج۵، ص ۳۵۵) کربلا میں عمر بن سعد کے پیغام رساں قرہ بن قیس حنظلی تمیمی سے آپ نے کہا تھا: وائے ہو تجھ پر اے قرہ بن قیس! تو ظالموں کی طرف کیوں کر پلٹ رہا ہے، تو اس ذات کی مدد کر جس کے آباء و اجداد کی وجہ سے اللہ نے تجھے اور ہمیں دونوں کو کرامت عطا کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۱۱) جب نو محرم کو شام میں سپاہ اموی عمر بن سعد کی سالاری میں امام حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوئی تھی تو عباس بن علی علیھما السلام بیس (۲۰) سواروں کے ہمراہ ان لوگوں کے پاس گئے جن بیس میں جناب حبیب بھی تھے۔ حبیب نے اس وقت فرمایا تھا: خدا کی قسم کل قیامت میں وہ قوم بہت بری ہوگی جس نے یہ قدم اٹھایا ہے کہ ذریت و عترت و اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کردیا جو اس شہر و دیار کے بہت عبادت گزار، سحر خیزی میں کوشاں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے ہیں ۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۲۲) جب آپ مسلم بن عوسجہ کے زخمی جسم پر آئے اور مسلم نے امام علیہ السلام کی نصرت کی وصیت کی تو آپ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم میں اسے انجام دوں گا ۔ (طبری، ج۵، ص ۴۳۶) امام حسین علیہ السلام نے آپ کو بائیں محاذ کا سالار بنایا تھا ۔ (طبری، ج۵، ص ۴۲۲) حصین بن تمیم آپ کے قتل پر فخر و مباہات کررہا تھا اور آپ کے سر کو گھوڑے کے سینے سے لٹکا دیا تھا۔ آپ کے بیٹے قاسم بن حبیب نے قصاص کے طور پر آپ کے قاتل بدیل بن صریم تمیمی کو قتل کردیا، یہ دونوں باجمیرا کی جنگ میں مصعب بن زبیر کی فوج میں تھے ۔

حبیب دلیرانہ انداز میں میدان کارزار میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

أنا حبيب و أب مظاهر

فارس هيجاء وحرب تسعر

أنتم أعدّ عدّ ة و أكثر

و نحن أوفى منكم وأصبر

و نحن أعلى حجة وأظهر

حقاً و أتقىٰ منكم و أعذر

میں حبیب ہوں اور میرے باپ مظاہر ہیں ۔ جب آتش جنگ بر افروختہ ہوتی ہے تو ہم بڑے بہادر اور مرد میدان ہیں ۔ تم اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہو لیکن وفاداری میں ہم تم سے بہت آگے ہیں اور مصیبتوں میں بہت صابر ہیں ۔ہم حجت و برہان میں سر بلند ،حق و حقیقت میں واضح تر اور تقوا کے میدان میں تم سے بہت بہتر ہیں اور ہم نے تم پر حجت تمام کردی۔پھر فرمایا:

أقسم لو كنا لكم أعداد

أو شطركم وليتم اكتاداً

يا شرقوم حسباًو آدا

خدا کی قسم اگر ہم تعداد میں تمہارے برابر ہوتے یا تم سے کچھ کم ہوتے تو پھر دیکھتے کہ تمہاری جماعتوں کو کتنے پیچھے کردیتے ،اے حسب و نسب کے اعتبار سے بدترین لوگو!

اس کے بعد آپ نے بڑا سخت جہاد کیا۔جنگ کے دوران بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نے آپ پر حملہ کیا اور ایک نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر گرپڑے اور چاہا کہ اٹھیں لیکن فوراً حصین بن تمیم نے آپ کے سر پر تلوار سے وار کردیا۔ آپ زمین پر گرپڑے، تمیمی نیچے اترا اور اس نے آپ کا سر قلم کردیا۔ [۱] و [۲]

۱۔ابو مخنف نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

۲۔ جب بدیل نے سر کاٹ لیا تو حصین اس سے بولا: میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں ۔ بدیل بولا: خدا کی قسم میرے علاوہ کسی دوسرے نے اسے قتل نہیں کیا ہے تو حصین نے کہا اچھا یہ سر مجھے دے دو تاکہ میں اسے گھوڑے کی گردن میں لٹکادوں تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں اور جان لیں کہ میں بھی اس کے قتل میں شریک ہوں. پھر تم اسے لے کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس چلے جانا۔ وہ جو تمہیں اس کے قتل پر عطایا اور بخشش سے نوازے گا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے لیکن بدیل نے اس سے انکار کیا تو پھر ان کی قوم نے اس مسئلہ میں ان دونوں کے درمیان صلح کرائی جس کے نتیجے میں اس نے حبیب بن مظاہر کا سر حصین بن تمیم کو سونپ دیا اور حصین

اپنے گھوڑے کی گردن میں جناب حبیب کا سر لٹکائے پوری فوج میں چکر لگانے لگا پھر اس کے بعد یہ سر بدیل کو لوٹا دیا. جب یہ لوگ کوفہ لوٹے تو بدیل نے اپنے گھوڑے کے سینے سے حبیب کے سر کو لٹکا دیا اور اسی حال میں ابن زیاد کے محل میں حضوری دی۔

قاسم بن حبیب جو ابھی جوان تھے انہوں نے یہ منظر دیکھا تو اس سوار کے ساتھ ساتھ ہوگئے اور اسے کسی طرح نہیں چھوڑ رہے تھے تو بدیل مشکوک ہوگیا اور بولا: اے بچے تجھے کیا ہوگیا ہے کہ میرا پیچھا پکڑے ہے؟ قاسم نے کہا: یہ سر جو تمہارے ساتھ ہے یہ میرے بابا کا سر ہے۔ کیا تم مجھ کو عطا کروگے تاکہ میں اسے دفن کردوں؟ بدیل: اے بچے امیر اس سے راضی نہ ہوگا کہ یہ سر دفن کیا جائے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قتل پر امیر مجھے اس کی اچھی پاداش دے۔اس نوجوان بچے نے جواب دیا: لیکن خدا اس پر تمہیں بہت برا عذاب دے گا، خدا کی قسم تم نے اپنی قوم کے بہترین شخص کو قتل کردیا اور پھر وہ بچہ رونے لگا ۔ یہ واقعہ گزر گیا اور روزگار اسی طرح گزرتے رہے یہاں تک کہ جب مصعب بن زبیر نے "باجمیرا" میں جنگ شروع کی تو قاسم بن حبیب بھی اس کے لشکر میں داخل ہوگئے تو وہاں آپ نے اپنے باپ کے قاتل کو ایک خیمے میں دیکھا۔ جب سورج بالکل نصف النہار پر تھا آپ اس کے خیمے میں داخل ہوئے وہ سو رہا تھا تو آپ نے تلوار سے اس پر وار کر کے اس کو قتل کردیا۔ (طبری، ج۵، ص۴٤٠)

جب حبیب بن مظاہر شہید ہوگئے تو حسین علیہ السلام کے دل پر بڑا دھکا لگا؛ آپ نے فرمایا : "أحتسب نفس وحماۃ أصحاب" خود کو اور اپنی حمایت کرنے والے اصحاب کے حساب کو خدا کے حوالے کرتا ہوں اور وہیں ذخیرہ قرار دیتا ہوں ۔

حر بن یزید ریاحی کی شہادت

پھر حر رجز پڑھتے ہوئے سامنے آئے

ان أنا الحر ومأ وی الضیف

أضرب ف أعراضهم با لسیف

عن خیر من حلّ منیٰ والخیف

أضربهم ولا أریٰ من حیف

جان لو کہ میں حر ہوں اور مہمانوں کو پناہ دینے والا ہوں، میں اس مہمان کی آبرو کی حفاظت کے لئے تلوار سے وار کروں گا، یہ وہ ہیں جو حل و منیٰ و خیف سے بہتر ہیں ، میں ان لوگوں پر حملہ کروں گا اور اسے ذرہ برابر بے عدالتی نہیں سمجھتا۔آپ یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے :

آلیت لا أقتل حتی أقتلا

ولن أصاب الیوم الا مقبلاً

أضربهم با لسیف ضرباً مقصلا

لا ناکلا عنهم ولا مهلّلا

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اس وقت تک نہیں قتل ہوں گا جب تک کہ دشمنوں کو قتل نہ کرلوں اور آج کوئی زخم مجھے نہیں لگے گا مگر یہ کہ سامنے سے ،میں ان لوگوں پر تلوار کا بڑا زبردست وار کروں گا جس کا کام فقط کاٹنا ہوگا نہ تو میں اس سے باز آؤں گا نہ پیچھے ہٹوں گا اور نہ مہلت دوں گا ۔

حر کا دلاورانہ جہاد اپنے اوج و شباب پر تھا کہ زہیر بن قین بھی میدان کارزار میں اتر آئے اور دونوں نے مل کر گھمسان کی جنگ کی۔ جب ان میں سے ایک قلب لشکر پر حملہ کرتا اور وہ دشمنوں کے نرغہ میں گھر جاتا تو دوسرا شعلہ جنگ کو برافروختہ کرکے دشمنوں پر عرصہ حیات تنگ کردیتا یہاں تک کہ اپنے ساتھی کو نجات دلادیتا ۔ یہ سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا اور جنگ کا بازار گرم رہا کہ یکایک پیدلوں کی فوج میں سے ایک نے حربن یزید پر سخت حملہ کردیا جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ (آپ پر خدا کا درود و سلام ہو!)

نماز ظہر

پھر امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کے ہمراہ نماز خوف ادا کی[1] درحالیکہ سعید بن عبداللہ حنفی پیش قدم ہوکر امام علیہ السلام کے آگے آگئے لیکن دشمنوں نے آپ کو تیر کے نشانے پر لے لیا اور ہر دائیں بائیں سے تیر آنے لگے۔ تیروں کا یہ مینہ مسلسل برستا رہا یہاں تک کہ آپ زمین پر گر کر شہید ہوگئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

زہیر بن قین کی شہادت

سعید بن عبداللہ حنفی کی شہادت کے بعد زہیر میدان میں آئے ۔آپ نکلتے وقت امام حسین کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے تھے :

۱۔ شاید یہ نماز قصر ہو نہ کہ نماز خوف ، شیخ مفید نے اپنی روایت میں فقط نماز کا تذکرہ کیا۔(ارشاد،ص ۲۳۸ ، تذکرہ، ص ۲۵۲)

أقدم هديت هادياً مهدياً

فا ليوم تلقى جدک النبيّا

وحسنا و المرتضى عليّاً

وذا الجناحين الفتى الكميا

واسد الله الشهيد الحيا

اے راہبرہدایت اورہادی برحق آگے بڑھیئے آج آپ اپنے جدنبی ، بھائی حسن ، اور بابا علی مرتضی سے ملاقات کریں گے۔آج آپ کی ملاقات جعفر طیار سے ہوگی جنہیں دوپر دیئے گئے ہیں اور شیر خدا و شہید زندہ حمزہ کا دیدار ہوگا ۔

پھر آپ نے بڑا سخت جہاد کیا وقت جہاد آپ یہی کہے رہے تھے :

أنا زهير وأنا بن القين

أذودهم با لسيف عن حسين[۱]

میں زہیر ہوں ، میں قین کا فرزند ہوں ، میں تلوار سے ان کے مقابلہ میں حسین کا دفاع کروں گا؛ ناگہاں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے مل کر ایک سخت حملہ میں آپ کو شہید کر ڈالا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

نافع بن ہلال جملی کی شہادت[۲]

آپ نے اپنے ہر تیر پر اپنا نام لکھ لیا تھا اور نام لکھے تیر کو پھینکا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے:"أنا الجملي" میں جملی ہوں" أنا علیٰ دین علی" میں علی علیہ السلام کے دین پر قائم ہوں ۔ عمر بن سعد کے لشکر میں زخمیوں کو چھوڑ کر آپ نے ۱۲ لوگوں کو قتل کیا لیکن پھر آپ خود مجروح ہوگئے اور آپ کے دونوں

۱۔ سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔(تذکرہ، ص ۲۵۳، طبع نجف)

۲۔آپ وہی ہیں جس نے کوفہ کے راستہ میں اپنا گھوڑا طرماح بن عدی کے ہاتھوں امام علیہ السلام کے پاس روانہ کیا تھا۔(ج ۵، ص ۴۰۵) جب امام اور اصحاب امام علیہ السلام پر پیاس کی شدت ہوئی تو امام نے عباس بن علی علیہما السلام کو بلایا اور آپ کو ۳۰ سواروں اور ۲۰ پیدلوں کے ہمراہ روانہ کیا، ان کے آگے نافع بن ہلال موجود تھے تو عمر و بن حجاج نے آپ کو مرحبا کہتے ہوئے کہا : پانی پی لو، تمہیں پانی پینا مبارک ہو تو آپ نے کہا نہیں ، خدا کی قسم میں اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتا جب کہ حسین ابھی پیاسے ہیں ۔ (طبری ج ۵، ص ۴۱۲) اور جب علی بن قرظہ ، عمر بن قرظہ کا بھائی حسین علیہ السلام پر حملہ آور ہوا تو نافع بن ہلال مرادی نے اس پر اعتراض کیا اور اس کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا ۔

بازوٹوٹ گئے تو آپ کو شمر بن ذی الجوشن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسیر کرتے ہوئے کھینچتا ہوا عمر بن سعد کے پاس لے کر آیا جب کہ آپ کی ڈاڑھی سے خون جاری تھا۔ عمر بن سعد نے آپ سے کہا: وائے ہو تجھ پر اے نافع! کس چیز نے تمہیں برانگیختہ کیا کہ تم اپنے ساتھ ایسا سلوک کرلو تو نافع بن ہلال جملی نے جواب دیا: میرے رب کو معلوم ہے کہ میرا ارادہ کیا ہے، خدا کی قسم میں نے تمہارے ۱۲ لوگوں کو قتل کیا ہے، یہ میرے ہاتھوں مجروح اور زخمی ہونے والوں کے علاوہ کی تعداد ہے۔ میں اس کوشش پر اپنی ملامت نہیں کرتا۔ اگر میرے بازو اور میری کلائی سلامت رہتی تو تم لوگ مجھے اسیر نہیں کرپاتے۔

شمر نے عمر سعد سے کہا: اللہ آپ کو صحیح و سالم رکھے، اسے قتل کردیجئے۔

عمر بن سعد نے کہا: اگر تم چاہتے ہو تو قتل کردو، پس شمر نے فوراً نیام سے تلوار نکال لی۔

نافع نے اس سے کہا: خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو تیرے اوپر یہ بڑا سخت ہوتا کہ تو خدا سے اس حال میں ملاقات کرے کہ ہمارا خون تیری گردن پر ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری شہادت اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں قرار دی۔ یہ سن کر شمر نے آپ کو فوراً قتل کردیا۔ (آپ پر خدا کا درود و سلام ہو)

غفاری برادران

جب اصحاب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ آپ کی حفاظت کر سکیں تو ان لوگوں نے آپ کے قدموں میں جان دینے کا عمل شروع کردیا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے۔اسی شہادت کے میدان میں سبقت کے لئے عزرہ غفاری کے دو فرزند عبداللہ اور عبدالرحمن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یا أباعبدالله! علیک السلام، حازنا العدوّ الیک ،فا حببنا أن نُقتل بین یدیک و ندفع عنک" اے ابو عبداللہ! آپ پر سلام ہو، دشمن کی فوج نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور ہم سب اس کے نرغے میں ہیں لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ان سے جنگ کریں تاکہ آپ کی حفاظت کر سکیں اور آپ کا دفاع کریں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "مرحباً بکما ادنوا منی" تم دونوں قابل قدر ہو، میرے نزدیک آؤ تو وہ دونوں امام علیہ السلام کے قریب آئے اور اس کے بعد میدان جنگ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان میں سے ایک یہ کہہ رہا تھا:

قد علمت حقا بنو غفار

وخندف بعد بنی نزار

لنضر بنّ معشر الفجار

بکل عضب صارم بتّار

یا قوم ذودوا عن بن الأحرار

بالمشرف والقناالخطّار

بنی غفار بخوبی جانتے ہیں ، نیز نسل خندف اور خاندان نزار آگاہ ہوجائیں کہ ہم گروہ فجار کو شمشیر براں سے ضرور ماریں گے۔ اے لوگو! فرزندان حریت وآزادی کی حمایت میں اپنے نیزوں اور شمشیروں سے دفاع کرو۔

اس کے بعد ان دونوں نے شدید جنگ کی یہاں تک کہ شھید ہوگئے ۔(ان پر اللہ کی رحمت ہو)

قبیلہ جابری کے دو جوان

اس کے بعد قبیلۂ جابری کے دو جوان حارث بن سُریع اور مالک بن عبد بن سریع جو ایک دوسرے کے چچا زاد اور مادری بھائی تھے امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ سے نزدیک تر ہوئے درحالیکہ وہ گریہ کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "أی ابن اخ مایبکیکما ؟ فواللہ ‌ٔانّ لأرجوأن تکونا قریر عین عن ساعۃ" اے جان برادر! کس چیز نے تم دونوں کو رلادیا؟ میں امید کرتا ہوں کہ تھوڑی ہی دیر میں تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی۔

ان دونوں نے جواب دیا: خدا ہم کو آپ پر نثار کرے! نہیں خدا کی قسم ہم لوگ اپنے آپ پر آنسو نہیں بہارہے ہیں۔ ہم لوگ تو آپ پر گریہ کناں ہیں کہ آپ چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہیں اور ہمارے پاس آپ کی حفاظت کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: "فجزاکمااللّٰہ یا ابن اخ بوجدکما من ذالک و مواساتکما ایا بأنفسکما أحسن جزاء المتقین" اے جان برادر! خدا تم دونوں کو میرے ساتھ اس مواسات کی بہترین جزا دے، ایسی جزا و پاداش جو متقین اور صاحب تقویٰ افراد کو دیتا ہے۔

پھر یہ جابری جوان امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کی طرف ملتفت ہو کر عرض کیا: "السلام علیک یا بن رسول اللہ" اے فرزند رسول خدا آپ پر سلام ہو! امام علیہ السلام نے جواب دیا: "علیکما السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اس کے بعد ان دونوں نے جم کر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو)

حنظلہ بن اسعد شبامی کی شہادت

اس کے بعد حنظلہ بن اسعد شبامی آئے اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو کر با آواز بلند کہنے لگے:" یٰاقَوْمِ اِنِّیْ اَخَاْفُ عَلَیْکُمْ مِثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَاْبِ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَعَادٍ و ثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِھِمْ ﴿ وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْماً لِلْعِبَادِ و یَا قَوْمِ اِنِّی اَخَاْفُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ مَالَکُمْ مِنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ یُضْلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہ مِنْ ھَاد ﴾ [۱] ﴿ یا قوم لا تقتلوا حسینا فیسحتکم اللہ بعذاب وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی" ﴾ [۲]

اے میری قوم کے لوگو! مجھے تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جو بہت سی قوموں کو نصیب ہوا۔(کہیں تمہارا بھی ایسا ہی حال نہ ہو) جیسا نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد آنے والی قوموں کا حال ہوا، اور خدا تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، اے میری قوم مجھے تمہاری نسبت قیامت کے دن کا اندیشہ ہے جس دن تم پیٹھ پھیر کر (جہنم کی طرف) چل کھڑے ہو گے تو خدا (کے عذاب) سے تم کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کا کوئی رو براہ کرنے والا نہیں ۔ اے قوم حسین کو قتل نہ کرو ورنہ خدا تم پر عذاب نازل کرے گا اور یاد رکھو جس نے افترا پردازی کی وہ نامراد رہا ۔

حنظلہ کے اس قرآنی سخن کے بعد امام حسین علیہ السلام نے آپ سے فرمایا :" یا بن اسعد ! رحمک اللہ ! انھم قد استوجبو ا العذاب حیث رد وا علیک ما دعوتھم الیہ من الحق ونھضوا الیک لیستبیحوک و أصحابک فکیف بھم الأن وقد قتلوا أخوانک

۱۔ سورہ غافر ۳۱ و ۳۲

۲۔ سورہ طہٰ ۶۱

الصالحین " اے فرزند اسعد! خدا تم پر رحمت نازل کرے ان گمراہوں نے جب سے تمہاری دعوت حق کو ٹھکرادیا اور تمہارے ساتھیوں کی خونریزی کی اسی وقت سے دردناک عذاب کے مستحق ہوگئے ۔ذرا تصور کرو کہ اب ان کا حال کیا ہوگا جب کہ ان لوگوں نے تمہارے نیک اور صالح بھائیوں کو قتل کردیا ہے!

ابن سعد نے کہا آپ نے سچ فرمایا، میں آپ پر نثار ہو جاؤں، آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں اور اس کے زیادہ حقدار ہیں ۔کیا میں آخرت کی طرف نہ جاؤں اور اپنے بھائیوں سے ملحق نہ ہوجاؤں ؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:"رح الی خیر من الدنیا ومافیھا والی ملک لایبلی". کیوں نہیں ،جاؤ اس چیز کی طرف جو دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے اور اس مملکت کی طرف روانہ ہوجاؤ جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے ۔

ابن اسعد نے کہا:"السلام علیک یااباعبداللہ ،صلی اللہ علیک وعلی أھل بیتک وعرف بیننا و بینک "سلام ہو آپ پر اے ابو عبداللہ، آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر خدا کا درود و سلام ہو نیز وہ ہمارے اور آپ کے درمیان آشنائی قائم فرمائے ۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : آمین آمین ۔

اس کے بعد حنظلہ شبامی میدان قتال میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے ۔(رحمۃ اللہ علیہ)

عابس بن ابی شبیب شاکری اور ان کے غلام شوذب کی شہادت (۱)

اس کے بعد عابس بن ابی شبیب شاکری آئے، ان کے ہمراہ ان کے باپ شاکر کے غلام شوذب بھی تھے۔آپ نے اس سے پوچھا: "یا شوذب ! مافی نفسک أن تصنع؟" اے شوذب تیرے دل میں کیا ہے؟ تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: میرا ارادہ تو یہی ہے کہ آپ کے ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نواسہ کی خدمت میں جنگ کروں یہاں تک کہ قتل ہوجاؤں ۔

یہ سن کر شوذب آگے بڑھے اور امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا پھر میدان میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے ۔(ان پر خدا کی رحمت ہو)

پھر عابس بن ابی شبیب شاکری نے کہا: "یاأباعبداللہ ! أما واللہ ما أمسی علی وجہ الأرض قریب ولا بعید أعزعلّ وأحب الیّ منک ولو قدرت علی أن أدفع عنک الضیم والقتل بشیء أعز علّ من نفس و دم لعملتہ، السلام علیک یاأباعبداللہ اشھداللہ انی علی ھدیک و ھد أبیک"

اے ابو عبداللہ ! خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی نزدیکی اور دوری رشتہ دار آپ سے زیادہ مجھے عزیز و محبوب نہیں ہے۔ اگر میں اس پر قادر ہوتا کہ اس ظلم و دباؤ اور قتل کو کسی ایسی چیز کے ذریعے آپ سے

۱۔ یہ وہی عابس ہیں جو کوفہ میں جناب مسلم بن عقیل کے زبانی امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھنے کے بعد اٹھے تھے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا تھا: اما بعد، میں آپ کو تمام لوگوں کے بارے میں کوئی خبر نہیں دے رہا ہوں، نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ ان کے عابس نے کہا: تم سے یہی توقع تھی، اب اگر تم جنگ سے منصرف نہیں ہونا چاہتے ہو تو تم آگے بڑھ کر ابو عبداللہ کے سامنے جاؤ تاکہ وہ تمہیں اپنے دیگر اصحاب کی طرح دیکھیں اور تمہارا حساب ان کی طرح خدا کے حوالے کردیں اور میں بھی تمہیں خدا اور ان کے حساب میں ڈال دوں کیوں کہ اگر اس وقت میرے پاس کوئی اور ہوتا جو تم سے زیادہ مجھ سے قریب ہوتا تو مجھے اس بات کی خوشی ہوتی کہ میں اپنے سامنے اسے میدان جنگ میں بھیجوں تاکہ وہ میرے حساب میں آئے؛ کیونکہ آج کا دن اسی کا سزاوار ہے کہ ہم اپنی پوری قدرت سے اجر و پاداش طلب کریں اس لئے کہ آج کے بعد کوئی عمل نہیں ہے، بس حساب ہی حساب ہے۔

دلوں میں کیا ہے اور نہ ہی ان کی طرف سے آپ کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا ہوں ۔ خدا کی قسم میں وہ کہہ رہا ہوں جو میرے دل میں ہے۔ خدا کی قسم جب آپ دعوت دیں گے اور بلائیں گے تو میں اس کو اجابت کروں گا اور لبیک کہوں گا اور آپ کے ہمراہ آپ کے دشمنوں سے لڑوں گا اور آپ کے دفاع میں انھیں اپنی تلوار سے ماروں گا یہاں تک کہ میں خدا سے ملاقات کرلوں اور اس کے عوض میں میرا کوئی ارادہ نہیں ہے مگر وہ کہ جو اللہ کے پاس ہے۔اس پر حبیب بن مظاہر نے کہا تھا: اللہ تم پر رحمت نازل کرے تمہارے دل میں جو تھا اسے مختصر لفظوں میں تم نے ادا کردیا۔ (. طبری، ج۵، ص ۳۵۵) جب مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہوئے اور ۱۸ ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر عابس بن ابی شبیب شاکری کے ہاتھوں روانہ کیا تھا کہ آپ جلد آجائیں ۔(طبری، ج۵، ص۳۷۵)

دور کرسکوں جو میری جان اور میرے خون سے بھی عزیز تر ہوتو میں اسے ضرور انجام دیتا ، اے ابوعبد اللہ! آپ پر سلام ہو میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے بابا کے صحیح راستے پرگامزن ہوں ۔

پھرنیام سے تلوار نکال کر دشمنوں کی طرف چلے اور اس سے اپنی پیشانی پر ایک ضرب لگائی۔[1] ربیع بن تمیم ہمدانی کا بیان ہے :میں نے جب انھیں آتے دیکھا تو پہچان لیا اور میں نے لوگوں سے کہا : "أیھاالناس !" یہ شیروں کا شیر ہے ، یہ فرزند ابو شبیب شاکری ہے، اس کے سامنے تم میں سے کوئی نہ نکلے ۔

عابس نے ندا دینا شروع کیا : کوئی مرد ہے جو ایک مرد کے مقابلے میں آئے ؟ لیکن کوئی سامنے نہیں آیا ۔ عمر بن سعد نے بوکھلا کر کہا : اس پر سنگباری کردو، پس ہر طرف سے آپ پر پتھر پھینکا جانے لگا ۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو اپنی زرہ اور خود اتار کر پھینک دیا اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے ۔ خدا کی قسم میں نے خود دیکھا کہ آپ نے اموی سپاہ کی فوج میں سے دوسو سے زیادہ لوگوں کو تہہ تیغ کیا ۔ لیکن اس کے بعد سارا لشکر چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑا اور آپ درجہ شہادت پر فائز ہوگئے ۔[2] و[3]

---

۱ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے نمیر بن وعلہ نے بنی ہمدان کے اس شخص سے یہ روایت نقل کی ہے جو اس روز وہاں موجود تھا ۔ (طبری، ج۵، ص ۴۴۴)

۲ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن قیس نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری ،ج۵، ص ۴۴۱)

۳ ۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا سر چند لوگوں کے ہاتھوں ادھر ادھر ہو رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے اسے میں نے قتل کیا تو وہاں عمر بن سعد آیا اور بولا : لڑائی مت کرو اسے کسی ایک نیزہ نے قتل نہیں کیا ہے یہ سن کر سب وہاں سے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ۔

یزید بن زیاد ابو شعثاء کندی کی شہادت

یزید بن زیاد مھاصر جنہیں ابو شعثاء کندی کہا جاتا ہے، عمر بن سعد کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے آئے تھے لیکن جب امام علیہ السلام کی ساری شرطیں رد کردی گئیں تو امام حسین کی طرف چلے آئے اور اس کے بعد دشمنوں سے خوب جنگ کی۔ اس دن آپ کا رجزیہ تھا:

أنا يزيد وأب مهاصر---أشجع من ليث بغيل خادر

يا رب ان للحسين ناصر---ولا بن سعد تارك وهاجر [۱]

میں یزید ہوں اور میرے باپ ابو مھاصر تھے، میں شیر بیشہ سے زیادہ شجاع ہوں، پروردگارا میں حسین علیہ السلام کا ناصر ومددگار اور ابن سعد کو ترک کردینے والا اور اس سے دوری اختیار کرنے والا ہوں۔ آپ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ امام حسین علیہ السلام کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک کر دشمن کی طرف سو تیر چلائے جس میں سے فقط پانچ تیروں نے خطا کی تھی۔ جب بھی آپ تیر چلاتے تھے فرمایا کرتے تھے: " أنا بن بهدلة ، فرسان العرجلة "میں خاندان بھدلہ کا فرزند اور عرجلہ کا یکہ تاز ہوں اور امام حسین علیہ السلام فرمارہے تھے: " اللّٰهم سدد رميته واجعل ثوابه الجنة " خدایا! اس کے تیر کو نشانہ تک راہنمائی کر اور اس کا ثواب جنت قرار دے، پھر آپ نے بڑا زبردست جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

چار دوسرے اصحاب کی شہادت

وہ چار افراد جو طرماح بن عدی کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تھے اور وہ جابر بن حارث سلیمانی، مجمع بن عبد اللہ عایذی، [۲] عمر بن خالد صیداوی اور عمر بن خالد کے غلام سعد ہیں ،

۱۔ یہ فضیل بن خدیج کندی کی روایت ہے۔ شاید راوی نے پسر سعد کو چھوڑنے اور اس سے دوری اختیار کرنے اور امام حسین علیہ السلام کی مدد و نصرت کرنے کی بات اسی شعر سے حاصل کی ہے در حالیکہ اس سے پہلے عبد الرحمن بن جندب کی روایت عقبہ بن سمعان کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ ابن زیاد کا خط لے کر کربلا میں جب حر کے پاس مالک بن نسیر بدی کندی آیا تھا تو اس سے یزید بن زیاد نے کہا تھا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو کیا لے کر آیا ہے؟ اس نے کہا: میں کچھ لے کر نہیں آیا، میں نے اپنے پیشوا کی اطاعت اور اپنی بیعت سے وفاداری کی ہے تو ابو شعثاء نے اس سے کہا تھا: تو نے اپنے رب کی نافرمانی اور اپنی ہلاکت میں اپنے پیشوا کی پیروی کی ہے، تو نے ننگ و عار اور جہنم کو کسب کیا ہے، خداوند عالم فرماتا ہے: " وجعلنا هم أئمة يدعون الى النار ويوم القيامة لاينصرون "اور اس نار کی طرف دعوت دینے والا تیرا پیشوا ہے۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۰۸) یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ کربلا پہنچنے سے پہلے آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے بلکہ حر سے ملاقات سے پہلے موجود تھے۔ تعجب ہے کہ طبری اور ابو مخنف اس حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔

۲۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا: اشراف کوفہ کے تھیلے رشوت سے بھر چکے ہیں، ان کی محبت کو اپنی طرف مائل کرلیا گیا ہے اور انکی خیر خواہی کو اپنے لئے خالص کرلیا گیا ہے۔ یہ ایک گروہ کا حال ہے اور اب رہے دوسرے گروہ کے لوگ تو ان کے دل آپ کی طرف مائل ہیں لیکن ان کی تلواریں کل آپ کی سمت کھنچی ہوں گی۔

ان لوگوں نے آگے بڑھ کر اپنی تلواروں سے شدید حملہ کیا اور جب وہ دشمن کی فوج میں اندر تک وارد ہوگئے تو سپاہ اموی نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کو اپنے محاصرہ میں لے کر اصحاب حسینی سے ان کا رابطہ منقطع کردیا۔ ایسی صورت میں عباس بن علی (علیھما السلام) نے دشمنوں پر حملہ کیا اور انھیں دشمنوں کی چنگل سے نکال لیا۔ ان چار جوان مردوں نے اپنی تلوار سے پھر زبردست حملہ کیا اور خوب خوب جہاد کیا یہاں تک کہ چاروں ایک ہی جگہ پر شہید ہوگئے۔[1]

سوید خثعمی و بشر حضرمی

یہ دونوں اصحاب حسینی کی دو آخری نشانیاں ہیں جنہیں سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی[2] اور بشر بن عمرو حضرمی کہا جاتا ہے پہلے بشر سامنے آئے اور میدان قتال میں جاکر داد شجاعت لی اور شہید ہوگئے (رحمۃ اللہ علیہ) پھر سوید میدان کارزار میں آئے اور خوب جہاد کیا یہاں تک کہ کمزور ہو کر زمین پر گر پڑے۔[3] آپ اسی طرح شہیدوں کے درمیان کمزور وناتواں پڑے رہے اور آپ کو مردہ سمجھ کر آپ کی تلوار اتار لی گئی لیکن جب امام حسین علیہ السلام شہید کردئے گئے تو دشمنوں کی آواز آپ کے کانوں میں آئی کہ وہ کہہ رہے ہیں: "قتل الحسین" حسین مارڈالے گئے تو آپ کو غشی سے افاقہ ہوا آپ کے پاس چھری تھی۔آپ کچھ دیر تک اسی چھری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ زید بن رقاد جنبی[4] اور عروہ بن بطار تغلبی نے آپ کو شہید کردیا، آپ سپاہ حسینی کے آخری شہید ہیں۔[5] و [6]

۱۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے فضیل بن خدیج کندی نے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۵)

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے زہیر بن عبد الرحمن بن زہیر خثعمی نے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ۴۴۶)

۳۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج ۵، ص ۴۴۴)

۴۔ یہ شخص حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا قاتل ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۶۸) اسی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل پر تیر چلایا تھا اور کہا کرتا تھا میں نے ان میں کے ایک جوان پر تیر چلایا ہے اور اس نے تیر سے بچنے کے لئے اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھا تو میں نے اس پر ایسا تیر چلایا کہ اس کی ہتھیلی اس کی پیشانی سے چپک گئی اور اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کرسکا؛ پھر

اس نے اس نوجوان پر ایک تیر چلاکر اسے شہید کردیا۔ وہ کہتا ہے: میں جب اس کے پاس آیا تو وہ مرچکا تھا لہذا میں اس تیر کو مسلسل حرکت دیتا رہا تاکہ اسے اس کی پیشانی سے کھینچ لوں لیکن تیر کی نوک کچھ اس طرح اس کی پیشانی میں پیوست ہوچکی تھی کہ میں اسے نہیں کھینچ پایا۔ روزگار اسی طرح گزرتے رہے اور مختار کی حکومت کازمانہ آگیا تو مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس شخص کی طرف روانہ کیا۔ عبداللہ بن کامل اس کے دروازے پر آئے اور اسے گھیر لیا اور لوگوں کی وہاں بھیڑ لگ گئی۔ یہ اپنی تلوار سونت کر باہر نکلا تو ابن کامل نے کہا: اس پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو، تمام لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ گر گیا پھر ابن کامل نے آگ منگوائی اور اسے اس آگ میں جلادیا درحالیکہ وہ زندہ تھا اور اس کی روح نہیں نکلی تھی۔ (طبری، ج۶، ص ۶٤) یہ شخص قبیلہ جنب سے متعلق تھا (ج ۶، ص ۶٤) طبری کے علاوہ دوسرے لوگوں نے جہنی حنفی ذکر کیا ہے۔

۵۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے زہیر بن عبدالرحمن خثعمی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ٤۵۳)

۶۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عاصم نے ضحاک بن عبداللہ مشرقی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: میں نے جب دیکھا کہ اصحاب حسین علیہ السلام شہید ہوچکے ہیں اور اب خاندان رسالت کی نوبت ہے اور آپ کے ہمراہ اصحاب میں سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمی اور بشر بن عمرو حضرمی کے علاوہ کوئی نہیں بچا ہے تو میں اپنے گھوڑے کو لے کر آیا اور چونکہ دشمن ہمارے گھوڑوں کو پے کررہے تھے لہذا ہم نے اپنے ساتھیوں کے خیموں کے درمیان اسے داخل کردیا اور پیدل لڑنا شروع کردیا۔ میں نے اس دن دشمن کے دو آدمیوں کو قتل کیا اور تیسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس دن حسین علیہ السلام مجھ سے بار بار کہہ رہے تھے: تمہارے ہاتھ سالم رہیں، اللہ تمہارے ہاتھ کو محفوظ رکھے، اللہ تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی حفاظت کے لئے جزائے خیر عطا کرے۔ اس کے بعد میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول خدا آپ کو معلوم ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان کیا قرار پایا تھا۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کی طرف سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک آپ کے یار و ناصر موجود ہوں گے اور جب کوئی نہ ہوگا تو مجھے اختیار ہوگا کہ میں پلٹ جاؤں. تو آپ نے کہا تھا؛ ہاں تمہیں اختیار ہوگا۔ یہ سن کر حسین علیہ السلام نے فرمایا: تم سچ کہہ رہے ہو لیکن تم یہاں سے کیسے نکل سکو گے اگر تم اس پر قادر ہو تو تم آزاد ہو۔

جب آپ نے مجھے اجازت دے دی تو میں نے اپنے گھوڑے کو خیمے سے نکالا اور اس پر سوار ہو کر اسے ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنے سموں پر اچھل پڑا۔ اس کے بعد اسے فوج کے دریا میں ڈال دیا۔ گھوڑے سے ٹکرانے والے اِدھر اُدھر گرتے رہے اور میں راستہ بناتا نکلتا گیا لیکن پندرہ (۱۵) آدمیوں کے ایک گروہ نے میرا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں فرات کے کنارے ایک دیہات شفیہ تک پہنچ گیا۔ جب وہ لوگ وہاں تک میرے ساتھ آئے تو میں پلٹ کر ان پر ٹوٹ پڑا اور ان میں سے کثیر بن عبداللہ شعبی، ایوب بن مشرح خیوانی اور قیس بن عبداللہ صائدی نے مجھ کو پہچان لیا اور بولے: یہ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہے، یہ ہمارا چچا زاد ہے، ہم تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ اس سے دست بردار ہوجاؤ۔ اس پر ان میں سے بنی تمیم کے تین لوگوں نے کہا: ہاں ہاں خدا کی قسم ہم اپنے بھائیوں کی درخواست کو قبول کریں گے اور جو وہ چاہتا ہے اسے انجام دے کر اس سے دست بردار ہوجائیں گے۔ جب ان تین تمیمیوں نے ہمارے ساتھیوں کی پیروی کی تو دوسروں نے بھی ہاتھ کھینچ لیا اس طرح خدا نے مجھے نجات دی۔ (طبری، ج۵، ص ٤٤۵)

بنی ہاشم کے شہداء

* علی بن الحسین اکبر کی شہادت

* قاسم بن حسن کی شہادت

* عباس بن علی اور ان کے بھائی

* لشکر حسینی کے سردار

* آپ کے امتیازات و خصوصیات

* حسن و رشادت

* معنوی شوکت

* علمدار کربلا

* سقائی

* سالار عشق و ایمان

* اسلام کا غیرتمند سپاہی

* معراج وفا

* حسین علیہ السلام کا شیر خوار

* عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت

* آل عقیل کی شہادت

* حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت

بنی ہاشم کے شہداء

علی بن الحسین اکبر کی شہادت

کربلا میں روز عاشورا اولاد ابو طالب کے سب سے پہلے شہید علی اکبر فرزند حسین بن علی (علیہم السلام) ہیں ۔ (۱) آپ کی مادر گرامی ابو مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی جناب لیلیٰ تھیں ۔ (۲)

۱۔ ابو مخنف نے اپنی روایت میں جو انھوں نے سلیمان ابن ابی راشد سے بیان کی ہے اور سلیمان نے حمید بن زیاد سے نقل کی ہے اس میں امام سجاد علیہ السلام کو علی بن حسین اصغر کے وصف سے یاد کیا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ٤٥٤) اور جو بچہ امام علیہ السلام کی گود میں شہید ہوا تھا اس کا نام اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن حسین ذکر کیا ہے۔ (طبری، ج۵، ص ٤٤٨) طبری نے اپنی کتاب "ذیل المذیل" میں کہا ہے کہ علی اکبر فرزند حسین اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں ساحل فرات پر شہید ہوئے اور ان کا کوئی بچہ نہیں تھا اور علی بن حسین اصغر اپنے باپ کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت وہ ۲۳ سال کے تھے اور بیماری کے عالم میں بستر پر پڑے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب میں ابن زیاد کے دربار میں وارد ہوا اور اس نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ تو میں نے کہا: علی بن الحسین میرا نام سن کر اس نے کہا: کیا اللہ نے علی کو قتل نہیں کیا؟ تو میں نے کہا کہ میرے ایک بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے، ان کا نام بھی علی تھا، انھیں لوگوں نے قتل کردیا ۔ ابن زیاد بولا: نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا ہے ۔میں نے کہا: "اللہ یَتوفی الأنفس حین موتھا"(ذیل المذیل، ص ٦٣٠، طبع دارا لمعارف) اس مطلب کو ابو الفرج نے بھی بیان کیا ہے۔ (مقاتل الطالبیین، ص ۸۰، طبع نجف) اسی طرح یعقوبی نے بھی علی اکبر ذکر کیا ہے اور امام سجاد علیہ السلام کو علی بن الحسین اصغر ذکر کیا ہے۔ (تاریخ یعقوبی، ج۲، ص ۲۳۳، طبع نجف) مسعودی نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ (مروج الذھب، ج ۳، ص ۷۱) نیز سبط بن جوزی کا بھی یہی بیان ہے۔ (تذکرہ، ص ۲۲۵) شیخ مفید نے ارشاد میں فقط علی بن الحسین ذکر کیا ہے اور اکبر کا اضافہ نہیں کیا ہے۔

۲۔ ٦ھ میں عروہ بن مسعود ثقفی نے طائف میں قبیلہ ٔ ثقیف سے مکہ کی طرف کوچ کیا اور قریش کے تمام اہل و عیال اور ان کے اطاعت گزاروں کا حلیف ہوگیا ۔ صلح حدیبیہ کے سال جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے آئے اور آپ ﷺ نے ان کی طرف بدیل بن ورقاء خزاعی کو پیغام لے کر روانہ کیا جسے پیغام رساں کہا جاتا تھا اُدھر دوسری طرف عروہ کھڑا ہوا اور اس نے قریش کے سربرآوردہ لوگوں سے کہا: یہ مرد تمہیں رشد و ہدایت کی راہ دکھارہا ہے، اسے تم لوگ قبول کرلو اور مجھے اجازت دو تاکہ میں ان کے پاس جاؤں ۔ ان لوگوں نے کہا جاؤ تو عروہ پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنا شروع کیا۔نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی اس قسم کی باتیں کہیں جو بدیل سے فرمائی تھی کہ ہم یہاں کسی سے جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں، ہم تو یہاں فقط عمرہ انجام دینے کے لئے ہیں ۔ جنگ قریش کو رسوا کردے گی اور انھیں نقصان پہنچائے گی۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اس دین میں آجائیں جس میں سب آگئے ہیں تو وہ ایسا کریں ورنہ آرام کریں اور اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس پر میں ان سے نبرد آزمائی کروں گا یہاں تک کہ یا تو میں بالکل تنہا رہ

جاؤں یا اللہ اپنے امر کو نافذ کردے ۔ اس وقت عروہ نے کہا اے محمد! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی قوم کو محکم کرلیا ہے ؟کیا آپ نے اس سے پہلے کسی عرب سے سنا ہے کہ وہ اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور دوسروں کا ہوجائے؟ خدا کی قسم میں ان مختلف چہرے اور مختلف طبیعت کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ فرار کرجائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑدیں گے۔ عروہ یہ کہہ رہا تھا اور بڑے غور سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھے جارہا تھا، پھر عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ گیا اور بولا : اے قوم ! خدا کی قسم میں سارے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں، خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنا محمد کے اصحاب محمد کی تعظیم کرتے ہیں ۔ خدا کی قسم اگر وہ لعاب دہن باہر ڈالتے ہیں تو ان میں کا ایک اسے اپنی ہتھیلی پر لے کر اسے اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا ہے. جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں اسے فوراً انجام دیتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے بقیہ پانی کے لئے سب لڑنے لگتے ہیں اور جب وہ کچھ بولتے ہیں تو یہ لوگ بالکل خاموش ہوکر تعظیم میں نظریں گڑا کر ان کی طرف دیکھنے لگتے ہیں ۔ انھوں نے تمہاری طرف رشد وہدایت کی راہ پیش کی ہے تمہیں چاہیے اسے قبول کرلو! (طبری، ج٦، ص ٤٢٧) ٨ھ میں یہ جنگ حنین میں ایک گوشے میں منجنیقیں بنانے کی تعلیم دیا کرتے تھے اور خود جنگ حنین میں موجود نہیں تھے۔ ابوسفیان نے اپنی بیٹی آمنہ کی اس کے ساتھ شادی کی تھی۔ حنین کے دن ابو سفیان، مغیرہ بن شعبہ کے ہمراہ طائف آیا اور دونوں نے مل کر قبیلہ ثقیف کو آواز دی کہ ہمیں امن دو تاکہ ہم تم سے کچھ گفتگو کریں ۔ ان لوگوں نے ان دونوں کو امن و امان دے دیا تو ان لوگوں نے قریش کی عورتوں کو اسیری کے خوف میں چھوڑ دیا تو ان لوگوں نے انکار کیا (طبری، ج٣، ص ٨٤) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل طائف کے پاس سے واپس لوٹنے لگے تو عروہ بن مسعود آپ کے پیچھے ہولئے اور مدینے پہنچنے سے پہلے ہی عروہ نے آپ کو درک کرلیا اور آپ کے ہاتھوں پر اسلام لے آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے آپ سے کہا کہ اسی اسلام کے ہمراہ اپنی قوم کی طرف پلٹ جائیں کیونکہ عروہ بن مسعود اپنی قوم میں بہت محبوب تھے اور آپ کی باتوں کو لوگ بے چوں و چرا قبول کرلیتے تھے لہذا عروہ بن مسعود اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے نکل پڑے۔ وہ اس امید میں تھے کہ ان کے مقام و منزلت کے پیش نظر لوگ ان کی مخالفت نہیں کریں گے لیکن ان کی قوم نے چاروں طرف سے ان پر تیروں کی بارش کردی اور آپ کو شہید کردیا گیا۔ وقت شہادت کسی نے ان سے پوچھا : اپنے خون کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا ہے ؟ تو عروہ نے جواب دیا : یہ کرامت اور بزرگی ہے جس سے خدا نے مجھے سرفراز کیا اور ایک جام شہادت ہے جسے خدا نے مجھے نوش کرایا ہے۔ میرا اجر وہی ہوگا جو ان لوگوں کا اجر ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگ میں شہید ہوئے لہذا تم لوگ مجھے انھیں کے ہمراہ دفن کرنا لہذا۔ آپ کو انھیں لوگوں کے ہمراہ دفن کیا گیا۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: ان کی مثال اپنی قوم میں اس طرح ہے جیسے صاحب یٰسین اپنی قوم میں ۔"ان مثله فی قومه کمثل صاحب یٰسین فی قومه"(طبری، ج٣، ص ٩٧) سیرۃ بن ہشام، ج٢، ص ٣٢٥) نبی خدا ﷺ نے آپ کا اور آ کے بھائی اسود بن مسعود کا قرض ادا کیا۔ (طبری، ج٣، ص ١٠٠)

آپ نے دشمنوں پر سخت حملہ کرنا شروع کیا درحالیکہ آپ یہ کہے جارہے تھے :

أنا علیّ بن حسین بن علی

نحن و رب البیت أولیٰ بالنب

تاللّٰہ لا یحکم فینا ابن الدّع[۱]

میں علی، حسین بن علی کا فرزند ہوں ، رب کعبہ کی قسم ہم نبی سے سب سے زیادہ نزدیک ہیں ، خدا کی قسم بے حسب ونسب باپ کا لڑکا ہم پر حکمرانی نہیں کرسکتا ۔

آپ نے بارہادشمن کے قلب لشکر پر حملہ کیا اوران رزمیہ اشعار کو دھراتے رہے۔جب مرہ بن منقذعبدی [۲] نے آپ کو دیکھا تو بولا : تمام عرب کا گناہ میرے سر پر ہو !اگر یہ میرے پاس سے گزرا تومیں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا یہ کررہا ہے؛ اس کے باپ کو اس کے غم میں بیٹھادوں گا! اس اثناء میں آپ اپنی تلوار سے سخت حملہ کرتے ہوئے ادھر سے گزرے، پس مرہ بن منقذنے نیزہ کا ایسا وار کیا کہ آپ زمین پر گر گئے دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اپنی تلواروں سے آپ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے ۔[۳]و[٤]

١۔ ابو لفرج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ سخت حملے کے بعد علی اکبر اپنے بابا کے پاس آئے اور عرض کیا: بابا پیاس مارے ڈال رہی ہے تو حسین علیہ السلام نے ان سے کہا :"اصبر حبیبی حتی یسقیک رسول اللہ ؐبکاسہ "اے میرے لال صبر کرو یہاں تک کہ رسول ﷺ خدا تمہیں جام کوثر سے سیراب کریں اس کے بعد آپ نے دشمنوں پر پے در پے کئی حملے کئے ۔(مقاتل الطالبیین، ص ٧٧)

٢۔ اس کی نسبت بنی عبد قیس کی طرف ہے۔ یہ جنگ صفین میں اپنے باپ منقذبن نعمان کے ہمراہ حضرت علی کے ساتھ تھا اور عبد قیس کا پرچم اپنے باپ سے لے لیا پھر وہ اسی کے پاس رہا۔(طبری، ج٤،ص ٥٢٢) ٦٦ھ میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے پاس روانہ کیا تو وہ اس کے گھر پر آئے اور اسے گھیر لیا تو یہ اپنے ہاتھ میں نیزہ لئے تیزگھوڑے پر سوار تھا ۔ ابن کامل نے تلوار سے ایک ضرب لگائی تواس نے بائیں ہاتھ سے اپنا بچاؤ کیا لیکن تلوار اس پر لگی اور گرپڑا ۔ پھر مصعب بن زبیر سے ملحق ہوگیا درحالیکہ اس کے ہاتھ شل تھے۔ (طبری، ج ٦،ص ٦٤)

٣۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے زہیربن عبدالرحمن بن زہیر خثعمی نے یہ روایت نقل کی ہے (طبری ،ج٥،ص ٤٤٦) اور ابو الفرج نے بھی ابو مخنف سے زہیر بن عبداللہ خثعمی کے حوالے سے روایت کی ہے (مقاتل الطالبیین، ص ٧٦) اورانھوں

نے ایک دوسری سند کے حوالے سے روایت کی ہے کہ جب علی بن الحسین میدان جنگ میں دشمن کی طرف آنے لگے تو حسین کی نگاہیں ان کے ساتھ ساتھ تھیں اور وہ گریہ کناں تھے پھر فرمایا: "اللّٰهم كن أنت الشهيد عليهم فقد برز اليهم غلام أشبه الخلق برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم" خدایا! تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ ان کی طرف اب وہ جوان جارہاہے جو سیرت و صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

٤۔ ابو الفرج ہی نے روایت کی ہے کہ: زمین پر آتے وقت علی اکبر نے آوازدی: "یا أبتاه! علیك السلام" باباآپ پر میرا سلام ہو،' هذاجدی رسول الله یقرئک السلام و یقول: عجل القدوم الينا ثم شهق شهقة و فارق الدنيا" یہ ہمارے جد رسول خدا ہیں جو آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ ہمارے پاس جلدی آئو. پھر ایک چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

امام حسین علیہ السلام خون میں ڈوبے فرزند کے پاس یہ کہتے ہوئے آئے:" قتل اللّٰہ قوماً قتلوک یا بن" اے میرے لال !خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تجھے قتل کیا ہے،"ماأجرأھم علیٰ الرّحمٰن وعلی انتھاک حرمة الرسول"یہ لوگ مہربان خدا پر اور رسول ﷺ کی ہتک حرمت پر کتنے بے باک ہیں ،"علی الدنیا بعدک العفا". میرے لال تمہارے بعد اس دنیا کی زندگی پر خاک ہو. ناگاہ اس اثناء میں ایک بی بی شتاباں خیمے سے باہر نکلی وہ آوز دے رہی تھی :"یا أُخیّاہ ! ویابن أخیاہ" اے میرے بھائی اے جان برادر!وہ آئیں اور خود کو علی اکبر پر گرادیا تو حسین علیہ السلام ان کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں خیمے میں لوٹا دیا اور خود ہاشمی جوانوں کی طرف رخ کر کے کہا :" احملوا أخاکم الی الفسطاط" اپنے بھائی کو اٹھا کر خیمے میں لے جاؤ "فحملوہ من مصرعه حتی و ضعوہ بین یدی الفسطاط الذی کانوا یقاتلون أمامه"[(۱)]

ان جوانوں نے لاشہ علی اکبر کو مقتل سے اٹھا کر اس خیمے کے پاس رکھ دیا جس کے آگے وہ لوگ مشغول جہاد تھے ۔

---

۱ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵، ص ٤٤٦) اور ابو الفرج نے بھی اسی سند کو ذکر کیا ہے ۔(مقاتل الطالبین، ص ۷٦و۷۷)

قاسم بن حسن کی شہادت

حمید بن مسلم کا بیان ہے: ہماری جانب ایک نوجوان نکل کر آیا، اس کا چہرہ گویا چاند کا ٹکڑا تھا، اس کے ہاتھ میں تلوار تھی، جسم پر ایک کرتہ اور پائجامہ تھا، پیروں میں نعلین تھی جس میں سے ایک کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ بائیں طرف والی نعلین تھی۔

عمرو بن سعد بن نفیل ازدی[۱] نے مجھ سے کہا: خدا کی قسم میں اس بچہ پر ضرور حملہ کروں گا تو میں نے کہا: "سبحان اللہ" تو اپنے اس کام سے کیا چاہتا ہے۔ لشکر کا یہ انبوہ جو اس کو اپنے گھیرے میں لئے ہے تیری خواہش پوری کرنے کے لئے کافی ہے لیکن اس نے اپنی بات پھر دھرائی: خدا کی قسم میں اس پر ضرور حملہ کروں گا، یہ کہہ کر اس نے اس جوان پر زبردست حملہ کردیا اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ تلوار سے اس کے سر پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور آواز دی: "یا عماہ!" اے چچا مدد کو آیئے۔

یہ سن کر امام حسین علیہ السلام شکاری پرندے کی طرح وہاں نمودار ہوئے اور غضب ناک و خشمگین شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور عمرو پر تلوار سے حملہ کیا۔ اس نے بچاؤ کے لئے ہاتھ اٹھایا تو کہنیوں سے اس کے ہاتھ کٹ گئے یہ حال دیکھ کر لشکر ادھر ادھر ہونے لگا اور وہ شقی (عمرو بن سعد) پامال ہو کر مر گیا۔ جب غبار چھٹا تو امام حسین علیہ السلام قاسم کے بالین پر موجود تھے اور وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔

اور حسین علیہ السلام یہ کہہ رہے تھے: بعداً لقوم قتلوک ومن خصمهم یوم القیامة فیک جدک ، عزّ واللہ علیٰ عمک أن تدعوه فلا یجیبک أو یجیبک ثم لا ینفعک صوت واللہ کثر واتره و قل ناصره" برا ہو اُس قوم کا جس نے تجھے قتل کردیا اور قیامت کے دن تمہارے دادا اس کے خلاف دعویدار ہوں گے۔ تمہارے چچا پر یہ بہت سخت ہے کہ تم انھیں بلاؤ اور وہ تمہاری مدد کو نہ آسکیں اور آئے بھی تو تجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔ خدا کی قسم تمہاری مدد کی آواز آج ایسی ہے کہ جس کی غربت و تنہائی زیادہ اور اس پر مدد کرنے والے کم ہیں ۔

۱۔ طبری، ج۵، ص ٤٦٨ ، اس شخص کا نام سعد بن عمرو بن نفیل ازدی لکھا ہے اور دونوں خبر ابو مخنف ہی سے مروی ہے ۔

پھر حسین نے اس نوجوان کو اٹھایا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس نوجوان کے دونوں پیر زمین پر خط دے رہے ہیں جبکہ حسین نے اس کا سینہ اپنے سینے سے لگا رکھا تھا پھر اس نوجوان کو لے کر آئے اور اپنے بیٹے علی بن الحسین کی لاش کے پاس رکھ دیا اور ان کے ارد گرد آپ کے اہل بیت کے دوسرے شہید تھے، میں نے پوچھا یہ جوان کون تھا ؟ تو مجھے جواب ملا : یہ قاسم بن حسن بن علی بن ابیطالب (علیہم السلام) تھے۔ [1]

۱۔ ابو مخنف نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵،ص ٤٤٧ و ارشاد، ص ۲۳۹)

عباس بن علی اور ان کے بھائی

پھر عباس بن علی (علیہما السلام) نے اپنے بھائیوں : عبد اللہ ، جعفر اور عثمان سے کہا : یا بن أم ! تقد مواحتی أرثیکم فانہ لا ولد لکم ! اے مرے ماں جایو ! آگے بڑھو تاکہ میں تم پر مرثیہ پڑھ سکوں کیونکہ تمہارا کوئی بچہ نہیں ہے جو تم پر نوحہ کرے ۔

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور میدان جنگ میں آئے اور بڑا زبردست جہاد کیا یہاں تک کہ سب کے سب شہید ہو گئے ۔(خدا ان سب پر رحمت نازل کرے)[۲]

۲۔ ابو مخنف نے حضرت عباس بن علی علیہما السلام کا مقتل اور ان کی شہادت کا تذکرہ نہیں کیا ہے لہٰذا ہم اسے مختلف مقاتل کی زبانی ذکر کرتے ہیں ۔ ارشاد میں شیخ مفید فرماتے ہیں : جب حسین علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا ارادہ کیا، آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے بھائی عباس بھی تھے۔ ابن سعد لعنۃ اللہ علیہ کا لشکر آپ کے لئے مانع ہوا اور اس لشکر میں "بنی دارم" کا ایک شخص بھی تھا جس نے اپنی فوج سے کہا : وائے ہو تم پر ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ اور انھیں پانی تک نہ پہنچنے دو، اس پر حسین علیہ السلام نے بددعا کی "اللّٰھم أظمئہ " خدایا ! اسے پیاسا رکھ ! یہ سن کر "دارمی" کو غصہ آگیا اور اس نے تیر چلا دیا جو آپ کی ٹھڈی میں لگا ۔ حسین علیہ السلام نے اس تیر کو نکالا اور ٹھڈی کے نیچے اپنا ہاتھ لگایا تو خون سے آپ کی دونوں ہتھیلیاں بھر گئیں ۔ آپ نے اس خون کو زمین پر ڈال دیا اور فرمایا : "اللّٰھم انی أشکوا الیک ما یفعل بابن بنت نبیک" خدایا ! میں تجھ سے شکوہ کرتا ہوں کہ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے پھر آپ اپنی جگہ لوٹ آئے؛ لیکن پیاس میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ادھر دشمنوں نے عباس کو اس طرح اپنے گھیرے میں لے لیا کہ آپ کا رابطہ امام حسین علیہ السلام سے منقطع ہو گیا۔ آپ تنہا دشمنوں سے مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے ، آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ زید بن ورقاء حنفی[۱] اور

حکیم بن طفیل سنسبی نے آپ کو اس وقت شہید کیا جب آپ زخموں سے چور ہو چکے تھے اور حرکت کی طاقت نہ تھی۔ (ارشاد، ص ۲۴۰، طبع نجف اشرف) یہاں سے ہم مقتل الحسین مقرم، مقتل الحسین امین، ابصار العین سماوی، فاجعۃ الطف علامہ قزوینی، عمدۃ الطالب اور خصال صدوق، ج ۱، ص ٦٨، اور تاریخ طبری کی مدد سے حضرت ابو الفضل العباس کی شخصیت پر تھوڑی سی روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں؛ شاید بارگاہ ایزدی میں یہ کوشش آخرت کی رسوائی سے نجات دلائے اور سقائے سکینہ کی خدمت اقدس میں یہ سعی ناچیز تحفہ قرار پائے۔

---

[1] طبری نے زید بن رقاد جنبی لکھا ہے۔ (ج۵، ص ٤٦٨) اور جلد ٦، صفحہ ٦٤ پر لکھا ہے کہ یہ جَنَب کا ایک شخص تھا۔ یہ شخص عبد اللہ بن مسلم بن عقیل اور سوید بن عمرو خثعمی صحابی امام حسین علیہ السلام کا بھی قاتل ہے۔ اس کے احوال سوید کی شہادت کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ مختار نے اسے زندہ جلا دیا تھا۔ اسے حنفی کہنا واضح تحریف ہے۔

لشکر حسینی کے سردار

علمدار حسینی عباس(علیہ السلام)آخر میں امام حسین علیہ السلام کی مدد و نصرت اورآپ کے حقوق و بلند مقاصد کے دفاع میں تنہا رہ گئے تھے؛کیوں کہ تمام یاور و انصار اور بھائی بھتیجے اور فرزند شہید ہو چکے تھے ۔آپ نا قابل توصیف شجاعت و شہامت کے ساتھ اپنے آقا حسین علیہ السلام کی حفاظت میں پہاڑ کی طرح مستحکم تھے۔ حوادث کی تند وتیز ہوائیں آپ کے وجود پر اثر انداز نہیں ہورہی تھیں ۔ آپ قابل افتخار شخصیت کے مالک تھے کیونکہ علم و عقل ، ایمان و عمل اور جہادو شہادت میں یکتائے تاز روزگار تھے۔ ان خصوصیات کو ہم آپ کے رجز، آپ کے اعمال اور آپ کے بیانات میں واضح طور پر مشاہدہ کرسکتے ہیں ۔

آپ کے امتیازات و خصوصیات

حقیقت میں آپ فضیلتوں کے سرچشمہ اور انسانی قدروں کے سربراہ تھے۔آپ کے امتیازو خصوصیات قابل قدر و تحسین اور انسان ساز ہیں ، وہ اوصاف و خصوصیات جو فردی و اجتماعی زندگی کو نیک بختی اور نجات کے معراجی مراحل تک پہنچاتے ہیں ۔ یہاں پر آپ کے بعض اوصاف کا تذکرہ منظور نظر ہے ۔

۱۔ حسن ورشادت

آپ بلند قامت ، خوش سیما اور خوب رو تھے ۔ خاندان کے درمیان ایک خاص عظمت و شکوہ کے حامل تھے لہٰذا قمر بنی ہاشم یعنی بنی ہاشم کے چاند کہلاتے تھے. جب آپ حق و عدالت سے دفاع کے لئے مرکب پر سوار ہوتے تھے تو آپ کی صولت و ہیبت سے شیر دل افراد خوف زدہ ہوجاتے تھے اور رزم آورو دلیرافرادترس و خوف میں بتلا ہو کر لرزہ براندام ہوجاتے تھے ۔

حق و عدالت کی راہ میں جاں نثاری ، دلاوری اور شجاعت آپ کا طرۂ امتیاز تھا ۔یہ صفت آپ نے اپنے شہسوار باپ امیرا لمومنین علی علیہ السلام سے حاصل کی تھی۔ اگر چہ آپ کی مادر گرامی بھی علم و معنویت کی پیکر اور عرب کی ایک شجاع خاندان سے تعلق رکھتی تھیں ۔ حضرت علی علیہ ا لسلام نے بڑے ہی اہتمام سے آپ کی مادر گرامی کا انتخاب کیا تھا اور جب اس اہتمام کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا : "لتلدلی فارساً شجاعاً"میں چاہتا ہوں کہ وہ خاتون میرے لئے ایک شجاع بچہ دنیا میں لے کر آئے۔ یہ سبب تھا کہ افق علوی سے بنی ہاشم کا چاند خورشید فاطمی کی حفاظت کے لئے آسمان ام البنین پر طلوع ہوا ۔

۲۔ معنوی شوکت

دنیا میں ایک سے ایک بہادر، پہلوان، شجاع اور خوبصورت گزرے ہیں ۔ اگر ہم ابو الفضل عباس کو فقط اس نگاہ سے دیکھیں کہ آپ رشید قامت، ہلالی ابرو، ستواں ناک اور گلابی ہونٹوں والے تھے تو تاریخ کے پاس ایسے سینکڑوں نمونے ہیں جو خوبصورت بھی تھے اور بہادر بھی لیکن ابو لفضل العباس علیہ السلام کی خصوصیت فقط یہ نہ تھی کہ آپ فقط خوبصورت اور بہادر تھے بلکہ آپ کی اہم خصوصیت جو آپ کو گوہر نایاب بناتی ہے وہ آپ کا باطنی جوہر اور باطنی حسن ہے یعنی آپ کا ایمان، اخلاص، مردانگی، انسان دوستی، سچائی، امانت داری، آزادی، عدالت خواہی، تقویٰ، حلم، جانثاری اور وہ پیروی محض ہے جو اپنے امام علیہ السلام کے سامنے پیش کی ہے ۔ تاریخ میں ایک بہادر، دلیر اور شجاع کا اتنے سخت اور دل ہلادینے والے حوادث میں اس قدر تابع اور مطیع ہونا کہیں نہیں ملتا اور نہ ملے گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کی بلند و بالا شخصیت کی اس طرح منظر کشی کی ہے:"كان عمنا العباس نافذ البصيرة ، صلب الايمان ، جاهد مع اخيه الحسين عليه السلام وأبلى بلاء حسناًو مضى شهيداً"(عمدۃ الطالب، ۳۵۶) ہمارے چچا عباس عمیق بصیرت والے اور محکم صاحب ایمان تھے جس میں کوئی تزلزل نہ تھا، آپ نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کے ہمراہ جہاد کیا اور بلاؤں کی آماجگاہ میں بہترین امتیاز حاصل کیا اور شہید ہو گئے ۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں :" رحم الله العباس فلقد آثر وابلىٰ وفدا أخاه بنفسه حتى قطعت يداه فأبدله الله عزو جل بهما جناحين يطير بهما مع الملائكة فى الجنة كما جعل لجعفر بن ابيطالب وان للعباس عندالله تبارك وتعالٰى منزلة يغبطه بها جميع الشهداء يوم القيامة"(خصال شیخ صدوق ج ۱؛ ص ۶۸)

خدا (ہمارے چچا) عباس پر رحمت نازل کرے، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے ناقابل وصف ایثار کا ثبوت دیا

اور بزرگ ترین آزمائش میں کامیاب ہوکر سر بلند و سرفراز ہوگئے اور آخر کار اپنی جان کو اپنے بھائی پر نثار کردیا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو اللہ عزو جل نے اس کے بدلے آپ کو دو پر عطا کئے جس کی مدد سے آپ جنت میں فرشتوں کے ہمراہ پرواز کرتے ہیں جس طرح خدا نے جعفر بن ابو طالب کو پر عطا کئے تھے ۔

اللہ تبارک و تعالی کے نزدیک جناب عباس کی وہ قدر و منزلت ہے کہ قیامت کے دن تمام شہداء آپ پر رشک کریں گے ۔

۳۔ علمدار کربلا

آپ کی ایک اہم فضیلت یہ ہے کہ روز عاشورا آپ حسینی لشکر کے علمدار تھے اور یہ اتنا بلند و بالا مرتبہ ہے کہ آسانی سے کسی کو نہیں ملتا ۔

جنگ کے بدترین ماحول میں آپ اجازت لے کر میدان کارزار میں آئے لیکن سرکار سید الشہداء کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ فقط فراق و جدائی کے تصور نے امام کی آنکھوں کے جام کو لبریز کردیا اور سیل اشک جاری ہوگئے؛یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرمایا :" اخی أنت العلامۃ من عسکری"میرے بھائی تم تو میرے لشکر کے علمدار ہو تو حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا :"فداک روح أخیک لقد ضاق صدری من حیاۃ الدنیا وأرید آخذ الثار من ھولاء المنافقین" آپ کے بھائی کی جان آپ پر نثار ہو ، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی سے میرا سینہ تنگ ہوچکا ہے میں چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے انتقام لوں ۔

٤۔ سقائی

آپ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ آپ سقا کے لقب سے نوازے گئے اور حسینی لشکر کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی سبیل کی خاطر نہر فرات کی طرف دشمنوں کے نرغے میں چل پڑے ،۔ بچوں کی تشنگی نے آپ کے دل کو برمادیا۔ امام حسین علیہ السلام سے میدان جنگ کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا : "فاطلب لهولاء الأطفال قليلاً من الماء" بھائی اگر میدان میں جانا چاہتے ہو تو ان بچوں کے لئے دشمنوں سے تھوڑا سا پانی طلب کرو۔

٥۔ سالار عشق و ایمان

عباس غازی کی یہی وہ صفت ہے جو آپ کو دوسرے ساونت اوردلیروں سے جدا کرکے بہادری اور شجاعت کا حقیقی پیکر بناتی ہے۔ آپ کی جگہ پر کوئی بھی بہادر ہوتا تو وہ میدان جنگ میں آتے ہی تلوار سونت کر جنگ میں مشغول ہوجاتا لیکن یہ عباس پروردہ آغوش تربیت علی مرتضیٰ ہیں جسمی توانائی کے علاوہ ان کا قلب تقویٰ ، اخلاق ، علم وحلم سے معمور ہے، اسی لئے

جب میدان میں آئے تو پہلے سردار لشکر عمر بن سعد کو ہدایت کی، راہ دکھائی اور اس سے مخاطب ہو کر کہا :" یا عمر بن سعد ! هٰذا الحسين ابن بنت رسول الله قد قتلتم أصحابه و أخوته وبني عمه وبقي فريداً مع أولاده و عياله وهم عطاشا، قد أحرق الظماء قلوبهم فاسقوهم شربة من الماء لأن أولاده و أطفاله قد و صلوا الى الهلاک".اے عمر بن سعد! یہ حسین نواسہ رسول ہیں جن کے اصحاب ، بھائیوں اور چچا زادگان کو تم لوگوں نے قتل کردیا ہے اور وہ اپنی اولاد اور عیال کے ہمراہ تنہا رہ گئے ہیں اور بہت پیاسے ہیں .پیاس سے ان کا کلیجہ بھنا جا رہا ہے لہٰذا انھیں تھوڑا سا پانی پلادو؛ کیوں کہ ان کی اولاد اور بچے پیاس سے جاں بہ لب ہیں ۔ آپ کے ان جملوں کا اثر یہ ہوا کہ بعض بالکل خاموش ہوگئے ، بعض بے حد متاثر ہو کر رونے لگے لیکن شمر و شبث جیسے شقاوت پیکروں نے تعصب کی آگ میں جل کر کہا :"یابن أبی تراب ! قل لأخیک : لو کان کل وجہ الارض ماءً وھو تحت أیدینا ما سقیناکم منہ قطرۃ حتی تدخلوا فی بیعۃ یزید" اے ابو تراب کے فرزند! اپنے بھائی سے کہہ دو کہ اگر ساری زمین پانی پانی ہو جائے اور وہ ہمارے دست قدرت میں ہو تب بھی ہم تم کو ایک قطرہ پانی نہیں پلائیں گے یہاں تک کہ تم لوگ یزید کی بیعت کر لو۔

٦۔ اسلام کا غیرت مند سپاہی

حضرت عباس علیہ السلام اموی سپاہ کی غیر عاقلانہ اور جاہلانہ گفتگو پر افسوس کر کے اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے اور سارے واقعات سے آگاہ کردیا ۔

امام حسین علیہ السلام قرآن اور خاندان رسالت کی تنہائی پر آنسو بہا نے لگے اور اتنا روئے کہ یہ آنسو آپ کے سینے اور لباس پر ٹپکنے لگے ۔دوسری طرف ننھے بچوں کی صدائے العطش بار بار حضرت عباس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ یہ وہ موقع تھا جب اسلام کا یہ غیرتمند سپاہی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور خیمہ سے مشکیزہ لے کر دلیرانہ اور صفدرانہ انداز میں لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ عمر بن سعد نے خاندان رسالت پر پانی بند کرنے کے لئے چار (٤) ہزار کا رسالہ فرات کے کنارے تعینات کر رکھا تھا اور وہ کسی طرح اصحاب واولاد حسین علیہ السلام کو پانی تک پہنچنے نہیں دے رہے تھے ۔ علمدار لشکر حسینی نے اسی رسالہ پر حملہ کیا۔ آپ جو امیر المومنین علیہ السلام کی ایک نشانی تھے اپنی ناقابل وصف شجاعت وشہامت کے ساتھ دشمن کی فوج کو تتر بتر کردیا ،فوج کے پہرے کو بالکل توڑدیا اور ان میں سے اسی (۸۰) لوگوں کو قتل کردیا جو ان میں سب سے زیادہ شریر تھے ۔

آپ کی شجاعانہ آواز فضا میں گونج رہی تھی :

لا أرهب الموت اذاالموت رقا

حتى أوارى فى المصاليت لقى

انّ أنا العباس أعدوا با لسقّا

ولا أخاف الشرّ يوم الملتقى

موت جب میری طرف رخ کرتی ہے تو میں اس سے نہیں ڈرتا یہاں تک کہ خدا کی مدد سے آتش افروز اور جنگجوؤں کے سروں کو خاک میں ملا دوں..میں عباس ہوں جسے سقائیت کا رتبہ ملا ہے اور میں پانی ضرور پہنچاؤں گا ،میں حق وباطل سے مڈبھیڑ کے دن کبھی بھی باطل کی شرانگیزیوں سے نہیں ڈرتا ۔

۷۔ معراج وفا

حضرت ابو الفضل نے اپنی ناقابل وصف شجاعت سے دشمن کی صفوں کو تتر بتر کردیا اور خود فرات میں داخل ہوگئے ۔پیاس کی شدت کی وجہ سے چلو میں پانی لیاتا کہ تھوڑا ساپی لیں لیکن اسی پانی میں حسین علیہ السلام کی پیاس کا عکس جھلکنے لگا ؛پانی کو فرات کے منہ پر ماردیا اور اپنی روح کو مخاطب کرکے فرمایا:

یانفس من بعد الحسین ھون

وبعد ہ لا کنت ان تکون

ھٰذا الحسین شارب المنون

وتشر بین بارد المعین

ھیھا ت ما ھٰذ ا فعال دین

ولا فعال صادق الیقین

اے نفس تو حسین کے بعد ذلیل ورسوا ہے اوران کے بعد زندگی کی تمنا نہیں ہے ،یہ حسین ہیں جو جام شہادت نوش فرما رہے ہیں اورتو صاف و خوش گوارپانی پیئے گا ،یہ ہم سے بہت دور ہے، یہ ہمارے دین کا کام نہیں ہے اورنہ ہی یہ کام سچے یقین رکھنے والے کا ہو سکتا ہے ۔

اس کے بعد مشک کو پانی سے بھر کردوش پر رکھا اور خیام حسینی کا رخ کیا۔ وہ تتر بتر فوج جس نے اتنی مدت میں خود کو آمادہ کرلیا تھا آپ پر راستہ کو بند کردیا اورہزاروں لوگوں نے آپ کو تیروں کی باڑہ پرلے لیا؛جس کےنتیجے میں آپ کا پورا جسم تیروں کی آماجگاہ ہوگیا اورتیروں نے آپ کے سارے بدن کو چھلنی کردیا لیکن آپ شجاعت وشہامت کے ساتھ ان پر وار کرتے رہے اور خیموں تک پہنچنے کا راستہ بناتے رہے کہ اسی درمیان ایک پلید شخص" زیدبن ورقاء "جو ایک خرمہ کے درخت کے پیچھے چھپا تھا ایک دوسرے ظالم حکیم بن طفیل کی مدد سے پیچھے سے آپ کے داہنے ہاتھ پر ایسا وار کیا کہ آپ کا ہاتھ کٹ گیا ۔آپ نے پرچم کو بائیں ہاتھ میں لے لیا اورپر جوش انداز میں یہ رزمیہ اشعارپڑھنے لگے :

والله ان قطعتم يمنى

انى أحامى أبداً اعن دينى

وعن امام صادق اليقين

نجل النبى الطاهر الأ مين

خدا کی قسم اگرچہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا ہے لیکن میں ہمیشہ اپنے دین اور اپنے سچے یقین والے امام کی حمایت کرتا رہا ہوں گا جو طاہر وامین بنی کے نواسے ہیں ۔

اپنے اس شور انگیز اشعار کے ساتھ آپ نے خیمہ تک پہنچنے کی کوشش کو جاری رکھا یہاں تک کہ مسلسل خون بہنے سے آپ پر نقاہت طاری ہوگئی لیکن آپ اپنی طرف توجہ کئے بغیر خیمہ کی طرف رواں دواں تھے کہ کسی نے آپ کا بایاں ہاتھ بھی کمین گاہ سے کاٹ دیا لیکن پھر بھی آپ نے اپنے جہاد کو جاری رکھا اور یہ اشعار پڑھنے لگے :

يا نفس لا تخش من الكفار

وابشر برحمة الجبار

قد قطعوابيغيهم يسار

فأ صلهم يا رب حرّ النار

اے نفس کفار سے نہ ڈر؛ تجھے رحمت جبار کی بشارت ہو؛ انھوں نے دھوکہ سے میرا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا تو پروردگار اتو انھیں جہنم کی آگ کی گرمی میں واصل کردے ۔

آپ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے لیکن آپ کی شجاعت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی آپ اس امید میں تھے کہ پانی خیمہ تک پہنچ جائے گا لیکن ناگہاں دشمنوں کی طرف سے ایک تیر آیا اور مشک پر لگا مشک کا سارا پانی زمین پر بہہ گیا ۔ اب عباس علیہ السلام کی فکر بدل گئی ، اب کیا کیا جائے ؟ نہ تو ہاتھ باقی ہیں کہ دوبارہ دشمن کی صفوں پر حملہ کیا جائے اور نہ ہی پانی بچا کہ خیمہ کی طرف جائیں ۔ابھی آپ اسی فکر میں تھے کہ ایک لعین نے ایک گرز آہنی آپ کے سر پر مارا ، عباس زمین پر آئے صدادی: "یا أخاہ أدرک أخاک" بھائی ، اپنے بھائی کی مدد کو پہونچئے ۔

اب میری کمر ٹوٹ گئی : علمدار کی آواز سنتے ہی امام حسین علیہ السلام ایک غضباک شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور خود کو بھائی تک پہنچا دیا لیکن جب دیکھا کہ ہاتھ قلم ہو چکے ہیں پیشانی زخمی ہو چکی ہے اور تیر عباس کی آنکھوں میں پیوست ہے تو حسین علیہ السلام خمیدہ کمر لئے بھائی کہ پاس آئے اور خون میں غلطیدہ علمدار کے پاس بیٹھ گئے، سر زانو پر رکھا اسی اثنا میں عباس ہمیشہ کے لئے سو گئے اور حسین علیہ السلام نے مرثیہ شروع کیا:"أخي الآن انکسر ظهر و قلت حيلت و شمت ب عدوّ" اے میرے بھائی اب میری کمر ٹوٹ گئی، راہ وچارہ تدبیر مسدود ہو گئی اور دشمن مجھ پر خندہ زن ہے ،پھر فرمایا :

اليوم نامت أعين بک لم تنم

وتسهدت أخرى فعزمنامها

اب وہ انکھیں سوئیں گی جو تمہارے خوف سے نہیں سوتی تھیں اور وہ آنکھیں بیدار رہیں گی جو تمہارے وجود سے آرام سے سوتی تھیں ۔ایک شاعر نے امام حسین علیہ السلام کی زبانی اہل حرم کے محافظ کو اس طرح یاد کیا ہے :

عباس تسمع زينبا تدعوک من

ل يا حما اذا العدى سلبون ؟

أولست تسمع ماتقول سكينة

عماه يوم الأ سر من يحمين؟

اے عباس! تم سن رہے ہو زینب تم کو مخاطب کر کے کہہ رہی ہے کہ اے زینب کے محافظ و حامی تمہاری شہادت کے بعد دشمنوں کے حملہ کے مقابلہ اب ہماری حفاظت کون کرے گا ؟

کیا تم نہیں سن رہے ہو کہ سکینہ کیا کہہ رہی ہے چچا جان آپ کی شہادت کے بعد اسیری کے دنوں میں ہماری حفاظت و حمایت کون کرے گا ؟

اس کے بعد غم و اندوہ کی ایک دنیا لے کر آپ خیمے کی طرف پلٹے، سکینہ نے جیسے ہی بابا کو آتے دیکھا دوڑتی ہوئی گئیں اور پوچھا :" أبتاه هل لک علم بعم العباس ؟" بابا ! آپ کو چچا کی کوئی خبر ہے ؟ یہ سن کر مولا رونے لگے اور فرمایا :"يا بنتاه أن عمک قد قتل" بیٹی تیرے چچا مار ڈالے گئے ۔

حسین علیہ السلام کا شیر خوار

اس کے بعد حسین علیہ السلام اپنے خیمے کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک چھوٹا سا بچہ جو ابھی شیر خوار تھا یا اس سے تھوڑا سا بڑا تھا جسے عبد اللہ بن حسین[۱] کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ کو دیا گیا اور آپ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بیٹھایا ۔[۲]

ناگہاں قبیلہ بنی اسد کی ایک فرد حرملہ بن کاہل یا ہانی بن ثبیث حضرمی نے ایک تیر چلایا اور وہ بچہ اس تیر سے ذبح ہو گیا ۔ حسین علیہ السلام نے اس کے خون کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور جب آپ کی ہتھیلی خون سے بھر گئی تو اسے زمین پر ڈال دیا اور فرمایا : " رب ان تک حبست عنا النصر من السماء فاجعل ذالک لما ھو خیر ، وانتقم لنا من ھٰؤ لا ء الظالمین" خدا یا اگر اپنی حکمت کے پیش نظر تو نے آسمان سے اپنی مدد و نصرت کو ہم سے روک لیا ہے تو اس سے بہتر چیز ہمارے لئے قرار دے اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔

۱۔ ابو مخنف نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۴۸)

۲۔ طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا : ایک تیر آیا اور اس بچہ کو لگا جو آپ کی آغوش میں تھا تو اور آپ اس کے خون کو ہاتھ میں لے کر فرمارہے تھے :" اللھم احکم بیننا و بین قو م دعونا لینصرونا فقتلونا' خدا یا تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں بلایا تاکہ ہماری مدد کرے اور پھر ہمیں قتل کردیا۔ (طبری، ج ۵ ،ص ۳۸۹)

یعقوبی کا بیان ہے : آغاز جنگ کے بعد ایک کے بعد ایک جام شہادت نوش فرمانے لگے یہاں تک کہ حسین علیہ السلام تنہا رہ گئے۔ آپ کے اصحاب ،فرزند اور رشتہ داروں میں کوئی باقی نہ رہا؛ آپ تنہا اپنے گھوڑے پر بیٹھے تھے کہ ایک بچہ نے اسی وقت دنیا میں آنکھ کھولی ۔ آپ نے اس کے کان میں اذان دی اور ابھی اسکی تحنیک (تالو اور زبان کے درمیان جدائی کرنے) میں ہی مشغول تھے کہ ایک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا اور اس نے اسے ذبح کردیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کے حلق سے تیر نکالا اور وہ خون میں لت پت ہو گیا۔ اس وقت آپ فرمارہے تھے" واللہ لأ نت أکرم علی اللہ من الناقة ولمحمد أکرم من الصالح" خدا کی قسم تو خدا کے سامنے ناقہ (صالح) سے زیادہ ارزش مند ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صالح سے زیادہ باکرامت ہیں پھر اس کے بعد آکر اس نو نہال کو اپنے فرزندوں اور بھتیجوں کے پاس لٹا دیا۔ (تاریخ یعقوبی، ج۶،ص ۲۳۲، طبع نجف)

سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ پھر حسین ملتفت ہوئے کہ ایک بچہ پیاس کی شدت سے رو رہا ہے تو آپ اسے اپنے ہاتھ پر لے کر دشمنوں کے سامنے گئے اور فرمایا :" یا قوم ان لم ترحمو ن فارحمواهذا الطفل" اے قوم ! اگر تم لوگوں کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچہ پر رحم کرو لیکن اس کے جواب میں دشمن کی فوج میں سے ایک نے اس بچہ پر تیر چلادیا جس سے وہ ذبح ہوگیا ۔ یہ صورت حال دیکھ کر حسین علیہ السلام رودیئے اور کہنے لگے :"اللّٰھم احکم بیننا وبین القوم دعونا لینصرونا فقتلونا" خدایا! تو ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم آپ کی نصرت و مدد کریں گے لیکن اس نے ہمیں قتل کردیا۔ اسی درمیان فضامیں ایک آواز گونجی "دعہ یا حسین! فان لہ مرضعاً فی الجنۃ" اے حسین ! اس بچہ کو چھوڑ دو کیونکہ جنت میں اسے دودھ پلانے والی موجود ہے۔ (تذکرہ ،ص ۲۵۲، طبع نجف)

ان تینوں روایتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کربلا میں ایسے تین بچے شہید ہوئے ہیں جو شیر خوار یا اس سے کچھ بڑے تھے اور ابو مخنف نے فقط ایک شیر خوار کا تذکرہ کیا ہے جسے طبری نے ذکر کیا ہے۔ اس روایت کی بنیاد پر جناب علی اصغر کی روایت اور امام حسین علیہ السلام کا انہیں میدان میں لے جانے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ واقعہ سبط بن جوزی کی زبانی ثابت ہے لہٰذا اگر کوئی آغوش میں شہید ہونے والے واقعہ کو پڑھتا ہے یا لکھتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ حضرت علی اصغر کی شہادت کا منکر ہے اور نہ ہی حضرت علی اصغر کی شہادت کا ذکر کرنے والوں کو اس پر مصر ہونا چاہیے کہ شیر خوار بچے کے عنوان سے فقط یہی شہید ہوئے ہیں ۔ ان کے علاوہ دو بچے اور بھی ہیں جو تیر ستم کا نشانہ بنے ہیں ۔ (مترجم)

عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت

پھر عبداللہ بن جعفر کے فرزند میدان نبرد میں آئے اور دشمن کی فوج نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عبد اللہ بن قطبہ نبہانی طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب پر حملہ کرکے انھیں شہید کردیا[۱] اور عامر بن نہشل تیمی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب پر حملہ کرکے انھیں شہید کردیا۔[۲]

آل عقیل کی شہادت

"عثمان بن خالد بن اسیر جہنی" اور" بشر بن حوط قابضی ھمدانی" نے ایک زبردست حملہ میں عبدالرحمن بن عقیل بن ابیطالب کو شہیدکردیا۔[۳] اوردونوں نے مل کر ان کے لباس وغیرہ لوٹ لئے اور عبداللہ بن عزرہ خثعمی[٤] نے جعفر بن عقیل بن ابیطالب کو تیر مار کر شہید کردیا ،پھر عمروبن صبیح صدائی[٥]

١۔آپ کی مادر گرامی جمانۃبنت مسیب بن نجبۂ غزاری تھیں ۔(طبری ،ج ٥، ص ٤٦٩) مسیب بن نجبہ کا شمار کوفہ کے شیعوں میں توابین کے زعماء میں ہوتا ہے۔ ابو الفرج اصفہانی کا بیان ہے کہ آپ کی مادر گرامی عقیلہ بنی ہاشم زینب بنت علی بن ابی طالب (علیہم السلام) تھیں (ص٦٠ ،طبع نجف) ۔

٢۔ آپ کی مادر گرامی خوصاء بنت خصفہ بن ثقیف تیمی خاندان بکر بن وائل سے متعلق تھیں ۔(طبری ،ج٥،ص ٤٦٩) ابو الفرج نے بھی یہی لکھا ہے (ص ٦٠، طبع نجف) لیکن سبط بن جوزی نے حوط بنت حفصہ التمیمی لکھا ہے۔ (تذکرہ، ص ٢٥٥ ، ط نجف)

٣۔ مختار نے ان دونوں کی طرف عبداللہ بن کامل کو روانہ کیا۔ ادھر یہ دونوں جزیرہ یعنی موصل کی طرف نکلنے کا ارادہ کررہے تھے تو عبداللہ بن کامل اور دوسرے لوگ ان دونوں کی تلاش میں نکلے اورمقام جبانہ میں انھیں پالیا۔ وہاں سے ان دونوں کو لے کر آئے اور جعد کے کنویں کے پاس لے گئے اور وہیں ان دونوں کی گردن ماردی اور آگ میں جلادیا ۔ اعشی ہمدان نے ان دونوں پر مرثیہ کہا ہے (طبری، ج٦، ص ٥٩) لیکن طبری نے جلد ٥، ص ٤٦٩ پر لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن عقیل کو فقط عثمان بن خالد جہنی نے قتل کیا ہے اوربشر بن حوط ہمدانی ان کے ہمراہ اس کے قتل میں شریک نہ تھا لیکن اسی سند سے ابوالفرج نے دونوں کو ذکر کیا۔ (ص، ٦١، طبع نجف)

٤۔ طبری نے ج٥، ص ٤٦٩ پر لکھا ہے کہ آپ کو بشر بن حوط بن ہمدانی نے شہید کیا اور ج ٦، ص ٦٦٥ پر عبداللہ بن عروہ خثعمی لکھا ہے۔ مختار نے اس شخص کو طلب کیا تو یہ آپ کے ہاتھ سے نکل کر مصعب سے ملحق ہوگیا۔ ابو لفرج نے بعینہ اسی سند کے حوالے سے عبداللہ بن عروہ خثعمی لکھا ہے۔ (ص ٦١ طبع نجف)

٥۔ مختار نے اسے طلب کیا تو یہ رات میں اس وقت لایا گیا جب آنکھیں نیند کا مزہ لے رہی تھی۔ اس وقت یہ چھت

پر تھا تاکہ پہچانا نہ جا سکے۔ اسے پکڑا گیا درحالیکہ اس کی تلوار اسکے سر کے نیچے تھی ۔ پکڑنے والے نے اس سے کہا خدا تیری تلوار کا برا کرے جو تجھ سے کتنی دور ہے اور کتنی نزدیک ۔ وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر نیزہ چلایا ہے مجروح کیا ہے لیکن کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ اسے مختار کے پاس لایا گیا، مختار نے اسے اسی قصر میں قید کر دیا. جب صبح ہوئی تو لوگوں کو دربار میں آنے کی اجازت ملی اور لوگ دربار میں داخل ہونے لگے تو وہ قیدی بھی لایا گیا۔ اس نے کہا : اے گروہ کفار و فجار ! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تمہیں معلوم ہوجاتا کہ میں تلوار کی نوک سے لرزہ براندام نہیں ہوتا اور نہ ہی خوف زدہ ہوتا ہوں ۔ میرے لئے کتنا باعث سرور ہے کہ میری موت قتل ہے۔ خلق خدا میں مجھے تم لوگوں کے علاوہ کوئی اور قتل کرے گا ۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ بدترین مخلوق خدا ہو مگر مجھے اس کی آرزو تھی کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں اس سے تم لوگوں کو کچھ دیر تک مارتا ،پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ابن کامل جو اس کے پہلو میں تھے اس کی آنکھ پر طمانچہ لگایا، اس پر ابن کامل ہنس پڑا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک دیا پھر گویا ہوا : اس کا گمان یہ ہے کہ اس نے آل محمد کو زخمی کیا ہے اور نیزہ چلایا ہے لہذا اس کے فیصلہ کو ہم نے آپ پر چھوڑ دیا ہے۔ مختار نے کہا : میرا نیزہ لاؤ ! فوراً نیزہ لایا گیا، مختار بولے : اس پر نیزہ سے وار کرو یہاں تک کہ یہ مرجائے پس اتنا وار ہوا کہ وہ مرگیا ۔(طبری ،ج٦، ص ٦٥) لیکن طبری نے ج٥، ص ٤٦٩ پر ابو مخنف سے روایت کی ہے کہ اس نے عبداللہ بن عقیل بن ابیطالب علیہم السلام کو قتل کیا ہے اور ج٦، ص ٦٤ پر روایت کی ہے کہ جس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا وہ زید بن رقاد جنبی ہے اور وہ یہ کہا کرتا تھا کہ میں نے تمہارے ایک جوان پر تیر چلایا جب کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی پر رکھے ہوئے تھا اور میں نے اس کی ہتھیلی کو اس کی پیشانی سے چپکا دیا اس طرح سے کہ وہ اپنی ہتھیلی کو اپنی پیشانی سے جدا نہ کرسکا جب اس کی پیشانی اس طرح ہتھیلی سے چپک گئی تو اس جوان نے کہا :"اللّٰھم انھم استقلونا واستذلونا اللھم فاقتلھم کماقتلونا و اذلھم کما استذلونا" خدایا !ان لوگوں نے ہماری تعداد کم کردی اور ہمیں ذلیل کرنے کی کوشش کی خدایا! تو بھی ان لوگوں کو اسی طرح قتل کر جیسے انھوں نے ہمیں قتل کیا ہے اور انھیں اسی طرح ذلیل و رسوا کر جیسے انھوں نے ہمیں ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کی ہے؛ پھر اس جنبی نے ایک تیر اور چلا کر آپ کو شہید کر دیا۔ وہ کہتا ہے: جب میں اس جوان کے پاس آیا تو وہ مرچکا تھا۔ میں نے اس تیر کو حرکت دیا تاکہ اسے باہر نکال دوں لیکن اس کا پھل کچھ اس طریقے سے پیشانی میں پیوست ہوچکا تھا کہ میں اسے نکالنے سے عاجز ہوگیا۔ اپنے زمانے میں مختار نے عبداللہ بن کامل شاکری کو اس کے سراغ میں روانہ کیا، عبداللہ نے آکر اس کے گھر کو گھیر لیا اور وہاں لوگوں کی ایک بھیڑ لگ گئی تو وہ شخص تلوار سونتے باہر نکلا۔ ابن کامل نے کہا : اس پر تیر چلاؤ اور اسے پتھر مارو، لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑا لیکن اس کے جسم میں ابھی جان باقی تھی۔ اس کے بعد ابن کامل نے آگ منگوائی اور اسے زندہ جلادیا۔(طبری، ج٦، ص ٦٤)

نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل [۱] پر ایک تیر چلایا ۔آپ اپنا ہاتھ پیشانی پر لے گئے تاکہ تیر نکال لیں لیکن پھر ہتھیلیوں کو حرکت دینے کی طاقت نہ رہی، اسی دوران ایک دوسرا تیر چلا جو آپ کے سینے میں پیوست ہو گیا[۲] اور بسیط بن یاسر جہنی نے محمد بن ابوسعید بن عقیل کو شہید کر دیا۔ [۳]

حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت

عبد اللہ بن عقبہ غنوی [۴] نے ابو بکر بن حسن بن علی علیہما السلام [۵] پر تیر چلا کر انھیں شہید کر دیا [۶] اور عبد اللہ بن حسن بن علی (علیہما السلام) کو حرملہ بن کاہل اسدی [۷] نے تیر چلا کر شہید کر دیا ۔ [۸]

۱۔ آپ کی مادر گرامی کانام رقیہ بنت علی بن ابیطالب علیہم السلام ہے۔(طبری، ج۵،ص٤٦٩، ابوالفرج ،ص ٦٢ ، طبع نجف)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے۔(طبری، ج۵،ص ٤٦٩ ، ابو الفرج ،ص ٦٢، طبع نجف)

۳۔ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم ازدی سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج٥ ،ص٤٤٧)

٤۔ ٤٣ھ میں یہ مستوردبن عقبہ کے ہمراہ نکلنے والوں میں شمار ہوتا ہے جو کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔یہ وہاں کاتب تھا ۔"مستورد" نے حکم دیا کہ یہ اس کے لئے ایک خط لکھے پھر اس خط کو لے کر سماک بن عبید والی مدائن کے پاس لے جائے اور اس کو اپنی طرف بلائے تو اس نے ایسا ہی کیا۔(طبری، ج٥ ،ص ١٩٠) جب مستوردکی حکومت مصیبت میں گرفتار ہوئی تو غنوی وہاں سے بھاگ کر کوفہ روانہ ہوگیا اور وہاں شریک بن نملہ کے گھر پہنچا اور اس سے پوچھا کہ مغیرہ سے کہاں ملاقات ہوگی تاکہ یہ اس سے امان لے سکے(طبری، ج٥ ،ص ٩٠) اس نے مغیرہ سے امان طلب کی اور مغیرہ نے اسے امان دے دیا۔(طبری، ج٥،ص ٢٠٦) کربلا کے بعد یہ مختار کے خوف سے بھاگ کر مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گیا پھر عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے ہمراہ ہوگیا۔ (طبری ،ج٥ ، ص ٢٠٥) مختار نے اس کی جستجو کرائی تو معلوم ہوا کہ فرار ہے تو مختار نے اس کا گھر منہدم کردیا۔ (طبری ،ج٦،ص ٦٥)

٥۔ طبری نے جلد ٥، ص ٤٦٨ پر یہی لکھا ہے مگر ص ٤٤٨ پر ابوبکر بن حسین بن علی لکھ دیا ہے جو غلط ہے ۔

٦۔ عقبہ بن بشیر اسدی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین علیہم السلام نے بیان کیا ہے۔ (طبری، ج٥، ص ٤٤٨) ابو الفرج نے مدائنی سے اس نے ابو مخنف سے اس نے سلیمان بن ابی راشد اور عمرو بن شمر سے اس نے جابر سے انھوں نے ابو جعفر امام باقر علیہ السلام سے یہ روایت بیان کی ہے۔(مقاتل الطالبیین، ص ٥٧ ،طبع نجف)

٧۔ طبری نے ج٦، ص ٦٥ پر یہی لکھا ہے لیکن یہاں ج ٥، ص ٤٦٨ پر حرملہ بن کاہن لکھا ہے جو غلط ہے۔ اس کے سلسلے میں مختار کی جستجو اور کیفیت قتل کو بھی ذکر نہیں کیا ہے ۔ہشام کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوہذیل "سکون" کے رہنے والے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: خالد بن عبداللہ کے زمانے میں حضرمیوں کی نشست میں ،میں نے ہانی بن ثبیت حضرمی کو دیکھا جو

بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حسین کے قتل کے وقت وہاں موجود تھے۔ خدا کی قسم میں ان دس (۱۰) میں کا ایک تھا جو ہمیشہ گھوڑے پر تھے اور میں پورے لشکر میں گھوم رہا تھا اور ان کے روزگار کو بگاڑ رہا تھا اسی اثنا میں ان خیموں سے ایک نوجوان نکلا جس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس کے جسم پر ایک کرتا اور پاجامہ تھا اور وہ بہت خوفزدہ تھا اور وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا گویا میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے کان میں دو در تھے جب وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا تو وہ در ہل رہے تھے۔

ناگہاں ایک شخص گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا سامنے آیا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہوگیا پھر جب وہ اپنے گھوڑے سے مڑا تو اس نے اس نوجوان کو تلوار سے دو نیم کردیا۔ ابولفرج مدائنی نے اس کی روایت کی ہے۔(ص ۷۹، طبع نجف) ابو مخنف کا بیان ہے کہ حسن بن حسن اور عمر بن حسن چھوٹے تھے لہذا قتل نہ ہوئے۔ (طبری، ج ۵، ص ۴۴۹) حسین علیہ السلام کے غلاموں میں سے دو غلام سلیمان اور منجح بھی جام شہادت نوش فرما کر راہی ملک جاوداں ہوگئے۔(طبری، ج۵، ص ۴۶۹)

۸۔ طبری نے ج۵، ص۴۶۸ پر یہی لکھا ہے اور ابو الفرج نے ص ۵۸، طبع نجف پر مدائنی کے حوالے سے یہی لکھا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ بچہ وہی ہے جو خیمہ سے نکل کر اپنے چچا کی شہادت گاہ کی طرف بھاگا تھا اور وہیں پر ان کے پاس شہید کردیا گیا جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ ارشاد میں مفید نے اس روایت کو صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔(ص ۲۴۱، طبع نجف)

امام حسین علیہ السلام کی شہادت

سرکار رسید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے جب فقط تین یاچار ساتھی رہ گئے تو آپ نے اپنا یمنی لباس منگوایا جو مضبوط بناوٹ کا صاف وشفاف کپڑا تھا اسے آپ نے جا بجا سے پھاڑدیا اور الٹ دیا تاکہ اسے کوئی غارت نہ کرے ۔[۱] اور[۲] اس بھری دوپہر میں آپ کافی دیر تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہے۔ دشمنوں کی فوج کا جو شخص بھی آپ تک آتا تھا وہ پلٹ جاتا تھا کیونکہ کوئی بھی آپ کے قتل کی ذمہ داری اوریہ عظیم گناہ اپنے سرپر لینا پسند نہیں کررہا تھا۔ آخرکار مالک بن نسیربدّی کندی[۳] آنحضرت کے قریب آیا اور تلوار سے آپ کے سرپر ایسی ضرب لگائی کہ وہ برنس (ایک قسم کی ٹوپی جو آغاز اسلام میں پہنی جاتی تھی) جو آپ کے سرپر تھی شگافتہ ہوگئی اور ضرب کا اثر آپ کے سرتک پہنچا اور آپ کے سر سے خون جاری ہوگیا ، برنس خون آلود ہوگئی ، تو حسین علیہ السلام نے اس سے کہا : "لا أکلت بھا ولا شربت وحشرک اللہ مع الظالمین" تجھے کھانا ، پینا نصیب نہ ہو، اور اللہ تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے ۔

۱۔ آپ کے اصحاب نے آپ سے کہا : اگر آپ اس کے نیچے ایک چھوٹا سا کپڑاپہن لیتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے جواب دیا:"ثوب مذلہ ولا ینبغی لی أن البسہ " یہ ذلت ورسوائی کا لباس ہے اور میرے لئے مناسب نہیں ہے کہ میں اسے پہنوں ۔ جب آپ شہید ہوگئے تو بحربن کعب وہ یمنی لباس لوٹ کے لے گیا ۔(طبری ،ج۵،ص ٤٥١) ابو مخنف کا بیان ہے : مجھ سے عمروبن شعیب نے محمدبن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ بحربن کعب کے دونوں ہاتھوں سے سردی میں پانی ٹپکتا تھا اور گرمی وہ بالکل سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہوجاتا تھا۔ (طبری ،ج۵،ص ٤٥١)

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمیدبن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔(طبری ،ج۵ ،ص ٤٥١وارشاد، ص ٢٤١)

۳۔ یہ وہی شخص ہے جو راستے میں حر کے پاس ابن زیاد کا خط لے کر آیا تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ حسین(علیہ السلام) کو بے آب وگیاہ صحرا میں اتارلو؛امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے اس صحرا میں وارد ہونے کے ذیل میں اس کے احوال گزرچکے ہیں ۔

پھر آپ نے اس برنس کو الگ کیا اور ایک دوسری ٹوپی منگوا کر اسے پہنا اور اس پر عمامہ باندھا۔[۱] اسی طرح سیاہ ریشمی ٹوپی پر آپ نے عمامہ باندھا۔ آپ کے جسم پر ایک قمیص[۲] یا ایک ریشمی جبہ تھا ،آپ کی ڈاڑھی خضاب سے رنگین تھی، اس حال میں آپ میدان جنگ میں آئے اور شیربیشۂ

۱۔ وہ برنس ریشمی تھا ۔ مالک بن نسیر کندی آیا اور اسے اٹھا لے گیا، پھر جب اس کے بعد وہ اپنے گھر آیا تو اس برنس سے خون کو دھونا شروع کیا۔ اس کی بیوی نے اسے دیکھ لیا اور وہ سمجھ گئی تو بولی: نواسۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامان لوٹ کر لاتا ہے اور میرے گھر میں داخل ہوتا ہے! میرے پاس سے اسے فوراً نکال لے جا! اس کے ساتھیوں کا کہنا تھا کہ اس کے بعد سے وہ ہمیشہ فقیر رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ (طبری، ج۵،ص ۴۴۸، ارشاد، ص ۲۴۱) ارشاد میں شیخ مفید نے مالک بن یسر لکھا ہے۔ ہشام اپنے باپ محمد بن سائب سے اور وہ قاسم بن اصبغ بن نباتہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو اپنے لشکر میں حسین علیہ السلام کی جنگ کا گواہ ہے وہ کہتا ہے: جب حسین کے سارے سپاہی شہید کردیئے گئے تو آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر فرات کا رخ کیا اور اپنے گھوڑے کو ایک ضرب لگائی ۔ یہ دیکھ کر قبیلہ بنی آبان بن دارم کے ایک شخص نے کہا: وائے ہو تم پر ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ تو ان لوگوں نے اس کے حکم کی پیروی کی اور ان کے اور فرات کے درمیان حائل ہوگئے. اور" اباتی" نے ایک تیر چلایا جو آپ کی ٹھڈی میں پیوست ہوگیا ۔ امام حسین علیہ السلام نے اس تیر کو کھینچا اور اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا دیں تو وہ خون سے بھر گئیں پھر آپ نے فرمایا: " اللّٰھم ان أشکو الیک ما یفعل بابن بنت نبیک، اللّٰھم اظمہ "خدایا! میں تیری بارگاہ میں اس چیز کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے نبی کے نواسہ کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ خدایا! اسے ہمیشہ پیاسا رکھ۔ قاسم بن اصبغ کا بیان ہے: میں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ اس کے پاس دودھ سے بھرے بڑے بڑے برتن اور کوزوں میں ٹھنڈے ٹھنڈے شربت رکھے ہوئے تھے لیکن وہ کہہ رہا تھا: وائے ہو تم لوگوں پر مجھے پانی پلاؤ، پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے پھر بڑا برتن اور کوزہ لایا جاتا اور وہ سب پی جاتا اور جب سب پی جاتا تو پھر تھوڑی ہی دیر میں فریاد کرنے لگتا اور پھر کہنے لگتا: وائے ہو تم لوگوں پر! مجھے پانی پلاؤ پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے، خدا کی قسم تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس کا پیٹ اونٹ کے پیٹ کی طرح پھٹ گیا۔ ابو الفرج نے اسے ابو مخنف کے حوالہ سے لکھا ہے۔(ص ۷۸، طبع نجف)

ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن شمر نے جابر جعفی کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے: حسین کی پیاس شدید سے شدید تر ہو رہی تھی لہٰذا آپ فرات کے نزدیک پانی کی غرض سے آئے لیکن ادھر سے حصین بن تمیم نے ایک تیر چلایا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا، آپ نے اپنے دہن سے اس خون کو ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: " اللّٰھم أحصھم عدداً واقتلھم بدداً ولا تذر علی الارض منھم أحداً "(طبری، ج ۵، ص ۴۴۹ و ۴۵۰) خدایا! ان کی تعداد کو کم کردے، انھیں نابود کردے اور ان میں سے کسی ایک کو روئے زمین پر باقی نہ رکھ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج۵،ص۴۴۷و ۴۴۸)

۲۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ۴۵۲)

شجاعت جیساقتال شروع کیا، دشمنوں کے ہر تیر سے خود کو ماہرانہ انداز میں بچا رہے تھے، دشمن کی ہر کمی اور ضعف سے فائدہ اٹھارہے تھے اور اسے غنیمت و فرصت شمار کررتے ہوئے اور دشمن پر بڑا زبردست حملہ کررہے تھے۔[1]

اسی دوران شمر اہل کوفہ کے دس پیدلوں کے ساتھ حسین علیہ السلام کے خیموں کی طرف بڑھنے لگا جن میں آپ کے اثاثہ اور گھر والے تھے۔ آپ ان لوگوں کی طرف بڑھے تو ان لوگوں نے آپ اور آپ کے گھر والوں کے درمیان فاصلہ پیدا کردیا۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ نے فرمایا:"ویلکم !ان لم یکن لکم دین ،وکنتم لاتخافون یوم المعادفکونوا فی أمردنیاکم أحراراًذوی أحساب ! امنعوارحلی وأهل من طغامکم وجهالکم !"

وائے ہو تم پر !اگر تمہارے پاس دین نہیں ہے اور تمہیں قیامت کا خوف نہیں ہے توکم ازکم دنیاوی امور میں تو اپنی شرافت اور خاندانی آبرو کا لحاظ رکھو؛ ان اراذل واوباشوں کو ہمارے خیموں اور گھر والوں سے دور کرو۔ یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن بولا : اے فرزند فاطمہ یہ تمہارا حق ہے ! یہ کہہ کر اس نے آپ پر حملہ کردیا، حسین (علیہ السلام) نے بھی ان لوگوں پر زبردست حملہ کیا تو وہ لوگ ذلیل ورسوا ہوکر وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔[2] عبداللہ بن عمار بارقی[3] کا بیان ہے : پھر پیدلوں کی فوج پر چپ وراست سے آپ نے زبردست حملہ کیا ؛ پہلے آپ ان پر حملہ آور ہوئے جو داہنی طرف سے یلغار کررہے تھے اور ایسی تلوار چلائی کہ وہ خوف زدہ ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے پھر بائیں جانب حملہ کیا یہاں تک وہ بھی خوف زدہ ہوکر بھاگ گئے۔ خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا ٹوٹا ہوا انسان نہیں دیکھا جس کے سارے اہل بیت، انصار اور ساتھی قتل کئے جاچکے ہوں اس کا دل اتنا مستحکم، اس کا قلب اتنا مطمئن اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس قدر شجاع ہو جتنے کہ حسین علیہ السلام تھے۔ خدا کی قسم میں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی کو ان کے

۱۔ ابو مخنف نے حجاج سے اور اس نے عبداللہ بن عمار بارقی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص۴۵۲)

۲۔ یہ ابو مخنف کی روایت میں ہے۔(طبری ،ج۵،ص۴۵۰) ابو الفرج نے بھی اس کی روایت کی ہے۔(ص۷۹)

۳۔ یہی شخص امیرالمومنین علیہ السلام کی اس خبر کا بھی راوی ہے جس میں آپ ۲۶ھ میں صفین کی طرف جارہے تھے تو فرات پر پل بنانے کی بات ہوئی تھی۔(طبری ،ج۵،ص۵۶۵)

جیسانہیں دیکھا۔ اگرپیدل کی فوج ہوتی تھی توچپ وراست سے ایساذلیل ورسواہو کے بھاگتی تھی جیسے شیر کودیکھ کرہرن بھاگتے ہیں ۔(۱)اسی دوران عمربن سعد ، امام حسین علیہ السلام کے قریب آیا، اسی اثناء میں امام کی بہن زینب بنت فاطمہ علیھا السلام خیمہ سے باہر نکلیں اورآوازدی : "یاعمربن سعد ! أیقتل أبو عبداللہؑ وأنت تنظر الیہ " اے عمربن سعد ! کیا ابو عبداللہ الحسین قتل کئے جارہے ہیں اور توکھڑادیکھ رہا ہے۔ تو اس نے اپنا چہرہ ان کی طرف سے پھیرلیا(۲)گویا میں عمر کے آنسوؤں کو دیکھ رہاتھا جو اس کے رخسار اور ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے ۔(۳)

ادھر آپ دشمنوں کی فوج پر بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے ہوئے فرمارہے تھے :" أعلی قتل تحاثون ؟ اما واللہ لا تقتلو ن بعد عبدا من عباداللہ أسخط علیکم لقتلہ من !و أیم اللہ ان لأرجو أن یکرمنی اللہ بھوا نکم ثم ینتقم ل منکم من حیث لا تشعرون (٤)

أماواللہ لو قد قتلتمون لقد ألقی اللہ بأسکم بینکم وسفک دمائکم ثم لا یرضی لکم حتی یضاعف لکم العذاب الألیم !"(٥)

۱۔روایت میں معزیٰ اورذئب استعمال ہوا ہے جس کے معنی گلہ ٔ گوسفند اور بھیڑئیے کے ہیں عرب تہذیب اور کلچر میں کسی کی شجاعت ثابت کرنے کی یہ بہترین مثال ہے لیکن ہماری ثقافت میں بزرگ شخصیتوں کو بھیڑئیے سے تعبیر کرنا ان کی توہین ہے اور قاری پر بھی گراں ہے لہٰذا محققین کرام نے مترجمین کو اس بات کی پوری اجازت دی ہے کہ وہ تشبیہات کے ترجمہ میں اپنی تہذیب اور کلچر (culture)کا پوراپورا لحاظ رکھیں ، اسی بنیاد پر ترجمہ میں شیر اورہرن استعمال کیا گیا ہے جو شجاعت اور خوف کی تشبیہات ہیں ۔ (مترجم)

۲۔ شیخ مفید نے ارشادمیں یہ روایت بیان کی ہے۔(الارشاد، ص۲٤۲، طبع نجف)

۳) یہ روایت" حجاج "سے ہے۔ اس نے اسے عبداللہ بن عمار بارقی سے نقل کیا ہے۔(طبری ،ج۵،ص ٤۵۱) شیخ مفید نے ارشادمیں حمیدبن مسلم سے روایت کی ہے۔(ص ۲٤۱)

٤۔امام علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی اور کچھ زمانے کے بعد مختار نے قیام کیا اور اپنی سپاہ کی ایک فرد ابا عمرہ کو عمربن سعدکی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ اسے لے کرآ۔ وہ گیا یہاں تک کہ اس کے پاس وارد ہوا اور کہا : امیر نے تم کو طلب کیا ہے۔ عمربن سعد اٹھا لیکن اپنے جبہ ہی میں پھنس گیا تو ابو عمرہ نے اپنی تلوار سے اس پر وار کرکے اسے قتل کر دیا اور اس کے سر کو اپنی قبا کے نچلے حصے میں رکھا اور اس کو مختار کے سامنے لاکر پیش کردیا ۔ حفص بن عمربن سعد، مختار کے پاس ہی بیٹھا تھا ۔ مختار نے اس سے کہا : کیا تم اس سر کو پہچانتے ہو ؟ تو اس نے انا للہؑ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ اس کے بعد زندگی میں کوئی اچھا ئی نہیں ہے !تو مختار نے کہا : تم اس کے بعد زندہ نہیں رہوگے ! اور حکم دیا کہ اسے بھی قتل کردیا جائے۔ اسے قتل کردیا گیا اور اس کا سر اس کے باپ کے ہمراہ رکھ دیا گیا۔ (. طبری ،ج ٦، ص ٦۱)

۵۔ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمیدبن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔(طبری ،ج ۵، ص ٤۵۲)

کیا تم لوگ میرے قتل پر(لوگوں کو) برانگیختہ کررہے ہو ؟خدا کی قسم میرے بعد خدا تمہارے ہاتھوں کسی کے قتل پر اس حد تک غضبناک نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پروہ تم سے غضبناک ہوگا ، خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ تمہارے ذلیل قرار دینے کی وجہ سے خدا مجھے صاحب عزت و کرامت قرار دے گا پھر تم سے ایسا انتقام لے گا کہ تم لوگ سمجھ بھی نہ پاؤ گے خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کردیا تو خدا تمہاری شرارتوں کو تمہارے ہی درمیان ڈال دے گا ، تمہارے خون تمہارے ہی ہاتھوں سے زمین پر بہا کریں گے اس پر بھی وہ تم سے راضی نہ ہوگا یہاں تک کہ دردناک عذاب میں تمہارے لئے چند گُنا اضافہ کردے گا ۔

پھر پیدلوں کی فوج کے ہمراہ جس میں سنان بن انس نخعی ، خولی بن یزید اصبحی [1] صالح بن وہب یزنی ، خشم بن عمرو جعفی اور عبدالرحمن جعفی [2] موجود تھے شمر ملعون امام حسین علیہ السلام کی طرف آگے بڑھا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اُکسانے لگا تو ان لوگوں نے حسین علیہ السلام کو پوری طرح اپنے گھیرے میں لے لیا ۔ اسی اثناء میں امام حسین علیہ السلام کی طرف سے آپ کے خاندان کا ایک بچہ [3] میدان میں آنکلا ۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنی بہن زینب بنت علی (علیہما السلام) سے کہا: "احبسیہ" بہن اسے روکو، تو آپ کی بہن زینب بنت علی (علیہما السلام) نے روکنے کے لئے اس بچے کو پکڑا لیکن اس بچہ نے خود کو چھڑا لیا اور دوڑتے ہوئے جاکر خود کو حسین علیہ السلام پر گرادیا ۔

۱۔ مختار نے اس کی طرف معاذ بن ہانی بن عدی کندی جناب حجر کے بھتیجے کو روانہ کیا، نیز اس کے ہمراہ ابو عمرہ ، اپنے نگہبانوں کے سردار کو بھی اس کی طرف بھیجا تو خولی اپنے گھر کی دہلیز میں جاکر چھپ گیا۔ "معاذ" نے ابو عمرہ کو حکم دیا کہ اس کے گھر کی تلاشی لے ۔ وہ سب کے سب گھر میں داخل ہوئے، اس کی بیوی باہر نکلی، ان لوگوں نے اس سے پوچھا : تیرا شوہر کہاں ہے ؟ تو اس نے جواب دیا : میں نہیں جانتی اور اپنے ہاتھ سے دہلیز کی طرف اشارہ کردیا تو وہ لوگ اس میں داخل ہوگئے۔ اسے وہاں اس حال میں پایا کہ وہ اپنے سر کو کھجور کی ٹوکری میں ڈالے ہوئے ہے۔ ان لوگوں نے اسے وہاں سے نکالا اور جلادیا۔(طبری، ج٦، ص ٥٩)

٢۔ یہ حجر بن عدی کے خلاف گواہی دینے والوں میں سے ہے ۔(طبری ،ج٥،ص ٢٧٠) روز عاشورا عمر بن سعد کے لشکر میں یہ قبیلہ مذحج و اسد کا سالار تھا جیسا کہ اس سے قبل یہ بات گزر چکی ہے۔ (طبری، ج ٥، ص ٤٤٢)

٣۔ شیخ مفید نے ارشاد کے ص ٢٤١ پر لکھا ہے کہ وہ بچہ عبداللہ بن حسن تھا اور ارشاد میں مختلف جگہوں پر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابو مخنف کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر چلاکر اس بچہ کو شہید کردیا ۔یہاں یہ روایت ابوالفرج نے ابو مخنف سے نقل کی ہے اور انھوں نے سلیمان بن ابی راشد سے اور اس نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے ۔(ص ٧٧ ، طبع نجف)

اسی وقت بحربن کعب نے ام حسین علیہ السلام پر تلوار چلائی تو اس بچہ نے کہا : "یابن الخبیثہ ! أتقتل عمّ" اے پلید عورت کے لڑکے ! کیا تو میرے چچا کو قتل کر رہا ہے ؟ [۱] تو اس نے تلوار سے اس بچہ پر وار کردیا۔ اس بچے نے اپنے ہاتھ کو سپر قرار دیا اور بچہ کا ہاتھ کٹ کر لٹکنے لگا تو اس بچے نے آواز دی: "یا أمتاہ" اے مادر گرامی مدد کیجیے۔ حسین علیہ السلام نے فوراً اسے سینے سے لگا لیا اور فرمایا:

" یابن أخ [۲] اصبر علی مانزل بک واحتسب فی ذالک الخیر ، فان اللہ یلحقک بآبائک الصالحین برسول اللہ وعلی بن أبی طالب و حمزۃ والحسن بن علی صلی اللہ علیھم أجمعین" [۳] و[٤]

"اللّھم امسک عنھم قطر السماء وامنعھم برکات الارض اللّٰھم فان متعتھم الی حین ففرقھم فرقاواجعلھم طرائق قدداً ولاترضی عنھم الولاۃ أبداً فانھم دعونا لینصرو نا فعد وا علینا فقتلونا" [٥]

جان برادر! اس مصیبت پر صبر کرو جو تم پر نازل ہوئی اور اس کو راہ خدا میں خیر شمار کرو، کیونکہ خدا تم کو تمہارے صالح اور نیکو کار آباء و اجداد رسول خدا ، علی بن ابیطالب ، حمزہ اور حسن بن علی، ان سب پر خدا کا درود و سلام ہو،کے ساتھ ملحق کرے گا ۔خدایا ! آسمان سے بارش کو ان کے لئے روک دے اور زمین کی برکتوں سے انھیں محروم کردے! خدایا! اگر اپنی حکمت کی بنیاد پر تونے اب تک انھیں بہرہ مند کیا ہے تو اب ان کے درمیان جدائی اور پراکندگی قرار دے اور ان کے راستوں کو جدا جدا کردے اور ان کے حکمرانوں کو کبھی بھی ان سے راضی نہ رکھنا کیونکہ انھوں نے ہمیں بلایا تاکہ ہماری مدد کریں لیکن ہم پر حملہ کردیا اور ہمیں قتل کر دیا۔پھر اس بھری دوپہر میں کافی دیر تک حسین علیہ السلام آستانۂ شہادت پر پڑے رہے کہ اگر دشمنوں میں سے کوئی بھی آپ کو قتل کرنا چاہتا تو قتل کردیتا لیکن ان میں سے ہر ایک اس عظیم گناہ سے کنارہ کشی اختیار کر رہا تھا اور اسے دوسرے پر ڈال رہا تھا ۔ہر گروہ چاہ رہا تھا کہ دوسرا گروہ یہ کام انجام دے کہ اسی اثناء میں شمر چلّایا : وائے ہو تم لوگوں پر! اس مرد کے سلسلے میں کیا انتظار کررہے ہو، اسے قتل کرڈالو، تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں ! اس جملہ کا اثر یہ ہوا کہ چاروں طرف سے دشمن آپ پر حملے کرنے لگے ۔

۱، ۲، ۳۔ گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ٥ ملاحظہ ہو ۔

٤۔ابو مخنف نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے۔ (طبری، ج٥،ص ٤٥٠) ابو الفرج نے ابو مخنف سے سلیمان بن ابی راشد کے حوالے سے اور اس نے حمید بن مسلم سے روایت نقل کی ہے۔ (ص٧٧، طبع نجف)

٥۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔(طبری، ج٥،ص ٤٥١وارشاد، ص ٢٤١)

آخری لمحات

اب آپ پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگے۔زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر ایک ضرب لگائی(١) اور ایک ضرب آپ کے شانے پر لگائی۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ کے بیٹھنے کی تاب ختم ہوچکی تھی۔ آپ منہ کے بل زمین پر آئے اسی حال میں سنان بن انس نخعی آگے بڑھا اور آپ پر ایک نیزہ مارا جو آپ کے جسم میں پیوست ہوگیا لیکن اب کوئی بھی امام حسین علیہ السلام کے نزدیک نہیں ہورہا تھا مگر یہ کہ سنان بن انس ہی آگے بڑھا اور اس خوف میں کہ کہیں کوئی دوسرا شخص حسین علیہ السلام کے سر کو امیر کے پاس نہ لے جائے؛ لہٰذا وہ آپ کی شہادت گاہ کے پاس آیا اور آپ کو ذبح کردیا اور آپ کے سر کو کاٹ ڈالا(٢)اور اسے خولی بن یزید اصبحی کی طرف پھینک دیا۔ اب لباس اور اسباب لوٹنے کی نوبت آئی تو آپ کے جسم پر جو کچھ بھی تھا کوئی نہ کوئی لوٹ کر لے گیا۔ آپ کی اس یمانی چادر کو جسے قطیفه(٣) کہا جاتا ہے قیس بن اشعث نے لے لیا۔(٤) اسحاق بن حیوۃ بن حضرمی نے امام حسین علیہ السلام کی قمیص کو لوٹ لیا(٥)قبیلۂ بنی نہشل کے ایک شخص نے آپ کی تلوار لے لی، آپ کی نعلین کو "اسود اودی" نے اٹھا لیا۔آپ کے پاجامہ کو" بحر بن کعب "لے گیا(٦) اور آپ کو برہنہ چھوڑ دیا۔(٧)

١۔ارشاد میں بایاں بازو ہے۔(ص ٢٤٢)تذکرۃ الخواص میں بھی یہی ہے۔(ص ٢٥٣) مقرم نے اسے الاتحاف بحب الاشراف سے نقل کیا ہے۔(ص ١٦)

٢۔ امام حسین کے قاتل کے سلسلے میں سبط بن جوزی نے پانچ اقوال ذکر کئے ہیں ۔ آخر میں ترجیح دی ہے کہ سنان بن انس ہی آپ کا قاتل تھا پھر روایت کی ہے کہ یہ حجاج کے پاس گیا تو اس نے پوچھا کہ تو ہی قاتل حسین ہے؟ اس نے کہا ہاں! تو حجاج نے کہا: بشارت ہو کہ تو اور وہ کبھی ایک گھر میں یکجا نہیں ہوں گے ۔ لوگوں کا کہنا ہے حجاج سے اس سے اچھا جملہ کبھی بھی اس کے علاوہ نہیں سنا گیا۔ اس کا بیان ہے کہ شہادت کے بعد حسین کے جسم کے زخم شمار کئے گئے تو ٣٣ نیزہ کے زخم اور ٣٤ تلوار کے زخم تھے اور ان لوگوں نے آپ کے کپڑے میں ایک سو بیس (١٢٠) تیر کے نشان پائے۔

٣۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید کے مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے(طبری، ج٥، ص ٤٥٣)

٤۔ شب عاشور کی بحث میں اس کے احوال گزر چکے ہیں ۔

٥۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔ (طبری، ج٥،ص ٤٥٥)

٦۔ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔(طبری، ج٥، ص ٤٥٢)

٧۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے۔(طبری، ج٥،ص ٤٥١) اسی طرح سبط بن جوزی نے بھی صراحت کی ہے کہ وہ لوگ وہ سب کچھ لوٹ لے گئے جو آپ کے جسم پر تھا حتی یہ کہ" بحر بن کعب تمیمی" آپ کا پاجامہ بھی لے گیا۔ (طبری، ج٥،ص ٢٥٣) ارشاد میں شیخ مفید نے اضافہ کیا ہے کہ بحر بن کعب لعنۃ اللہ علیہ کے دونوں ہاتھ اس واقعہ کے بعد گرمی میں سوکھی لکڑی کی طرح خشک ہوجاتے تھے اور سردی میں مرطوب ہوجاتے تھے اور اس سے بدبو دار خون ٹپکتا تھا یہاں تک کہ خدا نے اسے ہلاک کردیا۔(ص ٢٤١ ، ٢٤٢)

خیموں کی تاراجی

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دشمنوں نے آپ کی خواتین، مال واسباب، ورس[۱] وزیورات اور اونٹوں کی طرف رخ کیا۔ اگر کوئی خاتون اپنے پردہ اور چادر سے دفاع کرتی تو وہ زور و غلبہ کے ذریعہ چادریں چھینے لئے جا رہے تھے۔[۲] لشکریوں نے سنان بن انس سے کہا: تونے حسین فرزند علی وفاطمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا، تونے عرب کی اس سب سے بزرگ وباعزت شخصیت کو قتل کیا جو یہاں ان لوگوں کے پاس آئے تھے تاکہ تمہارے حاکموں کو ان کی حکومت سے ہٹا دیں تو اب تم اپنے حاکموں کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی پاداش لو۔ اگر وہ حسین کے قتل کے بدلے میں اپنے گھر کا سارا مال بھی دیدیں تب بھی کم ہے۔

۱۔ ورس ایک قسم کا پیلا پھول ہے جو زعفران کی طرح ہوتا ہے۔ یہ خوشبودار ہوتا ہے اور رنگنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ یمن سے لایا گیا تھا جسے امام علیہ السلام نے مکہ سے نکلنے کے بعد منزل "تنعیم" میں ان لوگوں سے اپنے قبضہ میں لے لیا تھا جو اسے یزید کی طرف لے جارہے تھے۔ روز عاشورا یہ ورس زیاد بن مالک صبیعی، عمران بن خالد وعنزی، عبد الرحمن بجلی اور عبد اللہ بن قیس خولانی کے ہاتھوں لگا تھا۔ جب مختار کو ان سب کا پتہ معلوم ہوگیا تو ان سب کو طلب کیا۔ سب وہاں مختار کے پاس لائے گئے۔ مختار نے ان لوگوں سے کہا: اے نیکو کاروں کے قاتلو؛ اے جوانان جنت کے سردار کے قاتلو! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ خدا نے تم سے آج انتقام لینے کے لئے تمہیں یہاں بھیجا ہے! تم لوگ اس برے دن میں ورس لے کر آئے تھے! پھر ان لوگوں کو بازار میں لے جایا گیا اور ان کی گردنیں اڑادی گئیں۔

۲۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ مجھ سے صقعب بن زہیر نے حمید بن مسلم سے یہ روایت کی ہے۔ (طبری، ج۵، ص ٤٥٣) یعقوبی کا بیان ہے: دشمنوں نے آپ کے خیموں کو تاراج کردیا اور آپ کی حرمت شکنی کی۔ (ج۲، ص ٢٣٢) شیخ مفید نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (ارشاد، ص ٢٤٢) سبط بن جوزی کا بیان ہے: دشمنوں نے آپ کی عورتوں اور بیٹیوں کی چادریں اتار کرانھیں برہنہ کردیا۔ (ص ٢٥٤)

چونکہ وہ ایک کم عقل و بے خرد انسان تھا لہٰذا اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور عمر بن سعد کے خیمہ کے پاس آکر باآواز بلند چلایا :

أو قر رکابی فضة وذهباً

أنا قتلت الملک المحجّبا

قتلت خیر الناس أماً وأباً

وخیر هم اذ ینسبون نسباً [1]

میری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دو کیونکہ میں نے شاہوں کے شاہ کو تمہارے لئے قتل کر دیا، میں نے اسے قتل کیا جو ماں باپ کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بہتر انسان تھے اور جب نسب کی بات آئے تو ان کا نسب سب سے اچھا ہے۔

یہ سن کر عمر بن سعد نے کہا : اس کو میرے پاس لاؤ۔ جب اسے ابن سعد کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنی چھڑی سے مار کر اس سے کہا : اے دیوانہ ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایسا مجنوں ہے کہ کبھی صحت یاب نہیں ہو سکتا۔ تو کیسی باتیں کر رہا ہے کیا تجھے اس قسم کی باتیں کرنی چاہیے ؟ خدا کی قسم اگر تیری ان باتوں کو ابن زیاد نے سن لیا تو تیری گردن اڑا دے گا۔

ادھر شمر بن ذی الجوشن جو پیدلوں کی فوج کے ہمراہ خیموں کی تاراجی میں مشغول تھا خیموں کو لوٹتے ہوئے علی بن الحسین اصغر کی طرف پہنچا جو بستر پر بیماری کے عالم میں پڑے تھے اس وقت پید لوں کی فوج جو اس کے ہمراہ تھی، میں سے ایک نے کہا کیا ہم اسے قتل نہ کردیں ؟ حمید بن مسلم کہتا ہے : میں نے کہا سبحان اللہ ! کیا ہم بچوں کو بھی قتل کریں گے ؟ یہ بچہ ہی تو ہے ![2]

۱۔ ابو الفرج نے اس کی روایت کی ہے۔(ص ۸۰، طبع نجف ، تذکرۃ الخواص ،ص ۲۵٤، نجف ومروج الذہب ، مسعودی ،ج ۳،ص ۷۰)

۲۔ طبری نے اپنی کتاب "ذیل المذیل" میں بیان کیا ہے : علی بن حسین اصغر اپنے بابا کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ اس وقت آپ ۲۳ سال کے تھے اور بستر پر بیماری کے عالم میں پڑے تھے ۔ جب حسین (علیہ السلام) شہید ہوگئے تو شمر بن ذی الجوشن نے کہا : تم لوگ اسے قتل کر دو ! تو اسی کے لشکریوں میں سے ایک نے کہا : سبحان اللہ ! ایک ایسے نوجوان کو قتل کرو گے جو مریض ہے اور تم سے لڑ بھی نہیں رہا ہے پھر عمر بن سعد آگیا اور اس نے کہا : آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی تم میں سے نہ تو ان عورتوں کو نقصان پہنچائے ، نہ ہی اس مریض کو۔(ذیل المذیل ،ص ٦۳۰، طبع دار المعارف ، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیمی) اسی سے ملتی جلتی بات شیخ مفید نے لکھی ہے۔(ص ۲٤٤، تذکرہ ،ص ۲٥٦، ۲٥۸، طبع نجف)

اسی اثناء میں عمر بن سعد وہاں پہنچ گیا اور اس نے کہا آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی بھی اس نوجوان مریض کو کسی بھی طرح کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ تم لوگوں میں سے کوئی بھی کسی بھی صورت میں عورتوں کے خیموں میں داخل ہوگا. اور جس نے جو مال واسباب لوٹا ہے وہ فوراً انھیں لوٹا دے لیکن کسی نے شمہ برابر بھی کچھ نہ لوٹایا۔

پھر عمر بن سعد نے عقبہ بن سمعان کو پکڑا اور اس سے پوچھا تو کون ہے تو اس نے جواب دیا: میں ایک زرخرید غلام ہوں تو عمر بن سعد نے اسے بھی چھوڑ دیا. اس طرح سپاہ حسینی میں اس غلام کے علاوہ کوئی اور زندہ باقی نہ بچا۔ (۱)

۱۔ اس کے علاوہ چند افرادہیں اور جو زندہ بچے ہیں ۔ ۱۔مرقع بن ثمامہ اسدی آپ اپنے زانوں پر بیٹھ کر تیر پھینک رہے تھے تو ان کی قوم کا ایک گروہ ان کے سامنے آیا اور ان لوگوں نے اس سے کہا: تو امان میں ہے ہماری طرف چلا آتو وہ چلا آیا۔جب عمر بن سعد ان لوگوں کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس آیا اور اس شخص کی خبر سنائی تو ابن زیاد نے اسے شہر"زرارہ" شہربدر کردیا جو عمان کے خلیج میں ایک گرم سیر علاقہ ہے۔ اس جگہ ان لوگوں کو شہربدر کیا جاتا تھا جو حکومت کے مجرم ہوتے تھے۔

۲۔اس سے قبل ضحاک بن عبد اللہ مشرقی ہمدانی کا واقعہ گزر چکا ہے کہ وہ اپنی شرط کے مطابق امام علیہ السلام سے اجازت لے کر آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔قتل سے بچ جانے والوں میں بھی ایک سے زیادہ لوگ ہیں ۔ اس سلسلے میں ابو مخنف کے الفاظ یہ ہیں کہ علی بن الحسین اپنی صغر سنی کی وجہ سے بچ گئے اور قتل نہ ہوئے ۔(طبری، ج۵، ص ٤٦٨) اسی طرح امام حسن کے دو فرزند حسن بن حسن بن علی اور عمر بن حسن بھی صغر سنی کی وجہ سے چھوڑ دئے گئے اور قتل نہیں ہوئے (طبری، ج۵، ص ٤٦٩) لیکن عبد اللہ بن حسن شہید ہوگئے۔ (طبری، ج۵، ص٤٦٨) ابو الفرج کا بیان ہے: حسن بن حسن بن علی زخموں کی وجہ سے سست ہو گئے تو انھیں اٹھا کر دوسری جگہ چھوڑ دیا گیا۔(ص ۱۷۹، طبع نجف)

پامالی

پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر والوں کو آوازدی کہ تم میں سے کون آمادہ ہے جو لاش حسین پر گھوڑے دوڑائے ۔ اس کے جواب میں دس (۱۰) آدمیوں نے آمادہ گی کا ظہار کیا جن میں اسحاق بن حیوۃ حضرمی اور احبش بن مرثد حضرمی قابل ذکر ہیں ۔ یہ دس افراد آئے اور اپنے گھوڑوں سے امام حسین کی لاش کو روند ڈالا یہاں تک کہ آپ کے سینہ اور پشت کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں [1] پھر عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے کشتوں کی نماز جنازہ پڑھی اور انھیں دفن کر دیا اور اسی دن خولی بن یزید کے ہاتھوں امام علیہ السلام کا سر عبیداللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا۔ جب وہ محل تک پہنچا تو دیکھا محل کا دروازہ بند ہے لہذا اپنے گھر آیا اور اس سر مقدس کو اپنے گھر میں ایک طشت میں چھپادیا [2] جب صبح ہوئی تو سر کے ہمراہ عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا ۔

---

۱ ۔ اسحاق بن حیوۃ حضرمی سفید داغ کے مرض میں بتلا ہو گیا اور مجھے خبر ملی ہے کہ احبش بن مرثد حضرمی اس کے بعد کسی جنگ میں کھڑا تھا کہ پچھم کی طرف سے ایک تیر آیا (پتہ نہیں چلاکہ تیر انداز کون ہے) اور اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اور وہ وہیں ہلاک ہوگیا۔ پامالی کی روایت کو ابو الفرج نے ص ۷۹ پر تحریر کیا ہے ۔ اس طرح مروج الذہب ،ج ۳ ، ص ۷۲ ، ارشاد، ص ۲۴۲ ، طبع نجف اور تذکرۃ الخواص ،ص ۲۵٤ پر بھی یہ روایت موجود ہے ۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے آپ کی پشت پر سیاہ نشانات دیکھے اور اس کے بارے میں دریافت کیا تو کسی نے کہا : آپ رات کو اپنی پیٹھ پر کھانا رکھ کر مدینہ کے مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے ۔ پسر سعد نے اس عظیم شقاوت کا ارتکاب ابن زیاد کے قول کی پیروی کرتے ہوئے کیا تھا کیونکہ اس نے کہا تھا جب حسین قتل ہوجائیں تو گھوڑے دوڑاکہ کر ان کے سینہ اور پیٹھ کو روند ڈالنا کیونکہ یہ دوری پیدا کرنے والے اور جدائی ڈالنے والے ہیں ،بڑے ظالم اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والے ہیں میری آرزو یہ نہیں ہے کہ مرنے کے بعد انھیں کوئی نقصان پہنچاؤں لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں انھیں قتل کردوں تو ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں ۔(طبری، ج ٥ ،ص ٤١٥)

۲۔ ہشام کا بیا ن ہے : مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی ہے اور انہوں نے "نوار بنت مالک بن عقرب" جو "حضرمی"قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی (خولی کی بیوی تھی) سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہے : خولی امام حسین علیہ السلام کے سر کو لے کر گھر آیا اور اسے گھر میں ایک طشت کے اندر چھپا کے رکھ دیا پھر کمرے میں داخل ہوا اور اپنے بستر پر آگیا تو میں نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے ؟ تیرے پاس کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا:" جئتُکِ بغنی الدھر، ھذا رأس الحسین معک فی الدار" میں تیرے لئے دنیا اور روزگار کی بے نیازی لے کر آیا ہوں یہ حسین کا سر ہے جو تیرے ساتھ گھر میں ہے۔یہ سن کر میں نے کہا:" ویلک جاء الناس با لذھب و الفضۃو جئت برأس ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم، لا واللہ لا یجمع رأسی و رأسک بیت أبداً" وائے ہو تجھ پر! لوگ سونا اور چاندی لے کر آتے ہیں اور تو فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر لے کر آیا ہے ، نہیں خدا کی قسم اس گھر میں آج کے بعد کبھی بھی میرا اور تیرا سر یکجا نہیں ہوگا ۔ پھر اپنے بستر سے اتری اور کمرے سے باہر آئی اور گھر کے اس حصہ میں گئی جہاں وہ سر موجود تھا اور بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی ۔خدا کی قسم میں دیکھ رہی تھی کہ مسلسل ستون کی طرح ایک نور آسمان تک اس طشت کی طرف چمک رہا ہے اور ایک سفید پرندہ اس کے ارد گرد پرواز کررہا ہے۔ (. طبری ،ج ٥ ،ص ٤٥٥)

اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی

* امام علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے پاس
* دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد
* عبداللہ بن عفیف کا جہاد

اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی

روز عاشورا اور اس کی دوسری صبح تک عمر بن سعد نے کربلا میں قیام کیا[1] اور حکم دیا کہ بقیہ شہداء کے بھی سر وتن میں جدائی کردی جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی اور بہتر سروں کو[2] شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث، عمرو بن حجاج اور عزرہ بن قیس کے ہاتھوں کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ سب کے سب وہاں سے چلے اور ان مقدس سروں کے ہمراہ عبیداللہ بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

پھر اس نے حمید بن بکیر احمری[3] کو حکم دیا کہ لوگوں کے درمیان اعلان کرے کہ کوفہ کی طرف کوچ کرنے کے لئے آمادہ ہوجائیں۔ وہ اپنے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی بیٹیوں، بہنوں، بچوں اور مریض و ناتواں علی بن حسین (علیہ السلام) کو بھی لے کر چلا۔[4]

۱۔ ارشاد میں یہی مرقوم ہے۔(ص ۲۴۳)

۲۔ ارشاد، ص ۲۴۳ لیکن سبط بن جوزی کا بیان ہے کہ ۹۲ سر تھے(ص ۲۵۶)شاید سبعین اور تسعین میں تصحیف ہو گئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود سبط بن جوزی کا بیان ہے:"کانت زیادہ علی سبعین رأساً" سروں کی تعداد ستر (۷۰) سروں سے زیادہ تھی۔(ص ۲۵۹، طبع نجف)

۳۔ یہ شخص ابن زیاد کے محافظوں میں تھا۔ اسی کو ابن زیاد نے قاضی شریح کے ہمراہ اس وقت نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کیا جب وہ ہانی کو دیکھنے گیا تھا اور ان کے قبیلے کو باخبر کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا کہ ہانی صحیح و سالم ہیں۔ شریح یہ کہا کرتا تھا خدا کی قسم اگر وہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہانی کے قبیلے والوں کو وہ باتیں بتادیتا جس کا حکم ہانی نے مجھے دیا تھا۔(طبری، ج۵، ص ۲۶۸)

٤۔ طبری، ج۵، ص ۴۵۳۔ ٤۵۵، مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قرہ بن قیس تمیمی کا بیان ہے کہ میں زینب بنت علی کو اس وقت فراموش نہیں کرسکتا جب وہ اپنے بھائی کے خون آلودہ جسم کے پاس سے گزررہی تھیں اوریہ فریاد کررہی تھیں:" یا محمد اہ ! یا محمداہ صلی علیک ملائکۃ السماء ، ھذاالحسین بالعراء مرمَّل بالدماء مقطع الأعضاء ، یا محمدا ھ! و بناتک سبایا ، و ذریتک مقتلۃ تسغ علیھا الصبا!"

اے (نانا) محمد اے (نانا) محمد! آپ پر تو آسمان کے فرشتوں نے نماز پڑھی ، لیکن یہ حسین ہیں جو اس دشت میں خون میں غلطاں ہیں ، جسم کا ہر ہر عضو ٹکڑے ٹکڑے ہے ۔ (اے جد بزرگوار) اے محمد! (ذرا دیکھئے تو) آپ کی بیٹیاں اسیر ہیں اور آپ کی پاک نسل اپنے خون میں نہائے سورہی ہے جن پر باد صبا چل رہی ہے۔ خدا کی قسم زینب نے ہر دوست و دشمن کو رلا دیا[1] اور مخدرات عصمت آہ و فریاد کرنے لگیں اور اپنے چہروں پر طما نچے لگا نے لگیں ۔[2] حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت کے ایک دن[3] بعد محلہ غاضریہ میں رہنے والے بنی اسد نے آپ لوگوں کے جسم کو سپرد لحد کیا ۔[4]

امام حسین علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے دربار میں

حمید بن مسلم کا بیان ہے: عمر بن سعد نے مجھے بلایا اور اپنے گھر والوں کے پاس مجھے روانہ کیا تا کہ میں ان لوگوں کو خوش خبری دوں کہ اللہ نے اسے سلامتی کے ساتھ فتحیاب کیا ۔ میں آیا اور اس کے گھر والوں کو اس سے باخبر کیا ۔ پھر میں پلٹ کر محل آیا تو دیکھا کہ ابن زیاد بیٹھا ہے اور اس وقت وہ لوگ جو سروں

---

۱ ۔ سبط بن جوزی نے اس کی روایت کی ہے۔(ص ٢٥٦)

٢ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو زہیر عبسی نے قرہ بن قیس تمیمی سے روایت کی ہے۔(طبری، ج٥، ص ٤٥٥)

٣ ۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔ (طبری، ج٥، ص ٤٥٣، ٤٥٥)

٤ ۔ شیخ مفید نے ارشاد، ص ٢٤٣ و ص ٢٤٩ پر اسی طرح مسعودی نے مروج الذہب، ج٣، ص ٧٢ پر لکھا ہے: مشہور یہ ہے کہ شہادت کے تین دن بعد دفن کئے گئے اور یہ دفن کی انجام دہی امام سجاد علیہ السلام کی موجودگی میں ہوئی ہے جیسا کہ امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ علی بن حمزہ کا مناظرہ اس پر گواہ ہے ۔ مقتل الحسین مقرم، ص ٤١٥ کی طرف رجوع کریں ۔

کو لے کر کربلا سے چلے تھے گروہ گروہ اس کے پاس آرہے ہیں ۔ قبیلۂ کندہ ۳۱ سروں کے ہمراہ آیا جس کا سربراہ قیس بن اشعث تھا۔ ہوازن ۲۰ سروں کے ہمراہ آئے جن کا سربراہ شمر بن ذی الجوشن تھا۔ قبیلۂ تمیم ۱۷ سروں کے ساتھ وارد ہوا ، بنی اسد ٦ سروں کے ہمراہ ، مذحج ۷ سر اور بقیہ ۷۷ سر لے کر وارد ہوئے۔ اس طرح ستر (۷۰) سر ہو گئے۔ وہ سب کے سب عبید اللہ کے پاس آئے اور عام لوگوں کو بھی دربار میں آنے کی اجازت ملی تو داخل ہونے والوں کے ساتھ میں بھی داخل ہوا۔میں نے دیکھا امام حسین علیہ السلام کا سر اس کے سامنے رکھا ہے اور وہ چھڑی سے دونوں دانتوں کے درمیان آپ کے لبوں سے بے ادبی کر رہا ہے۔جب زید بن ارقم [1] نے اسے دیکھا اور غور کیا کہ وہ اپنی شقاوتوں سے باز نہیں آرہا ہے اور چھڑی سے دندان مبارک کو چھیڑ ے جا رہا ہے تو انھوں نے ابن زیاد سے کہا :"أعل بھٰذا القضیب عن ھا تین الشفتین فواللہ لا الہ غیرہ لقد رأیت شفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ھا تین الشفتین یقبلھما !"اس چھڑی کو ان دونوں لبوں سے ہٹالے، قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ،میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود دیکھا ہے کہ آپ اپنے دونوں لبوں سے ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

پھر وہ ضعیف العمر صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چیخ مار کر رونے لگا تو ابن زیاد نے کہا : خدا تمہاری آنکھوں کو گریاں رکھے!اگر بڑھاپے کی وجہ سے تیری عقل فاسد اور تو بے عقل و بے خرد نہ ہو گیا ہوتا تو میں تیری گردن اڑادیتا ۔ یہ سن کر زید بن ار قم وہاں سے اٹھے اور فوراً باہر نکل گئے۔ [2]

۱۔ اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کے خطبہ کے ذیل میں ان کے احوال گزر چکے ہیں ۔ سبط بن جوزی نے بخاری سے اور انھوں نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں : جب حسین کا سر ابن زیاد کے سامنے طشت میں رکھا گیا تو اس نے آپ کے لبوں پر چھڑی مارنا شروع کیا ۔اس وقت وہاں پر انس بن مالک موجود تھے، وہ رونے لگے اور کہا : یہ رسول خدا سے سب سے زیاد مشابہ تھے۔(ص ۲۵۷)

۲۔ شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲۴۳ پر اس کی روایت کی ہے ۔

نکلتے وقت وہ یہی کہے جارہے تھے :"ملّک عبد عبداً فاتخذهم تلداً ! أنتم يا معشر العرب العبيد بعد اليوم قتلتم ابن فاطمه و أمّر تم بن مرجانة ! فهو يقتل خياركم ويستعبد شراركم فرضيتم بالذل ! فبعداً لمن رض بالذل !"[1] ایک غلام نے دوسرے غلام کو تخت حکومت پر بٹھایا اور ان لوگوں نے تمام چیزوں کو اپنا بنا لیا . اے گروہ عرب آج کے بعد تم لوگ غلام ہو کیونکہ تم نے فرزند فاطمہ کو قتل کردیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنا لیا ۔وہ تمہارے اچھوں کو قتل کرے گا اور تمہارے بروں کو غلام بنالے گا، تم لوگ اپنی ذلت و رسوائی پر راضی و خوشنود ہو، برا ہو اس کا جو رسوائی پر راضی ہوجائے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب زید بن ارقم باہر نکلے اور لوگوں نے ان کی گفتار سنی تو کہنے لگے : خدا کی قسم زید بن ارقم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر ابن زیاد اسے سن لے تو انھیں قتل کردے گا۔

۱۔ سبط بن جوزی نے ص ۲۵۷ پر اس کی روایت کی ہے اور وہاں اضافہ کیا ہے کہ زید بن ارقم نے کہا : اے ابن زیاد! میں اس حدیث سے زیادہ سنگین حدیث تجھ سے بیان کررہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حسن کو اپنے داہنے زانوپر اور حسین کو اپنے بائیں زانو پر بٹھائے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ کو ان کے سر پر رکھ کر فرمارہے تھے:" اللّٰھم انی استودعك ایاھما و صالح المومنین" خدایا! میں ان دونوں کو اور ان کے باپ صالح المومنین کو تیری امانت میں سپرد کررہا ہوں "فکیف کان ودیعہ رسول اللہؐصلی اللہؑعلیہ وآلہ وسلم عندک یابن زیاد ؟" اے ابن زیاد! پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ امانت تیرے پاس کس طرح موجود ہے ؟ سبط بن جوزی نے پھر بیان کیا کہ ہشام بن محمد کا بیان ہے : جب ابن زیاد کے سامنے حسین علیہ السلام کا سر رکھا گیا تو کاہن اور پیشنگوئی کرنے والوں نے اس سے کہا: اٹھو اور اپنے قدم ان کے منہ پر رکھو، وہ اٹھا اور اس نے اپنے قدم آپ کے دہن مبارک پر رکھ دیا، پھر زید بن ارقم سے کہا: تم کیسا دیکھ رہے ہو ؟ تو زید بن ارقم نے کہا : خدا کی قسم میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں اپنے لب رکھتے دیکھا ہے جہاں تو نے قدم رکھا ہے۔ سبط بن جوزی کا پھر بیان ہے کہ شبعی نے کہا: ابن زیاد کے پاس قیس بن عباد موجود تھا ؛ابن زیاد نے اس سے کہا میرے اور حسین علیہ السلام کے بارے میں تمہارا نظریہ کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : قیامت کے دن ان کے جد، والد اور ان کی والدہ آکر ان کی شفاعت کریں گے اور تمہارا دادا ، باپ اور تمہاری ماں آکر تمہاری سفارش کریں گی ۔یہ سن کر ابن زیاد غضب ناک ہوگیا اور اسے دربار سے اٹھا دیا۔ سبط بن جوزی ہی نے طبقات ابن سعد سے روایت کی ہے کہ صاحب طبقات بن سعد کا بیان ہے : ابن زیاد کی ماں مرجانہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے خبیث تو نے فرزند رسول اللہ کو قتل کیا ہے؛ خدا کی قسم تو کبھی بھی جنت نہیں دیکھ پائے گا۔ (تذکرہ، ص ۲۵۹ والکامل فی التاریخ، ج٤، ص ۲٦٥)

دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد

جب امام حسین علیہ السلام کی بہنیں، خواتین اور بچے عبیداللہ بن زیاد کے دربار میں پہنچے تو زینب بنت فاطمہ بہت ہی معمولی لباس پہنے ہوئے تھیں اور غیر معروف انداز میں دربار میں وارد ہوئیں۔ کنیزیں اور خواتین آپ کو چاروں طرف سے اپنی جھرمٹ میں لئے تھیں تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے پھر آپ انھیں کے درمیان بیٹھ گئیں۔ عبیداللہ بن زیاد نے پوچھا: یہ بیٹھی ہوئی خاتون کون ہے؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے تین بار اس سوال کی تکرار کی اور تینوں بار آپ نے اس سے تکلم نہیں کیا پھر آپ کی بعض کنیزوں نے کہاکہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا: "الحمد للہ الذی فضحکم و قتلکم وأکذب أحدوثتکم !" شکر ہے اس خدا کا جس نے تم لوگوں کو ذلیل کیا، قتل کیا اور تمہاری باتوں کو جھوٹاثابت کیا! زینب کبریٰ نے جواب دیا: " الحمد للہ الذی أکرمنا بمحمد صلی اللہ علیه وآله وسلم و طھّرنا تطھیراًلاکما تقول أنت انما یفتضح الفاسق و یکذب الفاجر" شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے عزت وکرامت عطافرمائی اور ہمیں اس طرح پاک وپاکیزہ رکھا جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق تھا؛ ایسا نہیں ہے جیسا تو کہہ رہا ہے، بے شک ذلیل فاسق ہے اور جھوٹ فاجر کا ثابت ہوتا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: " کیف رأیت صنع اللہ بأ ھل بیتک ؟" اپنے اہل بیت کے سلسلے میں اللہ کے سلوک کو کیسا محسوس کیا؟

زینب (علیہا السلام) نے جواب دیا: " کتب علیھم القتل فبرزوا الی مضا جعھم ، و سیجمع اللہ بینک و بینھم فتحاجون الیه و تخا صمون عندہ"[1] خداوندعالم نے اپنی راہ میں افتخار شہادت ان کے لئے مقرر کردیا تھا تو ان لوگوں نے راہ حق میں اپنی جان نثار کردی، اور عنقریب خدا تجھے اور ان کو یکجا اور تمہیں ان کے مدمقابل لاکر کھڑا کرے گا تو وہاں تم اس کے پاس دلیل پیش کرنا اور اس کے نزدیک مخاصمہ کرنا۔

۱۔ شیخ مفید نے ارشاد ص ۲۴۳ پر یہ روایت بیان کی ہے۔ اسی طرح سبط ابن جوزی نے تذکرہ، ص ۲۵۸ ۔ ۲۵۹، طبع نجف میں یہ روایت بیان کی ہے۔

ابن زیاد رسوا ہو چکا تھا اور اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا لہٰذا وہ غضبناک اور ہیجان زدہ ہو کر بولا:" قد أشفی اللّٰہ نفس من طاغیتک والعصاۃ المردہ من أھل بیتک !"خدا نے تمہارے طغیان گر بھائی اور تمہارے خاندان کے سرکش باغیوں کو قتل کر کے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا ۔

یہ سن کر فاطمہ کی لخت جگر رونے لگیں پھر فرمایا :" لعمری لقد قتلت کھل وأبرت اھل وقطعت فرع واجتثثت أصل ! فان یشفیک ھٰذافقد اشتفیت !" قسم ہے میری جان کی تو نے ہمارے خاندان کے بزرگ کو قتل کیا ہے ، ہمارے عزیزوں کے خون کو زمین پر بہایا، ہماری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور ہماری بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی ، اگر اس سے تجھے خوشی ملی ہے تو خوش ہو لے۔

عبیداللہ بن زیاد احساس شکست کرتے ہوئے بولا: یہ تو بڑی قافیہ باز عورت ہے۔ [1] میری جان کی قسم تیرا باپ بھی قافیہ باز شاعر تھا ۔

اس کے جواب میں زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا : عورت کو قافیہ بازی سے کیا مطلب ! ہمیں اس کی فرصت ہی کہاں ہے لیکن یہ دل کا درد اور اندوہ ہے جو زبان پر جاری ہو گیا۔

پھر ابن زیاد نے علی بن حسین علیہما السلام کی طرف نگاہ کی اور آپ سے بولا : تمہارا نام کیا ہے ؟[2] امام علی بن الحسین (زین العابدین) نے جواب دیا :"أنا علی بن الحسین" میں علی فرزند حسین ہوں ۔

ابن زیاد نے کہا : کیا اللہ نے حسین کے بیٹے علی کو قتل نہیں کیا ؟

یہ سن کر آپ خاموش ہوگئے تو ابن زیاد نے کہا : تمہیں کیا ہوگیا ہے، بولتے کیوں نہیں ؟

علی بن الحسین نے فرمایا : میرے ایک بھائی تھے ان کا نام بھی علی تھا جنہیں دشمنوں نے قتل کر دیا ۔

ابن زیاد نے کہا: اسے اللہ ہی نے قتل کیا ہے . یہ سن کر پھر آپ خاموش ہوگئے تو ابن زیاد نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے بولتے کیوں نہیں ؟

۱۔ طبری میں کلمۂ شجاعۃ و شجاعا آیا ہے یعنی بڑی بہادر خاتون ہے لیکن شیخ مفید نے ارشاد میں وہی لکھا ہے جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔(ص ۲۴۲ ، طبع نجف) اور گفتگو کے سیاق و سباق سے یہی مناسب بھی ہے ۔

۲۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ابی راشد نے حمید بن مسلم کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (طبری ،ج۵،ص ۴۵۶ ۔ ۴۵۷)

علی بن الحسین نے فرمایا: "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا[1]وما کان لنفس أن تموت الا باذن اللّٰہ"[2] خدا وند متعال لوگوں کے مرتے وقت ان کی روحیں (اپنی طرف) کھینچ لیتا ہے اور بغیر حکم خدا کے تو کوئی شخص مر ہی نہیں سکتا ۔

ابن زیاد خجل ہو کر بولا : خدا کی قسم تو بھی انھیں میں کا ایک ہے، پھر اپنے دربار کے ایک جلادمری بن معاذ احمری سے کہا: وائے ہو تجھ پر اس کو قتل کردے ، یہ سنتے ہی آپ کی پھوپھی زینب آپ سے لپٹ گئیں اور فرمایا: " یابن زیاد ! حسبک منّا أما رویت من دمائنا ؟ وھل أبقیت منا أحداً و اعتنقتہ وقالت : أسالک باللہ ۔ ان کنت مومنا ۔ ان قتلتہ لمّا قتلتن معہ !" اے ابن زیاد !کیا ہمارے خاندان کی اس قدرتاراجی تیرے لئے کافی نہیں ہے؟ کیا تو ہمارے خون سے ابھی تک سیراب نہیں ہوا ؟ کیا تو نے ہم میں سے کسی ایک کو بھی باقی رکھا ہے، پھر آپ نے اپنے بھتیجے کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا: تجھ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تجھ میں ایمان کی بو باس ہے اور اگر تو انھیں قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کردے۔

علی بن الحسین علیہ السلام نے آواز دی:"ان کانت بینک و بینھن قرابة فابعث معھنّ رجلاً تقیا یصحَبُھُنَّ بصحبة الاسلام " اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو اگر تیرے اور ان کے درمیان کوئی قرابت باقی ہے تو انھیں کسی متقی مرد کے ساتھ مدینہ روانہ کردے ۔

پھر ابن زیاد نے جناب زینب اور امام سجاد کی طرف بڑے غور سے دیکھا اور بولا: تعجب ہے اس رشتہ داری اور قرابتداری پر ،خدا کی قسم یہ چاہتی ہے کہ اگر میں اسے قتل کروں تو اس کے ساتھ اس کو بھی قتل کردوں !اس جوان کو چھوڑ دو ۔[3] و [4]

پھر ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو نیزہ پر نصب کردیا اور کوفہ میں اسے گھمایا جانے لگا ۔[5]

۱۔ سورۂ زمر، آیت ۴۲

۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۱۴۵

۳۔ ابو مخنف کہتے ہیں : سلیمان بن ابی راشد نے مجھ سے حمید بن مسلم کے حوالے سے روایت بیان کی ہے۔(طبری، ج۵ ، ص ۴۵۷)

٤۔ طبری نے ذیل المذیل میں بیان کیا ہے: علی بن الحسین جو (کربلامیں شہید ہونے والے علی بن الحسین سے) چھوٹے تھے نے فرمایا:جب مجھے ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو اس نے کہا: تمہارا نام کیا ہے ؟ میں نے جواب دیا: : علی بن الحسین تو اس نے کہا: کیا علی بن الحسین کو اللہ نے قتل نہیں کیا ؟ میں نے جواب دیا: میرے ایک بھائی تھے جو مجھ سے بڑے تھے، دشمنوں نے انھیں قتل کردیا ۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ اللہ نے اسے قتل کیا ! میں نے کہا: " اللہُ یتوفی الأنفس حین موتھا " یہ سن کر اس نے میرے قتل کا حکم نافذ کردیا تو زینب بنت علی علیہما السلام نے کہا: اے ابن زیاد ! ہمارے خاندان کا اتنا ہی خون تیرے لئے کافی ہے ! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اگر انھیں قتل کرنا ہی چاہتا ہے تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کردے ! یہ سن کر اس نے یہ ارادہ ترک کردیا ۔ طبری نے ابن سعد (صاحب طبقات) سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے مالک بن اسماعیل سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے باپ شعیب سے اور انھوں نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں : میں علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی : آپ نے صبح کس حال میں کی؛خدا آپ کو صحیح و سالم رکھے! انھوں نے جواب دیا : میں نے اس شہر میں تجھ جیسا بوڑھا اور بزرگ نہیں دیکھا جسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہماری صبح کیسی ہوئی! اب جب کہ تمہیں کچھ نہیں معلوم ہے تو میں بتائے دیتا ہوں کہ ہم نے اپنی قوم میں اسی طرح صبح کی جس طرح فرعون کے زمانے آل فرعون کے درمیان بنی اسرائیل نے صبح کی۔ وہ ان کے لڑکوں کو قتل کردیتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ ہمارے بزرگ اور سید و سردار علی بن ابیطالب نے اس حال میں صبح کی کہ لوگ ہمارے دشمن کے دربار میں مقرب بارگاہ ہونے کے لئے منبروں سے ان پر سب و شتم کررہے تھے ۔ (اے منہال) قریش نے اس حال میں صبح کی کہ سارے عرب پر وہ صاحب فضیلت شمار ہورہے تھے کیونکہ محمد ﷺ ان میں سے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کی کوئی چیز نہ تھی اور سارے عرب اس فضیلت کے معترف تھے اور سارے عرب تمام غیر عرب سے صاحب فضیلت شمار کئے جانے لگے کیونکہ محمد ﷺ عربی ان میں سے تھے؛اس کے علاوہ ان کے پاس فضیلت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور سارے عجم ان کی اس فضیلت کے معترف تھے۔اب اگر عرب سچ بولتے ہیں کہ انھیں عجم پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمد ﷺ ان میں سے تھے اور اگر قریش سچے ہیں کہ انھیں عرب پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمد ﷺ ان میں سے ہیں تو اس اعتبار سے ہم اہل بیت ہیں اور ہمیں قریش پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ محمد ﷺ ہمارے ہیں لیکن ہم لوگوں نے اس حال میں صبح کی کہ ہمارے حق کو چھین لیاگیا اور ہمارے حقوق کی کوئی رعایت نہ کی گئی۔ یہ ہمارا روزگار اور ہماری زندگی ہے، اگر تم نہیں جانتے ہو کہ ہم نے کیسے صبح کی تو ہم نے اس حال میں صبح کی ۔

ابن سعد کا بیان ہے : مجھے عبدالرحمن بن یونس نے سفیان سے اور اس نے جعفربن محمد علیہ السلام سے خبر نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا : علی بن الحسین (علیہ السلام) نے ٥٨ سال کی عمر میں دار فانی سے کوچ کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علی بن الحسین کربلا میں اپنے باپ کے ہمراہ ٢٣ یا ٢٤ سال کے تھے۔ لہٰذا کہنے والے کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ وہ بچہ تھے اور ابھی ان کے چہرے پرڈاڑھی بھی نہیں آئی تھی ؛ لیکن وہ اس دن مریض تھے لہٰذا جنگ میں شرکت نہیں کی۔ کیسے ممکن ہے کہ ان کو ڈاڑھی تک نہ آئی ہو جب کہ ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن علی (علیہما السلام) دنیا میں آچکے تھے۔ (ذیل المذیل، ص ٦٣٠، طبع دار المعارف بحوالہ طبقات ابن سعد، ج ٥ ص ٢١١ ۔ ٢١٨ وارشاد، ص ٢٤٤) سبط بن جوزی نے اصل خبر کو بطور مختصر بیان کیا ہے۔(ص ٢٥٨ ، طبع نجف)

٥۔ ابو مخنف نے اس طرح روایت کی ہے۔ (طبری ، ج ٥ ، ص ٤٥٩)

عبداللہ بن عفیف کا جہاد

مسجد میں نماز جماعت کا اعلان ہوا لوگ آہستہ آہستہ مسجد آعظم میں جمع ہونے لگے۔ ابن زیاد منبر پر گیا اور بولا: " الحمد للہ الذ أظھرالحق و أھلہ و نصر أمیر المومنین یزید بن معاویہ و حزبہ و قتل الکذّاب ابن الکذّاب الحسین بن عل و شیعتہ" حمد وثنا اس خدا کی جس نے حق اور اس کے اہل کو آشکار کیا اور امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی مدد و نصرت فرمائی اور کذاب بن کذاب حسین بن علی اور اس کے پیروؤں کو قتل کیا۔

ابھی ابن زیاد اپنی بات تمام بھی نہ کرپایا تھا کہ عبداللہ بن عفیف ازدی غامدی اس کی طرف بڑھے۔ آپ علی کرم اللہ وجھہ کے پیروؤں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ رات تک مسجد سے جدا نہیں ہوتے تھے بلکہ وہیں عبادتوں میں مشغول رہتے تھے۔[1] جب آپ نے ابن زیاد کی بات سنی تو فرمایا: " ان الکذّاب وابن الکذّاب أنت و أبوک ، والّذی ولّاک وابوہ یابن مرجانۃ (۲) أتقتلون أبناء النبیین و تتکلمون بکلام الصدیقین ! " جھوٹا اور جھوٹے کا بیٹا تو اور تیرا باپ ہے اور وہ جس نے تجھ کو والی بنایا اور اس کا باپ ہے، اے مرجانہ کے بیٹے! کیا تم لوگ انبیاء کے فرزندوں کو قتل کرکے راست بازوں جیسی بات کرتے ہو!

یہ سن کر ابن زیاد پکارا: اسے میرے پاس لاؤ! یہ سنتے ہی اس کے اوباش سپاہی آپ پر جھپٹ پڑے اور آپ کو پکڑلیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے قبیلہ" ازد"کو آواز دی:" یا مبرور" اے نیکو کار! یہ سن کر قبیلہ

۱۔ جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ نبرد آزمائی میں آپ کی بائیں آنکھ جاتی رہی۔ جنگ صفین میں کسی نے آپ کے سر پر ایک وار کیا اور پھر دوسرا وار آپ کی ابرؤں پر کیا جس سے آپ کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ (طبری، ج ۵، ص ٤٥٨، ارشاد، ص ٢٤٤) اور سبط بن جوزی نے اس خبر کو بطور مختصر ذکر کیا ہے۔ (ص ٢٥٩)

۲۔ مرجانہ فارسی کے" مہرگانہ" سے معرب ہے۔ یہ ابن زیاد کی ماں ہے۔ یہ ایک قسم کی گالی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایران کے شہر خوزستان کی رہنے والی تھی۔

"ازد" کے جوان آگے بڑھے اور آپ کو ان لوگوں کے چنگل سے نکالا اور آپ کے گھر پہنچادیا ۔[۱]

ماحول ٹھنڈا ہو گیا تو ابن زیاد نے پھر آپ کی گرفتاری کا حکم صادر کیا اور جب آپ کو گرفتار کر لیا تو قتل کر کے آپ کو کوفہ کے مقام سبخہ پر لٹکانے کا حکم دیا لہذا آپ کی لاش وہیں پر لٹکی رہی ۔[۲]

---

۱ ۔اس وقت عبدالرحمن بن مخنف ازدی وہیں بیٹھا تھا۔ اس نے کہا : وائے ہو ! تو نے خود کو بھی ہلاکت میں ڈالا اور اپنی قوم کو بھی ہلاکت میں بتلا کردیا۔(طبری، ج۵، ص ٤٥٩) یہ ابو مخنف کے باپ کے چچا ہیں کیونکہ ان کے بھائی سعید ابو مخنف کے دادا ہیں ۔ اس سے پہلے انھوں نے صفین میں شرکت کی ہے اور معاویہ کی غارت گریوں کا مقابلہ کیا ہے جیسا کہ طبری نے ج۵، ص۱۳۳ پر ذکر کیا ہے ۔

٦٦ھ میں مختار کے قیام کے وقت یہ عبداللہ بن مطیع عدوی کے ہمراہ تھے جو ابن زبیر کی جانب سے کوفہ کا والی تھا ۔عبداللہ بن مطیع نے ان کو ایک لشکر کے ساتھ جبانۃ الصائدین تک روانہ کیا ۔(طبری، ج٦،ص ٩١٨) یہ ان مشیروں میں سے ہیں جو اسے مشورہ دیا کرتے تھے کہ کوفہ سے حجاز چلا جائے۔ (ج ٦ ،ص ٣١) یہ مختار پر خروج کو ناپسند کرتے تھے لیکن جب اصرار ہوا تو خروج کرنے والوں کے ساتھ نکل پڑے(طبری، ج٦،ص ٤٤)تو وہاں فرات پر جنگ کی یہاں تک کہ ناتواں ہوگئے تو لوگ انہیں اٹھالے گئے (طبری، ج٦،ص ٥١) پھر بصرہ میں یہ ان لوگوں کے ہمراہ جو اشراف کوفہ میں سے نکلے تھے مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گئے ۔ (ج ٦،ص ٥٩) مصعب نے انہیں کوفہ روانہ کردیا ۔یہ ٦٧ھ کی بات ہے۔ مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ابن زبیر کی بیعت کے لئے مدعو کریں اور لوگوں کو مصعب کی طرف لے جائیں ۔(ج٦،ص ٩٦) مختار سے جنگ میں یہ مصعب کے ساتھ تھے۔ (ج ٦،ص ١٠٤) ٧٤ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانے میں والی بصرہ بشر بن مروان کی طرف سے" ازارقہ" کے خوارج سے جنگ کی تھی (ج٦،ص ١٩٧) اور انھیں کازرون تک بھگادیا تھا ۔ ان لوگوں نے خوب مقابلہ کیا یہاں تک کہ کچھ لوگوں کے علاوہ ان کے سب ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے پس یہ لڑتے رہے یہاں تک کہ ٧٥ھ میں قتل کردئے گئے۔ (ج ٦،ص ٢١٢)

۲ ۔یہ حمید بن مسلم کا بیان ہے۔(طبری ، ج۵،ص ٤٥٨)

شہداء کے سر اور اسیروں کی شام کی طرف روانگی

ابن زیاد نے زخربن قیس(۱) کو آواز دی۔ اس کے ہمراہ" ابو بردہ بن عوف ازدی" اور" طارق بن ظبیان ازدی" بھی تھے۔ اس نے ان لوگوں کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کردیا(۲) پھر امام حسین علیہ السلام کی خواتین اور بچوں کو چلنے کا حکم دیا اور علی بن حسین علیہ السلام کے لئے حکم دیا کہ ان کی گردن میں طوق و زنجیر ڈال دی جائے اوران سب کو "محفزبن ثعلبہ عائذی قرشی"(۳) اور شمر بن ذی الجوشن کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ دونوں اہل حرم کو لے کر چلے یہاں تک کہ یزید کے پاس پہنچ گئے۔(٤) جیسے ہی یہ سر یزید کے سامنے رکھے گئے اس نے کہا :

یفلّقن ھا ماً من رجال أعزّة

علینا وھم کانوا أعقّ و أظلما (٥) و (٦)

ان مردوں کے سر دو نیم کردئے جو ہمارے لئے تسلی و تشفی کا باعث ہے وہ لوگ عامل جنایت اور ظلم کے خو گر تھے۔

۱۔ زحربن قیس جعفی کندی کا ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے جناب حجر بن عدی کندی کے خلاف گواہی دی تھی۔ (طبری، ج٥، ص ٢٧٠) ٦٦ھ میں یہ ابن مطیع کے ہمراہ مختار کے خلاف نبرد آزما تھا۔ اس کی طرف سے یہ دشت کندہ کی طرف لشکر کا سربراہ بن کر گیا تھا۔(ج٦، ص ١٨) اس نے خوب جنگ کی یہاں تک کہ یہ اور اس کا بیٹا فرات کے پاس کمزور ہو کر گر گئے۔ (طبری، ج٦، ص ٥١) ٦٧ھ میں یہ مصعب بن زبیر کے ہمراہ مختار سے جنگ میں شریک تھا۔ مصعب نے فوج کا سردار بنا کر اسے دشت "مراد" روانہ کیا۔ (ج٦،ص ١٠٥)

٧١ ھمیں عبدالملک نے عراق کے مروانیوں میں سے جن لوگوں کو خط لکھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ان لوگوں نے اس خط کا مثبت جواب دیا اور مصعب کو چھوڑ دیا۔(طبری، ج٦، ص ٦٥٦) ٧٤ ھمیں خوارج سے جنگ میں یہ قبیلہ مذحج اور اسد کا سربراہ تھا۔ (طبری، ج٦، ص ١٩٧) ٧٦ھ میں اس نے حجاج کی طرف رخ کیا اور اس کے ایک ہزار آٹھ سو کے رسالہ میں داخل ہو

گیا جو شبیب خارجی سے لڑنے جارہا تھا ۔ اس نے شبیب سے خوب لڑائی لڑی لیکن آخر میں شبیب نے اسے مجروح کر کے گرادیا اور یہ اسی مجروح حالت میں حجاج کے پاس پلٹ آیا۔(طبری، ج٦،ص ٢٤٢) اس لعنۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں یہ آخری خبر ہے اس کے بعد اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

٢۔ ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عبداللہ بن یزید بن روح بن زنباغ جذامی نے اپنے باپ کے حوالے سے اور اس نے غاز بن ربیعۃ جرشی حمیری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے : خدا کی قسم میں دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس موجود تھا کہ اسی اثناء میں زخر بن قیس آیا اوریزید بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ یزید نے اس سے کہا :وائے ہو تجھ پر تیرے پیچھے کیا ہے ؟اور تیرے پاس کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین !آپ کے لئے خوشخبری ہے، اللہ نے آپ کو فتح دی اور آپ کی مدد کی۔ حسین بن علی(علیہما السلام)اپنے خاندان کے ١٨ اور اپنے چاہنے والے ٦٠ افراد کے ساتھ ہماری طرف آئے ۔ ہم ان کے پاس گئے اوران سے سوال کیا کہ وہ تسلیم محض ہوجائیں اور امیرعبیداللہ بن زیاد کے حکم کو قبول کرلیں نہیں تو جنگ کے لئے آمادہ ہوجائیں ۔ ان لوگوں نے تسلیم ہونے کے بجائے جنگ کو قبول کیا لہذا ہم نے طلوع خورشید سے ان پر حملہ شروع کیا اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تلواریں ان کے سروں پر چمکنے لگیں اور وہ سب کے سب قتل کردئے گئے۔ اب وہاں ان کے بے سر جسم برہنہ پڑے ہیں ، ان کے کپڑے خون سے آغشتہ ، رخسار غبارآلود اور آفتاب کی تپش میں ان کا جسم ہے ، ان پر ہوائیں چل رہی ہیں اور ان کے زائرین عقاب ہیں اوروہ وہیں تپتی ریتی پرپڑے ہیں ۔(طبری ،ج ٥ ، ص ٤٦٠ ، ارشاد،ص٢٥٤ ،تذکرہ ،ص ٢٦٠)

٣۔ ١٣ھ میں جنگ قادسیہ میں اور اس سے پہلے یہ موجود تھا اور اس سے ان اخبار کی روایت کی جاتی ہے۔(طبری، ج٣،ص ٤٦٥ ۔ ٤٧٧ ، ارشاد، ص٢٥٤)

٤۔یہ ابو مخنف کی روایت ہے۔ (طبری ،ج٥،ص ٤٥٩)

٥۔ یہ حصین بن ھمام مری کے مفضلیات قصائد میں سے ایک قصیدہ کا شعر ہے جیسا کہ دیوان حماسہ میں موجود ہے ۔

٦۔ابو مخنف نے کہا: مجھ سے صقعب بن زہیر نےیزید کے غلام قاسم بن عبد الرحمن سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (طبری ،ج٥ ،ص ٤٦٠ ، ارشاد، ص٢٤٦ ، طبع نجف ، مروج الذھب ،ج ٣ ،ص ٧٠ وتذکرۃ الخواص، ص ٢٦٢) سبط بن جوزی نے زہری سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا : جب شہداء کے سرآئے تو یزید جیرون کی تماشاگاہ پر موجود تھا ، وہیں پر اس نے یہ اشعار کہے :

لما بدت تلک الحمول وأشرقت

تلک الشموس علی ربی جیرون

نعب ا لغراب فقلت نح اولا تنح

فلقد قضیت من الغریم دیو نی

جب وہ قافلے آشکار ہوئے اور وہ خورشید جیرون کی بلندی پر چمکنے لگے تو کوے نے چیخنا شروع کیا؛ میں نے کہا : اب چاہے تو فریاد کر یا نہ کر؛ میں نے تو اپنے قرض دار سے اپنا حساب چکتا کرلیا ہے۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے : تمام روایتوں میں یزید

سے یہ مشہور ہے کہ جب سر حسین اس کے سامنے آیا تو سارے اہل شام وہاں جمع تھے اور وہ چوب خیزران سے آپ کے سر کے ساتھ بے ادبی کررہا تھا اور ابن زبعری کے اشعار پڑھ رہا تھا :

ليت أشياخ ببدر شهدوا

جزع الخزرج من وقع الأسل

قد قتلنا القرن من ساداتهم

و عد لنا ه ببدر فا عتد ل

اے کاش! ہمارے وہ بزرگان ہوتے جو جنگ بدر میں مارے گئے تووہ شمشیر ونیزہ کے چلنے سے خزرج کی آہ زاری کو مشاہدہ کرتے، ہم نے ان کے بزرگوں کو قتل کردیا اور بدر کا حساب بے باق کرلیا۔ سبط بن جوزی کا بیان ہے: شعبی نے اس کا اضافہ کیا ہے :

لعبت هاشم بالملک فلا

خبر جاء ولا وح نزل

لست من خندف ان لم انتقم

من بن أحمد ما كان فعل

بنی ہاشم نے تو حکومت کے لئے ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ نہ تو کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی ؛فرزندان احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو کام کیا اگرمیں اس کا بدلہ نہ لوں تو خندف کی اولاد نہیں ، پھر قاضی بن ابی یعلی نے احمد بن حنبل کے حوالے سے حکایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: اگر یہ خبریزید کے سلسلے میں صحیح ہے تو وہ فاسق تھا اور مجاہد نے کہا: وہ منافق تھا ۔(تذکرہ ،ص ۲٦١)

یہ سن کریحیٰ بن حکم ، مروان بن حکم [1] کے بھائی نے کہا :

لهام بجنب الطّفّ أدنی قرابة

من ابن زیادالعبد ذ الحسب الو غل

سمیة أمسیٰ نسلها عدداالحصی

وبنت رسول الله لیس لها نسل

شہداء کی زیاد کے بے اصل ونسل بیٹے سے نزدیکی قرابت تھی، سمیہ کی نسل ریگزاروں کے برابرہو گئی اور رسول اللہ کی بیٹی کی کوئی نسل باقی نہ بچی۔

یہ سن کریزید بن معاویہ نے یحیٰ بن حکم کے سینے پر ایک ہاتھ مارا اور کہا : چپ رہ![2]پھر لوگوں

۱۔یہ اپنے بھائی مروان بن حکم کے ہمراہ جنگ جمل میں بصرہ میں موجود تھا اور وہاں مجروح ہوگیا تو شکست کھا کر بھاگا یہاں تک کہ معاویہ سے ۳۷ھ میں ملحق ہوگیا۔ (طبری، ج۵،ص ۵۳۵) ۷۵ھ میں اپنے بھائی کے لڑکے عبد الملک بن مروان کے زمانے میں مدینہ کا والی بن گیا۔ (طبری، ج۶، ص ۲۰۲) ۷۸ھتک اسی عہدہ پر باقی رہا پھر عبد الملک نے اسے ایک جنگ میں روانہ کیا ۔(ج۶، ص ۳۲۱) اس کے سلسلے میں آخری خبر یہی ہے۔ ہاں اس نے اپنی بیٹی ام حکم کی شادی ہشام بن عبد الملک سے کردی تھی۔ (طبری ،ج۷،ص ۶۷۱)

۲۔ابو مخنف نے کہا: مجھ سے ابو جعفر عبسی نے ابو عمارہ عبسی سے روایت کی ہے۔(طبری، ج۵،ص ٤٦۰) اغانی میں ابو الفرج نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (ج۱۲،ص ۷٤ ، ارشاد، ص۲٤٦، طبع نجف) سبط بن جوزی نے ص ۲۶۲ پر حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا : یزید نے حسین کے سر پر اس جگہ ضرب لگائی جہاں پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسہ لیا کرتے تھے اور پھر اس شعر سے تمثیل کی:

سمیة أمسی نسلها عدد الحصی

وبنت رسول الله لیس لها نسل

اے سمیہ تیری نسل تو عدد میں سنگریزوں کے مانند ہوگئی لیکن بنت رسول اللہ کی نسل باقی نہ بچی ۔

کو آنے کی اجازت دی گئی۔ لوگ دربار میں داخل ہو گئے ۔اس وقت حسین کا سر یزید کے سامنے تھا اوریزید کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ آپ کے گلوئے مبارک کو چھیڑ رہا تھا۔

یہ حال دیکھ کر ابو برزہ اسلمی [1] صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا : کیا تو اپنی چھڑی سے حسین کے گلوئے مبارک سے بے ادبی کررہا ہے، خدا کی قسم تیری چھڑی اس گلوئے مبارک اوردہن مبارک سے متصل ہورہی ہے جہاں میں نے بارہا رسول خد ﷺ اکوبوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اے یزید تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور یہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ ان کے شفیع محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم ہوں گے۔

پھر ابو برزہ اٹھے اور دربار سے باہر آگئے ۔ ابو برزہ کی یہ گفتار ہند بنت عبد اللہ بن عامر بن کریز [2] نے سن لی۔ یہ یزید کی بیوی تھی اس نے فوراًچادر اوڑھی اور باہر دربار میں نکل آئی اور کہا : اے امیر المومنین !کیا یہ حسین ابن فاطمہ بنت رسول کا سر ہے ؟ یزید نے جواب دیا ہاں ! رسول اللہ کے نواسہ اور قریش کی بے نظیر وبرگزیدہ شخصیت پر نالہ وشیون اور سوگواری کرو ابن زیاد نے ان کے سلسلے میں عجلت سے کام لیا اور انھیں قتل کردیا ، خدا اسے قتل کرے !

۱۔ فتح مکہ میں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ عبداللہ بن خطل مرتد کے قتل میں شریک تھے جس کے خون کو رسول خدا نے مباح قرار دے دیا تھا ۔(طبری ،ج۳،ص ٦٠) ۲۰ھ میں مصر کی فتح میں یہ عمر وعاص کے ہمراہ تھے۔ (طبری، ج٤، ص ١١) آپ کے اعتراض کی خبر طبری نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے حوالے سے بھی نقل کی ہے جس کے راوی عمار دہنی ہیں ۔ (طبری، ج٥،ص ٣٩٠) مسعودی نے مروج الذہب ج٣،ص ٧١ پر روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا :یزید اپنی چھڑی کو اٹھا لے، خدا کی قسم میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول خدا ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے پھر بلاذری کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یزید کے سامنے جس نے یہ جملہ کہا وہ انس بن مالک تھے، پھر اس کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ انس کوفہ میں ابن زیاد کے پاس تھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔(ص ٢٦٢، طبع نجف)

۲۔ عثمان نے انہیں سجستان سے کابل روانہ کیا تھا تو اس نے ٢٤ھ میں اسے فتح کرلیا (طبری، ج٤، ص ٢٤٤) پھر وہاں سے معزول کر کے ٢٩ھ میں ابو موسی اشعری کے بعد بصرہ کا والی بنایا ۔ اس وقت اس کی عمر ٢٥ سال تھی۔ یہ عثمان بن عفان کے ماموں زاد بھائی تھا۔(طبری ،ج٤،ص ٢٦٤) اس نے فارس کو فتح کیا ۔(طبری، ج٤،ص ٢٦٥) ٣١ھ میں خراسان کی طرف روانہ

ہوا اور" ابر شھو"، "طوس"، ابیورداور نساکو فتح کیا۔یہاں تک کہ سر خس پہنچ گیا اور اہل" مرو" سے صلح کی۔ (ج٤،ص ٣٠٠) بصرہ میں زیادبن سمیہ کو اپنا جانشین بنایا۔ (طبری، ج٤،ص ٣٠١) ٢٣ھمیں ابن عامر نے مرو، طالقان، فاریاب، گرگان اور طخارستان کو فتح کیا ۔(طبری ،ج٤،ص ٣٠٩)اسی طرح ہراہ اور بادغس کو بھی فتح کیا ۔(طبری، ج٤،ص ٣١٤) ٣٤ھ میں عثمان نے اس سے ان لوگوں کے سلسلے میں مشورہ لیا جو عثمان سے انتقام لینا چاھتے تھے تو اس نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو جنگ میں بھیج دو۔(طبری، ج٤،ص ٣٣٣) ٣٥ھ میں عثمان نے اسے خط لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو عثمان کے دفاع کے لئے آمادہ کرے۔ ابن عامر نے عثمان کے خط کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو لوگ فوراً عثمان کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ربذہ کے مقام پر پہنچے تو انھیں خبر ملی کہ عثمان قتل کردیئے گئے پھر وہ لوگ پلٹ گئے۔ (طبری ،ج٤،ص٣٦٨) ٣٥ھ میں عثمان قتل کئے گئے، اس وقت ابن عامر بصرہ کا حاکم تھا (طبری ،ج٤،ص ٤٢١) اور وہاں سے وہ حجاز آگیا اور طلحہ ، زبیر، سعیدبن عاص ، ولیدبن عقبہ اور بقیہ بنی امیہ بھی وہیں تھے؛ ایک طویل گفتگو کے بعد ان کے بزرگوں کی رائے یہ ہوئی کہ بصرہ چلیں لیکن بعض کی رائے یہ تھی کہ شام چلیں لیکن اسے ابن عامر نے رد کردیا اور کہا : شام سے تمہارے لئے وہ شخص کفایت کرے گا جو مستدام اسی کے علاقہ میں ہو۔ ان لوگوں کو طلحہ کی تمنا تھی اور عایشہ وحفصہ کا مثبت جواب ان کا پشت پناہ تھا لیکن عبد اللہ بن عمر نے انھیں منع کر دیا تھا اور اس نے کہا : میرے ساتھ فلاں فلاں ہیں تو سب اس کے ساتھ آمادہ ہوگئے۔ (طبری، ج٤،ص ٤٥١) جنگ جمل میں یہ زخمی ہو کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ (طبری ،ج٤،ص٥٣٦) اسی کے ہمراہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے پاس صلح کے لئے ایک وفد مدائن روانہ کیا تھا (طبری ،ج٥، ص ١٥٩) پھر معاویہ نے اسے دوبارہ بصرہ کا والی بنادیا (طبری، ج٥،ص ٢١٢) اور اپنی بیٹی ہند بنت معاویہ سے اس کی شادی کردی ۔ اس نے زیاد کے ساتھ معاویہ کی نسبت پر اعتراض کیا تو معاویہ اس پر ناراض ہوگیا پھر یزید نے اس کی سفارش کی۔ (طبری، ج٥،ص ٢١٤) طبری نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ یزید نے کب اس کی بیٹی ہند سے شادی کی لیکن ظاہر یہی ہے کہ جب ابن عامر نے یزید کی بہن ہند سے شادی کی ٹھیک اسی وقت یزید نے اس کی بیٹی سے شادی کی ۔ اس عورت سے یزید کو ایک لڑکا بنام عبد اللہ تھا ۔ اور اس عورت کی کنیت ام کلثوم تھی۔ (طبری ،ج٥،ص ٥٠) ٦٤ھ میں یزید کی ہلاکت اور بصرہ سے ابن زیاد کے فرار کے بعد اہل بصرہ کے ایک گروہ نے ابن زبیر کی ولایت سے ایک ماہ قبل اس کے بیٹے عبد الملک بن عبد اللہ بن عامر کو بصرہ کا حاکم بنادیا ۔(طبری، ج٥، ص٥٢٧)

یحٰبن حکم نے کہا: تم نے اپنے اس فعل سے قیامت کے دن اپنے اور محمد ﷺ کے درمیان پردہ حائل کر دیا اور تم لوگ ایک امر پر کبھی بھی یکجا نہیں ہو گے اور ان کی شفاعت سے دور رہو گے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور باہر چلا گیا۔[1] دربار کی سجاوٹ کے بعد یزید جب دربار میں بیٹھا تو اس نے اہل شام کے اشراف کو بلایا اور وہ سب کے سب اس کے اطراف میں ادھر ادھر بیٹھ گئے پھر حکم دیا کہ علی بن الحسین زین العابدین (علیہ السلام) اور امام حسین (علیہ السلام) کی خواتین اور بچوں کو دربار میں لایا جائے۔ حکم کی

۱۔ ابو مخنف نے کہا: مجھ سے ابو حمزہ ثمالی نے قاسم بن نجیب کے حوالے سے روایت کی ہے۔(طبری، ج۵، ص ٤٦٥)

تعمیل ہوئی اور خاندان رسالت کو دربار میں اس حال میں وارد کیا گیا کہ سب کے سب آپ لوگوں کو غور سے دیکھ رہے تھے پھر آپ لوگوں کو اس کے سامنے بیٹھا دیا گیا۔ اس نے خاندان رسالت کو اس بری حالت میں دیکھا تو کہنے لگا ابن مرجانہ کا خدا برا کرے ! اگر تمہارے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ داری اور قرابت داری ہوتی تو وہ تم لوگوں کے ساتھ ایسا نہ کرتا اور اس حال میں نہ بھیجتا۔

پھر یزید نے علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا : اے علی ! تمہارے باپ نے میرے ساتھ قطع رحم اور میرے حق کو پامال کیا اور حکومت پر مجھ سے جھگڑا کیا تو اللہ نے ان کے ساتھ وہی کیا جو تم نے دیکھا ۔

یہ سن کے آپ نے یزید کو جواب دیا :"مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَبْرَاَھَا ..."[۱]

جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل اس کے کہ ہم انھیں پیدا کریں کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہیں ۔

یہ سنکر یزید نے جواب دیا :"وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْعَنْ کَثِیْرٍ"[۲] و [۳]

۱۔ سورہ حدید آیت ۲۲ ، ابو الفرج نے اس کے بعد ایک آیت کا اور اضافہ کیا .."ان ذالک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور" (مقاتل الطالبین) سبط بن جوزی نے بھی اس کی روایت کی ہے اور پھر کہا ہے : علی بن الحسین اور ان کی خواتین کو رسیوں میں جکڑا گیا تھا تو علی (امام زین العابدین علیہ السلام) نے آواز دے کر فرمایا: "یا یزید ما ظنک برسول اللہ لو رأنا موثقین فی الحبال عرایا علی أقتاب الجمال" اے یزید رسول اللہ کے سلسلے میں تیرا کیا گمان ہے اگر وہ ہمیں رسیوں میں جکڑا اونٹوں کی برہنہ پشت پر دیکھیں گے تو ان پر کیا گذرے گی؟ جب امام نے یہ جملہ فرمایا تو سب رونے لگے۔(تذکرہ، ص ۲۶۲)

۲۔ سورہ شوریٰ آیت، ۳۰، ابو الفرج نے روایت کی ہے کہ یزید نے پہلے اس آیت کو پڑھا پھر امام علیہ السلام نے سورہ حدید کی آیہ ۲۲ سے اس کا جواب دیا اور یہی زیادہ مناسب ہے ۔

۳۔ ابو مخنف کا بیان ہے۔ (طبری، ج ۵، ص ٤٦١ و ارشاد، ص ۲٤٦، طبع نجف)

اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کا کرتوت ہے اور (اس پر بھی) وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔

فاطمہ بنت علی (علیہ السلام)[1] سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں : جب ہم لوگوں کو یزید بن معاویہ کے سامنے بیٹھایا گیا تو ایک سرخ پوست شامی جو یزید کے پاس کھڑا تھا بولا: اے امیر المومنین ! اسے مجھے ہبہ کر دیجئے۔ یہ کہہ کر اس نے میری طرف اشارہ کیا تو میں ڈر کر لرزنے لگی اور ذرا کنارے ہٹ گئی اور میں نے یہ گمان کیا کہ یہ کام ان کے لئے ممکن ہے اور میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑے کو پکڑ لیا جو عمر میں مجھ سے بڑی نیز مجھ سے زیادہ عاقل تھیں ۔ انھیں معلوم تھا کہ ایسا نہیں ہو سکتا لہذا اس سے کہا : "کذبت واللہ ولؤمت ! ماذالک لک ولا لہ!" خدا کی قسم تو جھوٹا اور قابل ملامت ہے، یہ حق نہ تو تجھے حاصل ہے نہ ہی یزید کو! یہ سن کر یزید غضبناک ہو گیا اور بولا : خدا کی قسم تو جھوٹ بولتی ہے؛ یہ حق مجھ کو حاصل ہے اور اگر میں اسے انجام دینا چاہوں تو انجام دے سکتا ہوں ۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا : "کلاّ واللہ ، ما جعل اللہ ذالک لک الاّ ان تخرج من ملتنا وتدین بغیر دیننا" نہیں خدا کی قسم ہر گز نہیں ، خدا نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا ہے مگر یہ کہ تو ہمارے دین سے خارج ہو کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے ۔

یہ سن کر یزید آگ بگولا ہو گیا پھر بولا : تو مجھے دین کی تلقین کرتی ہے ! دین سے خارج تو تیرے باپ اور بھائی تھے ! حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے جواب دیا : "بدین اللہ ودین أب وأخ وجد اھتدیت أنت وأبوک وجدک!" خدا کے دین نیز میرے آباء و اجداد اور بھائی کے دین سے تو نے اور تیرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے ۔

یزید شدید غصہ کی حالت میں بولا: تو جھوٹ بولتی ہے اے دشمن خدا!

۱۔ طبری کی عبارت یہی ہے لیکن شیخ مفید نے ارشاد، ص ۲٤٦، اور سبط بن جوزی نے تذکرہ کے، ص ۲٦٤، پر فاطمہ بنت الحسین ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب ہوا حضرت زینب پھوپھی تھیں ۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا :"أنت أمیر مسلّط تشتم ظالماً تقهر بسلطانک !"تجھ سے کیا کہہ سکتی ہوں تو ایک مسلط اور سر پھرا بادشاہ ہے جو ظلم و ستم کے ساتھ برا بھلا کہہ رہا ہے اور اپنی سلطنت وبادشاہت میں قہر و ستم کررہا ہے۔ یہ سن کر ناچار یزید خاموش ہوگیا، پھر اس شامی نے اپنی بات کی تکرار کی : اے امیر المومنین یہ کنیز مجھے بخش دے ! تو غصہ کے عالم میں یزید نے کہا : میرے پاس سے دور ہو جا، خدا تجھے موت دے!(۱) پھر حکم دیا کہ عورتوں کے لئے ایک علٰحدہ گھر قرار دیا جائے اور ان کے ہمراہ علی بن الحسین بھی ہوں اور ان کے ہمراہ زندگی کی ضروریات موجود ہوں ۔ اس بنیاد پر سب کے سب اس گھر میں منتقل ہوگئے جو ان کے لئے قرار دیا گیا تھا ۔ جب خاندان رسالت کے یہ افراد وہاں پہنچے تو شام کی عورتیں روتی ہوئی ان کے استقبال کو آئیں اور حسین علیہ السلام پر نوحہ وماتم کرنے لگیں اور اس نوحہ وماتم کا سلسلہ تین دنوں تک جاری رہا ۔

جب جناب زینب وزین العابدین علیہما السلام کا قافلہ مدینہ کی طرف جانے لگا تو یزید نے کہا : اے نعمان بن بشیر! سفر کے تمام اسباب اور ضروریات ان کے ساتھ کردو، ان کے ہمراہ اہل شام کی ایک امین و صالح شخصیت کو روانہ کرو نیز ان کے ہمراہ سواروں اور مددگاروں کو بھی فراہم کرو تاکہ یہ انھیں مدینہ تک پہنچادیں ۔ اس طرح خاندان رسالت کا قافلہ عزت و احترام کے ساتھ ان لوگوں کے ہمراہ نکلا۔ یہ لوگ ان لوگوں کے ہمراہ رات میں ساتھ ساتھ چلتے اور قافلہ کے آگے آگے اس طرح ہوتے کہ کسی طرح سے کوئی کوتاہی اور غفلت نہ ہونے پائے۔جہاں بھی یہ قافلہ اترتا تھا نعمان اوراس کے ساتھی ان کے اطراف سے جدا ہوجاتے تھے نیز ان کے نگہبان تمام راستہ میں ان کی ضرورتوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے جو ایک انسان کی روزمرہ کی حاجت ہوتی ہے مثلاً قضائے حاجت اور وضو وغیرہ ۔ راستہ بھر یہی سلسلہ جاری رہا اور نعمان بن بشیر راستہ بھر قافلہ رسالت پر ملاطفت کرتا رہا اور ان سے ان کی ضرورتیں پوچھتا رہا ۔(۲)

۱۔ اس خبر کو طبری نے عمار دہنی کے حوالے سے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔(طبری، ج۵،ص ۳۹۰)

۲۔ حارث بن کعب نے فاطمہ سے نقل کیا ہے۔(طبری ،ج۵، ص ٤٦١ ، مقاتل الطالبین، ص ۸۰ ،تذکرہ ،ص ٢٦٤)

محترم قاری پر یہ بات واضح ہے کہ طبری کی نقل کے مطابق ابو مخنف نے نہ تو قید خانہ کا ذکر کیا ہے، نہ ہی قید خانہ میں مدت قیام کو ذکر کیا ہے اورنہ ہی اس میں امام حسین علیہ السلام کی ایک بچی کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے ۔ اسی طرح قید سے رہائی اور اس کے اسباب، امام زین العابدین سے یزید کی گفتگو اور پھر راستے میں کربلا ہو کر مدینہ جانا اور کربلا میں عزاداری وغیرہ کے واقعات اس تاریخ میں موجود نہیں ہیں لہٰذا ان تاریخی حقائق کی معلومات کے لئے قارئین کو لھوف ، نفس المهموم اور مقتل کی دوسری معتبر کتابوں کے مطالعہ کی دعوت دی جاتی ہے ۔(مترجم)

اہل بیت کی مدینہ واپسی

جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر اہل مدینہ کو ملی تو عقیل بن ابی طالب کی بیٹی ام لقمان(۱) خاندان بنی ہاشم کی خواتین کے ہمراہ باہر نکل آئیں درحالیکہ وہ خود کو اپنے لباس میں لپیٹے ہوئے تھیں اور یہ دلسوز اشعار پڑھے جارہی تھیں :

ما ذاتقولون ان قال النب لکم

ماذا فعلتم وأنتم آخر الُا مم

بعترت وبا هل بعد مفتقد

منهم أُساری ومنهم ضرجّوابدم (۲)

۱۔ شیخ مفید کا بیان ہے: ام لقمان بنت عقیل بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہم نے جب حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو سرپیٹتے ہوئے باہر نکل آئیں۔ ان کے ہمراہ ان کی بہنیں ام ہانی، اسماء، رملہ اور زینب بھی تھیں جو عقیل بن ابی طالب رحمۃاللہ علیہم کی بیٹیاں تھیں۔ یہ سب کے سب شہداء کربلا پر نالہ وشیون کرنے لگیں اور" ام لقمان" یہ شعر پڑھنے لگیں ...۔(ارشاد، ص ۲۴۸) سبط بن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ میں واقدی سے ان اشعار کو زینب بنت عقیل سے نقل کیا ہے۔(تذکرہ، ص ۲۶۷)

۲۔ طبری نے ان اشعار کو عمار دہنی کے حوالے سے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب محملوں کو جناب زینب اور زین العابدین علیہما السلام کے قافلہ کے لئے تیار کردیا گیا اور قافلہ مدینہ تک پہنچ گیا تو جیسے ہی یہ قافلہ مدینہ پہنچا بنی عبد المطلب کی ایک خاتون اپنے بالوں کو پریشان کئے، ہاتھوں کو سر پر رکھے اس کوشش میں تھی کہ آستینوں سے اپنے چہرہ کو چھپالے قافلہ سے روتی ہوئی آکر ملی اور یہ اشعار پڑھنے لگی۔

ماذاتقولون ان قال النبی لکم

ما ذا فعلتم و أنتم آخر الامم

بعترت واهل بعد مفتقد

منهم أساری و منهم ضرجوا بدم

ماکان هٰذا جزائ اذنصحت لکم

ان تخلفون بسو ء فی ذوی رحمی

اے لوگو! اس وقت کیا جواب دوگے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہیں گے کہ تم نے میرے اہل بیت اور میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا جبکہ تم آخری امت تھے؛ان میں سے بعض کو اسیر بنا دیا اور بعض کو خون میں غلطاں کردیا۔ اگر میں تم لوگوں کو یہ نصیحت کرتا کہ تم لوگ میرے بعد میرے قرابتداروں کے ساتھ بد سلوکی کرنا تب بھی ان کی پاداش یہ نہ ہوتی۔

اے لوگو ! اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری عترت اور میرے گھرانے کے ساتھ کیاسلوک کیا تو تم کیا جواب دو گے؟جبکہ تم آخری امت تھے؛تم نے ان میں سے بعض کو اسیر تو بعض کو خون میں غلطاں کردیا ۔

جب عبد اللہ بن جعفربن ابی طالب [1] کو اپنے دونوں فرزند محمد اور عون کی شہادت کی خبر ملی تو لوگ انھیں تعزیت پیش کرنے کے لئے آنے لگے۔ عبداللہ بن جعفر نے ان لوگوں کی طرف رخ کرکے کہا :"الحمد للّٰہ عزَّ وجل علیٰ مصر ع الحسین (علیه السلا م) أن لا تکن آست حسینًا یدّ فقد آساہ ولدّ ، واللّٰہ لو شھد تہ لأحببت أن لا أفا رقہ حتی أقتل معہ ! واللّٰہ لما یسخّ بنفس عنھما و یھوّن علی المصاب بھما : انھما أصیبا مع أخ وابن عمموا سین لہ، صابرین معہ"[2] و[3]
امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر خدائے عزوجل کی حمد وثنا ہے، اگر میرے دونوں ہاتھ حسین کی مدد ویاری نہ کرسکے تو میرے دونوں بیٹوں نے انکی مدد و نصرت فرمائی ،خدا کی قسم! اگرمیں وہاں ہوتاتومجھے یہی پسند ہوتا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ انھیں کے ہمراہ قتل کردیا جاؤں ،خدا کی قسم جو چیز مجھے اپنے دونوں بیٹوں کے سوگ میں اطمینان بخشتی ہے اور ان کی مصیبتوں کو میرے لئے آسان کرتی ہے یہ ہے کہ میرے دونوں فرزند میرے بھائی اور میرے چچا زادبھائی کے ناصر اور ان کے یار و مددگار تھے اور انکے ہمراہ صبر کرنے والوں میں تھے ۔

۱۔ حلیمہ سعدیہ کی خبر کے راوی آپ ہی ہیں ۔ (طبری، ج٦، ص ١٥٨) جعفر طیار کی شہادت کے بعد جب بقیہ لشکر جنگ موتہ سے پلٹا تو رسو خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو بلایا اور اپنے ہاتھوں پر آپ کو اٹھا کر نوازش کی ۔(طبری ،ج٣ ،ص ٤٢) آپ ہی نے حضرت علی علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ قیس بن سعد کو مصر سے معزول کردیں اور آپ کے مادری بھائی محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنادیں ۔ (طبری، ج٤، ص ٣٦) آپ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (طبری، ج٥، ص ٦١) آپ امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے ہمراہ حضرت علی علیہ السلام کے کفن و دفن میں شریک تھے پھر انھیں لوگوں کے ہمراہ مدینہ لوٹ آئے تھے۔ (طبری ،ج٥، ص ١٦٥) جب آپ مکہ سے امام حسین علیہ السلام کے پاس اپنے بیٹوں کے ہمراہ اپنا خط لے کرآئے تھے تو وہاں آپ کے بقیہ حالات گزر چکے ہیں ۔

۲۔ سلیمان بن ابی راشد نے عبدالرحمن بن عبید ابی کنود کے حوالے سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔(طبری ،ج٥،ص ٤٦٦)

۳۔ہشام کا بیان ہے : مجھ سے عوانہ بن حکم نے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے : جب عبیداللہ بن زیاد کے حکم پر حسین بن علی (علیہما السلام) قتل کردئیے گئے تو ابن زیاد نے عبدالملک بن ابی حارث سلمی کو بلایا اور اس سے کہا: تم یہاں سے عمرو بن سعید بن عاص کے پاس جاؤ (واضح رہے کہ عمرو بن سعید ان دنوں مدینہ کا گورنر تھا) اور جا کر اسے حسین علیہ السلام کے قتل کی خوشخبری دے دو ۔ دیکھو تم سے پہلے کوئی دوسرا یہ خبر اس تک نہ پہنچائے۔ اس میں زیادہ دیر نہ لگانا اور اگر راستے میں تمہارا اونٹ کسی وجہ سے رک جائے تودوسرا خرید لینا ، اسکے دینار تم کو ہم دے دیں گے۔ عبدالملک کا بیان ہے : میں مدینہ پہنچا اور عمرو بن سعید کے پاس حاضر ہوا تو اس نے پوچھا: تمہارے پیچھے کیا خبر ہے ؟ میں نے جواب دیا : ایسی خبر ہے جو امیر کو مسرور کردے گی، حسین بن علی قتل کر

دئیے گئے تو اس نے کہا: حسین کے قتل کا اعلان کردو! میں نے ان کے قتل کا اعلان عام کردیا۔میں نے ایسی فریاد اور چیخ پکار کبھی نہ سنی تھی جیسی فریادوگریہ و زاری حسین کے قتل کی خبر پر بنی ہاشم کی عورتوں کی سنی لیکن عمرو بن سعید ہنسنے لگا اور بولا:

عجّت نساء بنی زیاد عجة

كعجيج نسوتنا غدا ة الارنب(۱)

بنی زیاد کی عورتیں نالہ وشیون کررہی ہیں جیسے ہماری عورتیں ارنب کی صبح میں گریہ وزاری کررہی تھیں پھر اس نے کہا: یہ نالہ وفریاد عثمان بن عفان کے قتل پر نالہ وفریاد کے بدلہ میں ہے،اس کے بعد وہ منبر پر گیا اور لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی۔ شیخ مفید نے ارشاد ص ۲٤۷ ، طبع نجف پر اس کی روایت کی ہے۔ہشام نے عوانہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے: عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد سے کہا: اے عمر! وہ خط کہاں ہے جس میں میں نے تم کو حسین کے قتل کا حکم دیا تھا؟ عمر بن سعد نے جواب دیا: میں نے تمہارے حکم پر عمل کیا اور خط ضائع ہوگیا۔

عبیداللہ بن زیاد: تم کو وہ خط لانا پڑے گا۔

---

(۱) یہ شعر عمر بن معدیکرب زبیدی کا ہے۔ ان لوگوں نے بنی زبید کے بدلے میں بنی زیاد سے انتقام لیا تھا تو اس پر یہ شعر کہا تھا۔ سبط بن جوزی نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔(ص۲٦٦) اور شعبی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ مروان بن حکم مدینہ میں تھا۔اس نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو اپنے سامنے رکھا اور آپ کی ناک کے اوپری حصہ سے بے ادبی کرنے لگا (اگرچہ اس روایت کی قوت ثابت نہیں ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا سر مدینہ نہیں آیا ہے۔ہاں یہ ممکن ہے کہ مروان مبارک باد دینے کے لئے مدینہ سے شام گیا ہو اور وہاں یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ مترجم بامشورہ محقق) اور بولا:

یا حبذابردک فی الیدین

ولو نک ا لأحمر فی الخدین

اے خوشا کہ تیرا سرد اور مردہ سر میرے دونوں ہاتھ میں ہے اور تیرا سرخ رنگ تیرے رخساروں پر ہے، پھر بولا: خدا کی قسم گویا میں عثمان کا زمانہ دیکھ رہا ہوں۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ، ج ٤،ص ۷۲ پر حقیقت سے اس طرح پردہ ہٹایا ہے: صحیح تو یہ ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعید بن عاص کو خط لکھا جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا مژدہ سنایا گیا تھا۔ اس نے اس خط کو منبر سے پڑھا اور اس کے

ساتھ مذکورہ شعر بھی پڑھے ۔

پھر رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا : "یوم بیوم بدر" یہ دن روز بدر کا بدلہ ہے ۔ یہ سن کر اصحاب کے ایک گروہ نے اس پر اعتراض کیا۔ اس مطلب کو ابو عبیدہ نے اپنی کتاب "مثالب "میں لکھا ہے ۔

عمر بن سعد : وہ ضائع ہوگیا ۔

عبیداللہ بن زیاد : خدا کی قسم تم کو اسے میرے پاس لانا ہوگا۔

عمر بن سعد : معذرت کے ساتھ ، خدا کی قسم ہم سے جو شقاوت ہوئی ہے اسے مدینہ میں قریش کی بوڑھی عورتیں پڑھ رہی ہیں ۔ خدا کی قسم میں نے حسین کے سلسلے میں اتنے اخلاص کے ساتھ تم سے گزارش کی تھی کہ اگر اتنا اخلاص اپنے باپ سعد بن ابی وقاص کے ساتھ کرتا تو میں ان کا حق ادا کر چکا ہوتا۔

عبیداللہ کے بھائی عثمان بن زیاد نے کہا : خدا کی قسم یہ سچ کہہ رہا ہے ، میں تو یہ چاہتا تھا کہ خاندان زیاد کی کوئی فرد نہ بچے مگر یہ کہ قیامت کے دن اس کے ناک میں ایک نکیل ہو لیکن اس نے حسین کو قتل نہ کیا ہو ۔

ہشام کا بیان ہے: مجھ سے عمرو بن حیزوم کلبی نے اپنے باپ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس نے سنا ایک منادی ندا دے رہا تھا :

أیھا القاتلون جھلاً حسینا

أبشروا با لعذاب والتنکیل

کل أھل السماء یدعون علیکم

من نبی و ملائک و قبیل

قد لعُنتم علی لسان بن داو

د و موسی و حامل الا نجیل

اے نادان قاتلان حسین تم کو عذاب ورسوائی کی بشارت ہو ، تمام اہل آسمان انبیاء ، فرشتے اور سب کے سب تمہارے لئے بددعا کر رہے ہیں ، داود ، موسی اور صاحب انجیل کی زبان سے تم لوگ مورد لعنت ہو ۔ اس خبر کو شیخ مفید نے ارشاد ، ص ۲۴۸ ، اور سبط بن جوزی نے تذکرہ ، ص ۲۷۰ ، طبع نجف پر لکھا ہے ۔

اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر

واقعہ عاشورہ کے بعد عبیداللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کے سربر آوردہ افراد کو بلایا اور ان کی دل جوئی کرنے لگا لیکن حضرت حر کے فرزند عبیداللہ بن حر جعفی پر اس کی نگاہ نہیں پڑی۔ کچھ دنوں کے بعد عبیداللہ بن حر آیا اور ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس نے حر کے بیٹے کو دیکھ کر کہا: فرزند حر! تم کہاں تھے؟ اس نے جواب دیا: میں مریض تھا تو ابن زیاد کہنے لگا: روح کے مریض تھے یا بدن کے؟ بیشہء شجاعت کے شیر دل فرزند عبید اللہ بن حر نے جواب دیا: "اۂما قلبی فلم یمرض وأما بدنی فقد مَنَّ اللّٰہ علیّ با لعافیه"میری روح تو مریض نہیں ہوئی ہے، رہا سوال بدن کا تو خدا نے صحت دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔

یہ سن کر ابن زیاد نے اس سے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے تو ہمارے دشمنوں کے ساتھ تھا۔

عبیداللہ بن حر نے جواب دیا: اگر میں تمہارے دشمنوں میں ہوتا تو وہاں میرا حضور تم سے پوشیدہ نہیں رہتا۔

اس گفتگو کے درمیان عبیداللہ بن زیاد کچھ دیر کے لئے فرزند حر کی طرف سے غافل ہوگیا تو وہ فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ابن زیاد متوجہ ہوا اور ابن حر کو نہیں پایا تو پوچھنے لگا: فرزند حر کہاں ہے؟ حاشیہ نشینوں نے جواب دیا: وہ تو ابھی تھوڑی دیر قبل نکلا ہے۔

عبیداللہ بن زیاد نے کہا: اسے میرے پاس لے آؤ۔

یہ سن کر اس کی پولس کے افراد فوراً باہر آئے اور ابن حر کے پاس پہنچ کر کہا: امیر نے تم کو بلایا ہے ان کے پاس چلو لیکن حر کے فرزند نے آنے کے بجائے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور کہا: تم لوگ اس تک میرا پیغام پہنچادو کہ خدا کی قسم میں کبھی بھی فرمانبردار ہو کر اس کے پاس نہیں آؤں گا۔

پھر وہ وہاں سے نکل گیا اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا کربلا پہنچا اور وہاں یہ اشعار پڑھے:

یقول أمیر غادر وابن غادر

ألا کنت قاتلت الشهید ابن فاطمة

فیاندم أن لاأکون نصرته

ألا کل نفس لا تسدّد نادمة

وان لانّ لم اکن من حماته

لذو حسرة ماان تفارق لازمة

سق الله ارواح الذین تأزّروا

على نصره ، سُقياً من الغيث دائمة

وقفتُ على أجداثهم و مجالهم

فكا د الحشاينقضّ والعين ساجمة

لعمرى لقد كانوا مصاليت فى الوغى

سراعاًالى الهيجا حماة ضراغمة

فان يقتلوا فكلُّ نفس تقية

على الارض قد أضحت لذالک واجمة

وما ان رأى الرّاؤون أفضل منهم

لدى الموت سادات و زُهراً قماقمة

أتقتلهم ظلماًو ترجوا ودادنا

فدع خطة ليست لنا بملائمة

لعمرى لقد راغمتمونا بقتلهم

فكم نا قم منّا عليكم و ناقمة

أهْمّ مرارًاان أسير بجحفل

الى فئة زاغت عن الحق ظالمة

كفّوا والاذدتكم فى كتائب

اشد عليكم من زحوف الديالمة[۱]و[۲]

۱۔ عبدالرحمن بن جندب ازدی نے مجھ سے روایت کی ہے۔(طبری، ج۵،ص ٤٦٩)

۲۔ ضرب المثل میں "دیلمیوں" کا تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ" ساسانیوں "کے سقوط کے بعد دفاعی جنگ میں انھوں نے بڑا زبردست حملہ کیا تھا۔ واضح رہے کہ ابن حر عثمانی مذہب تھے اور جب عثمان قتل کردئے گئے تو یہ کوفہ سے نکل کر معاویہ کے پاس گئے اور اسی کے پاس مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام شہید ہوگئے (طبری، ج ۵ ، ص ۱۲۸) امام کی شہادت کے بعد یہ کوفہ پلٹ آئے۔ یہ حجر بن عدی کی گرفتاری کے وقت آرزو مند تھے کہ اگر دس یا پانچ آدمی بھی میری مدد کرتے تو میں حجر اور ان کے ساتھیوں کو نجات دلادیتا۔ (طبری، ج۵ ، ص ۲۷۱) امام حسین علیہ السلام نے انھیں اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی تو بہانہ کرکے کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں کوفہ سے نہیں چلا تھا مگر یہ کہ مجھے ناپسند تھا کہ میرا آپ سے سامنا ہو تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا : اگر تم ہماری مدد نہیں کرنا چاہتے ہو تو نہ کرو لیکن اس دن خدا سے خوف کھاؤ جس دن کہیں ان میں سے نہ ہوجاؤ جو ہم سے جنگ کریں گے، خدا کی قسم کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو ہماری فریاد سنے اور ہماری مدد نہ کرے مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوجائے گا ۔(طبری ،ج۵،ص ٤۰۷) جب یزید مرگیا

اور ابن زیاد بھاگ گیا۔ ادھر مختار قیام کے لئے اٹھے تو یہ سات سو سواروں کے ہمراہ مدائن کی طرف نکلے اور وہاں لوگوں سے مال لینے لگے تو مختار نے کوفہ میں ان کی بیوی کو قید کر لیا اور کہا: میں اس کے ساتھیوں کو ضرور قتل کروں گا تو یہ مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گئے اور مختار سے جنگ شروع کر دی۔(طبری، ج۵،ص ۱۰۵)یہی وہ شخص ہے جس نے مختار کے قتل کے بعد مصعب کو مشورہ دیاکہ مختار کے ساتھیوں میں سے ان موالیوں کو قتل کر دو جو غیر عرب ہیں اور عرب نسل لوگوں کو چھوڑ دو لہذا مصعب نے ایسا ہی کیا۔(طبری، ج۵،ص ۱۱٦)اس وقت مصعب خود اپنی زندگی سے اس کے حوالے سے خوف زدہ ہوگیا اور اسے قید کردیا۔ قبیلۂ مذحج کے ایک گروہ نے اس کی سفارش کی تو مصعب نے اسے آزاد کردیاپھر اس نے مصعب پر خروج کردیا (طبری، ج ۵،ص ۱۳۱)اور عبد الملک بن مروان سے ملحق ہوگیا۔ اس نے اسے کوفہ کا گورنر بناکر کوفہ لوٹایا۔ وہاں ابن زبیر کا عامل موجود تھا۔ عبیداللہ بن حر نے اس سے جنگ کی اور قتل کردیا۔ یہ ٦٨ھ کا واقعہ ہے۔(طبری، ج۵ ، ص ۱۳۵) راہ کربلامیں منزل قصر بنی مقاتل کے پاس امام حسین علیہ السلام سے اس کی ملاقات کے ذیل میں اس کے احوال گزر چکے ہیں ۔

پیمان شکن امیر اور فریب کار بیٹا کہتا ہے کہ فاطمہ کے شہید لال سے جنگ کیوں نہ کی؟! ہائے افسوس کہ میں ان کی نصرت و مدد نہ کرسکا ، حقیقت یہ ہے کہ جس کی فکر صحیح و سالم نہ ہو اسے ندامت ہی اٹھانی پڑتی ہے ، میں اس وجہ سے حسرت و اندوہ میں ہوں کہ میں ان کی حمایت نہ کر سکا اور یہ حسرت و ندامت مجھ سے جدا نہیں ہوگی، خدا ان لوگوں کی ارواح کو اپنی بے پایان رحمتوں کی بارش سے سیراب کرے جنہوں نے ان کی نصرت و مدد کا پورا پورا حق ادا کیا، میں ان کے جسموں اور ان کی آرامگاہ پر اس حال میں کھڑا ہوں کہ میری آنکھوں سے سیل اشک جاری ہے، قریب ہے کہ دل پاش پاش ہوجائے اور میں گر پڑوں ، میری جان کی قسم وہ لوگ میدان جنگ میں ایسے بیشۂ شجاعت تھے کہ شیر سے زیادہ سرعت و تیزی کے ساتھ میدان فضل وشرف کی طرف گامزن تھے اور مدافع حق کی حمایت کرنے والے نیز شیر بیشۂ حق تھے ، اگر وہ شہید کر دئے گئے تو اہل زمین کے تمام متقین ان کی شہادت پر اندوہناک ہیں حقیقت نگر اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے افراد جتنی تحقیق کرنا چاہیں کر لیں لیکن موت کے مقابلہ میں ان کے جیسا بہادر و ساونت نہیں پائیں گے، کیا تم ان کو ظلم وستم کے ساتھ قتل کرنے کے بعد ہم سے دوستی کی امید رکھتے ہو ؟ اپنی اس بری سازش کو کنارے رکھو یہ ہمارے افکار سے سازگار نہیں ہے، میری جان کی قسم ان کو قتل کرنے کے بعد تم لوگوں نے ہم سے دشمنی مول لی ہے، کتنے ہمارے مرد اور کتنی ہماری عورتیں ہیں جنہیں تم لوگوں نے اپنے خلاف بر انگیختہ کیا ہے،

ہمیشہ میں اس فکر میں ہوں کہ ایک لشکرجرار کے ہمراہ ان ظالموں کی طرف حرکت کروں جنہوں نے حق سے منہ موڑ کر امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی ہے ۔

اب بس کرو اور اپنے ظلم وستم سے ہاتھ کھینچ لو ورنہ تمہارے ظلم وستم کو دور کرنے کے لئے دیلمیوں سے سر سخت اور بہادر سپاہیوں کے ہمراہ تمہارے خلاف نبرد آزمائی کروں گا ۔

خاتمہ

خدائے متعال کی رحمتوں کے صدقے میں امام حسین علیہ السلام کے واقعات سے متعلق روایتیں جو تاریخ طبری میں ہشام کلبی سے منقول ہیں جسے انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے ابو مخنف سے اور انھوں نے اپنے راویوں اور محدثین سے نقل کیا ہے، تحقیقات و تعلیقات کے ساتھ تمام ہوئیں ۔ یہ توفیق شامل حال رہی کہ تعلیقات کے لئے بھی ہم نے تاریخ طبری ہی کو پہلا منبع قرار دیا مگر یہ کہ اگر ہمیں تاریخ طبری میں کچھ نہیں ملا تو دوسری کتابوں کی طرف رجوع کیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

سخن مترجم

خدا کا شکر کہ کتاب" وقعۃ الطف"کا ترجمہ محمد و آل محمد علیہم السلام کی مدد سے تمام ہوگیا۔ خداوند عالم سے دست بہ دعا ہوں کہ اس کوشش کو قبول فرمالے اور ہمارا یہ فعل امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی خوشنودی اور ان کے ظہور میں تعجیل کا سبب قرار پائے تاکہ وہ آکر تاریخی حقائق سے پردہ ہٹائیں اور ان کی موجودگی میں ہم مصائب محمد وآل محمد علیہم السلام سن کر مثاب ہوں ۔

آمین یا رب العالمین بحق محمد و آله الطاهرین

العبد

سید مراد رضا رضوی

٦ رجب المرجب ١٤٢٦ ہجری ۔

فہرست منابع

۱۔ ابصار العین فی انصار الحسین، شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی، طبع نجف

۲۔ الارشاد لمعرفۃ حجج اللہ علی العباد، محمد بن محمد بن نعمان العکبری بغدادی ابن المعلم معروف بہ شیخ مفید، متوفی ۴۱۳ھ، طبع نجف

۳۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، متوفی ساتویں صدی ہجری

۴۔ الاصابہ فی تمیز صحابہ، ابن حجر عسقلانی فلسطینی، نویں صدی ہجری

۵۔ الاعلام، خیر الدین زرکلی

۶۔ اعلام الوری با لاعلام الھدی، فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۴۸ھ ق

۷۔ الاغانی، ابو الفرج اصفہانی

۸۔ امالی شیخ صدوق، محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی، متوفی ۳۸۱ھ، طبع بیروت

۹۔ بصائر الدرجات، محمد بن حسن صفار قمی

۱۰۔ تاریخ امم والرسل والملوک (معروف بہ تاریخ طبری)، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، طبع دار المعارف قاہرہ

۱۱۔ تاریخ یعقوبی، احمد بن واضح بن یعقوب، متوفی ۲۸۴، طبع نجف

۱۲۔ تاسیس الشیعۃ الکرام لعلوم الاسلام، سید محمد حسن صدر کاظمینی، طبع بغداد

۱۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ذہبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان قایماز ترکمانی، متوفی ۷۴۸ھ

۱۴۔ تذکرۃ خواص الامۃ بخصائص الائمۃ (معروف بہ تذکرۃ الخواص)، سبط بن جوزی حنبلی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع نجف

۱۵۔ تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعۃ، محمد بن حسن حر عاملی، متوفی ۱۱۰۴ھ ق

۱۶۔ تقریب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی مصری شافعی، ۸۵۲ھ

۱۷۔ تنزیہ الانبیائ، محمد بن علی بن حسین موسوی بغدادی معروف بہ سید مرتضی، متوفی ۴۳۶، طبع بغداد، آفسٹ بصیرتی

۱۸۔ تنقیح المقال، شیخ عبداللہ مامقانی، طبع نجف

۱۹۔ تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، متوفی ۸۵۲ھ

۲۰۔ جامع الرواۃ وازاحۃ الاشتباھات عن الطریق و الاسناد، محمد بن علی اردبیلی غروی حائری
۲۱۔ الجرح و التعدیل، محمد بن ادریس رازی
۲۲۔ خصائص الحسینیہ، شیخ جعفر بن حسین شوشتری
۲۳۔ الخلاصہ، محمد بن حسن بن یوسف بن مطہر اسدی حلی، طبع نجف
۲۴۔ خصال، شیخ صدوق، محمد بن علی، متوفی ۳۸۱
۲۵۔ خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال
۲۶۔ الدلایل و المسائل، ھبۃ الدین شہرستانی، ۱۹۶۷م
۲۷۔ ذیل المذیل، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، طبع آستانہ
۲۸۔ رجال الشیخ، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ٤٦٠ھ، طبع نجف
۲۹۔ رجال کشی (اختیار معرفۃ الرجال، اصل کتاب بنام معرفۃ الرجال شیخ کشی کی جو تیسری صدی ہجری کے عالم تھے اور اس کا اختیار شیخ طوسی کے رشحات قلم میں شمار ہوتا ہے)، طبع نجف
۳۰۔ سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مشہور بہ سیرۃ النبی، عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ق
۳۱۔ شرح نہج البلاغہ، عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید مداینی بغدادی معتزلی شافعی، متوفی ٦٥٦، طبع قاہرہ مصر
۳۲۔ الشیعہ و فنون الاسلام، سید محمد حسن صدر کاظمینی، طبع قاہرہ، مصر
۳۳۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲٥٦ھ
۳٤۔ طبقات الکبری، محمد بن سعید کاتب واقدی، متوفی ۲۲۰
۳۵۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، احمد بن علی بن عنبہ، متوفی ۸۲۸ق
۳٦۔ فرج المھموم، علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاووس حسنی حلی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع نجف
۳۷۔ فوات الوفیات، محمد بن شاکر کتبی، متوفی ۷٦٤ھ
۳۸۔ الفہرست، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی خراسانی، متوفی ٤٦٠ھ، طبع نجف

۳۹۔ فہرست لابن الندیم، محمدبن اسحاق بن ندیم بغدادی، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع رضا تجدد، تہران
۴۰۔ فہرست اسماء مصنفی الشیعہ، احمدبن عباس نجاشی، متوفی ۴۵۰ھ، طبع حجر بمبئی، آفسٹ داوری
۴۱۔ کافی، محمدبن یعقوب کلینی رازی، متوفی ۳۲۹ھ، طبع آخوندی
۴۲۔ کامل الزیارات، ابو القاسم جعفربن قولویہ، متوفی چوتھی صدی ہجری، طبع حجر، نجف
۴۳۔ الکامل فی التاریخ، شیخ عزالدین ابن اثیر جزری موصلی، ساتویں صدی ہجری
۴۴۔ الکتاب الکامل، مبرد ابو العباس محمدبن یزید، متوفی حدود ۲۶۷ھ
۴۵۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، شیخ علی بن عیسیٰ اربلی بغدادی، متوفی ساتویں صدی ہجری، طبع تبریز
۴۶۔ الکنی والالقاب، شیخ عباس بن محمد رضا قمی، طبع نجف
۴۷۔ لسان العرب، محمدبن مکرم بن منظور، ۷۱۱ق
۴۸۔ لسان المیزان، سبط بن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ
۴۹۔ مثیر الاحزان، شیخ ابن نما حلی، متوفی ۶۴۵ھ، طبع نجف
۵۰۔ مجمع البحرین، فخر الدین طریحی نجفی، متوفی ۱۱۵۰ھ
۵۱۔ المراجعات، الامام عبدالحسین شرف الدین موسوی، متوفی ۱۳۷۰، طبع دار صادر، لبنان، شہید حسن شیرازی کے مقدمہ کے ساتھ
۵۲۔ مروج الذھب، علی بن حسین مسعودی بغدادی، متوفی ۳۵۶، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، طبع قاہرہ، مصر
۵۳۔ مسند احمد، احمدبن حنبل، متوفی ۲۴۰ھ
۵۴۔ مطالب السوٴل فی مناقب آل الرسول، محمدبن طلحہ شافعی مصری، طبع مصر
۵۵۔ المطبوع مع التاریخ
۵۶۔ معالم العلماءٔ، محمدبن علی بن شہر آشوب حلبی ساروی مازندرانی، متوفی ۵۸۵ھ، طبع نجف
۵۷۔ معجم البلدان، یاقوت حموی، متوفی پانچویں صدی ہجری
۵۸۔ معجم مقاییس اللغۃ، ابو الحسن احمدبن فارس بن زکریا، متوفی ۳۹۵ھ
۵۹۔ المغنی، ابن قدامہ حنبلی

٦٠۔مقاتل الطالبیین، ابو الفرج اصفہانی، طبع نجف
٦١۔ مقتل الحسین، ابو المؤید موفق بن احمد خوارزمی، متوفی چھٹی صدی ہجری، طبع نجف
٦٢۔ مقتل الحسین وحدیث کربلا، سید عبدالرزاق موسوی مقرم نجفی، متوفی ١٣٩٠ ھ، طبع سوم، آفسٹ بصیرتی
٦٣۔ مولفوا الشیعہ فی صدر الاسلام، الامام عبدالحسین شرف الدین موسوی، متوفی ١٣٧٠ ھ، طبع صید، لبنان
٦٤۔ میزان الاعتدال، ذہبی، متوفی پانچویں صدی ہجری، طبع قاہرہ، مصر
٦٥۔نفس المہموم، شیخ عباس بن محمد رضا قمی، طبع قم، بصیرتی
٦٦۔وقعۃ صفین، نصر بن مزاحم منقری تمیمی، متوفی ٢١٩ھ، تحقیق ڈاکٹر عبد السلام ہارون، طبع قاہرہ مصر، آفسٹ بصیرتی

فہرست

حرف آغاز ۴
گفتار مترجم ۷
مقدمۂ مولف ۱۰
اسلام کا پہلا تاریخ نگار ۱۲
کربلا ۱۳
دوسری تاریخ ۱۴
قدیم ترین سند ۱۶
ابو مخنف ۱۸
طبری اور خاندان ابو مخنف ۲۰
نصر بن مزاحم اور خاندان ابو مخنف ۲۲
ابو مخنف کی کتابیں ۲۵
دو اہم نکات ۲۷
مذہب ووثاقت ۲۸
ہشام الکلبی ۳۱
رائج مقتل الحسین ۳۳
واضح غلطیاں ۳۶
اسناد ابی مخنف ۴۲
راویوں کے اسماء ۴۲
پہلی فہرست ۴۳

۱۔ ثابت بن ہبیرہ: ۴۴

۲۔ یحیٰ بن ہانی بن عروۃ المرادی المذحجی: ۴۴

۳۔ زہیر بن عبد الرحمن بن زہیر خثعمی: ۴۵

دوسری فہرست ۴۵

۱۔ عقبیٰ بن سمعان: [۲] ۴۵

۲۔ ہانی بن ثبیت حضرمی سکونی: ۴۵

۳۔ حمید بن مسلم ازدی: ۴۶

روایات کی سند ۴۷

٤۔ ضحاک بن عبداللہ مشرقی ہمدانی: ۴۹

۵۔ امام زین العابدین: ۴۹

٦۔ عمرو حضرمی: ۴۹

۷۔ غلام عبد الرحمن انصاری: ۴۹

۸۔ مسروق بن وائل حضرمی: ۵۰

۹۔ کیثر بن عبداللہ شعبی ہمدانی: ۵۰

۱۰۔ زبیدی: ۵۱

۱۱۔ ایوب بن مشرح خیوانی: ۵۱

۱۲۔ عفیف بن زہیر بن ابی الاخنس: ۵۱

۱۳۔ ربیع بن تمیم ہمدانی: ۵۱

١٤۔ عبداللہ بن عمار بارقی: ۵۲

۱۵۔ قرۃ بن قیس حنظلی تمیمی: ۵۲

تیسری فہرست ۵۳
۱۔ ابو جناب یحیٰ بن ابی حیۃ الوداعی کلبی : ۵۳
۲۔ جعفر بن حذیفہ طائی:.. ۵۴
۳۔ دلہم بنت عمرو : ۵۴
٤۔ عقبہ بن ابی العیزار : ۵۵
چوتھی فہرست ۵۵
۱۔ ابو سعید دینار: ۵۵
۲۔ عقبہ بن سمعان : ۵۶
۳۔ محمد بن بشر ہمدانی : ۵۷
٤۔ ابو الودّاک جبر بن نوف ہمدانی : ۵۸
۵۔ ابو عثمان نہدی : ۵۹
٦۔ عبداللہ بن خازم کثیری ازدی : ٦۰
۷۔ عباس بن جعدہ جُدلی : ٦۰
۸۔ عبدالرحمن بن ابی عمیر ثقفی : ٦۰
۹۔ زائدہ بن قدامہ ثقفی : ٦۰
۱۰۔ عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی:.. ٦۲
۱۱۔ عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مخزومی :...................................... ٦۲
۱۲۔ عبداللہ اور مذری : ٦۳
۱۳۔ امام علی بن الحسین بن علی علیہما السلام : ٦۳
۱٤۔ بکر بن مصعب مزنی : ٦۳

۱۵ـ فزّاری : ۶۳
۱۶ـ طرماح بن عدی :.. ۶۳
۱۷ـ عامربن شراحیل بن عبد الشعبی ہمدانی : ۶۴
۱۸ـ حسان بن فائدبن.. ۶۵
۱۹ـ ابو عمارہ عبسی : ۶۶
۲۰ـقاسم بن بخیت : ۶۶
۲۱ـ" ابو الکنود عبد الرحمن بن عبید" : ۶۶
۲۲ـ فاطمہ بنت علی : ۶۶
پانچویں فہرست.. ۶۷
۱ـ عبد الملک بن نوفل بن عبداللہ بن مخرمہ:.. ۶۷
۲ـ ابو سعید عقیصا :... ۶۸
۳ـ عبد الرحمن بن جندب ازدی :... ۶۹
٤ـ حجاج بن علی بارقی ہمدانی :.. ۶۹
۵ـ نمیربن وعلۃ الہمدانی ینا عی : ۶۹
٦ـ صقعب بن زہیرازدی :.. ۷۰
۷ـ معلی بن کلیب ہمدانی : ۷۰
۸ـیوسف بن یزیدبن بکر ازدی : ۷۰
۹ـیونس بن ابی اسحاق :... ۷۱
۱۰ـ سلیمان بن راشدازدی : ۷۳
۱۱ـ مجالدبن سعید ہمدانی :.. ۷۳

۱۲ـ قدامہ بن سعید بن زائدہ بن قدامہ ثقفی :.. ۷۴
۱۳ـ سعید بن مدرک بن عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط اموی :........................ ۷۵
۱٤ـ ابو جناب یحیٰ بن ابی حیہ وداعی کلبی :.. ۷۵
۱۵ـ حارث بن کعب بن فقیم والبی ازدی کوفی :.. ۷۶
۱٦ـ اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمہ سدّی کوفی :........................ ۷۷
۱۷ـ ابو علی انصاری :.. ۷۷
۱۸ـ لوذان :.. ۷۷
۱۹ـ جمیل بن مرثدی غنوی :.. ۷۷
۲۰ـ ابو زہیر نضر بن صالح بن حبیب عبسی :.. ۷۸
۲۱ـ حارث بن حصیرہ ازدی :.. ۷۸
۲۲ـ عبداللہ بن عاصم فائشی ہمدانی :.. ۷۹
۲۳ـ ابو ضحاک :.. ۸۰
۲٤ـ عمرو بن مرّہ الجملی :.. ۸۰
۲۵ـ عطأ بن سائب :.. ۸۰
۲٦ـ علی بن حنظلہ بن اسعد شبامی ہمدانی :.. ۸۱
۲۷ـ حسین بن عقبہ مرادی :.. ۸۱
۲۸ـ ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی :.. ۸۱
۲۹ـ ابو جعفر عبسی :.. ۸۱
چھٹی فہرست.. ۸۲
۱ـ امام زین العابدین علیہ السلام:.. ۸۲

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام :.. ۸۳
۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام :.. ۸۳
٤۔ زید بن علی بن حسین علیہما السلام :.. ۸۳
۵۔ فاطمہ بنت علی :.. ۸۳
٦۔ ابو سعید عقیصا:.. ۸۴
۷۔ محمد بن قیس :.. ۸۴
۸۔ عبداللہ بن شریک عامری نہدی :.. ۸۵
۹۔ ابو خالد کابلی :.. ۸۵
۱۰۔ عقبہ بن بشیر اسدی :.. ۸٦
۱۱۔ قدامہ بن سعید :.. ۸٦
۱۲۔ حارث بن کعب والبی ازدی :.. ۸۷
۱۳۔ حارث بن حصیرہ ازدی :.. ۸۷
١٤۔ ابو حمزہ ثمالی :.. ۸۷
امام حسین علیہ السلام مدینہ میں.. ۹۱
معاویہ کی وصیت[1].. ۹۱
معاویہ کی ہلاکت.. ۹۵
یزید کا خط ولید کے نام.. ۹۸
مروان سے مشورہ.. ۱۰٦
قاصد بیعت.. ۱۰٦
امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس.. ۱۱۱

ابن زبیر کا موقف.. ۱۱۳
امام حسین علیہ السلام مسجد مدینہ میں ۱۱۴
محمدبن حنفیہ کا موقف [۲] ۱۱۵
امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے سفر.. ۱۱۷
امام حسین علیہ السلام مکہ میں.. ۱۲۱
عبد اللہ بن مطیع عدوی [۲].. ۱۲۱
امام حسین علیہ السلام کا مکہ میں ورود ۱۲۲
کوفیوں کے خطوط [۲] ۱۲۴
امام حسین علیہ السلام کا جواب ۱۳۵
حضرت مسلم علیہ السلام کا سفر.. ۱۳۶
راستہ سے جناب مسلم کا امام علیہ السلام کے نام خط.............................. ۱۳۷
مسلم کو امام علیہ السلام کا جواب.. ۱۳۸
کوفہ میں جناب مسلم علیہ السلام کا داخلہ ۱۴۰
اہل بصرہ کے نام امام علیہ السلام کا خط ۱۴۸
بصرہ میں ابن زیاد کا خطبہ.. ۱۵۵
کوفہ میں ابن زیاد کا داخلہ.. ۱۵۶
کوفہ میں داخلہ کے بعد ابن زیاد کا خطبہ.. ۱۵۷
مسلم ، ہانی کے گھر [۳] ۱۵۸
خط کا مضمون یہ تھا:.. ۱۶۰
معقل شامی کی جاسوسی.. ۱۶۰

ابن زیاد کے قتل کا منصوبہ ۱۶۲
معقل کی جناب مسلم سے ملاقات ۱۶۳
ہانی کا دربار میں طلب کیا جانا ۱۶۴
ہانی، ابن زیاد کے دربار میں ۱۶۷
ہانی، ابن زیاد کے روبرو ۱۶۸
موت کی دھمکی ۱۷۱
ہانی کو قید کرنے کے بعد ابن زیاد کا خطبہ ۱۷۴
جناب مسلم علیہ السلام کا قیام ۱۷۵
اشراف کوفہ کا اجتماع ۱۷۵
پرچم امان کے ساتھ اشراف کوفہ ۱۷۷
جناب مسلم علیہ السلام کی غربت و تنہائی ۱۷۸
ابن زیاد کا موقف ۱۸۳
مسلم کی تنہائی کے بعد ابن زیاد کا خطبہ ۱۸۵
ابن زیاد مسلم کی تلاش میں ۱۸۵
مختار کا نظریہ ۱۸۷
دوسری صبح ۱۸۸
محمد بن اشعث جناب مسلم کے مقابلے میں ۱۸۹
جناب مسلم کا ابن اشعث سے جہاد ۱۸۹
آگ اور پتھر کی بارش ۱۹۰
فریب امان اور گرفتاری ۱۹۱

حضرت مسلم کی محمد بن اشعث سے وصیت ۱۹۲
مسلم قصر کے دروازے پر ۱۹۳
عمر بن سعد سے مسلم کی وصیت ۱۹۵
مسلم علیہ السلام ابن زیاد کے رو برو ۱۹۷
حضرت مسلم علیہ السلام کی شہادت ۱۹۹
جناب ہانی کی شہادت ۲۰۲
تیسرا شہید: ۲۰۳
چوتھا شہید: ۲۰۳
مختار قید خانہ میں ۲۰۴
یزید کے پاس سروں کی روانگی ۲۰۴
یزید کا جواب ۲۰۵
مکہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی (۱) ۲۱۰
امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کا موقف ۲۱۰
ابن عباس کی گفتگو ۲۱۲
ابن عباس کی ایک دوسری گفتگو ۲۱۵
عمر بن عبد الرحمن مخزومی کی گفتگو ۲۱۶
امام علیہ السلام کے ساتھ ابن زبیر کی آخری گفتگو ۲۱۸
عمرو بن سعید اشدق کا موقف ۲۱۹
عبد اللہ بن جعفر کا خط ۲۲۱
راستہ کی چودہ (۱٤) منزلیں ۲۲۶

پہلی منزل : تنعیم (۱) ۲۲۶
دوسری منزل : الصفاح (۲) ۲۲۷
تیسری منزل : حاجر (۱) ۲۳۰
چوتھی منزل : چشمۂ آب ۲۳۱
پانچویں منزل: خزیمیہ (۲) ۲۳۲
زہیر بن قین کا امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونا ۲۳۳
ایک اور نامہ بر ۲۳۵
چھٹی منزل: زرود (۱) ۲۳۶
ساتویں منزل : ثعلبیہ (۱) ۲۳۷
آٹھویں منزل : زبالہ (۱) ۲۳۹
نویں منزل : درّہ عقبہ (۲) ۲۴۰
دسویں منزل : شراف (۳) ۲۴۱
گیارہویں منزل : ذو حسم (۱) ۲۴۲
بارہویں منزل : البیضۃ (۲) ۲۴۷
تیرہویں منزل ؛" عذیب الھجانات " (۱) ۲۵۰
چودہویں منزل : قصر بنی مقاتل (۱) ۲۵۵
قربان گاہ عشق :نینوا (۱) ۲۵۷
امام حسین علیہ السلام کی جانب پسر سعد کی روانگی ۲۶۴
ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا خط ۲۶۹
ابن زیاد کا جواب ۲۷۰

پسر سعد کی امام علیہ السلام سے ملاقات ۲۷۰
ابن زیاد کے نام عمر بن سعد کا دوسرا خط........................ ۲۷۲
ابن زیاد کا پسر سعد کے نام دوسرا جواب ۲۷۴
خط کے ہمراہ شمر کا کربلا میں ورود........................ ۲۷۵
جناب عباس اور ان کے بھائیوں کے نام امان نامہ ۲۷۶
امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب پر پانی کی بندش........................ ۲۷۷
امام حسین علیہ السلام کی طرف پسر سعد کا ہجوم ۲۸۱
ایک شب کی مہلت........................ ۲۸۴
شب عاشور کی روداد........................ ۲۸۷
شب عاشور امام حسین علیہ السلام کا خطبہ........................ ۲۸۷
ہاشمی جوانوں کا موقف........................ ۲۸۸
اصحاب کا موقف........................ ۲۸۹
امام حسین علیہ السلام اور شب عاشور ۲۹۱
شب عاشور امام حسین اور آپ کے اصحاب مشغول عبادت ۲۹۴
صبح عاشورا........................ ۲۹۸
سپاہ حسینی میں صبح کا منظر........................ ۲۹۹
روز عاشورا امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ........................ ۳۰۰
زہیر بن قین کا خطبہ........................ ۳۰۹
حر ریاحی کی بازگشت........................ ۳۱۵
حر بن یزید ریاحی کا خطبہ ۳۱۸

آغاز جنگ ۳۲۲
پہلا تیر ۳۲۲
الحملۃ الاولی (پہلا حملہ) ۳۲۳
کرامت وہدایت ۳۲۴
بریر کا مباہلہ اور ان کی شہادت ۳۲۶
عمرو بن قرظہ انصاری کی شہادت ۳۳۰
نافع بن ہلال ۳۳۲
الحملۃ الثانیۃ (دوسرا حملہ) ۳۳۲
مسلم بن عوسجہ (۱) ۳۳۳
الحملۃ الثالثۃ (تیسرا حملہ) ۳۳۵
اصحاب حسین کے حملے اور نبرد آزمائی ۳۳۵
الحملۃ الرابعہ (چوتھا حملہ) ۳۳۷
نماز ظہر کی آمادگی ۳۳۸
حبیب بن مظاہر کی شہادت (۱) ۳۴۰
حربن یزید ریاحی کی شہادت ۳۴۳
نماز ظہر ۳۴۴
زہیر بن قین کی شہادت ۳۴۴
نافع بن ہلال جملی کی شہادت (۲) ۳۴۵
غفاری برادران ۳۴۷
قبیلہ جابری کے دو جوان ۳۴۸

حنظلہ بن اسعد شبامی کی شہادت ۳۴۹

عابس بن ابی شبیب شاکری اور ان کے غلام شوذب کی شہادت [1] ۳۵۱

یزید بن زیاد ابو شعثاء کندی کی شہادت ۳۵۳

چار دوسرے اصحاب کی شہادت ۳۵۳

سوید خثعمی و بشر حضرمی ۳۵۴

بنی ہاشم کے شہداء ۳۵۷

علی بن الحسین اکبر کی شہادت ۳۵۷

قاسم بن حسن کی شہادت ۳۶۲

عباس بن علی اور ان کے بھائی ۳۶۴

لشکر حسینی کے سردار ۳۶۶

آپ کے امتیازات و خصوصیات ۳۶۶

۱۔ حسن ورشادت ۳۶۶

۲۔ معنوی شوکت ۳۶۷

۳۔ علمدار کربلا ۳۶۸

٤۔ سقائی ۳۶۹

۵۔ سالار عشق و ایمان ۳۶۹

٦۔ اسلام کا غیرت مند سپاہی ۳۷۱

۷۔ معراج وفا ۳۷۲

حسین علیہ السلام کا شیر خوار ۳۷۵

عبداللہ بن جعفر کے دو فرزندوں کی شہادت ۳۷۷

آل عقیل کی شہادت ۳۷۷
حسن بن علی علیہما السلام کے فرزندوں کی شہادت ۳۷۹
امام حسین علیہ السلام کی شہادت ۳۸۱
آخری لمحات ۳۸۷
خیموں کی تاراجی ۳۸۸
پامالی ۳۹۱
اہل حرم کی کوفہ کی طرف روانگی ۳۹۳
امام حسین علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے دربار میں ۳۹۴
دربار ابن زیاد میں اسیروں کی آمد ۳۹۷
عبداللہ بن عفیف کا جہاد ۴۰۱
شہداء کے سر اور اسیروں کی شام کی طرف روانگی ۴۰۳
اہل بیت کی مدینہ واپسی ۴۱۳
اہل کوفہ میں سب سے پہلا حسینی زائر ۴۱۷
خاتمہ ۴۲۰
سخن مترجم ۴۲۰
فہرست منابع ۴۲۱